وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ○



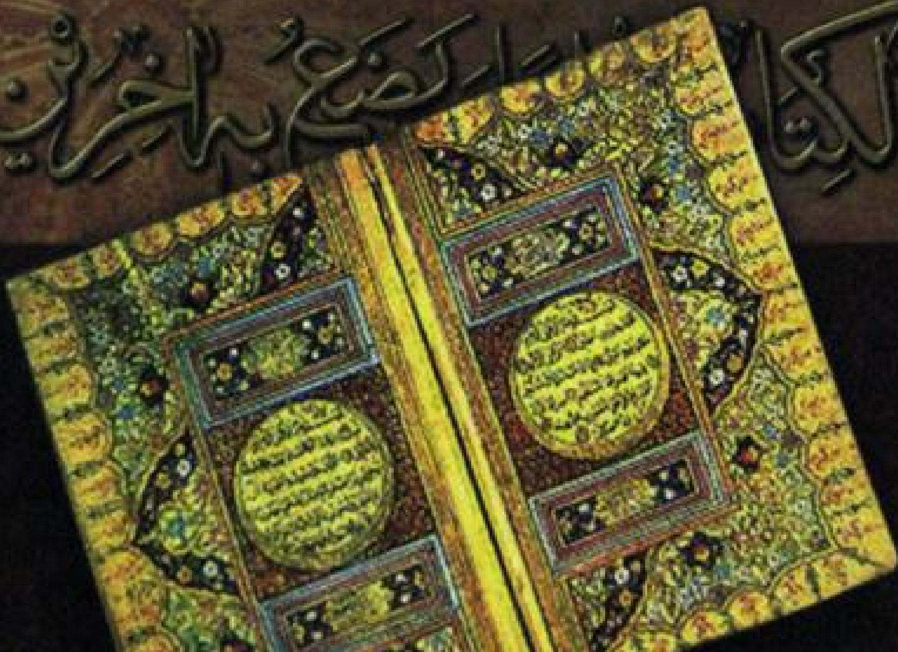
# ترجمان القرآن

یعنی

## قرآنِ حکیم کے مطالب اُردو زبان میں

ضروری تفسیر کے ساتھ

اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْن



از
امام الہند مولانا ابوالکلام احمد آزاد رحمہ اللہ



اسلامی اکادمی


بسم الله الرحمن الرحيم

إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواماً ويضع به آخرين

# ترجمان القرآن

یعنی

## قرآنِ حکیم کے مطالبِ اُردو زبان میں

ضروری تفسیر کے ساتھ

از

ابو الکلام احمد

جلد سوم

سورۂ نور سے سورۂ والناس تک





اسلامی اکادمی

۷ اردو بازار لاہور فون: ۰۴۲-۷۳۵۷۵۸۷

# فہرست مضامین



## سورۃ النور

## سورۃ الفرقان

## سورۃ الشعراء

## سورۃ النمل



## سورۃ القصص

## سورہ عنکبوت

## سورۃ الروم

## سورۃ لقمان

## سورۃ السجدہ



## سورۃ الاحزاب

## سورۃ سبا

## سورۃ الفاطر

## سورۃ یٰس



## سورۃ الصافات

## سورۃ ص

## سورۃ الزمر



## سورۃ المؤمن

## سورۃ حم السجدہ



## سورۃ الشوریٰ

## سورة الزخرف

## سورۃ الدخان



## سورۃ الجاثیہ



## سورۃ الاحقاف

## سورۃ محمد



## سورۃ الفتح



## سورۃ الحجرات

## سورۃ ق



## سورۃ الزاریات



## سورۃ الطور



## سورۃ النجم

## سورۃ القمر



## سورۃ الرحمٰن



## سورۃ الواقعہ



## سورۃ الحدید

## سورۃ المجادلۃ



## سورۃ الحشر



## سورۃ الممتحنۃ



## سورۃ الصف

## سورۃ الجمعہ



## سورۃ المنافقون



## سورۃ التغابن



## سورۃ الطلاق

## سورۃ التحریم



## سورۃ الملک



## سورۃ القلم



## سورۃ الحاقۃ

## سورۃ المعارج



## سورۃ نوح



## سورۃ الجن



## سورۃ المزمل



## سورۃ المدثر



## سورۃ القیامۃ

## سورۃ الدھر



## سورۃ المرسلات



## سورۃ النبا



## سورۃ النازعات

## سورۃ عبس



## سورۃ التکویر



## سورۃ الانفطار



## سورۃ المطففین



## سورۃ الانشقاق



## سورۃ البروج



## سورۃ الطارق

## سورة الاعلیٰ



## سورة الغاشیہ



## سورة الفجر



## سورة البلد



## سورة الشمس

## سورۃ اللیل



## سورۃ الضحیٰ



## سورۃ الم نشرح



## سورۃ التین



## سورۃ الاعلیٰ



## سورۃ القدر



## سورۃ البیّنہ

## سورۃ الزلزال



## سورۃ العٰدیٰت



## سورۃ القارعہ



## سورۃ التکاثر



## سورۃ العصر



## سورۃ الھمزہ



## سورۃ الفیل



## سورۃ القریش



## سورۃ الماعون

## سورۃ الکوثر



## سورۃ الکافرون



## سورۃ النصر



## سورۃ اللھب



## سورۃ الاخلاص



## سورۃ فلق والناس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# عرض ناشر

الحمدللہ ثم الحمدللہ!

کہ آج کئی سال کی محنت شاقہ کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ''ترجمان القرآن'' کی تیسری اور آخری جلد قارئین کے ہاتھوں میں پہنچانے میں کامیاب ہو سکا ہوں۔ میری آنکھوں میں تشکر و امتنان کے آنسو ہیں اور لب پر خدائے واحد کی حمد کے ترانے، کہ اس کے خصوصی فضل و احسان کے بغیر مجھ جیسے ناکارہ اور وسائل سے تہی دست انسان کے لیے یہ ناممکن تھا کہ اتنا بڑا کام پایہ تکمیل کو پہنچ پاتا......اس پر اللہ رب العزت کا جس قدر بھی شکریہ ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے وقت کی ایک اہم دینی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔

چند سال پہلے جب میں نے ''ترجمان القرآن'' کی دو جلدیں (اوّل اور دوم) اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور سے شائع کی تھیں تو میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس تفسیر کو مکمل صورت میں پیش کرنے کی بھی کوئی صورت نکل آئے گی لیکن اچانک ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا اور غور کیا تو معلوم ہوا کہ قلب میں ایک خیال راسخ ہو چکا ہے۔ خیال یہ تھا کہ ترجمان القرآن کی تیسری جلد کی تالیف و اشاعت کی کوئی صورت نکلنی چاہیے لیکن یہ خیال رہ رہ کر ذہن کو کچوکے دیتا تھا کہ میاں ''ترجمان القرآن'' کی دو جلدیں تو تم نے شائع کر لیں اور یہ کام کوئی بھی ناشر کر سکتا تھا مولانا آزاد کی زندگی میں یہ طبع ہو چکی تھیں اور دستیاب بھی ہیں...... اٹھاؤ، کتابت کراؤ اور پریس کے حوالے کر دو، کتاب تیار ہے:......لیکن یہاں صورت حال بالکل مختلف تھی...... مولانا آزاد رحمہ اللہ اپنی زندگی میں ''ترجمان القرآن'' کو دوسری بار مکمل کر لینے کے باوجود شائع نہ کرا سکے تھے۔ مطبوعہ صورت میں یہ تفسیر صرف ''سورۃ مومنون'' تک پیش کی جا سکی تھی (اس کی تفصیل ''ترجمان القرآن'' جلد اول کے شروع میں مولانا آزاد رحمہ اللہ کے دیباچہ میں موجود ہے)......اب مولانا آزاد رحمہ اللہ تو جنت الفردوس کو سدھارے، پھر تم یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچاؤ گے؟ خیال یہ تھا کہ مولانا رحمہ اللہ کے مسودات میں سورۂ مومنون کے بعد کا ترجمہ اور تفسیر موجود ہو گی لیکن مولانا رحمہ اللہ کے سیکریٹری محمد اجمل خاں نے یہ خبر سنا کر بہت مایوس کیا کہ تفسیر مولانا نے مکمل ہی نہ کی تھی۔ خاں صاحب کے بیان کا درجہ استناد کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سورۂ نور کی تفسیر تو مولانا کے کاغذات سے دستیاب ہو گئی۔ بہر حال سورۂ نور کی تفسیر کی دستیابی تو بعد کی چیز ہے، ترجمان القرآن کی دو جلدوں کی اشاعت کے بعد جو اسلامی اکادمی نے شائع کی ہیں) سوال یہ تھا کہ مولانا آزاد رحمہ اللہ کے شروع کیے ہوئے کام کی تکمیل کیونکر ہو؟ سو اللہ تعالیٰ نے وقت کی اس اہم ضرورت کی تکمیل کی طرف خود ہی ذہن کی رہنمائی فرما دی خیال آیا کہ تیسری جلد کے متعلق بے شمار

آیات کا ترجمہ وتشریحات مولانا رحمہ اللہ کے اپنے قلم سے الہلال والبلاغ کے مختلف مضامین کے تفسیری مباحث ومقالات میں موتیوں کی طرح بکھری پڑی تھیں میں یہ اہتمام تو کر ہی سکتا ہوں کہ ''سورۂ مومنون'' کے بعد ''سورۂ والناس'' تک متعلقہ آیات کی تفاسیر کو چن چن کر ایک لڑی میں پرو دیا جائے...... آخر مولانا شبلی کی ''سیرۃ النبی'' کو سید سلیمان ندوی نے بھی تو ان کی وفات کے بعد تکمیل کے مراحل تک پہنچایا تھا۔ اب مجھے کسی ایسے عالم دین کی تلاش تھی جو ''سورۃ النور'' سے تفسیر کی ابتداء کرتا...... جن آیات کا ترجمہ وتفسیر مولانا آزاد کا لکھا ہوا فراہم ہو سکے، درج کرتا جائے اور باقی آیات کا ترجمہ وتفسیر اسی انداز میں اپنی طرف سے لکھتا جائے۔ اس سلسلہ میں میری نظر انتخاب شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد عبدہ پر پڑی، ان سے ملا اور انہوں نے حامی بھی بھر لی، چنانچہ انہوں نے اللہ کا نام لے کر کام شروع کر دیا۔

اوائل ۱۴۰۱ھ (مطابق ۱۹۸۱ء) میں مولانا نے کام ختم کر لیا اور جس محنت سے انہوں نے یہ کام سرانجام دیا، میں ان کا خصوصی شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اب کتابت کا مرحلہ باقی تھا۔ خوش قسمتی سے مجھے ایک ایسے خوشنویس (اکرام اللہ ساجد کیلانی) مل گئے جو اس سے پہلے دو ماہناموں محدث اور ترجمان الحدیث (لاہور) میں خاصی مدت تک ان کی ایڈیٹنگ کا کام بھی کرتے رہے تھے۔ اگر میں یہ کہوں کہ ''ترجمان القرآن'' کی تیسری جلد کی ترتیب اور اس کو عام فہم بنانے میں ان کی کاوشوں کو بہت زیادہ دخل ہے، تو بے جا نہ ہوگا رہی سہی کسر پروف ریڈر (مولانا عبدالصمد ریالوی) نے پوری کر دی، جنہوں نے بڑی محنت کے ساتھ تفسیری حواشی کے نمبر دے کر انہیں متعلقہ آیات کے ساتھ مربوط کر دیا۔ جبکہ پہلی صورت میں قارئین کو کسی آیت کی متعلقہ تفسیر خود تلاش کرنے کی ضرورت تھی!

اس تفسیر سے استفادے کے لیے چند باتوں پر نظر رہنی چاہیے تاکہ قارئین کو مطالب کی تفہیم میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے:

۱۔ ترجمہ اور تفسیر میں خط کشیدہ عبارات مولانا آزاد کی اپنی ہیں، جبکہ بقیہ عبارات (ترجمہ اور تفسیر میں) مولانا محمد عبدہ کی ہیں۔

۲۔ دو ایک جگہ، جہاں مولانا آزاد رحمہ اللہ کا تفسیری حاشیہ کافی طویل ہے، اسے انڈر لائن کیے بغیر صفحہ کے دونوں جانب حاشیہ چھوڑ کر وادین کے درمیان لکھا گیا ہے۔ کیونکہ اتنی زیادہ عبارت کو انڈر لائن کرنا کافی وقت طلب تھا۔

۳۔ سورۂ نور، سورۃ التین، سورۃ القدر اور سورۃ العصر کی تفاسیر مع ترجمہ، تمام کی تمام مولانا آزاد رحمہ اللہ کی تحریر کردہ ہیں۔

۴۔ عربی متن میں ہر آیت کا نمبر دیا گیا ہے، پھر اسی نمبر کے تحت اس آیت کا ترجمہ دیا گیا ہے اور ترجمہ پر ۱۔۲۔۳ کا مسلسل نمبر اور نشان دے کر انہی نشانات کے تحت نمبروار، متعلقہ آیات کی تفسیر درج کی گئی ہے۔

۵۔ ترجمہ اور تفسیر میں جہاں جہاں مولانا آزاد رحمہ اللہ کی عبارات مل سکیں، ہر صفحہ کے آخر میں ان کے مآخذ کا حوالہ کا نشان دے کر درج کیا گیا ہے اس طرح تقریباً ہر صفحہ چار حصوں پر مشتمل ہے:

سب سے اوپر عربی متن

اس کے نیچے ترجمہ

پھر تفسیری حاشیہ

اور سب سے آخر میں ماخذ کا حوالہ......

ہر حصہ کو موٹے خط کے ذریعہ علیحدہ کر دیا گیا ہے۔

امید ہے کہ اس وضاحت کے بعد زیر نظر ترجمان القرآن کی تیسری جلد کے اسلوب تالیف اور مطالب تالیف کو سمجھنے میں قارئین کو قطعاً کوئی دقت پیش نہ آئے گی۔

امید ہے کہ اس وضاحت کے بعد تفسیر کے انداز کو سمجھنے میں قارئین کو قطعاً کوئی دقت نہ ہوگی۔

آخر میں یہ غرض کرنا ضروری ہے کہ میں نے "ترجمان القرآن" کی اس تیسری جلد کو کاروباری بنیادوں پر ہرگز ہرگز شائع نہیں کیا۔ بلکہ (اگر اسے خود ستائی پر محمول نہ کیا جائے تو) میں یہ کہوں گا کہ ان تمام مراحل میں ثواب کے حصول کی تمنا کو سب سے زیادہ دخل رہا۔ یہی وجہ ہے کہ کتابت مکمل ہونے کے بعد بھی مجھے اگر کہیں سے مولانا آزاد رحمہ اللہ کی کسی آیت کی، تفسیر کے متعلق معلوم ہوا تو اسے ہر ممکن قیمت پر حاصل کیا اور اخراجات کی پروا کیے بغیر، مولانا عبدہ کی عبارات نکال کر، اسے دوبارہ کتابت کروا کر اس کی جگہ پر اسے فٹ کیا۔ چنانچہ سورۂ نور (مکمل) تین مرتبہ کتابت کروائی گئی۔ پہلی تفسیر میں مولانا آزاد کی عبارات بہت کم تھیں۔ پھر مجھے ایک ایسی کتاب مل گئی جس میں سورۂ نور کا بیشتر حصہ مولانا آزاد کا اپنا لکھا ہوا تھا۔ چنانچہ پہلی کتابت کو ختم کر کے اسے دوبارہ کتابت کروا کر تفسیر میں شامل کیا گیا۔ لیکن اِدھر یہ کام مکمل ہوا، اُدھر مجھے پتہ چلا کہ انڈیا کے ایک ادارہ ساہتیہ اکادمی نے مولانا آزاد کی تحریر کردہ سورۂ نور کی مکمل تفسیر شائع کی ہے، تو بڑی محنت کے ساتھ اس کی فوٹو سٹیٹ کاپی حاصل کی اور پھر تیسری مرتبہ اس کی کتابت کروا کر اسے شامل اشاعت کیا۔

میں مولانا محمد حنیف ندوی (ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور) کا بہت مشکور ہوں جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیت کے باوجود ترجمان القرآن کی تیسری جلد کا مطالعہ کیا، پھر اس پر ایک مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا۔

میں ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہانپوری، کراچی) کا ممنون ہوں جنہوں نے ترجمان القرآن جلد سوم، کو دیکھ کر، ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کی سوانح اور جملہ تصانیف کا تعارف بھی تحریر فرما دیا ہے ان تمام معروضات سے مقصود کسی صلہ کی تمنا نہیں، بلکہ اظہار حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس ادنیٰ سی خدمت کو قبول فرما کر میرے معاصی سے درگزر فرمائے اور آخرت میں مجھے اپنی خوشنودی سے نواز دے تو یہ اس کا انتہائی لطف و احسان ہوگا...... ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

..........................اور ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف!

ابو مومن

اسلامی اکادمی اردو بازار لاہور

# مقدمہ

تفسیر کیا ہے اور معانی و مطالب کے کن کن خزانوں کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے ہے؟ اس کی تحدید و تعیین مشکل ہے۔ ابوالخیر، ابن صدر الدین اور تفتازانی نے ہر چند تفسیر کے دائرے کو تعریف وحد کی تنگنائے میں محصور کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن بقول علامہ فناری کے فن تفسیر کی کوئی ایسی جامع و مانع تعریف بیان نہیں کی جاسکتی، جو اس کے تمام گوشوں اور لوازم کا احاطہ کرے۔ اس کی دو وجہیں ہیں، ایک تو یہ کہ یہ کلام تنزیل وحی کا ایسا شاہکار ہے جو اتنا متمول (Rich) اور بوقلموں مضامین کا حامل ہے کہ کوئی بھی انسان اس کی گیرائی و گہرائی کی وسعتوں کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ معانی و مطالب کا ایسا بحر بے پایاں ہے کہ چودہ صدیاں ہوتی ہیں اور ہر چند مفسرین نے ہر ہر دور میں اس سے اخذ فیض کیا ہے، اس سے استخراج و استنباط کے وہ وہ لآلی اور موتی چنے ہیں کہ عقل و دانش حیران و ششدر ہے۔ لیکن اس کے باوجود نہ صرف یہ سمندر پایاب نہیں ہوا، اور اس سے استفادہ و استفاضہ کا عمل برابر جاری ہے، بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ہر موج اور لہر کی تہہ میں معنی و مطلوب ایسے نئے اور نادر آفاق لیے ہوئے ہے، جن تک ابھی نوع انسانی کی رسائی نہیں ہو پائی۔ قرآن حکیم اللہ کا پیغام آخرین ہے، اس بنا پر یہ نئی نئی منزلوں کو مسلسل نشان دہی کرتا رہے گا، اور فکر ونظر کے سامنے ان اچھوتے مناظر کو لامحالہ لاتا رہے گا، جو عقل و خرد کو تازہ تابانیوں سے آشنا کرتے رہیں اس کتاب حکم و معارف کے تمام جلوے ہنوز پردۂ خفا میں ہیں جنھیں اپنے اپنے وقت پر ضوفشاں ہونا اور نکھرنا ہے، گویا اس جوئے رواں سے ابھی بہت کچھ اچھلنا ہے اور اس تاک سکر آفریں سے بے شمار ایسے جرعوں کو کام ودہن کی لذت کا سامان فراہم کرنا ہے، جو فی الحال ناخوردہ ہیں۔

دوسرے لفظوں میں تفسیر کسی ایک کتاب کا نام نہیں بلکہ ایک عمل، ایک تسلسل اور فکر و تدبر کے ایسے تواتر سے تعبیر ہے، جسے تابہ قیام قیامت جاری رہنا ہے اور ہر دور میں اپنے علمی تقاضوں کے مطابق نوع انسانی کے ذخیرہ علمی میں اضافہ کرتے رہنا ہے۔

دوسری وجہ جو اس کی تعریف وحد بیان کرنے کی راہ میں دراصل مانع و حائل ہے، وہ انسانی ذوق کا تنوع و اختلاف ہے۔

نحویوں نے قرآن حکیم میں اعراب کے نکتوں کی نشان دہی کی اور ان مختلف وجوہ و فروع پر روشنی ڈالی، جن کا تعلق اس فن سے ہے جیسے زجاج، واحدی اور ابوحیان۔ اور ابوالبقا عبداللہ ابن الحسین العکبری، اخباریین نے قصص اور اسرائیلیات سے تعرض کیا جیسے اسدی اور ثعلبی وغیرہ۔ فقہ سے ذوق رکھنے والوں نے قرآن حکیم میں مذکور ادلہ فقیہ کے استیفا کی کوشش کی، اور ان میں راجح اور مرجوح کا فرق نمایاں کیا، جیسے قرطبی اور جصاص۔

آشنایانِ ادب ولسان نے آیات قرآنی میں دمکنے والی طرفہ طرازیوں کی طرف اشارہ کیا جیسے زمخشری۔

اور رازی نے اپنے دور کے فلسفیانہ افکار کی تائید کے لیے قرآن حکیم سے دلائل ڈھونڈنے کی کوشش کی اور ایسی دور کی کوڑی

لائے کہ بقول ابوحیان کے ان کا قرآن کی تفسیر سے براہ راست کوئی تعلق نظر نہیں آتا، تاہم یہ کہا جا سکتا ہے کہ رازی نے تفسیر کبیر میں ان تمام افکار و رجحانات کو بیان کر دیا ہے جو ان کے عصر تک نہ صرف علمی مجالس کی زینت تھے، بلکہ جن پر بحث و تمحیص سے کام لینا اس دور کی ثقافت کا لازمی تقاضا تھا۔ اس کے علاوہ ذوق و احاطہ ادراک کی بوقلمونی نے، اور متعدد علوم و معارف کو تفسیر کے دائرے میں لا ڈالا، مثلاً قرأت و تجوید، مسائل و احکام قرآنی، توجیہ آیات مختلفہ، امثال، اقسام القرآن، محکمات و متشابہات، ناسخ و منسوخ، غرائب قرآن، علوم قرآن، اسباب نزول وغیرہ۔

لطف یہ کہ یہ تمام علوم ولوازم جن کے بل پر مختلف ادوار میں قرآن فہمی کا سلسلہ آگے بڑھا، اب بھی قرآن کی بدولت محفوظ، زندہ اور کتب و صحائف کی پیشانی پر تابندہ ہیں۔

تاریخی سطح پر تفسیر کو کئی ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا دور صحابہ کے اس مقدس گروہ کا ہے جنہوں نے براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرچشمہ فیض سے استفادہ کیا، جنہوں نے ایسے مثالی معاشرے میں زندگی بسر کی، جس میں قرآن کی تعلیمات لوگوں کے رگ و پے میں رچی بسی تھیں، اور اس کی برکات اور تابش و ضوء سے زندگی کا ہر ہر گوشہ منور تھا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال رشد و ہدایت کو دیکھا تھا، ان کے لب مبارک سے نکلے ہوئے ہر لفظ کو آویزہ گوش بنایا تھا اور اس چیز کا اہتمام کیا تھا کہ سحاب وحی و تنزیل سے ٹپکا ہوا ہر کلمہ کشت دل کی بالیدگی و نمو کا باعث ہو۔ یہ وہ پاک نہاد اور لائق صد احترام گروہ تھا، جس کو قرآن نے سند رضا بخشی اور تمام دنیائے انسانیت کے لیے مجسمہ رحمت گردانا۔

صحابہ میں جن لوگوں نے قرآن حکیم کی تفسیر و تعبیر کے سلسلے کو آگے بڑھایا، ان میں خلفاء اربعہ، عبداللہ بن مسعود، ابن عباس، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابوموسیٰ اشعری، ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اور جابر سرفہرست ہیں۔ ان کے بعد تابعین کا دور آتا ہے، اس میں جن حضرات نے تفسیر میں شہرت حاصل کی، ان میں مجاہد ابن حبر المکی (التوفی ۱۰۳) سعید بن جبیر (التوفی ۹۴) عکرمہ (التوفی ۱۰۵) طاوس بن کیسان الیمانی (التوفی ۱۰۶) اور عطا بن ابی رباح (التوفی ۱۱۴) رحمہم اللہ شامل ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں، جنہوں نے مکہ مکرمہ میں تفسیر و تاویل کی مسندیں سجائیں۔ مدینے اور کوفے میں جن لوگوں نے پیغام الٰہی کی تبیین و تشریح کے حلقے قائم کیے، ان کی فہرست اس پر مستزاد ہے۔

اس کے بعد کے دور میں ایسے حضرات آتے ہیں جنہوں نے اپنی تفاسیر میں صحابہ و تابعین کے ملے جلے اقوال کی روایت کی، جیسے سفیان بن عیینہ، وکیع بن الجراح، شعبہ بن الحجاج، اسحاق بن راہویہ وغیرہ۔

اور پھر اس دور کا آغاز ہوا جس نے تفسیر کو ایک باقاعدہ فن کی حیثیت بخشی اور اس کے نتیجے میں دو مستقل مدرسہ ہائے فکر قائم ہو گئے یعنی تفسیر بالماثور اور تفسیر بالرائے۔ تفسیر بالماثور کا دائرہ اگرچہ صرف منقولات صحابہ و تابعین ہی تک سمٹا رہا، تاہم تفہیم و تبیین کے نقطہ نظر سے ان تفاسیر کی اہمیت و افادیت بہرحال مسلمہ ہے، ان میں لغت، ادب، مواقع نزول اور تطبیق آیات کے ضمن میں مذکورہ نکات بہت عمدہ اور نادر ہیں۔ ان کے مطالعے سے خصوصیت سے یہ حقیقت ابھر کر فکر و نظر کے سامنے آجاتی ہے کہ کسی معنی کے تعیین

کے لیے صحابہ اور تابعین نے جو رائے قائم کی ہے، وہ اصمعی و کسائی اور بعد کے آنے والے اہل لغت سے کہیں زیادہ مستند اور صحیح ہے۔ ان تفاسیر میں اسرائیلیات کی بھرمار البتہ نگاہوں میں کھٹکتی ہے، لیکن اس کو شاید اس دور کی مجبوری قرار دیا جائے گا۔

تفسیر بالرائے کے دائرے نسبتاً بہت زیادہ پھیلے ہوئے اور متنوع ہیں، ان میں لغت کے نوادر، ادب کی اعجوبہ طرازیاں اور روایت و عقل کی نادرہ کاریوں کے علاوہ ہر شخص کے اپنے ڈھب اور ذوق کی کارفرمائی بھی صاف جھلکتی نظر آتی ہے۔ بلاشبہ قرآن حکیم کا دامن معانی بہت پھیلا ہوا اور وسیع و جامع ہے اور اس میں قطعی اس بات کی گنجائش پائی جاتی ہے کہ حضرات مفسرین ہر دور کے مذاق ہی کے مطابق اس سے کسب فیض کریں، لیکن ہر فن کے لیے کچھ شرائط و حدود کا ہونا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ قرآن کی تشریح و تفہیم کے لیے چند باتیں بہت ضروری ہیں، ذوق ادب کی اصابت، فہم قرآن کا خاص ملکہ، روحِ قرآن کا عرفان، سلف کی تصریحات و تشریحات سے آشنائی، دلالت الفاظ کا صحیح صحیح علم اور سیاق و سباق کے معنوی تقاضوں کا ادراک اور سب سے آخر میں، لیکن سب سے اہم یہ کہ قرآن سے حد درجہ کی محبت و شیفتگی۔ ایک مغربی دانش ور اور صوفی کے الفاظ میں یوں کہنا چاہیے کہ قرآن جمال معنوی سے آراستہ و پیراستہ وہ عروس ہے جو غیر محرم کے سامنے اپنا چہرہ نہیں کھولتی۔

جن حضرات نے فن تفسیر کی ان نزاکتوں کا خیال رکھا، انہوں نے بلاشبہ اپنی تفاسیر میں علوم و معارف کے دریا بہائے، لیکن جنہوں نے ان اصولوں سے انحراف کیا، وہ خود بھی منحرف ہوئے اور قارئین کو بھی گمراہی کی جانب ڈھکیلا۔

تفسیر بالرائے کے سلسلے میں پچھلی صدیوں میں دو بہت بڑے فتنے اُبھرے، ایک تعلیمیہ کا اور دوسرے برخود غلط تصوف کا۔ تعلیمیہ سے مراد وہ فلسفہ زدہ اور الحاد گزیدہ گروہ ہے جس نے قرآن حکیم اور اس کے پیغام رشد و ہدایت کو اپنے عقاید فاسدہ اور مزعومات باطلہ کی خاطر بالکل مسخ کر ڈالا اور لغت، اصطلاح، سیاق و سباق اور اسلامی روایات صریحہ سے قطع نظر کر کے قرآنی الفاظ اور مفہوم کو قطعی بدل ڈالا۔ تفسیر و تعبیر کا یہ انداز چوں کہ اسلام کے ذوق دعوت و ارشاد اور اس کی تاریخ و عقاید کے چوکھٹے سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا تھا، اس لیے جلد ہی مٹ گیا۔

ان لوگوں کا اصل موضوع چوں کہ فلسفہ تھا، اس کے موضوع پر انہوں نے ''اخوان الصفا'' ایسی کتابیں ضرور ترتیب دیں، جن سے ان افکار میں خاصہ نکھار آیا، لیکن دین کی تشریح ان کے بس کا روگ نہیں تھا۔

برخود غلط تصوف نے علوم باطنہ کے نام سے قرآن حکیم کے ظواہر احکام کو نہ صرف نظر انداز کیا بلکہ قرآن سے ایسے نئے نئے اور ملحدانہ معانی اور مفاہیم کو مستنبط کرنے کی کوشش کی جو قرآن کی روحِ جہاد و عمل سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ قرآن حکیم صرف فقہ و قانون، اور ضابطہ و حکم اور لفظ و سیاق کو نحو و لغت کی مدد سے سمجھنے ہی کا نام نہیں ہے، بلکہ ان کے علاوہ اس کی ایک روح، اس کا ایک باطن اور اس کا ایک فلسفہ حیات بھی ہے، جو در حقیقت مقصود ہے، لیکن یہ ظواہر احکام سے کسی طرح الگ تھلگ نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک صوفیا کا وہ گروہ بہر حال قابل قدر ہے، جس نے اس روح اور باطن تک رسائی حاصل کر کے ان معارف کی

نشان دہی کی، جن پر ایک عام عالم کی نظریں نہیں پڑتیں اور ان معارف کو اپنے عمل و کردار میں سمو کر مکارم اخلاق کی بلند تر چوٹیوں کو سر کیا۔ لیکن یہ اس وقت ہو سکا جب ان کو معارف کتاب و سنت کی کسوٹی پر جانچا گیا اور دیکھا گیا کہ ظاہر و باطن میں فرق صرف اصطلاح کا ہے، ورنہ یہ دونوں باہم ایک دوسرے سے وابستہ اور ایک دوسرے کے موید اور شارح ہیں یا ایک ہی سوتے کے دو دھارے ہیں جو الگ الگ بہنے کے باوجود ایک ہی سمت اور منزل کی جانب رواں دواں ہیں۔ لیکن جب ان معارف باطنہ کو کتاب اللہ اور سنت کی شاہراہ سے ہٹ کر پیش کیا گیا، تو وہ نہ صرف معارف نہ رہے بلکہ کھلا ہوا الحاد قرار پائے۔ یہی وجہ ہے، امام واحدی نے جب سلمی کی ''حقایق التفسیر'' دیکھی تو پکار اٹھے، جو شخص اس کو تفسیر سمجھتا ہے، وہ کفر کا مرتکب ہوا۔

تصوف کا اصل ہدف احوال قلب کا مشاہدہ، دقائق اخلاق کی رعایت اور واردات و کشوف کی حقیقت کو پہچاننا ہے اور اس باب میں ان کی مساعی ایسی گراں قدر ہیں کہ ان سے انسانی نفسیات کی بلند تر سطح کو جاننے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ تفسیر اور علوم وفنون سے کما حقہ آشنائی صوفیا کے دائرہ تحقیق وتفحص سے بالکل خارج ہے۔ ان کی اصل منزل مکارم اخلاق ہے اور اسی نظر سے ان کو دیکھنا بھی چاہیے۔ ان کی یہی اخلاقی بلندیاں اور مکارم اخلاق کے اثر آفریں نمونے تھے جن کو دیکھ کر لاکھوں انسان حلقہ بدوش اسلام ہوئے اور بت پرستی کی خانہ ویرانیوں سے دامن چھڑا کر اس لائق ہوئے کہ توحید الٰہی کے انوار و تجلیات سے دل کی بستیاں سجائیں۔

اس دور میں جن حضرات نے قرآن حکیم کی تشریح و تفسیر کی گراں قدر خدمات انجام دیں، ان میں علامہ رشید رضا، طنطاوی، مولانا حمید الدین الفراہی، محمد اسد، مولانا مودودی، مولانا عبدالماجد دریا آبادی اور مولانا ابوالکلام آزاد کا نام نامی سرفہرست ہے۔

مولانا حمید الدین الفراہی مرحوم نے ادب جاہلی کے اشعار و شواہد اور صحائف انبیاء کی تصریحات کی روشنی میں قرآن حکیم کے مطالب و معانی پر غور و فکر کی طرح ڈالی اور ایسے ایسے غوامض اور مشکلات کا حل ڈھونڈ نکالا، جو بادی النظر میں فہم وادراک کی راہ میں سنگ گراں معلوم ہوتے تھے۔ قرآن کی آیات اور سور میں باہمی رشتہ و تعلق کی نوعیتوں کو دریافت کرنا اور پورے قرآن کو مضامین و معانی کے اعتبار سے ایک خاص ترتیب میں منسلک ثابت کرنا ان کا سب سے بڑا تفسیری کارنامہ ہے۔ مزید برآں یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن فہمی کو اپنی پوری زندگی کا نصب العین ٹھہرایا اور اس راہ کی دشواریوں پر قابو پایا۔

محمد اسد نے انگریزی زبان میں قرآن کے مبیج اور پیغام کو اچھی طرح واضح کیا ہے اور اس میں ان تمام شکوک و شبہات کو دور کیا ہے، جو مغربی ذہن میں قرآن فہمی کے سلسلے میں ابھرتے اور کھٹکتے ہیں۔ ان کی یہ کوشش اس لحاظ سے خصوصیت سے تحسین کے لائق ہے کہ اس نے ہمیں مولانا محمد علی لاہوری کے ترجمہ قرآن سے یکسر بے نیاز کر دیا ہے۔

مولانا مودودی کی تفہیم القرآن نے اسلامی حلقوں میں خاصی پذیرائی حاصل کی ہے، اس کا مخاطب دراصل وہ طبقہ ہے جو مغرب گزیدہ ہے، یا جو براہِ راست عربی تفاسیر کے جوہر پاروں سے استفادے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ مولانا نے نہایت ہلکے پھلکے اور سمجھ میں آنے والے انداز میں قرآن حکیم کے مطالب کو نکھارا اور اجالا ہے۔ اس تفسیر کی اہم خوبی یہ ہے کہ اس سے قرآن کا یہ پہلو ابھر کر سامنے آتا ہے کہ یہ کتاب ہدیٰ ایک مربوط، نظام دعوت وارشاد کی حامل ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی منجھے ہوئے ادیب اور مشرق و مغرب کا بہترین سنگھم ہیں۔ یہ جہاں کفر و انکار کی وادیوں میں بھٹکے ہیں، وہاں انہوں نے دبستان ایمان کی شمیم آرائیوں سے بھی مشام جاں معطر کیا ہے، اس لیے خوب جانتے ہیں کہ شک و ارتیاب کے کانٹے کہاں کہاں دلوں میں چبھتے اور کن کن تصورات کو زخمی کرتے ہیں۔ ان کی تفسیر انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں اس بات کی خاص رعایت رکھی گئی ہے کہ ان تمام مقامات کی تشریح کی جائے، جہاں ایمان و عقیدے کا پاؤں پھسلتا اور لچکا کھاتا ہے۔

مولانا آزاد رحمہ اللہ کی تفسیر ترجمان القرآن کی دو ضخیم جلدیں اہل علم اور اصحاب فکر سے مدت ہوئی داد حاصل کر چکی ہیں، ان کے اسلوب فہم و ادراک کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی شخصیت کے بارے میں اس تجزیے پر غور کر لیا جائے کہ گو وہ اس دور میں پلے بڑھے اور آفتاب علم بن کر چمکے، لیکن ان کے قلم پر صدیوں کی علمی و تہذیبی روایات مچل رہی ہیں، ان کا علمی رابطہ جہاں اسلاف کی عظیم شخصیتوں سے استوار ہے، وہاں دور حاضر کے رجحانات، علوم اور تحریکوں سے بھی ان کی شناسائی مسلم ہے۔ ان کے مطالعے و تحقیق کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ قرآن، حدیث، فقہ، کلام، تاریخ، ادب اور فلسفے کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو ان کی نظروں سے اوجھل ہو۔ یہ جب بھی کسی فن یا موضوع پر بات کرتے ہیں۔ تو ایسی جچی تلی اور مجتہدانہ کہ اس پر کسی بھی اضافے کا امکان باقی نہیں رہتا۔

اللہ تعالیٰ نے دو نعمتوں سے انہیں خصوصیت سے نواز رکھا ہے، ذہنی جلا۔(Cleamity of Thought) اور اسلوب و زبان کی سحر آفرینی۔ یہ دونوں جوہر ان کی تحریر و تقریر میں صاف جھلکتے اور دمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ان کے افکار و خیالات میں کہیں جھول، تضاد اور راہمال پایا نہیں جاتا۔ جو بات ہے واضح، اور جو رائے ہے دوٹوک اور حکیمانہ۔ ان کی یہی ادا اور عربدہ دلوں کو لبھاتا اور نظروں کو تابش وضو عطا کرتا ہے۔

ترجمان القرآن کی یہ تیسری جلد، جو قارئین کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، اگرچہ براہ راست مولانا کی تصنیف نہیں کہلائے گی، مگر ان معنوں میں مولانا کے افکار کی آئینہ دار ہے کہ (محترم مولانا منصور احمد) ناشر نے بہ کمال محنت و کاوش الہلال، البلاغ اور ترجمان القرآن میں جابجا بکھرے ہوئے ان تمام موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے، جن کا تعلق تفسیری فوائد سے تھا اور جہاں مولانا کی کوئی تحریر نہیں ملی، وہاں مولانا محمد عبدہ نے تسلسل کو قائم رکھنے کی خاطر توضیحی نوٹ لکھ کر کتاب کی افادیت کو بڑھا دیا ہے۔ یعنی اگر بارش کی ارزانیوں سے کشت فکر شگفتہ و شاداب نہیں ہوتی تو پھوار کیا کم ہے۔

فان لم یصبها وابل فطل

محمد حنیف ندوی

۱۴ مارچ ۱۹۸۴ء

# عرض ناشر

الحمد للہ ثم الحمد للہ! تفسیر ترجمان القرآن ابوالکلام آزاد کی جلد سوم کا دوسرا ایڈیشن پیش ہے، قارئین کی طرف سے مبارکباد کے خطوط موصول ہوئے۔ اخبارات نے تبصرے شائع کیے۔ جس طرح قارئین نے حوصلہ افزائی کی ہے میں ان سب کا ممنون ہوں۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد جرالله کے عقیدت مندوں نے تفسیر ترجمان القرآن جلد سوم کو بہت پسند کیا ہے اور اس سلسلہ میں بہت سے خطوط موصول ہوئے۔ ایک خط آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جس سے آپ اندازہ کر سکیں گے کہ تفسیر ترجمان القرآن کی کیا افادیت ہے۔

مکرمی و محترمی جناب ابومومن منصور احمد صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ: میں نے ''ترجمان القرآن'' ''جلد سوم از مولانا ابوالکلام آزاد جرالله'' ملتے ہی ذوق وشوق سے پڑھنی شروع کر دی۔ ایک تو خداوند تعالیٰ کا کلام بلاغت نظام اور پھر مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے رنگ میں ترجمہ و تفسیر حاشیہ، خوب ڈٹ کر پڑھا۔ خلاف امید، اس کو واقعی مولانا مرحوم کے رنگ میں پا کر اطمینان قلب و روح حاصل کیا۔

گو اس کا اشتہار پڑھتے ہی اس کے کوائف کا آپ سے استفسار کر لیا تھا۔ لیکن طبیعت بوجوہ اس کی خریداری کے لیے تیار نہ ہو سکی میں ۸۵ سالہ ابوالکلامی ہوں۔ مرحوم کی ذات سے عقیدت جسم کے ریشے ریشے میں رچی بسی ہوئی ہے۔ ان کا قد وقامت اور ان کی ہر ادا تقریر و تحریر دل پر کندہ ہے۔ ان کی ہر تقریر اور تحریر کے خزانے جمع کرتا رہا۔ لیکن اس کتاب کی خریداری سے ہچکچاہٹ کا باعث یہ تھا کہ آپ کی جملہ تحریرات، ترجمان القرآن جلد سوم، تفسیر البیان اور مقدمہ تفسیر، مکمل شرح، ان کی وفات کے بعد سب ضائع ہو چکی تھیں۔ نہ معلوم ان کو زمین کھا گئی یا آسمان؟ اور اس خلاء (ترجمان القرآن جلد سوم) کو پورا کرنے کے لیے ان کے مرید اور خلیفہ مولانا غلام رسول مہرؒ نے ''الہلال'' و ''البلاغ'' سے تلاش کر کے ایک کتاب موسوم ''باقیات ترجمان القرآن'' شائع بھی کر دی تھی لیکن وہ بات نہ بن سکی۔ اور محبوب کے نام سے منسوب اگر کوئی چیز اس کے معیار خوبی کے برابر نہ ہو تو جو مایوسی اور دل شکنی ہوتی ہے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے لیکن مداوا نہیں کیا جا سکتا۔

تفسیر ترجمان القرآن جلد سوم منگائی گئی۔ مطالعہ کے بعد دیانتدارانہ جذبہ کے تحت اپنے تاثرات کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں۔ اس کتاب ''ترجمان القرآن'' جلد سوم کی تکمیل مولانا عبدہ (پاکستانی) کے ہاتھوں سے ہوئی اور خوب ہوئی۔ انہوں نے جس کمال علم اور بلاغت بیان سے مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمان القرآن کے خلاء کو پورا کیا یہ ان ہی کا حصہ ہے۔ اور بعض مقامات پر تو ایسے ابوالکلامی انداز سے ترجمہ کیا اور بلاغت قرآنی کی ایسی رونمائی کی کہ دل باغ باغ ہو گیا اور وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور بے

اختیارانہ "بہت خوب" کے الفاظ زبان پر جاری ہو گئے۔ اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ واقعی پاکستان کے محمد عبدہ ہیں۔

ناشر کی ہمت اور حوصلہ افزائی کی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے "الہلال والبلاغ" "وترجمان القرآن" کے صفحات پر بکھرے ہوئے جواہر پاروں کو اس دیدہ ریزی سے چن کر اور جمع کر کے ایک خوش نما سلسلہ مروارید تیار کر دیا اور چیونٹیوں کے مونہوں سے ذرات جمع کر کے مٹھائی کا ایک خوان تیار کر دیا۔

اس کتاب کا مقدمہ اور تعارف جامع ذخیرہ معلومات سے لبریز ہے۔ "تعارف" (جو ڈاکٹر ابوسلمان صاحب شاہ جہانپوری نے لکھا ہے میں تو ذات وصفات مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کو دریا بہ حباب اندر، منعکس کر دیا ہے

ڈاکٹر شیر بہادر خان ایبٹ آباد

دوسرے ایڈیشن میں تصحیح کا دوبارہ اہتمام کیا گیا ہے۔ پھر بھی قارئین سے التماس ہے کہ پڑھنے کے بعد جو خامی نظر آئے، مطلع کریں۔ ممنون ہوں گا۔ مشوروں دعاؤں کا طالب

ابو مومن منصور احمد ۱۲/۲/۸۶

# تعارف

امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد نوراللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے علم وفضل اور فکر وسیرت کے اعلیٰ محاسن اور نظر وبصیرت کی بہترین دولتوں سے نوازا تھا۔ وہ ادیب وشاعر تھے، صحافی وخطیب تھے، مدبر ومفکر تھے، عالم ومورخ تھے، وہ فلسفی اور ماہر تعلیم تھے اور علم وفن اور فکر ونظر کے ہر دائرے میں اپنا بلند مقام رکھتے تھے۔ پھر وہ مختلف علوم وفنون کے صرف اصول ومبادی ہی سے واقف نہ تھے بلکہ بعض علوم کی متعدد فروع میں بھی ان کی نظر وبصیرت کا پیمانہ ان علوم کے متخصصین سے زیادہ بلند تھا، علم دین ہی کو لیجئے تو تفسیر، حدیث، فقہ، اصول وغیرہ فروع میں ان کے مقالات ومکالمات ان کی مجتہدانہ ومحققانہ بصیرت اور شانِ علم وتبحر کا بہترین ثبوت اور کمال تفقہ کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی ایک ذات میں ایسی بہت سی خوبیاں جمع ہوگئی تھیں جو ایک عہد میں ایک قوم کے بہت سے افراد میں بھی شاذ کے درجے میں ہوتی ہیں۔ اسی لیے وقت کے ایک صاحب نظر نے ان کی شخصیت کو جامع جہات اور جامع صفات قرار دیا ہے۔

مولانا کے والد مولوی خیرالدین مرحوم نے ان کا تاریخی نام "فیروز بخت" (۱۳۰۵ھ) رکھا تھا۔ ان کے نام کی فیروز بختی کو ہم ان کی زندگی کے ہر دور میں ان کی ذات پر سایہ افگن دیکھتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی فیروز بختی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فکر سلیم کی دولت اور دین کے اعلیٰ ذوق سے نوازا تھا، نیز اوائل عمر ہی میں انہیں بعض ایسی صحبتیں میسر آگئیں جن کے فیضان سے کتاب و سنت کا وہ باب مقصود ان پر کھل گیا جو شاید ان کے گھر کی رسمی وروایتی زندگی اور ان کے والد کے عقیدہ وفکر کی رہنمائی سے کبھی ورنہ ہو سکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ کو علم وفکر کے جن بہت سے فضائل سے نوازا تھا، ان کی ذات میں نظر وبصیرت کی جن بہت سی خوبیوں کو جمع فرمادیا تھا اور جن اعمال حقہ اور خدمات دین وملت کی توفیق ارزانی فرمائی تھی، اگر غور سے دیکھا جائے تو ان میں ایک کمال بھی نظر آجائے گا، جسے جامع الکمالات کہنا چاہیے یا ان کی بنیادی شخصیت اور شخصیت کے تمام محاسن کا محور زندگی کا اصل الاصول اور تمام خدمات اسلامی اور اعمال قومی کی جوئے بہار آفرین کا سرچشمہ فیض سمجھنا چاہیے، یہی مولانا کی شخصیت کی تعمیر کا بنیادی پتھر ہے اور یہی اس خانقاہِ عظمت اسلاف کا سب سے اونچا کنگرہ ہے۔ مولانا کی شخصیت کا یہ کمال، فضائل کا یہ محور، تعمیر کا بنیادی پتھر، عظمت کا سب سے اونچا کنگرہ، زندگی کا اصل الاصول، فکر کا حسن، ذوق عمل کا سرچشمہ اور مولانا کی بنیادی شخصیت کو ان کی داعی الی القرآن کی حیثیت میں، ان کے حسن سیرت کو ذوق تمسک بالکتاب والسنۃ میں اور ان کی تمام اسلامی اور قومی خدمات کا سرچشمہ تعلیمات قرآن وسیرت نبویؐ میں تلاش کرنا چاہیے لیکن یہاں ہمارے پیش نظر مقصد مولانا کی تمام اسلامی وقومی خدمات پر

تبصرہ اوران پرنظر وبحث کی محفل آراستہ کرنا نہیں۔صرف مولانا کی دعوت الی القرآن، مولانا کے فلسفہ عمرانیات میں علم وعمل قرآن کی اہمیت اور تعلیم واشاعت اور علوم ومعارف قرآن میں مولانا کی تالیفات کے بارے میں چند ضروری اشارات قارئین کرام کے سامنے کرنا چاہتا ہوں کہ ترجمان القرآن جلد سوم کی اس سے عمدہ تقدیم کچھ اور نہیں ہو سکتی۔

## الہلال:

اگر چہ مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ کی علمی وعملی زندگی کا آغاز ان کے عنفوانِ شباب کی منزل کو پہنچنے سے بھی پہلے صرف بارہ برس کی عمر میں ہو گیا تھا اور انہوں نے شعروادب کے ذوق کے ساتھ رسوم وبدعات کے خلاف جہاد بھی شروع کر دیا تھا لیکن کل ہند سطح پر ان کی دینی دعوت کا ظہور وانبعاث ہفت روزہ ''الہلال'' کلکتہ کی اشاعت (۱۹۱۲ء) سے ہوا۔ الہلال کا اجراء تاریخ صحافت ہی کا ایک یادگار واقعہ نہیں بلکہ وہ ایک ادبی صحیفہ، سیاسی مربی اور مسلمانوں کی تحریک استقلال وطن میں اپنے برادرانِ وطن کے ساتھ بے باکانہ کود پڑنے کا داعی بھی تھا۔ بلاشبہ یہ اس کے ایسے خصائص ہیں جن کا تذکرہ کرنا چاہیے اور اس حکایت لذیذ کو دراز سے دراز تر کر دینا ایک پسندیدہ اور مفید عمل ہے لیکن اس کی یہ تمام خصوصیات ضمنی اور ذیلی ہیں۔ اس کی پہلی اور آخری خصوصیت، اس کا مقصد اصلی اس کے سوا کچھ اور نہ تھا کہ وہ مسلمانوں کو ان کے تمام اعمال ومعتقدات میں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرنے کی دعوت دیتا تھا۔ اس کی یہ دعوت الی القرآن اصل اور باقی سب کچھ اور تمام خصائص اس اصل کی فرع تھے۔ الہلال کے مقصد کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں:

''الہلال کا مقصد اصلی اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کو ان کے تمام اعمال ومعتقدات میں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے اور خواہ تعلیمی مسائل ہوں خواہ تمدنی، سیاسی ہوں خواہ اور کچھ، وہ ہر جگہ مسلمانوں کو صرف مسلمان دیکھنا چاہتا ہے۔ اس کی صورت صرف یہی ہے کہ ﴿ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ﴾ (۳:۶۴) اس کتاب اللہ کی طرف آؤ جو ہم اور تم، دونوں میں مشترک ہے اور جس سے کسی کو اعتقاداً انکار نہیں...... اس کے سوا الہلال کی کوئی تعلیم اور کوئی مقصد نہیں۔[1] ﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ (۴۱:۳۳) اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف دعوت دے اور عمل اچھے کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔''

''الہلال کی دعوت'' کے عنوان سے مولانا ایک اور شذرہ میں لکھتے ہیں:

''الہلال کا دائرۂ بحث تو صرف ایک ہی ہے یعنی احیاء تعلیم اسلامی اور اتباع مَا جَاءَ بِهِ الْقُرْآن کی دعوت۔ ساتھ ہی اس کا عقیدہ ہے کہ اگر قرآن خدا کی کتاب ہے اور اگر اس کا دعویٰ قابل تسلیم ہے تو مسلمانوں کی تعلیم[2]، پالٹکس، اخلاق، تمدن جو کچھ ہے، اس کے اندر ہے۔''

ایک مقالے میں مولانا نے الہلال کی دعوت اصلی اور خصائص متفرقہ کی نسبت فرمایا:

---

1. الہلال کے مقاصد اور پولیٹکل تعلیم، الہلال، ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء، صفحہ ۶
2. الہلال کی دعوت (مولانا حبیب الرحمٰن خان شروانی کے مراسلے کے جواب میں، الہلال ۲۳ اکتوبر ۱۲ء، صفحہ ۴

''الہلال صرف خبروں کے ایک ہفتہ وار اخبار اور دلچسپ مقالات و رسائل کے کسی مجموعے کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ ایک دعوت ہے، جو قوم کو بلاتی ہے اور ایک تحریک ہے جو جماعتوں میں انقلاب و تغیر دیکھنا چاہتی ہے۔ پس آج کہ اس کی عمر کا پہلا سال ختم ہو چکا ہے اور دوسرے سال میں قدم رکھ رہا ہے، ضرور ہے کہ...... اس پر ایک نظر ڈالی جائے کہ اس کی گزشتہ حالت کیسی رہی اور اس کا ماضی اپنے مستقبل کے لیے کن علائم و آثار کو نمایاں کرتا ہے اس نے روزِ اوّل ہی سے اپنے لیے صرف ایک راہ اختیار کر لی ہے۔ پس اس کو اپنے اغراض و مقاصد کے لیے کسی لمبی چوڑی فہرست کی ضرورت نہ تھی، جیسی کہ بہت سے لوگوں کو ہوا کرتی ہے۔ وہ ''علمی، تمدنی، اخلاقی، سیاسی، ادبی، اصلاحی وکذا وکذا کو اپنے لوح پر لکھوانے کی ضرورت نہیں سمجھتا تھا۔ اس نے الہلال کی لوح کی جگہ صرف لوحِ دل پر ایک ہی مقصد لکھ لیا تھا، یعنی ''دعوت الی القرآن'' یا ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' اور یہ ایک ایسا چراغ ہدایت اسے میسر آ گیا تھا، جس سے اصلاح و دعوت کی ہر شاخ کو وہ روشن کر سکتا تھا۔ پس اس کے لیے تمدن، معاشرت، علم، اخلاق اور سیاست کے الفاظ بالکل بے کار تھے۔ کیونکہ اس کے پاس وہ تھا، جس سے وہ اپنے عقیدے میں سب کچھ حاصل کر سکتا ہے پر جن کے پاس وہ نہیں ہے، انہیں گھر گھر کی ٹھوکریں کھانی اور دروازے دروازے کی دریوزہ گری کرنی پڑتی ہے۔ ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴾؟[1]

ایک اور مقالے میں مولانا نے الہلال کی اس خصوصیت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے:

''اس نے روز اول ہی سے اعلان کر دیا ہے کہ احیاء و تجدید ملت کے لیے۔ جس قدر تحریکیں ملک میں موجود ہیں وہ ان میں سے کسی کو بھی تنزل و انحطاط کے اصلی مرض کا کامل علاج نہیں سمجھتا بلکہ ان میں سے اکثر اس طرح کا علاج ہیں جن کے اندر خود نئی بیماریوں کے پیدا کرنے کی ہلاکت موجود ہے۔ پس وہ ان تمام راستوں سے بالکل الگ ہو گیا جو کاروبار اصلاح و ترقی کے پیشتر سے موجود تھے اور پھر نہ تو اس نے تعلیم کو اپنا کعبہ مقصود بنایا، نہ سیاست کو قبلہ آمال، نہ علم کی راہنمائی قبول کی، نہ تہذیب و تمدن سے دستگیری چاہی۔ صرف یہی ایک صدا بلند کی کہ ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴾ (۸:۳۱)

''مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کے لائے ہوئے حکموں پر عمل کرو اور اس کی طرف سے منہ نہ موڑو اور تم اس کی بھیجی ہوئی آیتیں سن رہے ہو۔''

کیونکہ اس کو یقین ہو گیا کہ جب تک مسلمانوں کے اعتقادات و اعمال مذہبی کی اصلاح و درستگی نہ ہو گی اس وقت تک کوئی سعی اصلاح مفید نہیں ہو سکتی۔ پس اس نے اپنے مقصد کو ایک ہی مختصر جملے میں بار بار دہرایا یعنی ''دعوۃ الی القرآن یا امر بالمعروف ونہی عن المنکر، اور پھر اعمالِ قومی کی ہر شاخ میں اصل الاصول کو پیش نظر رکھ کر دعوت شروع کی۔''[2]

---

[1] فاتحۃ السنۃ الثانیۃ (۲) الہلال، ۹ جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۹

[2] اذکار آزاد (مرتبہ سید عباس حامی مدراسی) لاہور، شیخ قمر الدین، ۱۳۶۵، صفحہ ۳۶، ۳۷ (فوری طور پر الہلال میں یہ حوالہ تلاش نہیں کر سکا۔ شاہ جہانپوری۔

مولانا آزاد نے الہلال کے جو یہ مقاصد قرار دیے تھے تو محض اخبار نویسی کے لیے ایک میدان کی تلاش اور اس کا اعلان نہ تھا بلکہ برسوں کے غور وفکر اور مسلمانوں کے تمام امراض ملی کی واقعی تشخیص ان کے دفع وانسداد کا ایسا علاج تھا کہ اس کے سوا چارہ اور اس سے مفر نہ تھا۔ یہ امراض اور ان کا علاج کیا تھا۔ مولانا ہی کے الفاظ مستعار لیجیے:

''آج تک ان کی تمام ناکامیوں کی علت حقیقی یہ رہی ہے کہ انہوں نے اپنے اعمال زندگی کی کسی شاخ کو ''سلطان قرآن'' کے ماتحت نہیں رکھا اور جب کبھی کوئی تحریک شروع کی یا اپنے لیے کسی پالیسی کا پروگرام مرتب کیا تو قرآن کریم کو اس طرح بھولے رہے، گویا اس کا نزول تاریخ عالم کا کوئی واقعہ ہے ہی نہیں۔'' [1]

اسی مقالے میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

''مسلمانوں کے تمام موجودہ امراض کی اصلی علت جس نے مختلف عوارض کی شکلیں اختیار کر لی ہیں، اس کے سوا کچھ نہیں کہ انہوں نے تعلیم الٰہی کے ''عروۃ الوثقیٰ'' کو چھوڑ دیا ہے اور اس کے ساتھ مہلک بدپرہیزی یہ ہے کہ سعی اصلاح وترقی کا جو قدم اٹھایا وہ مذہب سے الگ رہ کر اٹھایا، نتیجہ یہ نکلا کہ صحت وتندرستی ہی سے محروم ہو گئے۔'' [2]

اسی سلسلے میں مزید لکھتے ہیں:

''قرآن کریم صرف نماز اور روزے کے فرائض بتلانے ہی کے لیے نازل نہیں ہوا بلکہ وہ انسانوں کے لیے ایک کامل و اکمل قانون فلاح ہے۔ جس سے انسانی زندگی کی کوئی شے باہر نہیں۔ پس مسلمانوں کی ہر وہ پالیسی اور ہر وہ عمل جو قرآنی تعلیم پر مبنی نہ ہوگا، ان کے لیے کبھی موجب فوز وفلاح نہیں ہو سکتا۔'' [3]

مسلمانوں کے اجتماعی امراض کی تشخیص اور ان کے اسباب کی جستجو کے بعد مولانا نے اس نسخہ شفاء کا اعلان بھی کر دیا جو ان کے نزدیک امراض کے خاتمے اور ان کے کلی استیصال کے لیے ناگزیر تھا۔

مولانا لکھتے ہیں:

''اگر تشخیص کے بعد علاج آسان ہے اگر گزشتہ امراض کی دریافت کے بعد آئندہ کے لیے حصول صحت میں کوئی دشواری نہیں اور اگر صحت کی آرزو کے ساتھ مرض کے حصول کی خواہش کبھی جمع نہیں ہو سکتی تو مسلمانوں کے لیے ان کے آئندہ شاہراہ مقصود کا سوال بالکل صاف ہے اور وہ ایک ہی ہے۔ آج تک ان کی تمام کوششیں اس لیے بار آور نہ ہوئیں کہ ان کو آگ کی تلاش تھی۔ چاہیے تھا کہ چنگاریوں کو پھونکتے تا کہ آگ بھڑکتی اور تنور گرم ہو جاتا۔ لیکن وہ ہمیشہ راکھ کے ڈھیر کے پھونکتے رہے۔ ان کی محنت میں کوئی شک نہیں مگر اس کو کیا کیجیے کہ راکھ کو پھونکنے سے آگ نہیں پیدا ہو سکتی۔''

---

[1] القسطاس المستقیم. مسلمانوں کی آئندہ شاہراہ مقصود کیا ہونی چاہیے؟ (۱) الہلال ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۳ء، صفحہ ۶۔
[2] ایضاً (۳) ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۲ء، صفحہ ۵۔ [3] ایضاً (۳) ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۲ء، صفحہ ۷۔

ونار لو نفخت بها اضاءت
ولکن انت تنفخ فی الرماد[1]

اس سلسلے میں مولانا اپنے عقیدے کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں:

''انسانی اعمال کی خواہ کوئی شاخ ہو۔ ہم تو اسے مذہب ہی کی نظر سے دیکھتے ہیں، ہمارے پاس اگر کچھ ہے تو صرف قرآن ہے اس کے سوا ہم اور کچھ نہیں جانتے۔ ساری دنیا کی طرف سے ہماری آنکھیں بند ہیں اور تمام آوازوں سے کان بہرے ہیں۔ اگر دیکھنے کے لیے روشنی کی ضرورت ہے تو یقین کیجیے کہ ہمارے پاس تو سراج منیر کی بخشی ہوئی ایک ہی روشنی ہے اس سے ہٹا دیجیے گا تو بالکل اندھے ہو جائیں گے۔''

﴿ كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾ (۱:۱۴)

''قرآن ایک کتاب ہے جو تم پر نازل کی گئی، اس لیے کہ انسان کو تاریکی سے نکالے اور روشنی میں لائے۔''

ہمارے عقیدے میں تو ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا کسی اور تعلیم گاہ سے حاصل کیا گیا ہو، ایک کفر صریح ہے...... اسلام انسان کے لیے ایک جامع اور اکمل قانون لے کر آیا اور انسانی اعمال کا کوئی مناقشہ ایسا نہیں جس کے لیے وہ حکم نہ ہو...... مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی، سیاسی ہو یا معاشرتی، دینی ہو یا دنیاوی، حاکمانہ ہو یا محکومانہ، وہ ہر زندگی کے لیے اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دنیا کا آخری اور عالمگیر مذہب نہ ہو سکتا۔ وہ خدا کی آواز اور اس کی تعلیم گاہ خدا کا حلقہ درس ہے۔ جس نے خدا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا وہ پھر کسی انسانی دستگیری کا محتاج نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر جگہ اپنے تئیں امام مبین حق الیقین نور و کتابِ مبین، تبیاناً لکل شی، بصائر للناس، ہادی واہدی الی السبیل، جامع اضراب و امثال، بلاغ للناس، حاوی بحر و بر اور اسی طرح کے ناموں سے یاد کیا ہے۔ اکثر موقعوں پر کہا ہے کہ وہ ایک روشنی ہے اور روشنی جب نکلتی ہے تو ہر طرح کی تاریکی دور ہو جاتی ہے، خواہ مذہبی برائیوں کی ہو خواہ سیاسی۔

﴿ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ. يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴾ (۵: ۱۸)

''بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور ہر بات کو بیان کرنے والی کتاب آئی ہے۔ اللہ اس کے ذریعے سلامتی کے راستوں پر ہدایت کرتا ہے اس کی، جو اس کی رضا چاہتا ہے اور اس کو ہر طرح کی گمراہی کی تاریکی سے نکال کر ہدایت کی روشنی میں لاتا ہے اور صراط مستقیم پر چلاتا ہے۔''[2]

اسی مقالے میں آگے چل کر مولانا نے دوٹوک لفظوں میں اپنے اس اعتقاد کا اظہار پھر کیا ہے:

---

[1] القسطاس المستقیم (۳) الہلال ۲۳ اکتوبر ۱۲ء صفحہ ۷

[2] الہلال کے مقاصد اور پولیٹکل تعلیم، الہلال ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۵

''ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل و اعتقاد کے لیے بھی اس کتاب کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا راہنما بنائے وہ مسلم نہیں بلکہ شرک فی الصفات کی طرح شرک فی صفات القرآن کا مجرم اور اس لیے مشرک ہے۔

﴿ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ ﴾ (۴۳:۷) [1]

ایک اور مقالے میں قرآن حکیم کی جامعیت اور کمالِ تعلیم پر خدائے تعالیٰ کی وحدتِ ذات وصفات سے استدلال کیا ہے:

''ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح اسلام کا خدا اپنی ذات وصفات میں وحدہ لاشریک ہے۔.....'' [2]

اس سلسلے میں انہوں نے اپنے اس اعتقاد کا اظہار بھی کر دیا کہ:

''ہمارا اعتقاد ہے کہ ہر وہ انسانی عمل جو تعلیم الٰہی کی ہدایت بخشی سے خالی ہے، کبھی فوز وفلاح نہیں پا سکتا۔ اگر ہم اپنی دعوت کی خوبیاں ثابت نہ کر سکیں تو کچھ ہرج نہیں کیونکہ اس کے لیے یہی ایک خوبی کافی ہے کہ اوروں کی دعوت انسانوں کی طرف ہے اور اس کی پکار تعلیم الٰہی کی طرف۔

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴾ (۴۱۔۳۳)

''اور اس سے بہتر اور کس کی پکار ہو سکتی ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا، اعمال نیک انجام دیے اور اپنے تئیں کسی انسانی نسبت کی طرف نہیں، بلکہ خدا کی طرف منسوب کر کے کہا کہ میں صرف ''مسلم'' ہوں۔'' [3]

مولانا کے نزدیک مسلمانوں کے تمام اجتماعی وملی مسائل کا حل ان کے فکر وعمل کے تمام امراض کا علاج صرف قرآن حکیم کی تعلیمات اور اسوۂ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ہے۔ اس لیے انہیں زندگی میں پیش آنے والے اپنے تمام سوالوں کا جواب اسی امام مبین، تبیانا لکل شی سے پوچھنا چاہیے اور اپنے ہر اختلاف ونزاع کے فیصلے کے لیے صرف اسی ایک حاکم ناطق کی طرف رجوع کرنا چاہیے کہ جس کے سوا نہ کوئی کچھ بتانے والا ہے نہ ہدایت دینے اور راہنمائی کرنے والا ہے اور نہ جس کے فیصلے کے سوا کسی کا فیصلہ اور اس قابل ہو سکتا ہے کہ بے چون وچرا اس کے سامنے سر اطاعت وتسلیم جھکا دیا جائے۔ مولانا فرماتے ہیں:

''ہم تو دنیا کی ہر شے کو مذہب ہی میں ڈھونڈھتے ہیں اور پھر اس کے بعد نہیں جانتے کہ دنیا میں اور کیا کہا جاتا ہے؟ ہمارے ہاتھ میں قرآن کریم ایک امامِ مبین، تبیانا لکل شی، بیان للناس، نور و کتاب مبین اور انسان کے ہر اختلاف ونزاع کے لیے ایک حاکم ناطق ہے اور پھر اس کا عملی نمونہ اور وجود ظلی اس کے حامل ومبین کی زندگی کے اعمال ہیں کہ ﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾'' [4]

---

[1] الہلال کے مقاصد اور پولٹیکل تعلیم، الہلال ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۷

[2] القسطاس المستقیم...... (۱) الہلال ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۷

[3] ایضاً (۴) الہلال ۲ نومبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۵

[4] الامر بالمعروف ونہی عن المنکر، الہلال ۱۱ اگست ۱۹۱۲ء صفحہ ۵، ۶

مولانا آزاد نے دعوت الہلال کے ان مبادی وخصائص کی وضاحت کے بعد صاف صاف اعلان کر دیا کہ مسلمانوں کے فکر وعمل کی تمام گمراہیوں کا انسداد، تمام امراض ذہن وقلب کا علاج اور ہر قسم کے مسائل قومی وملی کا حل صرف اسی نور وکتاب کی راہنمائی میں ہے جسے قرآن حکیم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کا کام اس کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا کہ وہ ہر طرف سے اپنی آنکھیں بند کر کے اپنے ہاتھ کو ہادی مطلق کے ہاتھ میں دے دیں۔ اسی طرح مسلمان اپنے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کر سکتے ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں:

''پس اگر مسلمان زندگی حاصل کر سکتے ہیں تو مسلمان بن کر، ہندو یا مسیحی بن کر نہیں، آپ کے ہاں اگر شمع کافوری جل رہی ہے تو آپ کو کسی فقیر کے جھونپڑے سے اس کا ٹمٹماتا ہوا دیا چرانے کی کیا ضرورت ہے؟''[1]

اسی مقالے میں مولانا آگے چل کر لکھتے ہیں:

''ان کا کام صرف یہ ہے کہ اتباع کلمات اللہ وجمیع ماجاء بہ القرآن کے لیے تیار ہو جائیں اور اپنے تئیں تمام انسانی تعلیموں کے اتباع ومحاکات کے ولولوں سے خالی کر کے صرف اس ایک ہی معلم کی تعلیم پر چھوڑ دیں۔''[2]

کچھ اور آگے چل کر مسلمانوں کے لیے قسطاس مستقیم کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

''ان کی خواہش اور پالیسی صرف اتباع قرآن ہو۔ وہ اس تنکے کی طرح جس کو کسی بحر طوفان خیز میں ڈال دیا گیا ہو، اپنے تئیں تعلیم الٰہی کے سمندر میں چھوڑ دیں، جس طرف وہ چاہے، لے جائے اور جس کنارے سے چاہے، انہیں لگا دے۔ جب خدا ان کا تمام بوجھ اپنے سر لیتا ہے تو وہ خود اپنے کاندھوں کو کیوں تھکاتے ہیں۔''[3]

الہلال کی تعلیم ومقاصد کے سلسلے میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے افکار وافادات کو قدرے تفصیل کے ساتھ اس لیے پیش کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ بیسویں صدی میں الہلال کی دعوت "اتباع کلمات الله وجميع ماجاء به القرآن" کے سوا کچھ اور نہ تھی۔ انہوں نے اپنی تحریر وانشاء کی بہترین صلاحیتوں کو اسی دعوت کو عام کرنے میں صرف کیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو اسی کی دعوت دی کہ کلام الٰہی کی راہنمائی کو چھوڑ کر انہیں سیاسی وسماجی اور تعلیمی وتمدنی مسائل میں بھی کسی اور تعلیم گاہ کو اپنا قبلہ مقصود نہیں بنانا چاہیے اور صرف ایک امام مبین، بصائر وہدایت للناس اور ہادی الی السبیل سے رخ موڑ کر کسی اور مدعی تعلیم وسیاست کو اپنے معاملاتِ قومی وملی کی باگ ڈور نہ سونپ دینی چاہیے۔

الہلال کے ایک نمبر میں مولانا نے لکھا تھا کہ الہلال میں:

''ایک باب مذاکرہ علمیہ ہے۔ اس کے نیچے علمی اور مذہبی تحقیقات کے مضامین ایک خاص اصول ورنگ کے درج کرنا چاہتے ہیں۔ علی الخصوص ان غلط فہمیوں کی نسبت جنہوں نے برسوں سے قرآن وحدیث کے اصلی حقائق ومعارف پر پردے ڈال دیے ہیں۔''[4]

---

1. القسطاس المستقیم......(۱) الہلال، ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۸
2. ......(۲)......۱۶......صفحہ ۷
3. ......صفحہ ۷
4. شذرات، الہلال، ۱۱ اگست ۱۹۱۲ء صفحہ ۱

یہ تو الہلال کے ایک خاص باب کا عنوان اور اس کے مندرجات کی نوعیت تھی۔ جہاں تک مولانا کے انداز فکر اور ذوق و رجحان کا تعلق ہے تو الہلال کے تمام ابواب و مقالات، سوانح و تراجم، مباحث و مذاکرات حتیٰ کہ احیائے ملت اسلامیہ کی تمام کوششوں میں یہی ایک دعوت اور تعلیم جلوہ فگن تھی۔ صرف مناظر و مظاہر مختلف تھے۔ یہ تعلیم اور دعوت نہ صرف الہلال کی تعلیم و مقاصد کا بنیادی نقطہ تھے بلکہ مولانا کی فکر و سیرت کے خصائص و محاسن بھی ہمیں ان کے انہی اعتقادات اور علمی و دینی افادات میں تلاش کرنا چاہیے۔ یہی مولانا کی شخصیت کی سب سے بڑی خصوصیت تھی، یہی ان کی زندگی کی تمام مشغولیتوں کا مرکز اور ان کے تمام افکار و افادات کا سرچشمہ تھا چنانچہ ہم ایک نظر میں یہ دیکھ سکتے ہیں کہ انہوں نے البیان والبصائر کے اجراء کا فیصلہ کیا تو انہی مقاصد کے لیے۔ جماعت حزب اللہ کا قیام عمل میں آیا تو صرف سلطان قرآن کی سلطنت کے قیام کی منادی کے لیے، دارالارشاد کا وجود نقش پذیر ہوا تو اسی دعوت کے درس و تربیت کے لیے، رانچی کی نظر بندی کے زمانے میں تصنیف و تالیف کی سب سے بڑی مصروفیت اسی حاکم ناطق کے ترجمہ و تفسیر کا شغل تھا۔ علی پور سنٹرل جیل میں غور و فکر اور تصنیف و تالیف کا موضوع یہی البیان والبصائر تھا۔ میرٹھ کا زمانہ اسارت اسی کے عشق میں کروٹیں بدلتے اور تعلیم و اشاعت قرآن کے لیے ایک ادارے کے قیام کا منصوبہ بنانے میں گزرا تھا۔[1] احمد نگر جیل کی شب ہائے دراز میں فکر و تدبر اور اصلاح و تزئین کا موضوع ترجمان القرآن تھا۔[2] اور زندگی کے آخری لمحوں تک جو ذوق جواں رہا اور جس کے عشق کے لیے کوئی زوال نہ تھا وہ یوسف مقصود قرآن حکیم اور سیرت نبوی ﷺ کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ اس لیے نامناسب نہ ہوگا کہ مولانا آزاد علیہ الرحمتہ کے عزائم وقت اور افکار و مشاغل علمیہ میں ان خصائص کی نشان دہی کر دی جائے۔

## البلاغ:

الہلال اور البلاغ میں اختلاف صرف اسم کا ہے مسمی کا نہیں۔ وہی ایک صہبائے قرآنی تھی جو پہلے اہل میخانہ کو الہلال کے جام میں ملتی تھی اب البلاغ کے جام میں پیش کی جا رہی تھی۔ وہی حروف و سواد، وہی صورت و آہنگ، وہی پیام و دعوت اور وہی داعی الی القرآن والسنّت تھا جو اپنی درد انگیز و پرزور آواز میں مسلمانوں کو ان کی تباہ حالیوں اور بدبختیوں کا مرثیہ سنا رہا تھا، ان کی تکلیف و نامرادی کے اسباب و علل بتا رہا تھا اور ان کی نئی زندگی کے قیام کے لیے انہیں قرآن حکیم کے اصلی و حقیقی معارف سے آشنا کر رہا تھا اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے الفاظ میں انہیں اسی نسخہ کیمیا کے استعمال کی ترغیب دے رہا تھا جس سے پہلوں نے شفا پائی تھی اور پچھلوں کی نشست کا دارومدار بھی اسی کے استعمال پر تھا۔ البلاغ کے پہلے نمبر ہی میں مولانا نے فرما دیا تھا۔[3]

”اگر ایک شخص مسلمانوں کی تمام موجودہ تباہ حالیوں اور بدبختیوں کی علت حقیقی دریافت کرنا چاہے اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دے کہ صرف ایک ہی علت اصلی ایسی بیان کی جائے جو تمام علل و اسباب پر حاوی و جامع ہو، تو اس کو بتایا جا سکتا ہے کہ علماء حق و

---

[1] دیباچہ ترجمان القرآن، جلد اول، بحوالہ بالا، ج ۶-۷-۵۲۔

[2] استدراک ترجمان القرآن جلد اول (از محمد اجمل خان) دہلی، ساہتیہ اکادمی، ۱۹۶۴ء، صفحہ ۵۴۷

[3] مولانا ابوالکلام آزاد کی مذہبی زندگی (مضمون) مولانا سعید احمد اکبر آبادی مشمولہ مولانا آزاد اور اُن کے ناقد، مرتبہ ایم اے شاہد کراچی ۱۹۸۱ء، صفحہ ۲۶ و حضرت مولانا آزاد کی اسلامی سیرت (مضمون) از مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مشمولہ مولانا آزاد اور ان کے ناقد بحوالہ بالا، صفحہ ۵۷

مرشدین صادقین کا فقدان اور علماء سوء مفسدین دجالین کی کثرت ...... ربنا انا اطعنا سادتنا و کبراء نا فاضلونا السبیل۔
اور پھر اگر وہ پوچھے کہ ایک ہی جملہ میں اس کا علاج کیا ہے؟ تو اس کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ میں جواب ملنا چاہیے کہ
"لا یصلح اخر ھذہ الامۃ الا بما صلح به اولھا۔"
"یعنی امت مرحومہ کے آخری عہد کی اصلاح کبھی نہ ہو سکے گی۔"
تاوقتیکہ وہی طریق اختیار نہ کیا جائے جس سے اس کے ابتدائی عہد نے اصلاح پائی تھی اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ قرآن حکیم کے اصلی و حقیقی معارف کی تبلیغ کرنے والے مرشدین صادقین پیدا کیے جائیں۔"[1]

## دعوت الہلال اور اس کے نتائج:

اس مقام پر پہنچ کر الہلال اور البلاغ کی دعوت قرآنی کے نتائج پر بھی نظر ڈال لیجیے، بیج بویا جاتا ہے تو توقع کی جاتی ہے کہ قدرت نے اس میں جو نشو و نما کی استعداد رکھی ہے، وہ ہدایت پائے گی اور سرسبز پتیوں اور شاخوں کا ظہور و انبعاث ہوگا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ مولانا نے تعلیم قرآن کا جو تخم الہلال و البلاغ کے حروف و سواد کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں کی سرزمین میں بویا تھا اور اپنے اندر نشو و نما کی قوی استعداد رکھتا تھا برگ و بار پیدا نہ کرے۔ بلاشبہ اس نے برگ و بار پیدا کیے اور مسلمانوں میں ایک نئی زندگی کے تمام آثار و علائم پیدا ہو گئے۔ تذکرہ کے مقدمہ میں "عام مذہبی انقلاب" کے زیر عنوان فضل الدین احمد لکھتے ہیں:

"الہلال کا سب سے بڑا کارنامہ جو ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گا، وہ پائیدار مذہبی انقلاب ہے جو یکایک مسلمانوں میں اس کی دعوت حق سے پیدا ہو گیا۔ لاکھوں کروڑوں مسلمان ہمیشہ قرآن شریف پڑھتے پڑھاتے رہتے ہیں مگر قرآن کی اصلی حقیقت سب سے پہلے اسی نے آشکارا کی اور یکایک سب کے دل میں یہ بات اتر گئی کہ ہماری دینی و دنیوی ترقی کی طرف وہی راہ صحیح ہو سکتی ہے جو اس کی راہنمائی سے کھلی ہو۔ رسمی طور پر یہ بات پہلے بھی کہی جاتی تھی لیکن اس طرح کسی نے نہیں بتلائی تھی کہ جاہل سے لے کر عالم تک سب کے دلوں کو مسحور کرے اور سب بے اختیار ہو کر اس کی طرف کھنچ جائیں۔ اس نے نہ صرف اس کی پکار بلند کی بلکہ قومی زندگی کی ہر بات میں قرآن کی تعلیم دنیا کے سامنے پیش بھی کر دی اور ہر طرف سے ہٹا کر قوم کو صرف مذہب کی سچی راہ پر لگا دیا۔ سیاست، معاشرت، تعلیم، ساری باتوں کی اصلی بنیاد صرف مذہب اور قرآن کی تعلیم قرار پا گئی۔ گو ابتداء میں بہت سے لوگوں نے مخالفتیں بھی کیں لیکن رفتہ رفتہ سب نے اس کے آگے سر جھکا دیا اور آج تمام مسلمانوں پر جو رنگ چھایا ہوا ہے، خواہ اس کا ظہور سیاسی مذاہب میں ہو یا کسی دوسری شکل میں مگر سب چل رہے ہیں اسی راہ پر۔"

فضل الدین احمد نے ان جماعتوں کی نشاندہی بھی کر دی ہے جو الہلال کی دعوت سے متاثر ہوئیں اور اس انقلاب حالت کی تصویر بھی کھینچ لی ہے جو دعوت الہلال سے نقش پذیر ہوئی تھی۔ وہ لکھتے ہیں:

---

[1] (دار الارشاد) البلاغ۔ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء، صفحہ ۱۵، ۱۶۔

''سب سے زیادہ یادگار اور تعجب انگیز اثر اس نے دو جماعتوں پر ڈالا اور یہی تمام جماعتیں تمام قوم کے لیے بمنزلہ اصل وبنیاد کے ہیں یعنی علماء ومشائخ کا گروہ اور انگریزی تعلیم یافتہ جماعت۔ اگر الہلال شائع ہوکر اور کوئی کام نہ کرتا۔ ایک عالم ایک پیر، ایک بااثر جدید تعلیم یافتہ شخص کو اس رنگ میں رنگ دیتا جس میں اس نے تمام قوم کو رنگ دیا ہے، تو صرف یہی کارنامہ اس کی انقلابی قوت کے اعتراف کے لیے کافی تھا۔ علماء ومشائخ کا گروہ جو اپنے مدرسوں اور حجروں سے جھانک کر بھی دنیا کی حالت پر نظر نہیں ڈالتا تھا۔ الہلال نے ان کو یکا یک نکال کر جدوجہد کے میدانوں میں کھڑا کر دیا اور ان میں سے ہر شخص نے محسوس کر لیا کہ ہم اپنے اصلی فرض کو آج تک بھولے ہوئے تھے۔ جدید تعلیم یافتہ جماعت کا یہ حال ہوا کہ یا تو یہ گروہ مذہب کے نام سے متوحش تھا یا اب ہزاروں سر خدا کے آگے جھک گئے اور بعض کا تو یہ حال ہوا کہ بڑے بڑے عابدوں، زاہدوں کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ شب و روز قرآن کی صدائیں ان کی زبانوں سے نکلنے لگیں۔ اس بارے میں جیسے جیسے عجیب واقعات دیکھے اور سنے گئے ہیں اور الہلال کے ایک ایک مضمون بلکہ ایک ایک سطر نے جیسے جیسے ہوش ربا اثر لوگوں پر ڈالے ہیں، ان کو اگر بیان کیا جائے تو ایک پورا رسالہ بن جائے۔''[1]

تاریخ مسلمانانِ ہند پاکستان کے دورِ آخر میں حضرت علامہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمتہ کی شخصیت اپنے خصائص علم وفکر کے لحاظ سے ایک نادرِ روزگار شخصیت تھی۔ اگرچہ ان کی علمی زندگی کا آغاز ہونے کے انجام سے، بہت زیادہ شاندار تھا۔ ان کی زندگی کے آخری شب و روز جن صحبتوں میں بسر ہوئے اس کے بعد ان کے فیضانِ علم وتحقیق بخشائشوں کا وہ عالم رنگ و بو باقی نہیں رہا۔ مرحوم کو مولانا نے ہمیشہ ''اخی'' اور ''اخی العزیز'' کے الفاظ سے مخاطب کیا اور حضرت علامہ مرحوم کے نکتہ چین قلم اور زبان نے مغائرت اور معاصرت کی شکر رنجی کا ثبوت پیش کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ لیکن ہمیں اعتراف کرنا چاہیے کہ جہاں انہوں نے مولانا کی خدمات علم وعمل کا اعتراف کیا ہے وہاں انہوں نے حروف وسواد پر ''ذاتی رنجش'' کی پرچھائیں بھی نہیں پڑنے دی ہے۔ الہلال کی خدمت قرآن کے بارے میں حضرت سید صاحب لکھتے ہیں:

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ نوجوان مسلمانوں میں قرآن پاک کا ذوق مولانا ابوالکلام کے الہلال والبلاغ نے پیدا کیا اور جس اسلوب بلاغت، کمال انشاء پردازی اور زورِ تحریر کے ساتھ انہوں نے انگریزی خواں نوجوانوں کے سامنے قرآن پاک کی ہر آیت کو پیش کیا۔ اس نے ان کے لیے ایمان ویقین کے نئے نئے دروازے کھول دیے اور ان کے دلوں میں قرآن پاک کے معنی ومطالب کی بلندی اور وسعت پوری طرح نمایاں کر دیا۔''[2]

حضرت سید صاحب نے بیسویں صدی میں تاریخ دعوت قرآنی کے جس پہلو کی طرف اشارہ کیا ہے وہ تاریخ مسلمانانِ ہند پاکستان کے انقلابِ فکری کا بہت اہم موضوع ہے اور اس انقلاب میں مولانا آزاد اور ان کے الہلال کی خدمات کا اعتراف وقت

---

1. تذکرہ، دہلی، ساہتیہ اکیڈمی، ۱۹۶۸ء، صفحہ ۱۴، ایضاً صفحہ ۱۵

2. ترجمان القرآن (مقالہ) مشمولہ ''ابوالکلام آزاد'' مرتبہ عبداللہ بٹ، لاہور ۱۹۴۳ء، صفحہ ۸۰۔

کے تمام اکابر اور اہل نظر نے کیا ہے لیکن حضرت سید صاحب کا یہ اعتراف تو الہلال کے خاص موضوع اور دعوت کے متعلق تھا۔ الہلال میں دعوت الی القرآن کے سوا جو کچھ تھا وہ بھی اپنے اندر دعوت اور تمسک بالکتاب کے جو خصائص اور کشش رکھتا تھا اس کی دلربائیوں پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے۔ اس سلسلے میں حضرت علامہ مولانا محمد حنیف ندوی مدظلہ کا یہ بیان کافی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"آج جس قدر بولنے والی زبانیں، خود دارانہ انداز میں سوچنے والے دماغ اور اسلامیات پر لکھنے والے علم ہیں، ان کی تعمیر و تربیت میں الہلال نے بڑا حصہ لیا ہے۔ ان سب کو گویائی اور صحیح اندازِ فکر الہلال نے بخشا ہے۔ اس کی اشاعت اور اس کے یقین پرور مقالوں سے نفسیاتی طور پر اس کی فضا پیدا ہوگئی کہ لوگوں نے پھر سے اسلامی علوم و معارف اور اسلامی تاریخ و رجال کی عزت و توقیر کی نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا، بلکہ یہ شوق پیدا ہوا کہ اسی انداز میں از سرِ نو تمام تنظیمات اسلامیہ کو مرتب کیا جائے۔ مولانا نے اس میں اگرچہ ہر نوع کے مضامین لکھے اور ادبی، ثقافتی، تاریخی اور سیاسی میدانوں میں اپنی جولانی طبع کے جوہر دکھائے مگر قرآن کی آیات کی تفسیر اور اس کے موزوں استعمال میں آپ نے جو جدت پیدا کی وہ آپ کی مایہ ناز خصوصیت ہے، آپ نے مضامین آیات قرآن کو اس طریق سے استعمال کیا کہ ان میں ایک نئی معنویت پیدا ہوگئی۔"[1]

## البیان والبصائر:

الہلال میں چونکہ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے متعدد گوشے اور فکر و راہنمائی کے لیے مسلمانوں کی علمی و عملی زندگی کے بہت سے مسائل تھے اور ایک ہفتہ وار صحیفہ اپنے صفحات کی زیادہ سے زیادہ گنجائش کے باوجود صرف ایک دعوت کے لیے وقف نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے دعوت قرآن کے موضوع کا خاص ذوق رکھنے والوں کی راہنمائی اور تعلیم کے لیے ایک ایسے قرآنی علمی مجلّہ کی ضرورت تھی جو صرف اسی دعوت اور درس و تعلیم کے لیے وقف ہو اور جو طبائع الہلال کے عام دعوتی اسلوب سے استفادے کے ساتھ موضوع کا علمی مطالعہ بھی کرنا چاہیں۔ ان کے ذوق قرآنی کی تسکین کا سامان فراہم ہو جائے۔ البیان کے اجراء کا فیصلہ اسی مقصد سے کیا گیا تھا۔ الہلال کی پہلی جلد کی دوسری سہ ماہی میں الہلال میں مولانا ان الفاظ میں اس کا اعلان فرماتے ہیں:

"البیان" دفتر الہلال کا ماہوار مصور رسالہ

جس کا اصلی موضوع یہ ہوگا کہ قرآن کریم اور اس کے متعلق تمام علوم و معارف پر تحقیقات کا ایک نیا ذخیرہ فراہم کرے اور ان موانع و مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کرے، جن کی وجہ سے موجودہ طبقہ روز بروز قرآن کریم کی تعلیمات سے ناآشنا ہوا جاتا ہے۔"[2]

اور جب مولانا نے البصائر نکالنے کا فیصلہ و اعلان کیا تو منجملہ دیگر مقاصد کے قرآن حکیم کے تمام علوم و معارف پر تحقیقات اور تعلیم و اشاعت کا یہ منصوبہ اس میں بھی موجود تھا۔

اور جس طرح رسالہ کا نام البیان، قرآن کی آیت ﴿ هذا بیان للناس و هدی و موعظه للمتقین ﴾ (۳:۱۳۸) سے

---

[1] چند خیالات (مقالہ) مشمولہ "ابوالکلام آزاد" محولہ بالا، صفحہ ۱۶۹

[2] اشتہار "البیان"، الہلال ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۲ء بالمقابل صفحہ ۱۶

ماخوذ تھا اسی طرح "البصائر" کا نام بھی ﴿ ھذا بصائر للناس وھدی ورحمۃ لقوم یوقنون ﴾ (۲۰:۴۵) سے مقتبس تھا۔ اسی رسالے کے مقاصد کے تعارف میں اس کے اصلی وحقیقی مقصد واحدہ کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:

"اس سے مقصود یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے بدفعہ واحدہ قرآن کریم کو مختلف اشکال ومباحث میں اس طرح پیش کیا جائے کہ عظمت کلام الٰہی کا وہ اندازہ کرسکیں۔" [1]

البصائر، شوال ۱۳۳۱ھ (مطابق اکتوبر ۱۹۱۳ء) سے جاری کرنے کا ارادہ تھا۔ اس کے لیے مشینیں منگوائی گئی تھیں۔ مشین روم تیار ہوگیا لیکن موٹر نہ لگنے کی وجہ سے تاخیر ہوئی اور ذیقعدہ سے البصائر کے اجراء کا اعلان کیا ہے۔[2] اس کے بعد بھی چند در چند موانع پیش آتے رہے، اور رسالہ کا اجراء عمل میں نہ آسکا۔ مولانا نے ۱۷ دسمبر ۱۹۱۳ء کے شمارے میں بجواب مراسلہ حکیم غلام غوث طبیب خان پور وریاست بہاولپور) تفصیل کے ساتھ ان موانع کا ذکر کیا ہے۔ ان کے دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں لیکن اس رسالہ کے اجراء سے مولانا کے پیش نظر مقاصد اور قرآن حکیم کی اشاعت کے سلسلے میں مولانا کے جن عزائم پر روشنی پڑتی ہے، وہ مولانا کی سیرت اور ان کے معتقدات کا خاص حصہ ہیں، اس لیے ان کا مطالعہ خالی از افادہ نہیں۔ مولانا لکھتے ہیں:

کسے معلوم ہے کتنے ولولے ہیں جو اٹھتے ہیں اور انہیں دل سے زبان تک پہنچنے کی مہلت بھی نہیں دی جاتی کہ وقت دوسرا اور موسم موافق نہیں:

کہ اہل شوق عوام اند وگفتگو عربی ست

لیکن ایک مخصوص دینی رسالے کے خیال کو ضبط نہ کرسکا کہ ضرورت اشد شدید نظر آئی۔ الہلال میں جب کبھی کسی دینی وعلمی موضوع پر کچھ لکھتا ہوں تو قلت ضخامت وتنوع مطالب کے خیال سے قدم قدم پر دامن الجھتا ہے اور مجبوراً ارادوں کو ملتوی کردینا پڑتا ہے۔ سب سے بڑی مقدم شے یہ ہے کہ قرآن حکیم کے متعلق بے اختیار جی چاہتا ہے کہ نہایت کثرت سے پہلو پر بحث کی جائے اور صدہا مباحث ومعارف ہیں جو اس کے متعلق پیش نظر ہیں بلکہ بہت سے بصورت تحریر مدون بھی ہوچکے ہیں مگر ان کی اشاعت کا کوئی ذریعہ نہیں۔

ضرورت ہے کہ ایک ہی وقت میں قرآن حکیم کو مختلف اشکال ومباحث ومعارف میں اس طرح پیش کیا جائے کہ اس کے جمال عظمت کا نظارہ عام ہوجائے۔

غرضیکہ انہی خیالات کی بنا پر پہلے باسم البیان اور پھر البصائر، اس کا اعلان کیا گیا ارباب تجربہ کار جانتے ہیں کہ اس قسم کے کاموں کے لیے تحریر مقالات وتالیف مضامین سے زیادہ صرف وقت کی چیز محض ترتیب اور اس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ میں نے البصائر کا اعلان تو کردیا کہ کسی نہ کسی طرح اس کے لیے بھی وقت نکال لوں گا لیکن پھر اپنی حالت کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ موجودہ اشغال نے جو حالت مصروفیت وانہماک کی کر رکھی ہے۔ اب وہ اس آخری درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ اگر تھوڑا سا بھی کام اپنے ذمہ اور

---

[1] ۱۹۱۳ء میں الہلال کے متعدد شماروں میں البصائر کا اشتہار آتا رہا ہے مثلاً ۳۰ جولائی، صفحہ ۲، ۶ اگست صفحہ ۲، ۲۴ ستمبر، صفحہ ۲۰۔

[2] البصائر، (اعلان) الہلال، ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۳ء، صفحہ ۲۔

لے لیا تو کام کسی نہ کسی طرح ہو رہے گا لیکن ساتھ ہی رات کے چند گھنٹے جو آرام کے بمشکل میسر آجاتے ہیں، ان سے بھی محروم ہو جاؤں گا...... پس کسی قدر متوقف ہوا کہ اگر الہلال کے لیے نہیں تو کم از کم البصائر ہی کے لیے اتنی اعانت میسر آجائے کہ کم از کم اس کی ترتیب اور ذمہ داری ہی سے سبکدوش ہو جاؤں۔ اسی فکر و انتظار میں ادھر کئی مہینے صرف ہو گئے لیکن بالآخر نتیجہ یہی نکلا کہ اپنے سوا نہ کسی اور کا انتظار کیجیے، اور نہ یاس بنیاد امیدوں کا اپنے دل کو مدفن بنایئے!

یہی سبب ہے کہ البصائر کا اعلان الہلال میں روک دیا گیا کہ اس بارے میں احباب کرام سے میری شرمندگی حد تحمل سے گزر چکی تھی۔[1]

اگرچہ اس وقت صرف اعلان روکا گیا تھا۔ عزائم پر موانع کا اثر اور مایوسی کی پرچھائیں نہ پڑی تھی، مولانا فرماتے ہیں:

''میں نے البصائر کا اعلان کیا ہے تو ان شاء اللہ یہ اعلان کبھی ذلیل و شرمندہ نہ ہوگا۔ بغیر تعین وقت کے کہتا ہوں کہ جلد سے جلد البصائر کو جس کا اعلان ہو چکا ہے، اور وہ بھی جس کا اعلان نہیں ہوا ہے، پیشکش ارباب ذوق و بصیرت کروں گا۔''[2]

## حزب اللہ:

۱۹۱۳ء میں جب مولانا نے جماعت حزب اللہ کے قیام کا اعلان کیا تو دراصل اس کا مقصد قیام ملت کے لیے احیائے کتاب و سنت اور اتباع شریعت مطہرہ کی ایک دعوت عام کا اعلان تھا۔ حزب اللہ کے نام سے مولانا جس قسم کی جماعت قائم کرنا چاہتے تھے۔ اس پر الہلال کے پانچ نمبروں میں نہایت تفصیل کے ساتھ انہوں نے روشنی ڈالی ہے۔[3] خصوصاً سلسلہ مضمون کے تیسرے نمبر میں بہ ضمن ''مقصد وحید لمۃ مرحومہ'' اس جماعت کے مقاصد و خصائص پر تفصیل سے بحث کی ہے۔[4] اسی مضمون کی چوتھی قسط میں مولانا لکھتے ہیں:

''تمہارے پاس ایک ایسی مشتعل چنگاری موجود ہے کہ قرینے سے ہوا دو تو اس سے ہزاروں آتش کدے روشن کر سکتے ہو۔ تم آج مسلمانوں کے اعمال میں تبدیلی کر سکتے ہو۔ ان کے برگشتہ سروں کو خدا کے آگے جھکا سکتے ہو، ان کا گم گشتہ اخلاق، ان کا کھویا ہوا علم اور ان کی مفقود روح حیات اسلامی کو پھر لا سکتے ہو۔''[5] آگے چل کر لکھتے ہیں:

''پس آج بھی ہم کو اپنے ہر عمل میں صرف تجدید احکام شریعت اور احیائے سنت سلف صالح کی ضرورت ہے...... ہمارے پاس قرآن حکیم اپنی ہیئت و حقیقت اولیٰ میں موجود ہے۔ جب کہ اس کی آیتیں بطحاء و یثرب کے ریگستانوں میں اسرار الٰہی سے پردے اٹھا رہی تھیں اور دنیا کو انسانیت اعلیٰ کے اصولوں کا سبق دے رہی تھیں۔ پھر کیا ہے کہ ہم نئے مقصدوں کے متلاشی ہوں؟ اور کیوں

---

۱. البصائر (مراسلات) الہلال، ۱۷ دسمبر ۱۹۱۳ء، صفحہ ۱۳
۲. ایضاً صفحہ ۱۳، ۱۴۔
۳. الداء والدواء یعنی جماعت حزب اللہ کے اغراض و مقاصد (۱) ۲۵ جون ۱۹۱۳ء، (۲) ۲ جولائی (۳) ۹ جولائی (۴) ۳۰ جولائی (۵) ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء
۴. الداء والدواء (۳) الہلال ۹ جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۶، ۷۔
۵. الداء والدواء (۴) الہلال

نئے اصولوں کی دعوت کی طرف ہمیں بلایا جائے؟ نئے دلولوں اور نئے تماشوں کا بھی ہم نے تجربہ کرلیا۔ اب ہم اکتا گئے ہیں اور، اور زیادہ تجربے کی ہم میں سکت نہیں، ہمیں چھوڑ دو تا کہ اپنی قدیمی وحشت کی ایک ادنی ادا پر، تمہاری نئی دل فریبیوں کو قربان کر ڈالیں:

من و بیدل حریف سعی بے جا نیستم زاہد
تو و قطع منازلہا، من و یک لغزش پائے [1]

اور جب حزب اللہ کے مختلف مدارج اور جماعتوں کا قیام عمل میں آیا تو ان کا پہلا درجہ سیاست و تعلیم تھا" اور پہلی جماعت جو اس مقصد کے لیے نکلی وہ "السائحون العابدون" کی جماعت تھی۔ اس کے مقصد اور طریق کار کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں:

"حزب اللہ کے مختلف مدارج اور جماعتوں میں سے ایک جماعت "السائحون العابدون" کی ہے جن کا کام یہ ہے کہ تبلیغ و ہدایت اور نشر و اشاعت تعلیم قرآن و سنت کے لیے ہمیشہ سفر و گردش میں رہیں اور جس جگہ زیادہ ضرورت دیکھیں وہاں ایک روز سے لے کر سالہا سال تک کے لیے اس طرح مقیم ہو جائیں کہ

نشستہ ایم کہ از ما غبار برخیزد [2]

ان کے طریق درس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان کا طریق درس قرآن و سنت و عموم تعلیم و تبلیغ انہی اصولوں کے ماتحت ہوگا جو دعوت الہلال کے اصل الاصول ہیں۔" [3]

اس کے بعد جب مولانا نے دار الارشاد جو حزب اللہ کے دار الجماعۃ کا ایک شعبہ تھا، قائم کیا تو اسی لیے کہ تعلیم کتاب و حکمت اور تربیت اصحاب استعداد کا کام کسی مرکز اور تعلیم و تربیت گاہ کے قیام کے بغیر انجام نہیں پا سکتا تھا۔ [4]

مدرسہ دار الارشاد:

الہلال نے دعوت الی القرآن کی جو صدائے حق بلند کی تھی اور اس دعوت کے شجر طیبہ نے جو برگ و بار پیدا کیے تھے، وہی سب کچھ مقصود نہ تھا، درحقیقت، یہ دعوت کی پہلی منزل تھی۔ یہ زمین کا تیار کرنا تھا اور جب یہ عمل حق ظہور میں آچکا تھا تو ضروری تھا کہ منصوبے کے دوسرے مرحلے یا سفر کی دوسری منزل کا آغاز کر دیا جائے۔ مدرسہ دار الارشاد کا قیام اسی دوسری منزل کا ظہور اور دعوت حق کے دوسرے مرحلے کا آغاز تھا۔ اس نئی منزل کے ظہور اور دعوت کے دوسرے مرحلے کے آغاز کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں:

"دار الارشاد" کے قیام کا مقصد یہی ہے کہ دعوت الی القرآن کی اس دوسری منزل کا سر و سامان ہو اور تھوڑے وقت اور بہت زیادہ صرف علم و فکر سے ایک ایسی جماعت پیدا کی جائے جو قرآن حکیم دعوت و تبلیغ کی خدمت اور اصلاح و ارشادِ امت کا فرض انجام دے سکے......" [5]

---

1. ایضاً صفحہ ۹
2. اعلان جماعت حزب اللہ، الہلال، ۸ جولائی ۱۹۱۴ء صفحہ ۴۔
3. اعلان جماعت حزب اللہ، الہلال ۸ جولائی ۱۹۱۴ء صفحہ ۵۔
4. حزب اللہ، دار الجماعۃ کی تاسیس، الہلال، ۲۹ جولائی ۱۹۱۴ء صفحہ ۸۔
5. دار الارشاد، البلاغ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء صفحہ ۱۶

اس سلسلے میں مزید لکھتے ہیں:

''چار سال پیشتر کا واقعہ ہے کہ مشیت الٰہی نے اس عاجز کی راہنمائی کی اور الہلال نے قرآن حکیم کی تبلیغ و دعوت کی صدا از سر نو بلند کی لیکن اس عرصے میں جو کچھ ہوا وہ ایک دعوت عام تھی جس کے ذریعے فہم و بصیرت قرآن کی نئی راہیں عوام و خواص نے اپنے سامنے دیکھیں اور قرآن حکیم کے عشق و شیفتگی کا ایک نیا ولولہ دلوں میں پیدا ہو گیا۔ تاہم اس دعوت کی دوسری منزل ابھی باقی ہے اور وہی فی الحقیقت اہم تر مقام سعی و تعب ہے۔ یعنی قوم میں بکثرت ایسے افراد پیدا کیے جائیں جو انہی راہوں پر چل کر قرآن حکیم کے علوم و معارف کو بہ تکمیل حاصل کریں اور ان کے ذریعے قوم میں ارشاد و ہدایت اور احیائے دعوت و ذکر کا عملی سلسلہ بالعموم شروع ہو سکے۔''[1]

حزب اللہ کے درجات و مراتب، اس کے مدرسہ اور مرکز تعلیم و تربیت کے قیام، اس میں طلبہ کی شرائط داخلہ، نصاب، طریق تعلیم، مدت تعلیم، طلبہ کے قیام و رہائش کے انتظامات کا جو ایک پورا نظام اور نقشہ کار مولانا کے سامنے تھا، جسے انہوں نے مختلف دفعات میں مرتب کر کے چھاپ دیا تھا۔ مدرسہ دارالارشاد میں داخلے کے اصول و شرائط یہ تھے:

''دارالارشاد میں دو جماعتیں علوم عربیہ اور انگریزی مدارس کے فارغ التحصیل طلباء کی قائم کی گئی ہیں، تاکہ انہیں قرآن حکیم کا درس دے کر ارشاد و ہدایت امت کے لیے تیار کیا جائے، پس یہ ایک طرح کا درجہ تکمیل یا علوم القرآن کا ایم۔ اے کلاس ہے۔''[2]

اصول و قواعد مدرسہ کی دفعہ ۸ تا ۱۱ طریق تعلیم، مدت تعلیم اور قیام طلبہ کے انتظامات سے متعلق ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

(۸) مرکز تعلیم صرف قرآن حکیم ہے۔ آیات بنیات، ﴿ تبیانا لکل شی، ھدی ورحمة لقوم یذکرون ﴾ لیکن اس مرکز کے دائرے میں وہ تمام چیزیں آ جائیں گی جو فہم و تبلیغ قرآن کے لیے ضروری ہیں اور جو چیزیں ضروری نہیں ہیں، ظاہر ہے کہ انہیں اس قوم سے کوئی واسطہ نہ ہونا چاہیے جو صرف قرآن کے علم و عمل کے لیے دنیا میں آئی ہے۔

(۹) گو اصل تعلیم صرف قرآن حکیم ہے، لیکن یہ بمنزلہ نقطہ کے ہے اور اس کا دائرہ وسیع ہے۔

(۱۰) دارالارشاد کی بڑی سے بڑی مدت تعلیم ایک سال ہے......

(۱۱) جو طلباء منتخب ہوئے ہیں، سر دست ان کے کھانے پینے اور قیام کا بار مدرسہ اپنے سر لیتا ہے۔ ایک پختہ دو منزلہ ہوادار مکان جو شہر کے یوروپین کوارٹر میں واقع ہے، وہ ٹھہرائے جاتے ہیں۔[3]

---

[1] ایضاً، صفحہ ۱۶

[2] ایضاً، ص ۱۶۔

چنانچہ اس منصوبے کے سلسلے میں کلکتہ کے مشرقی جانب میونسپلٹی کے حدود سے باہر ایک قطعہ زمین حاصل کرلیا گیا تھا جس میں ایک مسجد کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچ گئی تھی۔ یکم رمضان ۱۳۳۰ھ (جولائی ۱۹۱۴ء) کو مدرسہ کے ''دارالجماعۃ'' لیکچر روم) کا سنگ بنیاد بھی رکھ دیا گیا تھا اور کوشش کی گئی تھی کہ دارالجماعۃ کی تعمیر جلد مکمل ہو جائے تا کہ تعلیم و تدریس اور تربیت اصحاب استعداد طالبانِ حق کا کام شروع کر دیا جائے۔[1] لیکن جب چند در چند موانع کے باعث یہ ممکن نہ ہوا تو کرایہ کی ایک عمارت میں درس و تعلیم قرآن کا آغاز کر دیا گیا۔ البلاغ کے پہلے نمبر ہی میں مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''گزشتہ سال رمضان میں دارالارشاد کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ ارادہ تھا کہ اسی سال سے تعلیم وارشاد کا سلسلہ بھی شروع کر دیا جائے لیکن مشیت الٰہی مساعد نہ ہوئی...... موجودہ حالت یہ ہے کہ مدرسہ کا ہال تیار ہو چکا ہے۔ صرف جزئی و بیرونی تکمیل باقی ہے، لیکن جب تک اس کے ساتھ ایک دوسری عمارت طلباء کے قیام کے لیے بھی تیار نہ ہو جائے، اس وقت تک وہاں کام شروع نہیں ہو سکتا۔ عمارت کا مقام شہر سے باہر ہے اور یہ ممکن نہیں کہ شہر میں قیام کر کے اس سے کام لیا جائے۔ طلباء کے کمروں کی تیاری کے لیے اقلاً دس پندرہ ہزار روپے اور ہونا چاہئیں...... کمروں کی تیاری کا انتظار میں کر سکتا ہوں لیکن نہ تو میری زندگی کر سکتی ہے، جس کا قیام نا معلوم ہے اور نہ زمانہ کر سکتا ہے، جس کی رفتار ہمارے ارادوں اور امیدوں کی پابند نہیں۔ پس متوکلاً علی اللہ اس عاجز نے پچھلے دنوں فیصلہ کر لیا کہ سر دست ایک کرایہ کے مکان ہی میں سلسلہ تدریس وارشاد شروع کر دیا جائے......''[2]

مولانا نے سلسلہ تدریس وارشاد کے آغاز کا صرف عزم ہی نہیں فرمایا تھا بلکہ آغاز کر بھی دیا تھا۔ البلاغ کا پہلا شمارہ اس ضروری اطلاع کے ساتھ نمودار ہوا تھا:

''دارالارشاد کا سلسلہ جاری ہو چکا ہے اور ابھی صرف روزانہ درس قرآن حکیم ہی کا سلسلہ شروع ہوا ہے...... دوسرا اہم سلسلہ تصنیف و تالیف کا ہے۔ یہ پہلے بھی تھا لیکن قرآن حکیم کے ترجمہ و تفسیر کے دو مختلف کام اب ایک ہی وقت میں شروع ہو گئے ہیں اور بلا استثناء ہر روز تھوڑا سا وقت ان کے لیے بھی نکالنا پڑتا ہے۔ علی الخصوص ترجمۃ القرآن کے لیے کہ جہاں تک جلد ہو سکے، اسے مکمل کر دیا جائے کیونکہ ترجمہ کے ساتھ ساتھ وہ چھپتا بھی جاتا ہے۔''[3]

افسوس کہ مارچ ۱۹۱۶ء میں مولانا کے کلکتہ سے اخراج کی وجہ سے یہ مدرسہ بند ہو گیا، لیکن نہ صرف مولانا ابوالکلام آزاد کے ذوق تعلیم کتاب و سنت کا نقش تاریخ دعوت قرآن میں ہمیشہ کے لیے ثبت ہو گیا، بلکہ تحریک استقلال وطن کی تاریخ میں بھی اس کا نام

---

[1] حزب اللہ۔ دارالجماعۃ کی تاسیس، الہلال ۲۹ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۵۔

[2] دارالارشاد، البلاغ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء صفحہ ۱۵۔

[3] اطلاع ضروری، البلاغ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء، سرورق صفحہ ۲۔

ہمیشہ کے لیے لکھ دیا گیا۔ الہلال کی دعوت دینی وسیاسی سے برٹش حکومت پہلے ہی مشوش تھی۔ مدرسہ دارالارشاد میں نوجوان طالبان حق کا اجتماع حکومت کی نظروں میں اور زیادہ کھٹکنے لگا۔ اس وقت تو اس کا پتہ نہیں چل سکا لیکن سال ڈیڑھ سال کے بعد ریشمی رومال تحریک کے اسرار کا افشاء ہوا تو معلوم ہوا کہ مولانا کے فردِ جرم میں مدرسہ دارالارشاد کا قیام اور اس میں طالبانِ حق کا اجتماع بھی تھا۔ ریشمی رومال سازش کے مقدمے سے مدرسہ کے مقصد قیام اور شرائط داخلہ کے علاوہ چند طالبانِ حق کے نام بھی معلوم ہو جاتے ہیں جو ۱۵۔۱۹۱۴ میں مولانا کے زیرِ تعلیم وارشاد تھے۔ چند معلومات یہ ہیں:

”مدرسہ دارالارشاد مولانا ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۵ء میں کلکتہ میں قائم کیا۔ دیکھنے میں یہ ایک تعلیمی ادارہ ہے جو قرآن و حدیث کی ہدایات کے عین مطابق چلایا جاتا ہے لیکن شرائط داخلہ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وقوفِ علم کے ساتھ اتحادِ اسلامی کا فروغ بھی اس کالج کا مقصد ہے...... کالج میں داخلہ تمام میٹرک پاس، انڈر گریجویٹ اور گریجویٹ مسلمانوں کے لیے کھلا ہے۔ تمام طلبہ پر چھ ماہ کی ٹریننگ کا کورس پورا کرنے کی پابندی ہے۔ اس کے بعد وہ آزاد ہیں چاہے دارالارشاد کے مقاصد کے لیے کام کریں یا کوئی پیشہ خود اختیار کریں۔“[1]

## ترجمان القرآن:

مدرسہ دارالارشاد کے آغاز کار ہی سے مولانا کو الہلال والبلاغ کے دعوتی وتعلیمی مقالات کی اشاعت کے ساتھ قرآن حکیم کے مستقل ترجمہ وتفسیر کی ضرورت کا احساس ہو گیا تھا اور انہوں نے اس کے لیے سروسامان کا آغاز بھی کر دیا تھا۔ اس کے لیے سب سے پہلے ہمیں دسمبر ۱۹۱۳ء کے الہلال میں بسلسلہ ذکر البصائر اشارہ ملتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

”بغیر تعین وقت کے کہتا ہوں کہ جلد سے جلد البصائر کو جس کا اعلان ہو چکا ہے، اور وہ بھی جس کا اعلان نہیں ہوا ہے، پیشکش ارباب ذوق وبصیرت کروں گا۔“[2]

”وہ بھی جس کا اعلان نہیں ہوا“ سے ارشارہ یقیناً ”ترجمۂ قرآن“ کی طرف ہے، قرآن حکیم کی عام تعلیم واشاعت کے لیے جس کی ضرورت کا احساس مولاناؒ کے قلب سلیم میں جاگزیں ہو چکا ہے اور ممکن ہے یہی احساس البصائر کی اشاعت میں التواء کا باعث ہوا ہو کہ دارالارشاد کا کام بغیر ایک رسالہ کے چل سکتا تھا لیکن ترجمہ قرآن، تفسیر اور مقدمہ تفسیر کی ضرورت اس کے لیے ناگزیر تھی چنانچہ الہلال کے یکسالہ تعطل کے بعد جب البلاغ کے ذریعہ دعوت الی القرآن کا احیاء ہوا تو اس کا پہلا شمارہ ہی ترجمان القرآن اور تفسیر کے ایمان پرور اور مسرت انگیز اعلان واشتہار کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔ ترجمان القرآن کا اعلان ان الفاظ میں کیا گیا تھا:

---

[1] محمد میاں، مولانا سید (مرتب) تحریک شیخ الہند، دہلی ۱۹۷۴، صفحہ ۱۷۴۔

[2] البصائر (مراسلات) الہلال ۱۷ دسمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۳۔۱۴۔

''ہندوستان کی گزشتہ قرون اخیرہ میں سب سے پہلے جس مقدس خاندان کو اس خدمت کی توفیق ملی، وہ حضرت شاہ عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان تھا۔ ان کے فرزند حجۃ الاسلام، امام الاعلام، مجدد العصر، حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ تھے۔ جنہوں نے سب سے پہلے قرآن حکیم کے ترجمے کی ضرورت الہام الٰہی سے محسوس کی اور فارسی میں اپنا عدیم النظیر ترجمہ مرتب کیا۔ ان کے بعد حضرت شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہما کا ظہور ہوا اور اردو زبان میں ترجمۃ القرآن کی بنیاد استوار ہوئی۔ شکر اللہ سعیھم وجعل الجنۃ مسوا ھم!

اس واقعہ پر ٹھیک ایک صدی گزر چکی ہے۔ لیکن یہ کہنا کسی طرح مبالغہ آمیز نہ سمجھا جائے گا کہ نشر واشاعت قرآن حکیم کی جو بنیاد اس خاندانِ بزرگ نے رکھی تھی اس کی تکمیل کا شرف حق تعالیٰ نے ایڈیٹر الہلال کے لیے مخصوص کر دیا تھا جنہوں نے بعض داعیانِ حق وعلم کے اصرار سے اپنے اندازِ ممتاز و بلاغت وانشاء مخصوص و فہم حقائق و معارف قرآنیہ و ضروریات واحتیاجات وقت کو ملحوظ رکھ کر قرآن حکیم کا یہ اردو ترجمہ نہایت سلیس، عام فہم، معنی خیز، حقیقت فرما عبارت میں مرتب کیا ہے اور بحمد اللہ زیر طبع ہے۔''[1]

تفسیر کا اشتہار ان الفاظ میں تھا:

''اس تفسیر کے متعلق صرف اس قدر ظاہر کر دینا کافی ہے کہ قرآن حکیم کے حقائق و معارف اور اس کی محیط الکل معلمانہ دعوت کا موجودہ دور جس قلم کے فیضان سے پیدا ہوا ہے، یہ اسی قلم سے نکلی ہوئی، مفصل اور مکمل تفسیر القرآن ہے۔''[2]

مولانا نے البلاغ میں ترجمہ وتفسیر کا اعلان کیا تو اس وقت ترجمہ پانچ پاروں تک پہنچ چکا تھا، تفسیر سورۂ آل عمران تک مکمل ہو چکی تھی اور مقدمہ یادداشتوں کی شکل میں قلمبند تھا۔ اس خیال سے کہ تھوڑے وقت کے اندر زیادہ سے زیادہ کام انجام پائے۔ مولانا نے ترجمہ وتفسیر کی تالیف وتصنیف کے ساتھ چھپائی کا سلسلہ بھی شروع کرا دیا تھا۔ مولانا کا خیال تھا کہ اس طرح سال بھر کے اندر ترجمہ مکمل بھی ہو جائے اور چھپ بھی جائے گا۔ نیز تفسیر کی بھی کم از کم پہلی جلد شائع ہو جائے گی اس منصوبے کے مطابق کام کی انجام دہی کے لیے مولانا نے ہر سات دن کی مشغولیت کی تقسیم اس طرح کی تھی کہ تین دن البلاغ کی ترتیب کے لیے وقف تھے۔ دو دن ترجمہ کی تالیف کے لیے اور دو دن تفسیر کے کام کے لیے مقرر کر دیے تھے۔''[3]

---

[1] ترجمان القرآن، البلاغ، ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء، سرورق، صفحہ ا۔ یہ اعلان البلاغ کے پہلے شمارے سے لے کر ۲۴، ۱۷، ۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء کے آخری شمارے تک سرورق صفحہ پر چھپتا رہا۔

[2] البیان فی مقاصد القرآن، البلاغ، ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء سرورق، صفحہ ۴، یہ اعلان بھی البلاغ کے پہلے شمارے سے لے کر آخری شمارے تک سرورق صفحہ ۴ پر مسلسل چھپتا رہا۔

[3] ترجمان القرآن، دہلی، دفتر ترجمان القرآن، ۱۳۵۰ھ (اشاعت اول جلد اول) صفحہ ۵۹، ۶۰۔

مولانا اسی نظام الاوقات کے مطابق دارالارشاد میں طلبہ کی تدریس وارشاد، البلاغ کی ترتیب اور ترجمہ وتفسیر کی تالیف و تصنیف کے اعمال حقہ میں مصروف تھے کہ ۲۸ مارچ (۱۹۱۶ء) کو گورنمنٹ بنگال کا حکم زیر دفعہ ۳ ڈیفنس ایکٹ پہنچا کہ مولانا چار دن کے اندر کلکتہ کا قیام ترک کردیں اور حدود بنگال سے باہر چلے جائیں۔[1] مولانا جس وقت کلکتہ سے روانہ ہوئے تو تفسیر کے چھ فارم چھپ چکے تھے اور ترجمہ کی کتاب شروع ہوگئی تھی۔[2] مقدمہ تفسیر بھی چھپ رہا تھا۔ اس وقت تک اس کے کم از کم بارہ ابواب نہ صرف لکھے جا چکے تھے بلکہ چھپ بھی گئے تھے اس لیے کہ مولانا کے انتقال کے بعد ان کے کاغذات سے مقدمہ کے چھپے ہوئے جو ناقص اجزاء دستیاب ہوئے ہیں وہ بارہویں باب کے کچھ اوراق ہیں جو ترجمان القرآن کے ساھتیہ اکیڈیمی ایڈیشن کی جلد اول کے ۴۹ صفحات بنے ہیں ان بارہ ابواب کے صفحات کو کتنا ہی کم تصور کرلیا جائے تب بھی ان کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچتی ہے۔ مولانا کا ارادہ تھا کہ اس کے ابتدائی (اجزاء بھی تفسیر البیان فی مقاصد القرآن) کی پہلی جلد کے ساتھ شائع ہوجائیں اور پھر ہر جلد کے ساتھ شائع ہوتے رہیں گے۔[3] بعض نکتہ چیں حضرات کا خیال تھا کہ مقدمہ تفسیر مولانا کا خیال تھا جو وجود پذیر نہیں ہوسکا، لیکن اب اس کے بارہویں باب کے کچھ مطبوعہ اوراق کی دستیابی نے اس بدگمانی کو دور کردیا ہے۔

کلکتہ سے نکلنے کے بعد مولانا نے یہ کوشش کی کہ ان کی عدم موجودگی میں ترجمہ وتفسیر کی طباعت واشاعت کا کام جاری رہے۔ چنانچہ جون ۱۹۱۶ء میں پریس کے دوبارہ اجراء کا انتظام کردیا گیا، اور رانچی کے گوشہ خلوت میں مسودات کی ترتیب میں مشغول ہوگئے۔ لیکن حکومت کو مولانا کے پیش نظر مقاصد کی دعوت واشاعت کا یہ کام کسی صورت میں گوارا نہ ہوا اور اس نے ۸ جولائی ۱۶ کو مولانا کی نظر بندی کے احکام جاری کردیے جن کے تحت مولانا بیرونی دنیا سے اس قسم کا کوئی علاقہ نہ رکھ سکتے تھے۔ اس طرح اس امید کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ اب مولانا کے اختیار میں صرف ایک ہی کام رہ گیا تھا یعنی تصنیف وتسوید کا مشغلہ۔ مولانا لکھتے ہیں:

نظر بندی کی انیس دفعات میں سے کوئی دفعہ بھی مجھے اس سے نہیں روکتی تھی۔ میں نے اس پر قناعت کی۔ اتنا ہی نہیں بلکہ میں نے خیال کیا، اگر زندگی کی تمام آزادیوں سے محروم ہونے پر بھی لکھنے پڑھنے کی آزادی سے محروم نہیں ہوں اور اس کے نتائج محفوظ ہیں تو زندگی کی راحتوں میں سے کوئی راحت بھی مجھ سے الگ نہیں ہوئی۔ میں اس عالم میں پوری زندگی بسر کردے سکتا ہوں، لیکن ابھی اس صورت حال پر تین مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ معلوم ہوگیا، اس گوشے میں بھی مجھے محرومی سے دو چار ہونا تھا۔''[4]

---

[1] اداریہ البلاغ، ۲۴،۱۷، ۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء (آخری شمارہ) صفحہ ۱۔

[2] دیباچہ ترجمان القرآن، دہلی دفتر ترجمان القرآن جلد اول صفحہ ۶۰۔

[3] اجمل خان محمد، مقدمہ البیان کے بارہویں باب کا ایک حصہ (ملحقات) ترجمان القرآن دہلی، ساہتیہ اکیڈمی ۱۹۶۴ء جلد اول صفحہ ۵۵۳۔

[4] ترجمان القرآن (اشاعت اوّل) جلد اوّل صفحہ ۶۰۔

مولانا نے مسودات کی ضبطی اور ان سے محرومی کی نہایت الم ناک داستان ترجمان القرآن کے دیباچہ میں بیان کردی ہے۔ اس کا تفصیلی مطالعہ وہیں کرنا چاہیے۔ یہاں ربط مطالب کے لیے یہ بیان کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ جس وقت جلاوطنی کا معاملہ پیش آیا، ترجمہ کا مسودہ آٹھ پاروں تک اور تفسیر کا مسودہ سورۂ نساء تک پہنچ چکا تھا۔

۲۔ نظر بندی کے احکام جس وقت نافذ کیے گئے تو مولانا کے مکان کی تلاشی میں ترجمہ و تفسیر کے مسودات افسران تفتیش کے قبضے میں چلے گئے تھے لیکن جب ان میں کوئی خاص بات انہیں نظر نہ آئی تو دو ہفتے کے بعد مولانا کو واپس مل گئے۔

۳۔ مرکزی حکومت صوبائی حکومت کی اس کارروائی سے مطمئن نہ ہوئی تو حکومت ہند کے محکمہ تفتیش کا افسر اعلیٰ بذات خود پہلے کلکتہ پہنچا اور پھر رانچی جا کر از سر نو مولانا کے مکان کی تلاشی لی اور وہ تمام کاغذات جو پہلی تلاشی کے بعد واپس کردیے گئے تھے دوبارہ اپنے قبضے میں کر لیے۔

۴۔ مولانا نے اس امید پر کہ ترجمہ و تفسیر کا مسودہ واپس مل جائے گا۔ نویں پارے سے ترجمہ کا کام شروع کردیا اور ۱۹۱۸ء کے اواخر میں اس سے فارغ ہو گئے۔

۵۔ اس زمانے میں مولانا نے کاغذات کی واپسی کی کوشش کی لیکن جب اس میں ناکامی ہوئی تو چند ماہ کی محنت کے بعد مولانا نے ابتدائی آٹھ پاروں کا ترجمہ بھی مکمل کرلیا اور پھر اردو ٹائپ رائٹر منگوا کر اسے ٹائپ کرانا بھی شروع کردیا چنانچہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کو حکومت نے مولانا کو رہا کیا تو نصف سے زیادہ ترجمہ ٹائپ میں ہو چکا تھا۔

۶۔ ۲۱،۹۲۰: تحریک خلافت اور تحریک لاتعاون کی سرگرمیوں کے سال تھے اور چونکہ یہ حرکت اور سرگرمی الہلال کی دعوت سیاسی کی صدائے بازگشت تھی۔ اس لیے مولانا ان سرگرمیوں سے صرف نظر نہ کر سکتے تھے۔ اس کے باوجود مولانا نے ترجمان القرآن کا کام جاری رکھا۔ نومبر ۲۱ء تک متن کی کتابت مکمل ہو گئی تھی ترجمہ کی کتابت شروع ہوئی تھی۔ ۱۰ دسمبر ۲۱ کو تحریک کے دوسرے رہنماؤں کے ساتھ مولانا کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ لیکن مولانا مطمئن تھے کہ اس مرتبہ ان کی گرفتاری سے پریس کے انتظامات میں خلل نہیں پڑے گا۔ کیونکہ کتاب مکمل موجود تھی اور اس کا پورا انتظام کردیا گیا تھا کہ مولانا کی عدم موجودگی میں بھی کام بدستور ہوتا رہے۔

۷۔ مولانا کی گرفتاری کے بعد حکومت نے محسوس کیا کہ مقدمہ چلانے اور سخت سزا کا مستوجب ٹھہرانے کے لیے کافی مواد موجود نہیں ہے۔ اس لیے مولانا کے مطبع اور مکان کی تلاشی لی گئی اور دیگر کاغذات کے ساتھ ترجمان القرآن کی تمام لکھی ہوئی کاپیاں اور مسودات بھی توڑ مروڑ کر کاغذات میں ملا دیے اور ''متفرق کاغذات'' کی رسید دے کر افسران تفتیش اپنے ساتھ لے گئے۔

۸۔ پندرہ ماہ کی رہائی کے بعد مولانا نے کاغذات کی واپسی کے لیے کوشش کی لیکن جو کچھ ہاتھ آیا، وہ محض اوراق پریشان کا ایک ڈھیر تھا اور نصف سے زیادہ اوراق یا تو ضائع ہو چکے تھے یا اطراف سے پھٹے ہوئے اور پارہ پارہ تھے۔

۹۔ اب ترجمان القرآن اور تفسیر کی ہستی اس کے سوا ممکن نہ تھی کہ از سر نو محنت کی جائے لیکن اس حادثہ کے بعد طبیعت کچھ اس طرح افسردہ ہوگئی کہ ہر چند کوشش کی مگر ساتھ نہ دے سکی۔ اس طرح کئی سال گزر گئے لیکن مولانا اپنے آپ کو اس کام کے لیے آمادہ نہ کر سکے۔ مولانا لکھتے ہیں:

''بارہا ایسا ہوا کہ ترجمہ و تفسیر کے بچے کھچے اوراق نکالے، لیکن جوں ہی برباد شدہ کاغذات پر نظر پڑی، طبیعت کا انقباض تازہ ہوگیا اور دو چار صفحے لکھ کر چھوڑ دینا پڑا لیکن ایک ایسے کام کی طرف سے جس کی نسبت میرا یقین تھا کہ مسلمانوں کے لیے وقت کا سب سے زیادہ ضروری کام ہے، ممکن نہ تھا کہ زیادہ عرصہ تک طبیعت غافل رہتی، جس قدر وقت گزرتا جاتا تھا اس کام کی ضرورت کا احساس میرے لیے ناقابل برداشت ہوتا جاتا تھا۔ میں محسوس کرتا تھا کہ اگر یہ کام مجھ سے انجام نہ پایا تو شاید عرصہ تک اس کی انجام دہی کا کوئی سامان نہ ہو۔ ۱۹۲۷ء قریب الاختتام تھا، کہ اچانک مدتوں کی رکی ہوئی طبیعت میں جنبش ہوئی اور رشتہ کار کی جو گرہ ذہن و دماغ کی پیہم کوششیں نہ کھول سکی تھیں، دل کی جوشش سے بے اختیار خود بخود کھل گئی۔ کام شروع کیا تو ابتداء میں چند دنوں تک طبیعت رکی رکی رہی، لیکن جونہی ذوق و فکر کے دو چار جام گردش میں آئے، طبیعت کی ساری رکاوٹیں دور ہوگئیں اور پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا، گویا اس شورش کدہ مستی میں کبھی افسردگی و خمار آلودگی کا گزر ہی نہیں ہوا تھا۔

۱۰۔ بہر حال کام شروع ہوگیا اور اس خیال سے کہ سورۂ فاتحہ کی تفسیر ترجمہ کے لیے بھی ضروری ہے۔ مولانا سب سے پہلے اس کی طرف متوجہ ہوئے پھر ترجمہ کی ترتیب شروع کی۔ حالات اب بھی موافق نہ تھے تاہم کام کا سلسلہ کم و بیش جاری رہا اور ۲۰ جولائی ۱۹۳۰ء کو آخری سورت کے ترجمہ و ترتیب سے فارغ ہوگئے۔ [1]

مولانا مرحوم کے پیش نظر قرآن کے درس و مطالعہ کی تین مختلف ضرورتیں تھیں اور مولانا نے انہیں تین مختلف کتابوں میں منقسم کر دیا تھا۔

۱:...... مقدمہ تفسیر البصائر۔ قرآن کے مقاصد و مطالب پر اصول و مباحث کا مجموعہ، جس میں کوشش کی گئی ہے کہ مطالب قرآنی کے جوامع و کلیات مدون ہو جائیں۔

۲:...... تفسیر البیان فی مقاصد القرآن۔ عام اور تفصیلی نظر و مطالعہ کے لیے تھی۔

۳:...... ترجمان القرآن۔ قرآن کی عالمگیر تعلیم و اشاعت کے لیے۔ [2]

مقدمہ تفسیر کے بارے میں گزر چکا ہے کہ اس کے کم از کم بارہ ابواب نہ صرف لکھے گئے تھے بلکہ چھپ بھی گئے تھے، جس کے

---

[1] ترجمان القرآن، اشاعت اوّل، جلد اوّل، صفحہ ۶۰، ۶۴۔

کچھ صفحات دستیاب ہو گئے ہیں۔ان بارہ ابواب کے صفحات کتنے ہی کم تصور کر لیے جائیں،ان کی تعداد سینکڑوں میں شمار کی جاسکتی ہے۔رانچی کی نظر بندی کے زمانے میں ترجمہ وتفسیر کی تالیف وتصنیف کی مصروفیت کے ساتھ کئی اور قرآنی تالیفات اور مقدمہ کی تالیف کا شغل بھی جاری تھا، تذکرہ میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر آیا ہے۔ایک مقام پر اس کے اکیسویں باب کا حوالہ آیا ہے۔مولانا لکھتے ہیں:

''شرح حقیقت تحریف شریعت علی الخصوص فتنتین عظیمتین یونانیہ وعجمیہ کے لیے مقدمہ تفسیر باب بست ویکم اور تفسیر فاتحۃ الکتاب کو دیکھنا چاہیے۔'' [1]

مقدمہ کا نام ''البصائر'' تھا۔ [2]

ترجمان القرآن جلد دوم میں بھی متعدد مقامات پر مقدمہ کے مباحث ومطالب کی طرف اشارات آئے ہیں [3] اور ۱۹۳۰ء میں جبکہ ترجمان القرآن کی تالیف سے فارغ ہو چکے تھے۔مقدمہ کے قدیم مسودات کی تہذیب وترتیب میں مشغول تھے۔ [4] تذکرہ اور ترجمان کے اگر ان تمام حوالہ جات اور مقدمہ کے بارہویں باب کے دستیاب شدہ صفحات کو سامنے رکھا جائے تو مقدمہ کے ابواب اور ان کے مضامین ومباحث کی ایک جامع فہرست تیار کر لی جاسکتی ہے اور اندازہ کر لیا جاسکتا ہے کہ اس کے مطالب کی نوعیت، مضامین کی اہمیت، مباحث کی جامعیت، مسائل کی تحقیق، دعوت کی دل نشینی، زبان کی لطافت اور اسلوب نگارش کی دلربائیوں کا کیا عالم ہوگا۔

تفسیر البیان کی ترتیب بعد میں مولانا نے بدل دی تھی اور ترجمان القرآن کی دوسری جلد میں متعدد سورتوں کے بعد ان کے اہم مقامات ومباحث پر جو تفصیلی مقالات نظر آتے ہیں درحقیقت یہ البیان ہی کے اجزاء تفسیر ہیں۔

سلسلہ درس ومطالعہ قرآن کی سب سے اہم چیز ''ترجمان القرآن'' تھا۔آج یہی ہمارے سامنے ہے اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ترتیب اور بعض خصائص کے بارے میں چند ضروری اشارات کر دیے جائیں، اس کے لیے بھی ہمیں کسی تحقیق کی زحمت کی ضرورت نہیں۔حضرت مولانا ہی کے الفاظ کافی ہیں۔مولانا فرماتے ہیں:

''اس کی ترتیب سے مقصود یہ ہے کہ مطالب قرآن کے فہم وتدبر کے لیے ایک ایسی کتاب تیار ہو جائے جس میں کتب تفسیر کی سی تفصیلات تو نہ ہوں لیکن وہ سب کچھ ہو، جو قرآن کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینے کے لیے ضروری ہے۔اس غرض سے جو اسلوب اختیار کیا گیا ہے امید ہے کہ اہل نظر اس کی موزونیت بیک نظر محسوس کر لیں گے۔

---

[1] تذکرہ، کلکتہ، البلاغ پریس ۱۹۱۹ء صفحہ ۱۹۳،(حاشیہ)۔

[2] ایضاً، صفحہ ۱۷۳۔

[3] ترجمان القرآن، لاہور، مکتبہ مصطفائی، ۱۹۳۶ء، جلد دوم صفحہ ۱۸۰، ۲۱۵، ۳۳۵، ۳۸۸، ۳۹۵ وغیرہ۔

[4] ترجمان القرآن، جلد اول، صفحہ ۶۵۔

پہلے کوشش کی ہے کہ قرآن کا ترجمہ اردو میں اس طرح مرتب ہو جائے کہ اپنی وضاحت میں کسی دوسری چیز کا محتاج نہ رہے۔ اپنی تشریحات خود اپنے ساتھ رکھتا ہو۔ پھر جا بجا نوٹوں کا اضافہ کیا ہے، جو سورت کے مطالب کی رفتار کے ساتھ ساتھ برابر چلے جاتے ہیں اور جہاں کہیں ضرورت دیکھتے ہیں، مزید رہنمائی کے لیے نمودار ہو جاتے ہیں۔ یہ قدم قدم پر مطالب کی تفسیر کرتے ہیں، اجمال کو تفصیل کا رنگ دیتے ہیں، مقاصد و وجوہ سے پردے اٹھاتے ہیں۔ دلائل و شواہد کو روشنی میں لاتے ہیں، احکام و نواہی کو مرتب و منضبط کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مختصر لفظوں میں زیادہ سے زیادہ معانی و معارف کا سرمایہ فراہم کرتے جاتے ہیں۔ یہ گویا قاری قرآن کے لیے تفکر و تدبر کی روشنی ہے، جو بحکم ﴿ نورهم یسعی بین ایدیهم و بایمانهم ﴾ (۵۷:۱۲) اس کے ساتھ ساتھ چلتی رہتی ہے اور کہیں بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑتی...... یہ حقیقت پیش نظر رہے کہ ترجمان القرآن کے نوٹ تشریح و وضاحت کا ایک مزید درجہ ہیں، ورنہ قرآن کا صاف صاف مطلب سمجھ لینے کے متن کا ترجمہ پوری طرح کفایت کرتا ہے۔

نوٹس کی ترتیب کا معاملہ نفس ترجمہ سے کم مشکل نہ تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ان کے لیے ایک محدود مقدار سے زیادہ جگہ نہیں نکل سکتی تھی اور نوٹ نوٹ نہ رہتے اگر ایک خاص مقدار سے کمیت یا تعداد میں زیادہ ہو جاتے۔ لیکن ساتھ ہی ضروری تھا کہ کوئی ضروری مقام تشنہ نہ رہ جائے اور مطالب و مقاصد قرآنی کی تمام مہمات واضح ہو جائیں۔ پس پوری احتیاط کے ساتھ ایسا طریق بیان اختیار کیا گیا کہ لفظ کم سے کم ہیں لیکن اشارات زیادہ سے زیادہ سمیٹ لیے گئے ہیں۔ جس چیز کی لوگ کمی پائیں گے وہ صرف مطالب کا پھیلاؤ ہے۔ نفس مطالب میں کوئی کمی محسوس نہ ہوئی۔ ہر لفظ اور ہر جملہ پر جس قدر غور کیا جائے گا، مطالب و مباحث کے نئے نئے دفتر کھلتے جائیں گے۔"[1]

دیباچے کے آخر میں مولانا نے پورے سلسلہ ترجمہ و تفسیر اور دعوت و حقیقت قرآنی کے بارے میں اپنے اعتقاد کا اظہار کیا ہے، مولانا فرماتے ہیں:

"کامل ستائیس برس سے قرآن میرے شب و روز کے فکر و نظر کا موضوع رہا ہے اس کی ایک ایک سورت، ایک ایک مقام، ایک ایک آیت، ایک ایک لفظ پر میں نے وادیاں قطع کی ہیں اور مرحلے پر مرحلے طے کئے ہیں۔ تفسیر و کتب کا جتنا مطبوعہ و غیر مطبوعہ ذخیرہ موجود ہے، میں کہہ سکتا ہوں کہ اس کا بڑا حصہ میری نظر سے گزر چکا ہے اور علوم قرآن کے مباحث و مقالات کا کوئی گوشہ نہیں جس کی طرف سے ذہن نے تغافل اور جستجو نے تساہل کیا ہو۔ علم و نظر کی راہوں میں آج کل قدیم و جدید کی تقسیمیں کی جاتی ہیں، لیکن میرے لیے یہ تقسیمیں بھی کوئی تقسیم نہیں۔ جو کچھ قدیم ہے وہ مجھے ورثے میں ملا اور جو کچھ جدید ہے، اس کے لیے اپنی راہیں آپ نکالی ہیں، میرے لیے وقت کی جدید راہیں بھی ویسی ہی دیکھی بھالی ہیں، جس طرح قدیم راہوں کے چپہ چپہ کا شناسا ہوں۔

رہا ہوں رند بھی میں اور پارسا بھی میں
مری نظر میں ہیں رندان و پارسا اک ایک

خاندان، تعلیم اور سوسائٹی کے اثرات نے جو کچھ میرے حوالے کیا تھا، میں نے اوّل دن ہی اس پر قناعت کرنے سے انکار کر

دیا اور تقلید کی بندشیں کسی گوشے میں بھی روک نہ سکیں اور تحقیق کی تشنگی نے کسی میدان میں بھی ساتھ نہ چھوڑا:

ہیچ کہ ذوق طلب از جستجو بازم نہ داشت
ورنہ می چیدم وراں روزے کہ خرمن داشتم

میرے دل کا کوئی یقین ایسا نہیں ہے، جس میں شک کے سارے کانٹے نہ چبھ چکے ہوں اور میری روح کا کوئی اعتقاد ایسا نہیں ہے جو انکار کی ساری آزمائشوں میں سے نہ گزر چکا ہو۔ میں نے زہر کے گھونٹ بھی ہر جام سے پیے ہیں اور تریاق کے نسخے بھی ہر دارالشفاء کے آزمائے ہیں۔ میں جب پیاسا تھا تو میری لب تشنگیاں دوسروں کی طرح نہ تھیں اور جب سیراب ہوا تو میری سیرانی کا سرچشمہ بھی شاہراہِ عام پر نہ تھا۔

راہے کہ خضر داشت، ز سر چشمہ درد بود
لب تشنگی زراہ و گر بردہ ایم ما!

اس تمام عرصے کے جستجو وطلب کے بعد قرآن کو جیسا کچھ اور جتنا کچھ سمجھ چکا ہوں، میں نے ان کتابوں کے صفحوں پر پھیلا دیا ہے۔ ترجمان القرآن، البیان، مقدمہ تفسیر:

سبک ز جائے نگیری کہ بس گراں گہر ست
متاعِ من کہ تــــصــیبــــــش مبادا رزانی!

آخر میں مولانا نے اپنے اس یقین کا اظہار کیا ہے:

"میرا یقین ہے کہ مسلمانوں کی زندگی اور سعادت کے لیے سرچشمہ حیات، حقیقت قرآنی کا انبعاث ہے اور میں نے کوشش کی ہے کہ اس کے فہم وبصیرت کا دروازہ ان پر کھل جائے۔ میں ترجمان القرآن شائع کرتے ہوئے محسوس کرتا ہوں کہ اس بارے میں جو کچھ میرا فرض تھا، توفیق الٰہی کی دستیاری سے میں نے ادا کر دیا۔ اب اس کے بعد جو کچھ ہے، وہ مسلمانوں کا فرض ہے اور یہ اللہ کے ہاتھ میں ہے کہ انہیں ادا فرض کی توفیق دے۔

حدیث عشق و سرمتی زمن بشنو نہ از واعظ
کہ با جام و سبو ہر شب قرین ماہ و پرد ینم!

﴿ ما کان حدیثا یفتری و لکن تصدیق الذی بین یدیه و تفصیل کل شیء وهدی و رحمة لقوم یوقنون. ﴾ (۱۱۲-۱۱۱)[1]

[1] ترجمان القرآن، جلد اول، صفحہ ۷۵، ۷۶

ترجمان القرآن کے بارے میں یہ تو مولانا کا اعتقاد تھا، علمی دنیا نے اسے کس نظر سے دیکھا اور کس طرح اس کی پذیرائی کی یہ ایک طویل داستان ہے۔ پیش نظر مقصد کے لیے بہت سے حوالوں کا نقل کر دینا ضروری نہیں۔ البتہ اس عہد کے سب سے بڑے اسلامی محقق کی رائے کے اقتباس کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ترجمان القرآن کی علمی حیثیت، تفسیری نوعیت اور دعوت قرآن کی تاریخ میں اس کی تعلیمی اہمیت اور افادیت کیا ہے: مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مصنف ترجمان القرآن کی یہ دیدہ واری داد کے قابل ہے کہ انہوں نے وقت کی روح کو پہچانا اور اس فتنہ فرنگ کے عہد میں اس طرز وروش کی پیروی کی جس کو ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ نے فتنہ تاتار میں پسند کیا تھا اور جس طرح انہوں نے اس عہد کے مسلمانوں کی تباہی کا راز فلسفہ یونان کی دماغی پیروی کو قرار دیا تھا۔ اسی طرح اس عہد کے مسلمانوں کی بربادی کا سبب ترجمان القرآن کے مصنف نے فلسفہ یونان وفرنگ کی ذہنی غلامی کو قرار دیا اور نسخہ علاج وہی تجویز کیا کہ کلام الٰہی کو رسول کی زبان واصطلاح اور فطرت کی عقل اور فلسفہ سے سمجھنا چاہیے۔'' [1]

آخر میں ترجمان القرآن کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ترجمان القرآن وقت کی ایک اہم چیز ہے، ضرورت ہے کہ اس کو گھر گھر پھیلایا جائے اور نوجوانوں کو اس کے مطالعے کی ترغیب دی جائے اور ہر اسلامی دار المطالعہ میں اس کا ایک نسخہ منگوا کر رکھا جائے۔'' [2]

## دیگر قرآنی تصنیفات:

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ نے ترجمان، البیان، مقدمہ کی صورت میں قرآن حکیم کی دعوت کا جو کارنامہ انجام دیا اور جو کچھ آج دنیا کے سامنے ہے، اگر صرف وہی کچھ ہوتا تب بھی ان کے شرف وفضیلت کے لیے کافی تھا لیکن مولانا آزاد کی خدمت قرآن اور دعوت وارشاد تعلیمات الٰہی کی داستان ابھی ختم کہاں ہوئی اور ان کے ذوق تمسک بالکتاب کی حکایت کے آخری باب تک ابھی ہم کہاں پہنچے، مولانا کے ناصیہ سعادت میں ابھی اور بھی کئی مولفاتِ جواہر قرآنی ہیں جن کے نظارۂ جمال کے بغیر ہم آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اس لیے قارئین کرام ہمیں اجازت دیں کہ ان پر بھی ایک نگاہ ذوق آشنا ڈالتے چلیں۔

۱۔ مراتب ہدایت وشقاوت امم وملل ازروئے قرآن، یہ ایک رسالہ کا موضوع ہے نام نہیں مولانا نے ۱۹۱۲ء میں تحریر فرمایا تھا [3] یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مطبع الہلال میں زیر طبع تھا۔ بعد میں اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ اگرچہ مراتب ہدایت پر نہایت ایمان افروز بحث تفسیر سورۂ فاتحہ میں آئی ہے اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

---

۱۔ ترجمان القرآن، (مقالہ) ابوالکلام آزاد (مرتبہ عبداللہ بٹ) ۱۹۴۳ء، صفحہ ۸۳

۲۔ ایضاً، صفحہ ۸۵

۳۔ الہلال، ۱۱۶ کتوبر ۱۹۱۲ء، صفحہ ۶ (حاشیہ)

۲۔ **تفسیر سورۂ واقعہ:** مولانا نے ۱۹۱۴ء میں سورۂ واقعہ کی تفسیر میں ایک رسالہ لکھا تھا[۱] آج یہ رسالہ تو ہمارے پیش نظر نہیں، لیکن اس کی تیس سے زیادہ آیات کی تفسیر جو آپ زیر نظر تالیف میں ملاحظہ فرمائیں گے اس سے بھی اس کی عبرت آموزی، معنی آفرینی اور فکر انگیزی کا اندازہ کر لیا جا سکتا ہے۔

۳۔ **خصائص مسلم:** مسلم زندگی کا کریکٹر، حسب تصریحات قرآن[۲]

۴۔ **امثال القرآن:**[۳] امثال قرآنی کی حکمت پذیری اور سبق آموزی۔

۵۔ **تحصیل السعادتین:** شریعت مطہرہ میں تحریف کی حقیقت خصوصاً فتنہ ہائے یونان و عجم کے سلسلے میں مقدمہ تفسیر کے اکیسویں باب میں مولانا نے تفصیل کے ساتھ بحث کی تھی اور پھر اسے ایک مستقل رسالہ کی صورت میں الگ "تحصیل السعادتین" کے نام سے بھی مرتب کر دیا تھا۔[۴] افسوس کہ آج نہ مقدمہ تفسیر موجود ہے نہ یہ رسالہ۔ البتہ تذکرہ میں تقریباً چھ صفحے کا ایک حاشیہ اسی موضوع پر اور متن تذکرہ میں ترجمان القرآن جلد اول کے دیباچے میں نیز مختلف مقالات میں "فتنتین عظیمتین یونانیہ و عجمیہ" پر نہایت فکر انگیز مفصل بحثیں اور مختصر اشارات آ گئے ہیں اور جس طرح اس انداز فکر نے فہم قرآن کے راستے مسدود کیے، ان کے بارے میں ایمان افروز افادات مرتب ہو گئے ہیں۔ اگر کوشش کی جائے تو ان مطالب پر مشتمل ایک عمدہ رسالہ مرتب کر دیا جا سکتا ہے۔

۶۔ **اتحاف الخلف بطریقۃ السلف:** یہ رسالہ ۱۹۱۶ء میں مولانا نے رانچی میں تحریر کیا تھا۔ اس کا موضوع "اصحاب تاویل ورائے اور متکلمین و اتباع فلاسفہ کی بے حاصلی و نامرادی اور سلف امت و اصحاب تفویض کے مذہب حق و طریق حکمت اور عقلیات صادقہ و فاضلہ کا اثبات و نصرت ہے۔[۵] تذکرہ میں اور ترجمان القرآن جلد اوّل کے دیباچہ و اصل تفسیر میں مختصراً یہ بیان آیا ہے۔

۷۔ **الکلم الطیب:** تذکرہ میں مولانا نے ان دونوں رسائل کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان میں علوم سماویہ کے خلاف انسان کے شکوک و شبہات کو جن کا قرآن نے ذکر کیا، مرتب کیا ہے، پھر ان کا جواب بھی از روئے قرآن دیا ہے۔ پھر دکھایا ہے کہ جس وقت سے انسانی علوم اور علوم سماویہ کی آویزش کا حال معلوم ہے، اس وقت سے لے کر آج تک کوئی شبہ و اعتراض ایسا نہیں کیا

---

۱۔ الہلال، ۲۲ جولائی ۱۹۱۴ء، صفحہ ۶ (حاشیہ)

۲۔ تذکرہ صفحہ ۳۲۰ ذکر آزاد، مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی، کلکتہ، ۱۹۶۰، صفحہ ۲۸۴، والہلال، ۲۴ جون ۱۹۲۷، صفحہ ۴

۳۔ الہلال، ۲۴ جون ۱۹۲۷، صفحہ ۴۔

۴۔ تذکرہ، صفحہ ۱۹۲، (حاشیہ)

۵۔ تذکرہ، صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱، و ذکر آزاد بحوالہ بالا ص ۲۸۶

گیا ہے، جس کا اصولاً جواب قرآن میں نہ دے دیا گیا ہو۔[1]

۸۔ **القول الثابت:** اس کا زمانہ تصنیف بھی رانچی کا عہد اسارت ہے اور اس کا موضوع الکلم الطیب سے ملتا جلتا ہے۔ ذکر آزاد میں مولانا اس رسالے کے موضوع کے تعارف میں لکھتے ہیں کہ اس میں مذہب اور عقل کی باہمی آویزش پر بحث کی ہے اور دکھایا ہے کہ سائنس کی حد "محسوسات" ہے اور مذہب کی ماورائے محسوسات، اس لیے دونوں کا دائرہ نظر و علم الگ ہے اور دونوں میں اصلاً کوئی نزاع نہیں۔ البتہ نزاع اس وقت ہوتی ہے جب پیروانِ مذہب تہذیب کے نام سے جہل و توہمات کا علم اٹھالیتے ہیں۔[2]

۹۔ **قانون نشو و ارتقاء اور قانون:** اس میں دکھایا ہے کہ نشو و ارتقاء کے قانون کو مغربی فلسفیوں نے انیسویں صدی میں دریافت کیا، جب مسلمان حکما عہد وسطیٰ ہی میں اس کے دائرہ ارتقاء کو اس سے کہیں زیادہ وسیع ثابت کر چکے تھے۔ پھر واضح کیا ہے کہ خود قرآن نے اس کو اصل نظام کائنات بتایا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ انسانی اعمال کی جزا و سزا اور آدمی کی حیات و ممات اسی قانون پر مبنی ہے۔ اس سلسلے میں بقائے اصلح اور بقائے انفع کے قانون الٰہی پر نہایت اہم بحث کی ہے۔[3]

۱۰۔ **البرھان:** اس کا موضوع یہ ہے کہ جن دلائل فطریہ سے قرآن نے کام لیا ہے، ان سب کو یکجا کر کے دکھلایا جائے کہ قرآن کا طریق استدلال کیا ہے۔[4]

۱۱۔ **الدین الخالص:** مولانا نے اس میں بتایا ہے کہ از روئے قرآن مذہب کا تصور کیا ہے۔[5]

۱۲۔ **حقیقت ایمان و کفر و نفاق:** یہ رسالہ کا نام نہیں، رسالہ کا موضوع ہے۔ اس میں مولانا نے انسان کی نفسی و قلبی حالت بلحاظ سعادت و شقاوت، ایمان، کفر اور نفاق، بتائی ہے اور قرآن کی روشنی میں اس پر بحث کی ہے۔ تفسیر البیان میں یہ بحث خاص طور پر آئی تھی۔ رانچی کی نظر بندی کے زمانے میں اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بھی اتمام کو پہنچا تھا۔ تذکرہ میں چھ صفحے کا ایک نوٹ اس موضوع پر نہایت فکر انگیز اور ایمان افروز ہے۔[6]

۱۳۔ **سیرۃ نبویۃ ماخوذۃ من القرآن:** اب تو اردو میں متعدد ایسی کتب سیرۃ مرتب ہو گئی ہیں جن کا ماخذ قرآن حکیم ہے،

---

۱۔ تذکرہ، صفحہ ۲۲۔

۲۔ ذکر آزاد صفحہ ۲۸۴

۳۔ ایضاً، صفحہ ۲۸۳، ۲۸۴

۴۔ ایضاً، صفحہ ۲۸۷۔

۵۔ ایضاً، ص ۲۸۸

۶۔ تذکرہ، محولہ بالا، صفحہ ۱۸۵ تا ۱۹۰

لیکن اس کا خیال سب سے پہلے مولانا ہی کو آیا تھا۔ ابھی الہلال کا اجراء بھی عمل میں نہ آیا تھا۔ حضرت علامہ شبلی سے سیرت نبوی کی تالیف کے موضوع پر گفتگو ہوئی تھی۔ اس وقت مولانا کو خیال ہوا تھا اور انہوں نے حضرت علامہ مرحوم سے کہا ''آپ سیرت میں ایک خاص باب یا سیرت کا ایک خاص حصہ اس عنوان سے قرار دیجیے ''قرآن اور سیرت محمدیہ'' اور اس میں صرف آیات قرآنیہ کو بہ ربط و ترتیب جمع کر کے دکھلایئے کہ خود قرآن سے کہاں تک حضور کی شخصیت اور آپ کے وقائع و ایام معلوم ہو سکتے ہیں؟ حضرت علامہ شروع میں تو اس خیال سے متفق نہیں ہوئے لیکن بعد میں انہوں نے اس موضوع کی اہمیت کا احساس فرما لیا اور مولانا آزاد ہی سے فرمایا کہ وہ ایک باب اسی انداز سے مرتب فرما دیں، چنانچہ مولانا نے اس طرف توجہ فرمائی اور کچھ مدت کی محنت کے بعد ایک مستقل کتاب مرتب فرما دی، مولانا فرماتے ہیں، کتاب کے مرتب ہو جانے کے بعد جو دیکھا تو ایک عجیب عالم نظر آیا۔ حیات و سیرت کا کوئی ٹکڑا ایسا نہیں ہے جس کے لیے قرآن میں ایک سے زیادہ آیات نہ ہوں۔'' مولانا نے سیرت نبویہ قرآنیہ کی صداقت و صحت کے معاملے کو منجملہ مہمات خصائص و اعجاز قرآن کے قرار دیا ہے۔ تذکرہ میں مولانا نے سیرت کے مطالعے کی اہمیت پر کئی صفحوں میں نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے لیکن قرآن سے سیرت نبوی کی ترتیب اور اس کی اہمیت کے بارے میں ایک پوری فصل (نمبر ۲۲) تحریر فرمائی ہے۔ اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔[1]

۱۴۔ **تفسیر سورة والتین:** سید وصی احمد بلگرامی کے ایک استفسار کے جواب میں مولانا نے سورۃ والتین کی تفسیر کے جو حقائق بیان فرمائے[2] ان کی جامعیت ایک رسالہ کی ترتیب کی مقتضی تھی، چنانچہ ایک صاحب نے اسے حقائق سورۃ والتین کے نام سے رسالے کی صورت میں چھاپ بھی دی تھی۔

اگرچہ ان رسائل میں سے بیشتر ہمارے علم کے مطابق آج دنیا میں موجود نہیں۔ بعض رسائل پولیس کی خانہ تلاشیوں میں ضائع ہو گئے اور بعض شاید مولانا کی زندگی میں ان کی عدم موجودگی میں اور بعض شاید مولانا کی وفات کے بعد ان کے کاغذات سے ادھر ادھر ہو گئے ہوں لیکن قرآن حکیم کے اسرار و حکم اور علوم و معارف پر ترجمان القرآن، تفسیری مقالات و مضامین اور الہلال و البلاغ کی تحریرات میں جو کچھ مولانا نے چھوڑا ہے وہ خود اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ مولانا کے افادات و افکار قرآنی کے کئی رسائل تمام معنوی خوبیوں کے ساتھ مرتب کر دیے جا سکتے ہیں۔

یہ تو مولانا کی مصنفات و مولفات کا ذکر تھا۔ پہلے ذکر آ چکا ہے کہ الہلال دعوت الی القرآن کا ترجمان تھا۔ البلاغ کا مقصد وحید دعوت الہلال کا احیاء تھا۔ ان کی علمی مصروفیات میں سب سے بڑی مصروفیت یہی تھی۔ ان کی تصنیفات و مصنفات میں کسی ایک موضوع پر سب سے زیادہ رسائل اور سب سے بڑے علمی کارنامے کا تعلق قرآن حکیم سے ہے۔ الہلال میں خاص تفسیری مقالات کے علاوہ اس کے دیگر مختلف ابواب میں مستقلاً اور ضمناً جو موضوع سب سے زیادہ زیر بحث آیا، وہ قرآن حکیم کے علوم و معارف اور اسرار و

---

[1] ایضاً، صفحہ ۲۰۴ تا ۲۰۹
[2] البلاغ شمارہ ۱۲، صفحہ ۱۹۸

حکم تھے۔

عملی میدان میں حزب اللہ اور اس کے ذیلی ادارے دارالارشاد کے قیام کا مقصد دعوت وارشاد قرآن کے سوا کچھ اور نہ تھا۔ نظارۃ المعارف القرآنیہ، دہلی کے قیام میں، وہ جس کے بانیوں میں سے تھے، ابو محمد مصلح (حیدرآباد دکن) کی تحریک قرآن میں جوان کے خوابوں کی تعبیر تھی، مولانا نے اسی یوسف مقصود کی جھلک دیکھی تھی، وہ جہاں بھی رہے اور جس حال میں بھی رہے قرآن حکیم کے عشق نے انہیں بے چین رکھا۔ نظم جماعت کی تحریک انہوں نے سلطان قرآن کے عشق میں شروع کی تھی۔[1] امارت شرطیہ کے وجود سے انہوں نے قرآنی واسلامی اجتماعی زندگی کے قیام کی امیدیں وابستہ کی تھیں۔ تحریک خلافت کے اجزاء سے قرآن کی تعلیم کے مطابق حفظ ودفاغ اسلام ومرکز خلافت کا مقصد انہوں نے حاصل کرنا چاہا۔ جمعیت علمائے ہند کے قیام میں انہوں نے اسی خواب کی تعبیر دیکھی تھی اور اس کے تیسرے سالانہ اجلاس لاہور (۱۹۲۱ء) میں انہوں نے یہی صدائے حق واحیائے علم وعمل کتاب وسنت بلند کی تھی۔ مولانا فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کی قومیت صادقہ کی بنیاد صرف شریعت کا علم وعمل ہے۔ شریعت نے انہیں بتلایا تھا کہ دنیا کی سب سے بڑی قوم وہی ہیں، وہی خیر الامم ہیں، وہی خیر البریہ ہیں، وہی شھداء علی الناس ہیں، وہی شھداء اللہ فی الارض ہیں۔ ان کے عروج وسعادت کی علت صرف یہ تھی کہ قرآن حکیم اور سنت رسول کو انہوں نے اپنا دستور العمل حیات قرار دیا تھا۔ قرآن کی نسبت صاحب قرآن کا اعلان تھا۔ "ان اللہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بہ اخرین" (رواہ مسلم) اللہ تعالیٰ اس کتاب کی ہدایت سے قوموں کو اٹھائے گا اور یہی ہے جس کو ترک کر کے قومیں گریں گی اور ہلاک ہوں گی۔ اور روایت حضرت علی عند ترمذی وابونعیم والطبرانی فی الکبیر میں فرمایا "وھو الفصل لیس بالھزل، من ترکہ من جبار قصمہ اللہ ومن ابتغی الھدی فی غیرہ اضلہ اللہ" الی ان قال "من قال بہ صدق، و من عمل بہ اجر، ومن حکم بہ عدل، ومن دعا الیہ ھدی الی صراط المستقیم۔ پس جب مسلمانوں نے قرآن وسنت کا علم وعمل ترک کر دیا تو اقبال وعروج نے بھی ان سے کنارہ کشی کر لی۔ یہ مسلم اور حقائق تاریخیہ میں سے ہے کہ مسلمانوں کے عروج واقبال کا سب سے بہتر وارفع زمانہ وہی تھا، جب بجز کتاب وسنت کے علم وعمل کے اور کوئی تعلیم ان کی رہنما نہ تھی، یعنی عہد صحابہ وخلفاء راشدین "اولئک اصحب محمد ابن ھذہ الامۃ قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا قوم اختارھم اللہ بصحبۃ نبیہ و اقامت دینہ فاعرفوالھم حقھم وتمسکوا بھدیم، فانھم کانوا علی الھدی المستقیم۔" (قال ابن مسعود رضی اللہ عنہ) اور تنزل وفساد کا عہد اسی وقت سے شروع ہوا جبکہ اقوام ماضیہ مغضوبہ کے علوم واعمال بشکل علوم دخیلہ واعمال بدعیہ ان میں رائج ہوئے۔ پس اگر اب بھی مسلمان اپنے

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیے "تحریک نظم جماعت۔ مولانا ابوالکلام آزاد"، از ابوسلمان شاہ جہانپوری شائع شدہ لاہور ۱۹۷۷ء

عروج رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں، تو اس کی صرف ایک ہی راہ ہے، اس کے علاوہ جس قدر راہیں بھی کھلیں گی، گمراہی و فساد کی ہوں گی یعنی علم و عمل شریعت کا احیاء اور ترک و ہجر شریعت کا انسداد۔

اس مسلک کی بنیاد اس ایمانی اور اعتقادی حقیقت پر بھی تھی کہ شریعت اسلامیہ آخری و اکمل شریعت ہے ﴿ اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ﴾ اور اس کا وعدہ ہے ﴿ یظھرہ علی الدین کلہ ﴾ یقیناً اس وعدہ کا ابھی ظہور نہیں ہوا۔

پس ضرور ہے کہ وعدۂ الٰہی ظاہر ہو، اور اس لیے مستقبل کے لیے اگر کوئی راہ فوز و فتح ہو سکتی ہے تو وہ صرف دعوت شریعت اور احیاء عمل بالقرآن ہی ہے۔" [1]

اس کے بعد اصلاح دینی کے گزشتہ ایام" کے زیر عنوان ملک اور بیرون ملک کی متعدد دعوات و تحریکات کے عزائم اصلاح و احیائے ملی، ان کے نقائص، اور انکی ناکامیوں کے اسباب کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ازاں جملہ سب سے بڑا نقص ان تمام دعوتوں میں یہ رہا کہ گو اصلاً اصلاح دینی کی قسم میں داخل تھیں لیکن بمصداق خلطوا عملا صالحا و اخر سیئا۔ جو طریق عمل اختیار کیا گیا تھا وہ ٹھیک ٹھیک نہج قویم و مستقیم پر نہ تھا یعنی منہاج و اسوۂ نبوت کے علوم و اعمال کو ان کو ان غلبہ و احاطہ حاصل نہ تھا اور کتاب و سنت کی دعوت خالص و بے آمیزش کی جگہ موجودہ عہد کے طرق محدثہ نے ان میں راہ پالی تھی۔" [2]

## نظر واپسیں:

مولانا نے اپنے اس عقیدے کا الہلال میں، البلاغ میں، مختلف مقامات و مباحث میں اور ترجمان القرآن میں بار بار اظہار کیا تھا کہ مسلمانوں کی اصلاح اور شرعی و اسلامی زندگی کے قیام کے لیے سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ وقت کی ضروریات کے مطابق قرآن حکیم کی تعلیم و اشاعت کا سروسامان ہو۔ ترجمان القرآن کی پہلی جلد شائع کرتے ہوئے انہوں نے فرمایا تھا:

"سولہ برس ہوئے، میں نے اس کام کی ضرورت محسوس کی تھی اور کام بھی شروع کر دیا تھا لیکن افسوس کہ چند در چند موانع پیش آتے رہے اور کام انجام نہ پا سکا لیکن اب کہ توفیق الٰہی سے ترجمان القرآن مکمل ہو کر شائع ہو رہا ہے، میں محسوس کرتا ہوں کہ مسلمانوں کی اصلاح کے وہ تمام دروازے کھل رہے ہیں جو ہماری کوتاہی عمل سے اس وقت تک بند تھے۔" [3]

لیکن کیا مولانا ترجمان القرآن شائع کر کے مطمئن ہو گئے تھے؟ مولانا کے نزدیک یہ کام کی محض ابتدا تھی اور تکمیل کار کے لیے بہت کچھ کرنا اور ہونا باقی تھا۔ مولانا نے ترجمان القرآن کی اشاعت...... [4] آغاز کار کے بعد جو نقشہ کار بنایا تھا اسے پانچ دفعات میں

---

[1] خطبہ صدارت تحریری، میرٹھ، قومی دارالاشاعت، صفحہ ۲۶، ۲۷

[2] ایضاً صفحہ ۲۹

[3] ترجمان القرآن جلد اول، صفحہ ۵۴

[4] ترجمان القرآن، اشاعت اول بحولہ بالا، صفحہ ۵۵

مرتب کر دیا تھا، ان کے نزدیک قرآن حکیم کی تعلیم واشاعت کا مقصد عظیم پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک یہ امور انجام نہ پائیں۔

۱۔ عام مطالعہ واشاعت کے لیے ضروری تھا کہ ترجمان القرآن کو مختلف صورتوں، مختلف ترتیبوں، اور مختلف قسم کے ایڈیشنوں میں، اس طرح اور اتنی بڑی تعداد میں شائع کیا جائے کہ مسلمانوں کا ہر طبقہ اور ہر فرد اس سے فائدہ اٹھا سکے، اور کوئی مسلمان گھر اس سے خالی نہ رہے۔

۲۔ ضروری ہے کہ قرآن کے تمام اصولی مباحث از سرنو مدون کیے جائیں۔ مثلاً اس کی زبان اس کی ادبی خصوصیات، اس کا اسلوب بیان، اس کے مقاصد ومہمات، اس کا طریق استدلال، اس کے قصص وامثال، اس کے نزول وکتابت کی تاریخ وغیرہا، اور اب کہ ترجمان القرآن کی ترتیب ان مباحث کی ایک مقررہ تحقیقات کے ماتحت مکمل ہو چکی ہے۔ نہایت آسانی کے ساتھ یہ پورا سلسلہ مرتب کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ ضرورت اس کی تھی کہ قرآن کے اسلوب بیان اور طریق استدلال کی تنقیح کے بعد ایسے ابواب وعناوین ترتیب دیے جائیں جن کے نیچے مطالب قرآنی کی ہر قسم الگ الگ جمع کی جا سکے اور قرآن کی ہر تعلیم اپنی شکل ونوعیت میں نمایاں ہو جائے۔ اب کہ ترجمان القرآن مرتب ہو چکا ہے۔ نہایت آسانی کے ساتھ ابواب ومضامین کی مکمل تبویب عمل میں آسکتی ہے اور انہیں یکجا اور علیحدہ علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ ایک ایسی کتاب کے لیے جو حوالہ اور استشہاد کی کتاب ہو، ضروری ہے کہ استخراج مطالب والفاظ کی تمام سہولتیں بہم پہنچائی جائیں مثلاً قرآن کے ایسے ایڈیشن مرتب کیے جائیں جو حوالہ جات (رفرنس) کے ساتھ ہوں، یا مثلاً قرآن کے الفاظ واسماء اور مطالب وآیات کے انڈیکس مرتب کیے جائیں جو ہر پہلو سے جامع اور مکمل ہوں، یا مثلاً قرآن میں جس قدر جغرافیائی اور تاریخی اشارات ہیں، ان کے نقشے تیار کیے جائیں تا کہ ان مقامات کی قدیم وجدید جغرافیائی حیثیت بہ یک نظر واضح ہو جائے۔ ہم سے پہلے یورپ کے بعض مستشرقوں نے ان کاموں کی ضرورت محسوس کی لیکن اب تک جو کچھ ہوا ہے، ناکافی ہے اور ضروری ہے کہ از سرنو یہ کام انجام دیے جائیں۔

۵۔ سب سے آخر مگر بہ اعتبار اہمیت سب سے پہلا، کام یہ ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں میں قرآن کے ترجمے مرتب کیے جائیں، اور بڑی سے بڑی تعداد میں ان کی اشاعت کا سروسامان ہو، کم از کم مغرب ومشرق کی ان زبانوں میں جو موجود اقوام ارضی کی اہم زبانیں تسلیم کی جاتی ہیں۔ مولانا کے خیال میں یہ کام بغیر اس کے انجام نہیں پا سکتا تھا کہ قرآن کی خدمت اشاعت کے لیے ایک علمی اور اشاعتی ادارہ قائم کیا جائے جب تک ایک ایسا ادارہ وجود میں نہیں آجاتا قرآن حکیم کی تعلیم واشاعت کا مقصد عظیم پورا نہیں ہو سکتا۔

آج ان تمام اصحاب کے لیے جو امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد علیہ الرحمۃ سے عقیدت رکھتے ہیں اور ذوق تمسک بالکتاب

والسنۃ میں ہمرشتہ آزاد ہیں۔ ضروری ہے کہ ان افکار پر غور فرمائیں اور سوچیں کہ مولانا سے عقیدت اور آج کے حالات میں وقت کا تقاضا اور مسلمانوں کی اصلاح کا سب سے ضروری کام کیا ہے اگرچہ ترجمان القرآن کی اشاعت اور حضرت امام الہند کے انتقال کے بعد لیل ونہار کی بہت سی گردشیں گزر چکی ہیں اور زمانہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا ہے لیکن مسلمانوں کی تعلیم واصلاح کی ضرورت میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوگیا، بلکہ آج اس کی ضرورت پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ضرورت ہے کہ علم وعمل قرآن کی ایک نئی تحریک پیدا کردی جائے۔ اس سلسلے میں خدمت قرآن کے ان تمام علمی وعملی پہلوؤں پر غور کیا جائے جن کی طرف مولانا نے اپنے مقالات و مصنفات میں توجہ دلائی ہے۔ اس کے بہت سے اصول ومبادی اور جوامع وکلیات خود مولانا کی تحریروں سے مدون کر لیے جاسکتے ہیں۔ جن اصحاب عزائم نے مولانا رحمہ اللہ کے ترجمان القرآن جلد سوم کی ترتیب وتدوین کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا اور جو اصحاب ہمت اس کی اشاعت کا سروسامان کر رہے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک شرف بخشا اور اپنی کتاب کی خدمت کے لیے انہیں چن لیا لیکن انہیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ وہ وقت کی سب سے اہم دعوت کی ایک کتاب ”ترجمان القرآن“ کی آخری جلد نہیں چھاپ رہے ہیں بلکہ مسلمانوں کی اصلاح کی سب سے بڑی دعوت ”دعوت الی القرآن“ کا احیاء کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ وہ یہ جلد چھاپ کر مطمئن نہیں ہو جائیں گے بلکہ علم وعمل اور دعوت وارشاد قرآن کے وہ تمام کام انجام دیں گے جنہیں مولانا مسلمانوں کی عملی زندگی میں نقش پذیر دیکھنا چاہتے تھے۔

ابوسلمان شاہ جہانپوری

۲۰ جون ۱۹۸۲ء

❁❁❁❁

آیاتُھا: 64 | سُوْرَۃُ النُّوْرِ مَدَنِیَّۃٌ | رُکُوعَاتُھَا: 9

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُوْرَۃٌ اَنْزَلْنٰھَا وَ فَرَضْنٰھَا وَ اَنْزَلْنَا فِیْھَآ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ① اَلزَّانِیَۃُ وَ الزَّانِیْ
فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ وَّ لَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لْیَشْھَدْ

(۱) یہ ایک سورت ہے[1] جو ہم نے اتاری اور اس کے احکام لازمی ٹھہرا دیے- تو اس میں (احکام حق کی) واضح نشانیاں اتاریں تاکہ تم لوگ نصیحت پکڑو-[2] (۲) اگر عورت اور مرد زنا کریں تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو تازیانوں کی سزا دو- اگر تم اللہ پر اور آخرت کے (آنے والے) دن پر یقین رکھتے ہو تو ایسا نہ ہو کہ (قانون الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے) ان (مجرموں) کے لیے نرمی اور مہربانی کا جذبہ تمہارا ہاتھ پکڑے- نیز چاہیے کہ سزا دیتے وقت مسلمانوں کی ایک

[1] سورۃ النور بالاتفاق مدنی ہے اور یہ مدنی عہد کی درمیانی تنزیلات میں سے ہے- غزوہ بنی المصطلق (غزوہ مریسیع) کے بعد نازل ہوئی ہے اور یہ غزوہ ۶ھ میں ہوا جو غزوۂ احزاب کے بعد ہے- محققین نے اسی کو ترجیح دی ہے-

[2] اس سورۃ کے ابتداء میں احکام وحدود بیان فرمائے ہیں اور سورہ کا آخری حصہ بیان توحید پر مشتمل ہے اور آیت نمبر (۱) میں ﴿ اٰیَاتٍ بَیِّنَاتٍ ﴾ سے دلائل توحید ہی مراد ہیں جن پر ﴿ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ﴾ مرتب ہو رہا ہے-

''اب مدینہ میں مسلمانوں کی اجتماعی زندگی پوری طرح نشوونما پا چکی تھی اور ہر طرح کے حوادث و وقائع پیش آنے لگے تھے- چنانچہ اس سورت کا مرکز موعظت 'ازدواجی زندگی اور اس کے خطرات ومفاسد کا ازالہ ہے-''

اسلامی معاشرہ میں منافق اور شرپسند عناصر ہمیشہ ہی فساد بپا کرنے کی کوشش کرتے چلے آئے ہیں' جنگ احزاب کے بعد مسلمانوں کی قوت وشوکت میں اضافہ شروع ہوا تو منافقین نے داخلی طور پر فتنہ انگیزیوں کے ذریعہ سے مسلمانوں کے اتحاد کو نقصان پہنچانے کی کوششیں تیز کر دیں حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ کے حرم پاک بھی ان کی فتنہ انگیزیوں سے محفوظ نہ رہ سکے اور غزوۂ مریسیع سے واپسی پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان طرازی کا نمایاں کردار ادا کیا' جو قصہ افک کے نام سے مشہور ہے-

اس سورہ میں نہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا اعلان کیا بلکہ معاشرتی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے احکام وحدود بھی نازل فرمائے' زنا' چوری اور تہمت طرازی کی سزائیں مقرر کیں' معاشرتی آداب اور تنبیہات پر مشتمل آیات نازل فرما کر مسلمانوں پر اپنی رحمت خصوصی کے دروازے کھول دیے- سوسائٹی میں بدعناصر سے معاشرتی مقاطعے کا حکم دیا اور معاشرے میں فحاشی اور عریانی پھیلانے والوں کو

عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۡ وَّ الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ

---

جماعت موقع پر موجود رہے (یعنی علانیہ سزا دی جائے) ۳ (۳) زنا کرنے والا مرد زنا کرنے والی عورت 'یا مشرک عورت ہی سے رشتہ جوڑے گا' اسی طرح زنا کرنے والی عورت زنا کرنے والے مرد یا مشرک مرد ہی سے رشتہ جوڑے گی۔ (مگر یاد رکھو!) مومنوں پر ایسے علاقے حرام کردیے گئے ہیں۔ ۴ (۴) اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر (ثبوت میں) چار گواہ نہ لاسکیں تو انہیں اسی تازیانوں

---

زجر و توبیخ کی اور ان کے برے رویہ پر اظہار نفرت کیا۔ الغرض اس قسم کے متعدد احکام پر یہ سورت مشتمل ہے' جن کو پر زور لہجے میں فوری طور پر نافذ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۳ زنا ایک ایسی برائی ہے جسے ہر زمانے میں اخلاقی اور معاشرتی طور پر برا سمجھا گیا ہے' اور قرآن نے کبائر کے بیان میں شرک کے ساتھ اسے بھی ذکر کیا ہے۔ مذکورہ سزا کے علاوہ قرآن نے اس کے ذرائع سے بھی دور رہنے کا حکم دیا ہے اور اسے بڑی ہی بے حیائی کی بات اور بڑی برائی کا چلن قرار دیا ہے۔ دراصل نوع انسانی کی بقا اور انسانی تمدن کا قیام' دونوں اس بات کے متقاضی ہیں کہ عورت و مرد کا تعلق کسی قانونی اور اخلاقی ضابطہ کے تحت قائم ہونا چاہیے تاکہ انسانی خاندان وجود میں آئیں اور ان پر تہذیب و تمدن کی عمارت قائم ہو سکے' لیکن اگر عورت اور مرد کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو انسان کی اجتماعی زندگی تباہ ہو کر رہ جاتی ہے اور انسانی تمدن کی تعمیر نہیں ہو سکتی' لہٰذا زنا کی حرمت انسان کی فطرت کا تقاضا ہے۔

مولانا آزاد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اجتماعی زندگی کی سب سے بڑی بنیاد نکاح مدنی ہے۔ یعنی یہ بات کہ ایک مرد اور ایک عورت ازدواجی زندگی بسر کرنے کے لیے جنسی رفاقت و اشتراک کا عہد کرلیں اور پھر صرف ایک دوسرے ہی کے لیے ہو کر جئیں۔ زنا ٹھیک ٹھیک اس کی ضد ہے۔ یہ مرد اور عورت کو اشتراک حیات کے لیے نہیں' بلکہ محض نفسیاتی تقاضے کی عارضی تسکین کے لیے جمع کرتا ہے اور ازدواجی زندگی کے تمام معاشرتی احساسات فنا کر دیتا ہے۔ جس سوسائٹی میں زنا کا دروازہ کھلا رہے گا وہ کبھی ازدواجی زندگی کی استواری حاصل نہیں کر سکے گی۔ اور اگر ازدواجی زندگی استوار نہ ہوئی تو اجتماعی زندگی کی ساری بنیادیں ہل گئیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہاں پہلے اس فساد کی شناعت پر زور دیا' پھر اس کی سزا کا اعلان کیا۔ اصطلاح میں ان سزاؤں کو حد کہتے ہیں۔''

۴ آیت نمبر ۳ میں بتایا کہ اس قسم کے بدچلن لوگوں سے معاشرتی مقاطعہ کیا جائے اور ان کی حوصلہ شکنی بایں طور کی جائے کہ ان سے رشتہ داری قائم نہ کی جائے اور مشرکوں کی طرح ان کو اسلامی معاشرہ کا فرد ہی نہ بنایا جائے۔

''یہاں آیت (۳) میں ''نکاح'' سے مقصود نکاح مصطلحہ شرعی نہیں' بلکہ لغوی ہے' جیسا کہ ﴿ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ﴾ (۲: ۲۳۰) میں مستعمل ہوا ہے۔ یعنی اتحاد تناسلی کا معاملہ۔ پس مطلب یہ ہوا کہ جس مرد کو زنا کا چسکا پڑ جاتا ہے وہ زنا پیشہ عورت ہی سے رسم و راہ پیدا کرتا ہے۔ اور جو عورت بدچلن ہو جاتی ہے وہ اپنے ہی طرح کے مرد کی خواہاں رہتی ہے۔ مگر مومنوں کے لیے ایسے تعلقات یک قلم حرام کر دیے گئے ہیں۔

ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ
ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ
اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۶ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ

---

کی سزا دو اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرو- ایسے ہی لوگ ہیں جو پکے فاسق ہوئے-[۵]

(۵) ہاں جن لوگوں نے اس (بدعملی) کے بعد توبہ کر لی' اور اپنی زندگی سنوار لی تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحمت والا ہے-

(۶) جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کا عیب لگائیں اور خود ان کے سوا ان کا کوئی گواہ نہ ہو' تو ایسے مدعیوں میں سے ہر ایک کی گواہی یہ ہوگی کہ پہلے چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھیرا کر قسم کھائے کہ وہ ضرور اپنے بیان میں سچا ہے- (۷) پھر پانچویں مرتبہ کہے: اگر

---

یہ مطلب نہیں ہے کہ جس مرد اور عورت سے زنا کا ارتکاب ہو گیا پھر اس سے نکاح شرعی کرنا جائز نہیں' کیونکہ توبہ کے بعد ہر گنہگار پاک ہو جاتا ہے- اور اگر ایک زنا پیشہ فرد تائب ہو کر نکاح کر لے اور پاک دامنی کی زندگی بسر کرے تو اس سے زیادہ خوبی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟

زانی اور زانیہ کے ساتھ "مشرک" اور "مشرکہ" کا ذکر اس لیے کیا گیا کہ مشرکین عرب میں نکاح کے جو طریقے رائج تھے' ان میں سے بعض صریح زنا تھے اور دونوں کا امتیازی خط زیادہ نمایاں نہ تھا- پس اگر ایک مومن مرد کسی مومن عورت سے علاقہ پیدا کرنا چاہتا تو بجز اس کے کوئی صورت ہی نہ تھی کہ نکاح قطعی ہو- لیکن ایک مشرک عورت ہر طرح کے جاہلی طریقوں کے لیے آمادہ ہو جاتی تھی- یہی حال مشرک مردوں کا تھا-

۵ ایک اسلامی معاشرہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ ایک دوسرے کو شک و شبہ کی نظر سے نہ دیکھا جائے' اور الزام تراشی سے پرہیز کیا جائے' چنانچہ کسی مرد یا عورت پر بلا ثبوت زنا کی تہمت لگانے پر اسی کوڑوں کی سزا رکھی ہے جسے اصطلاح میں "حد قذف" کہا جاتا ہے- قرآن کے نزدیک ایسے لوگ فاسق ہیں اور کسی موقع پر بھی عدالت میں ان کی شہادت قابل قبول نہیں ہے- ہاں اگر اس قماش کے لوگ تائب ہو جائیں اور آیندہ کے لیے اپنی اصلاح کر لیں تو فاسق نہیں رہیں گے' لہٰذا توبہ کے بعد ان کی شہادت بھی قابل قبول ہوگی-

"زنا کی حد مقرر کرنے کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا کہ اس کے اثبات کے لیے قانوناً کس درجے کی گواہی ضروری ہے-

آیت ۴ میں فرمایا: جب تک چار گواہ آنکھ سے دیکھی شہادت نہ دیں' اس وقت تک جرم کا اثبات تسلیم نہیں کیا جائے گا- معاملے کی نزاکت چاہتی تھی کہ جس سختی کے ساتھ زنا کا دروازہ بند کیا گیا ویسی ہی سختی سے الزام تراشی کی جراتوں کا دروازہ بھی بند کر دیا جائے [illegible]

اِنۡ كَانَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ۞ وَيَدۡرَؤُا عَنۡهَا الۡعَذَابَ اَنۡ تَشۡهَدَ اَرۡبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ
الۡكٰذِبِيۡنَ ۞ وَالۡخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيۡهَاۤ اِنۡ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ۞ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ
ع عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيۡمٌ ۞

---

میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی پھٹکار۔

(۸) اور اگر (شوہر کے قسم کھانے کے بعد) عورت بھی چار مرتبہ اللہ کو گواہ ٹھہرا کر قسم کھائے کہ یہ آدمی اپنے بیان میں سرتاسر جھوٹا ہے۔

(۹) اور پانچویں مرتبہ کہہ دے: ''اگر یہ اپنے بیان میں سچا ہے تو مجھ پر اللہ ہی کا غضب پڑے (اس صورت میں) عورت کے سر سے سزا مل جائے گی۔

(۱۰) اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارا ساتھ نہ دیتی اور ایسا نہ ہوتا کہ وہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا اور حکمت والا ہے (تو غور کرو تمہارا کیا حال ہوتا؟) ع

---

فتنہ پردازیوں کا موقع نہ ملے۔ چنانچہ آیت ۴ میں فرمایا:

''جو کوئی کسی عورت پر عیب لگائے گا اور چار عینی گواہ نہ لا سکے گا تو وہ بہتان لگانے کا مجرم متصور ہوگا اور ایسے مجرموں پر اسی تازیانوں کی حد جاری کی جائے گی۔

یہاں اگرچہ خصوصیت کے ساتھ عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے مگر حکم عام ہے۔ خواہ عورت پر عیب لگایا جائے، خواہ مرد پر، بہتان لگانے والے پر حد جاری ہوگی۔

ع جو شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس چار گواہ نہ ہوں تو اس کو ''حد قذف'' نہیں لگے گی بلکہ وہ لعان کریں گے اور اس کے لیے عدالت میں جانا ضروری ہوگا اور اس نوع کے احکام کا بیان کر دینا محض اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ عورت اور مرد دونوں کے لیے رہائی کی صورت بیان کر دی اور پھر ''تواب رحیم'' سے اشارہ فرما دیا کہ ان کے لیے توبہ اور انابت الی اللہ کا دروازہ کھلا ہے۔

آیت ٦ تا ٩ کے تحت مولانا آزاد لکھتے ہیں:

''اگر خود شوہر اپنی بیوی پر عیب لگائے اور کہے: ''میں نے خود دیکھا ہے مگر گواہ نہیں لا سکتا'' تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟ آیت ٦ میں اس کے لیے لعان کا حکم دیا ہے۔ یعنی شوہر کو پانچ مرتبہ قسم کھا کر اپنا دعویٰ دہرانا چاہیے۔ اور بصورت کذب اپنے کو لعنت الٰہی کا مستوجب ٹھہرانا چاہیے۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ
مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ
ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿١٢﴾ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ
شُهَدَاءَ ۚ فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

---

(۱۱) (مسلمانو!) جن لوگوں نے اصلیت الٹ پلٹ کر کے ایک جھوٹی بات تراش لی وہ تم ہی میں سے ایک جتھا ہے۔[۸] یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے حق میں برا ہوا' نہیں اس میں تمہارے لیے بہتری ہی ہوئی۔[۹] ان جھوٹی بات تراشنے والوں میں سے ہر ایک کو وہ نتیجہ ضرور پانا ہے جو اس نے اپنے گناہ کی کمائی سے سمیٹ لیا۔ ان میں سے جس کسی نے اس جھوٹے ہنگامے میں نمایاں حصہ لیا ہے اور اس کا اہتمام کیا ہے' اس کے لیے بڑا ہی سخت عذاب ہے۔[۱۰]

(۱۲) جب تم نے ایسی (نالائق) بات سنی تھی تو کیوں یہ بات بھول گئے کہ مومن مردوں اور عورتوں کو ایک دوسرے کے لیے ہمیشہ نیک گمان رکھنا چاہیے؟ کیوں تم نہ بول اٹھے کہ یہ تو صریح گھڑی ہوئی جھوٹی بات ہے۔[(۱)]

(۱۳) (اگر اس بات کی کچھ بھی اصلیت تھی تو) کیوں اس پر چار گواہ نہیں لائے؟ جب گواہ نہ لا سکے تو ثابت ہو گیا یہی لوگ ہیں جو اللہ کے نزدیک قطعاً جھوٹے ہیں۔ (۱۴) (مسلمانو!) اگر ایسا نہ ہوتا کہ تم کو دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل

---

اگر بیوی اس کے جواب میں خاموش رہے گی تو الزام ثابت ہو جائے گا (اور) اگر اس نے بھی اسی طرح پانچ مرتبہ قسم کھا لی تو پھر عدالت اسے بری کر دے گی اور اصلیت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیا جائے گا۔ دنیا میں انسان کے مخفی اعمال کے لیے اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔"

۷ آیت ۱۱۔ اور اس کے بعد کی آیات میں وقت کے ایک خاص معاملے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی اس بہتان کی طرف جو منافقوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر لگانا چاہا تھا اور نامراد رہے تھے۔ یہاں چونکہ اس الزام تراشی کو "افک" سے تعبیر کیا ہے' اس لیے سیرت کی روایات میں اسی لفظ سے یہ واقعہ مشہور ہو گیا۔

آیت میں "افک" کا لفظ آیا ہے' **وَهُوَ مَأْخُوذٌ مِنْ أَفَكَ الشَّيْءَ إِذَا قَلَبَهُ عَنْ وَجْهِهِ، فَالْإِفْكُ هُوَ الْحَدِيثُ الْمَقْلُوبُ۔** "افک" کے معنی بات کے الٹ پھیر کر دینے کے ہیں۔ پس صرف بہتان کا لفظ اس کے لیے کافی نہیں ہو سکتا۔ بعض اردو مترجموں نے اس کا ترجمہ "طوفان اٹھانا" کیا ہے' لیکن یہ ترکیب تو یہاں اور بھی غلط ہے۔

۸ اس بہتان کا چرچا پھیلانے کے لیے بعض شریروں نے اپنا ایک جتھا بنا لیا تھا۔ ﴿عُصْبَةٌ مِّنكُمْ﴾ میں اسی طرف اشارہ ہے

---

(۱) "البلاغ" ۱۱ر نومبر ۱۹۱۵ء ص ۸ میں آیت نمبر ۱۲ کا ترجمہ یوں کیا ہے۔
"تم لوگوں نے اس واقعے کے سننے کے ساتھ ہی محض اعتمادِ نفس کی بنا پر اور اپنے ساتھ نیکی کا گمان کر کے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ "یہ تو کھلی ہوئی تہمت ہے!"

"وَالْعُصْبَةُ الْجَمَاعَةُ الَّذِيْنَ يَتَعَصَّبُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ" پس اردو میں اس کا ترجمہ محض "گروہ" اور "جماعت" نہیں ہو سکتا۔ جماعت خود قرآن بھی بول سکتا تھا۔ مگر اس نے "جماعت" اور "عصبہ" کا فرق ملحوظ رکھا ہے۔ لہٰذا ہم نے یہاں "جتھے" کے لفظ کو ترجیح دی۔ کیونکہ اردو بول چال میں ایسے سازشی گروہوں کو جو گروہ بندی کی غرض سے بنا کرتے ہیں اسی لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔

آیات (۱۲ تا ۲۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہیں اور واقعہ "قصہ افک" کے نام سے معروف ہے۔ ان آیات کے پس منظر کو سمجھنے کے لیے اس واقعہ کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے اس لیے یہاں پر ہم اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مہم پر جاتے تو قرعہ اندازی سے فیصلہ فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کون آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جائے' چنانچہ "غزوۂ بنی المصطلق" کی مہم کے موقع پر قرعہ میرے نام کا نکلا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلی گئی' واپسی پر جب ہم نے مدینہ کے قریب ایک مقام پر پڑاؤ کیا اور رات کے آخری حصہ میں جب لشکر نے کوچ کی تیاری شروع کی تو میں رفع حاجت کے لیے باہر چلی گئی' اور جب پلٹنے لگی تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر پڑا ہے' میں اس کی تلاش میں لگ گئی اور قافلہ روانہ ہو گیا اور محافظوں نے میرا ہودج اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیا' میں جب ہار لے کر پلٹی تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو گیا ہے اور میرا ہودج اونٹ پر چلا گیا ہے۔ میں ناچار کپڑا اوڑھ کر وہیں لیٹ گئی اور سوچا کہ آگے چل کر جب مجھے نہ پائیں گے تو میری تلاش میں خود ہی واپس آ جائیں گے۔ اسی حالت میں مجھے نیند آ گئی۔ صبح کے وقت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے کیونکہ نزول حجاب سے قبل وہ بارہا مجھے دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے اپنا اونٹ روک لیا اور لا کر میرے پاس بٹھا دیا' میں اونٹ پر سوار ہو گئی اور وہ نکیل پکڑ کر روانہ ہو گئے اور دوپہر کے وقت قافلہ قیام کر رہا تھا کہ ہم وہاں پہنچ گئے۔

اس پر ابن ابی منافق اور اس کے ساتھیوں نے مجھ پر تہمت لگا دی۔ اس بہتان کی خبریں اڑیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کانوں تک بھی پہنچ گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو گئے اور افواہوں کا یہ سلسلہ ایک مہینے تک جاری رہا' اور اس میں منافقین کے علاوہ مسطح' حسان بن ثابت شاعر اور حمنہ بنت جحش (حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بہن) کے نام بھی مذکور ہیں۔ اوس و خزرج کے لوگ انتشار و افتراق کا شکار ہو گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے میری براءت کا اعلان فرمایا' گو میں اپنے متعلق یہ سوچ بھی نہ سکتی تھی کہ وحی کے ذریعہ سے میری برات کا اعلان ہو گا جو قیامت تک پڑھی جائے گی۔

اس واقعہ کے تحت مولانا آزاد نے ایک اصولی مبحث کی طرف اشارہ کیا ہے:

"جنگ کا زمانہ پر آشوب بالخصوص فن روایت کے اختلال و بے اثری کا ایک ایسا عہد مشؤم ہوتا ہے جب تاریخ و وقائع نگاری کی حقیقت بالکل معدوم ہو جاتی ہے۔ نفس انسانی کی کمزوریاں پوری طرح کام کرنے لگتی ہیں اور فن روایت اس عہد میں آ کر بالکل بے کار رہ جاتا ہے۔ محدثین اسلام نے اگرچہ ان روایتوں کے متعلق کوئی جدید قاعدہ وضع نہیں کیا' بلکہ جرح و تعدیل کے جو عام اصول ہیں' انہی کو ان

وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَاۤ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۴﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ
وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖۗ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿۱۵﴾

---

مہلتوں پر مہلتیں دیتا ہے اور آخرت میں اس کی رحمت بخشنے والی ہے' تو جس بات کے پیچھے تم پڑ گئے تھے' اس کی وجہ سے ضرور تمہیں کوئی سخت عذاب آ لگتا۔

(۱۵) تم یہ بات (بے سوچ سمجھے) ایک دوسرے سے نقل کرنے لگے۔ تم اپنے منہ سے ایسی بات نکالنے لگے جس کے لیے تمہارے پاس کوئی علم نہ تھا۔ تم نے اسے ایک ہلکی سی بات سمجھا' حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی ہی سخت بات تھی!

---

روایتوں کا بھی معیار بنایا ہے۔ لیکن قرآن مجید نے ان روایتوں کی طرف خاص اعتناء کیا ہے اور ان کے قبول کرنے سے جا بجا ممانعت کی ہے۔ جن روایتوں میں کسی فریق کے بغض و انتقام کی علانیہ جھلک نظر آتی ہے' ان کے متعلق قرآن نے عام حکم دے دیا کہ ان روایتوں کی تحقیق کی ضرورت ہی نہیں۔ اس قسم کے موقعوں پر راویوں کی ثقاہت و عدم ثقاہت سے کوئی بحث نہیں کرنی چاہیے بلکہ سننے کے ساتھ ہی شدت سے انکار کر دینا چاہیے۔ چنانچہ منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو متہم کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ذرائع سے اس کی تحقیق کی جب اس پر بھی تسکین نہ ہوئی تو ایک مہینے تک وحی کا انتظار کیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برات میں دس آیتیں نازل فرمائیں۔ ایک آیت یعنی ۱۲ میں اس روایت کی تحقیق پر اظہار عتاب بھی فرمایا۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایک فریق کی خباثت اخلاق اور دوسرے کی طہارت نفس کا اثر بھی روایتوں پر پڑتا ہے۔ چونکہ زمانہ جنگ میں اس قسم کے حیثیانہ اخلاق کے نتائج کا ظہور عموماً ہوتا رہتا ہے اس لیے اس قسم کی روایتوں کے متعلق کسی تحقیق و تفتیش کی ضرورت ہی نہیں۔ اصلاً اس پر کان ہی نہیں دھرنا چاہیے۔"

۹ اس واقعہ کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا کردار ابھر کے سامنے آ گیا۔ بداندیش لوگوں کی نشاندہی ہوئی' معاشرتی اصلاح کے لیے قوانین و ضوابط نازل ہوئے اور مسلمان کو ایسی ہدایات سے نوازا گیا۔ جن پر عمل کر کے ایک مسلم معاشرے کو ہمیشہ کے لیے برائیوں کی پیداوار سے محفوظ رکھا اور فحاشی کو روکا جا سکتا ہے۔ اس بنا پر قرآن نے مسلمانوں کی تسلی اور تشفی کے لیے فرمایا کہ گو بظاہر یہ واقعہ بڑا شرمناک ہے لیکن اس سے نقصان کے بجائے فوائد ہی حاصل ہوں گے۔

۱۰ آیت میں "وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ" میں اشارہ عبداللہ بن ابی کی طرف ہے جو اس جتھے کا سرغنہ تھا۔ اس کی سب سے بڑی خباثت یہی تھی کہ لوگوں کو ابھارتا اور دوسروں سے اس کی اشاعت کرواتا' اس بنا پر اسے سزا بھی سب سے بڑھ کر ملے گی۔ اور آیت نمبر ۱۶ میں نصیحت فرمائی کہ اول تو دوسرے مسلمان کے متعلق دل میں بدظنی نہیں آنی چاہیے اور اگر دل میں ایسا خیال آ بھی جائے تو ایسی ناپاک بات زبان پر نہ لائی جائے' اور صاف کہہ دے کہ یہ بہتان عظیم ہے۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ
اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ
يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ ع ٨
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ
وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ

---

(۱۶) جب تم نے ایسی (نالائق) بات سنی تھی تو کیوں نہ بول اٹھے "ہمیں زیبا نہیں کہ ایسی بات منہ سے نکالیں' خدایا! تیرے لیے پاکی ہو! یہ تو بڑا ہی سخت بہتان ہے!" (۱۷) اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے' اگر تم مومن ہو تو پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا۔[11] (۱۸) وہ (حق کی) نشانیاں تم پر واضح کر دیتا ہے' وہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ (۱۹) جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں شرمناک برائیوں کا چرچا پھیلے' ان کے لیے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہوگا اور آخرت میں بھی۔ یاد رکھو! اللہ سب کچھ جانتا ہے' تم کچھ نہیں جانتے۔[12] (۲۰) اور (پھر دیکھو! کیا ہوا؟) اگر اللہ کا فضل تم پر نہ ہوتا' اگر اس کی رحمت چارہ سازی نہ فرماتی' اگر ایسا نہ ہوتا کہ وہ بڑا ہی شفقت رکھنے والا' بڑا ہی رحمت والا ہے!

(۲۱) مسلمانو! شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو' جو کوئی اس کے قدم بقدم چلا تو (وہ جان رکھے) شیطان اسے شرمناک برائیوں اور ناپسندیدہ کاموں ہی کی راہ چلائے گا۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور اس کی رحمت تمہیں اپنے سایہ میں نہ لے لیتی تو تم میں ایک آدمی بھی ایسا نہ نکلتا جو کسی حال میں بھی پاک و صاف ہو سکتا۔ مگر ہاں! اللہ جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے۔ وہ (سب کچھ) سننے والا' (سب کچھ) جاننے والا ہے۔

---

[11] آیت نمبر ۱۷' ۱۸ میں فرمایا کہ اہل ایمان کو چاہیے کہ دوبارہ بد باطن منافقین کے چکروں میں نہ آئیں' پیغمبر علیہ السلام اور ان کے گھرانوں کی عظمت و شان کو ملحوظ رکھیں اور پہلی آیات میں جو پند و نصائح اور صاف صاف احکام بیان ہوئے ہیں ان پر عمل کریں کیونکہ اللہ علیم و حکیم ہے اور اس نے نہایت حکمت و دانائی سے تمہیں یہ ہدایات دی ہیں۔

مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢١﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى
وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٢﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ

---

(۲۲) اور (دیکھو!) تم میں جو لوگ بزرگی رکھنے والے اور صاحب مقدرت ہیں وہ ایسا نہ کریں کہ رشتے داروں، مسکینوں اور راہ خدا میں ہجرت کرنے والوں کی مدد سے اپنا ہاتھ کھینچ لیں۔ انہیں چاہیے کہ ان کے قصور بخش دیں اور (ان کی کوتاہیوں سے) در گزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے، اللہ تمہارے قصور بخش دے؟ اللہ تو بڑا ہی بخشنے والا، رحمت والا ہے! [۱۳]

(۲۳) جو لوگ پاک دامن عورتوں پر، کہ ایسی باتوں سے محض بے خبر ہیں اور اللہ پر ایمان رکھتی ہیں، تہمت لگاتے ہیں تو (یاد رکھو!) ایسے لوگوں پر دنیا اور آخرت دونوں میں پھٹکار پڑی اور انہیں ایک بڑے ہی سخت عذاب سے دوچار ہونا ہے!

(۲۴) اس دن (ان کا کیا حال ہوگا) جب کہ ان کے خلاف خود ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔

---

۱۲ اس کے بعد آیت ۱۹ میں ان منافقین کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ اس طرح الزام تراشیاں کر کے مسلم معاشرے میں بے حیائی پھیلاتے ہیں اور اہل ایمان کی حرمت و آبرو پر حملے کرتے ہیں، وہ دنیا و آخرت میں سخت عذاب کے مستحق ہیں۔ دنیا میں تو حد قذف اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے۔ فی زمانا فحاشی کو فروغ کے جس قدر اڈے قائم کیے گئے ہیں وہ سب اسی ضمن میں آتے ہیں۔ قرآنی معاشرہ قائم کرنے کے لیے ان سب کو دبانا اور مٹانا ضروری ہے، کیونکہ ان اعمال کا ارتکاب شیطان کے نقش قدم پر چلنے کے مترادف ہے جس سے فحش اور بدی کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔

پھر یہاں روایت کو پرکھنے کا ایک اصول بھی سمجھا دیا کہ جس شخص کی عفت مسلمہ ہو اس کے متعلق اگر بدگمان لوگ اپنے بغض و عناد کا اظہار کرتے ہوئے کوئی تہمت تراشیں تو مؤمنین کو چاہیے کہ اس قسم کی افواہوں کی بلا تامل تکذیب کریں اور کسی طور پر اس پر کان نہ دھریں۔

۱۳ جیسا کہ مندرجہ بالا آیات میں ''اہل افک'' کو تنبیہ و تادیب کی گئی ہے، اسی طرح آیت نمبر ۲۲ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تادیب کی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت نازل ہوئی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اب مسطح بن اثاثہ (جو ان کے خالہ زاد بھائی تھے) کے ساتھ مالی تعاون نہیں کریں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جذبہ اطاعت دیکھیے کہ انہوں نے اسی وقت مسطح رضی اللہ عنہ کا وظیفہ بحال کر دیا اور کہا کہ ہم ضرور چاہتے ہیں کہ اللہ ہمیں معاف فرمائے۔

بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٤﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿٢٥﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ
لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ
مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ ع
بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾

---

کہ ان کے کرتوت کیسے کچھ رہ چکے ہیں- (۲۵) اس دن اللہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ انہیں دے گا' ایسا بدلہ جو ٹھیک ٹھیک انہیں ملنا چاہیے- پھر اس دن وہ جان لیں گے کہ اللہ ہی کی ہستی سچائی ہے' بے پردہ آشکارا سچائی-

(۲۶) گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہوئیں' گندے مرد گندی عورتوں کے لیے' پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے (ایسا نہیں ہوسکتا کہ گندگی اور پاکی ایک دوسرے سے میل کھائیں) ایسے پاک افراد ان باتوں سے مبرا ہیں' جو لوگوں نے ان کے بارے میں کہی ہیں- ان کے لیے (آخرت میں) بخشش ہے اور (دنیا میں) عزت کی معیشت[14] (۲۷) مسلمانو! اپنے گھر کے سوا کسی دوسرے کے گھر میں اس وقت تک قدم نہ رکھو جب تک حال معلوم نہ کرلو (یعنی اجازت نہ لے لو) اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو- اس میں تمہارے لیے بہتری ہے اور یہ اس لیے ہے کہ تم غفلت میں نہ پڑو-[15]

---

تواتر سے یہ ثابت ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ امت میں صاحب فضیلت تھے اور دین و ایمان میں ذی شان ہونے کے علاوہ صاحب وسعت بھی تھے اور لوگوں پر احسان کیا کرتے تھے جو بہت بڑی نیکی ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ کی معیت حاصل ہوتی ہے ﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴾ اور حدیث میں ہے ''بہتر وہ ہے جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے'' معلوم ہوا کہ اس لحاظ سے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہتر تھے- نیز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ مسلمان ہوتے ہی وہ اسلام کے داعی بن گئے اور بہت سے کبار صحابہؓ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام قبول کیا- رضی اللہ عنہ-

مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ آیت ۲۲ کے تحت لکھتے ہیں:

''آیت ۲۲ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ معاشرتی زندگی کے اخلاقی فرائض کے لیے قرآن حکیم کا معیار عمل کس درجہ بلند ہے! فرمایا: اگر خدا نے تمہیں استطاعت دی ہے اور تم اپنے قرابت دار حاجت مندوں اور مسکینوں کی اعانت کرتے ہو تو تمہارا فرض ہے کہ ہر حال میں ان کی اعانت کرو- تمہارے لیے کسی طرح یہ بات جائز نہیں کہ ان کے کسی قصور اور جرم سے خشمگیں ہو کر دست اعانت کھینچ لو اور عہد کرلو کہ ایسے نالائقوں کی کبھی مدد نہیں کرو گے' ان کا جرم کتنا ہی سخت ہو مگر تمہارے عفو و درگزر کو کوتاہ نہیں ہونا چاہیے- یہاں ہر حال میں اصل عمل عفو و بخشش ہے نہ کہ غضب و انتقام! کیا تم اس کے طلبگار نہیں کہ خدا تمہارے قصور بخش دے؟ لیکن اگر تم اس کے بندوں کے قصور نہیں بخش سکتے تو تمہیں

فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا
فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا
بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾
قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۭ

---

(۲۸) پھر اگر (ایسا ہو کہ) گھر میں کسی کو نہ پاؤ (یعنی کوئی جواب نہ ملے' یا تمہیں معلوم ہو کہ گھر خالی ہے) تو جب تک تمہیں اجازت نہ مل جائے اس میں قدم نہ رکھو- اور اگر تمہیں جواب ملے "لوٹ جاؤ (یہ ملنے کا موقع نہیں)" تو بلا تامل لوٹ جاؤ- اس طرح لوٹ آنا تمہارے لیے زیادہ پاک نفسی کی بات ہوگی- اور (یادرکھو!) تم جو کچھ کرتے ہو' اللہ کے علم سے پوشیدہ نہیں!

(۲۹) اگر ایک مکان غیر آباد ہے اور اس سے تمہیں کچھ فائدہ اٹھانا ہے' تو کوئی گناہ کی بات نہیں' اگر ایسے مکان میں (بغیر باقاعدہ اجازت کے) چلے جاؤ- یادرکھو' تم جو کچھ کھلم کھلا کرتے ہو اور جو کچھ چھپا کر کرتے ہو' سب کچھ اللہ جان رہا ہے![1]

(۳۰) (اے پیغمبر!) مسلمان مردوں سے کہہ دے: (عورتوں کے سامنے آئیں تو) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کی نگہداشت سے غافل نہ ہوں!"

---

کیا حق ہے، اپنے قصوروں کے لیے اس کی بخشش کی طلب گاری کرو؟

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہؓ کو جب معلوم ہوا کہ ان کے بعض رشتے داروں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خلاف بہتان لگانے میں حصہ لیا ہے تو انہوں نے قسم کھالی ایسے لوگوں کو آیندہ کچھ مدد نہ دیں گے- چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ایک رشتے دار مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ کی اعانت سے ہاتھ کھینچ لیا تھا- اس پر یہ آیت نازل ہوئی-

"ولا یاتل" کا ترجمہ عام طور پر یہ کیا گیا ہے کہ "قسم نہ کھائیں" اور اسے "اِلیۃ" سے مشتق سمجھا گیا ہے' جس کے معنی قسم کے ہیں-

لیکن زیادہ قوی بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ قصر اور کمی کرنے کے معنوں میں بولا گیا ہو اور "الوت فی کذا' اذا قصرت" سے ماخوذ ہو- چنانچہ عام طور پر بولتے ہیں: لم آل جھدا' ای لم اقصر' ومنہ قول الشاعر:

وما المرء ما دامت حشاشة نفسه بمدرك اطراف الخطوب ولا آل

سب سے زیادہ قوی قرینہ اس کی تائید میں یہ ہے کہ خود قرآن حکیم نے دوسری جگہ یہ مادہ اسی معنی میں استعمال کیا ہے: ﴿ لا یالونکم خبالا ﴾ (۳: ۱۱۸)

[1] آیت نمبر ۲۶ کا تعلق بھی "قصہ افک" سے ہے اور اس کا مقصود بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عفت ونزاہت کو ثابت کرنا ہے یعنی

حضرت عائشہ پیغمبر علیہ السلام کی بیوی ہیں اور بیوی بھی وہ جسے خصوصی امتیاز حاصل ہے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس قسم کا فعل بد صادر ہو اس بناء پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پیغمبر کی بیوی کبھی بدکار نہیں ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ناموس کی حفاظت فرماتا ہے۔ بعض نے "الخبیثات" اور "الطیبات" سے اقوال وکلمات مراد لیے ہیں یعنی اس قسم کی الزام تراشیاں کرنے والے خبیث اور گندے لوگ ہیں' پاکیزہ اخلاق لوگوں کے لیے یہ باتیں زیب نہیں دیتیں۔ لہٰذا یہ بدقماش لوگ اگر پاکباز لوگوں پر کیچڑ اچھال رہے ہیں تو اس کی کچھ اہمیت نہیں ہے بلکہ یہ تو اپنی خباثت کا ثبوت پیش کر رہے ہیں۔

آیت ۲۶ پر پچھلا بیان ختم ہو گیا۔ فرمایا: ازدواجی تعلقات ومعاملات کے بارے میں اصل یہ ہے کہ ہمیشہ ہم جنس طبیعتیں ایک دوسرے سے میل کھائیں گی' پاکی اور گندگی کا باہم پیوند نہیں لگ سکے گا۔ نیک عورت نیک مرد کے ساتھ خوش رہے گی' نیک مرد نیک عورت کے ساتھ خوشحال ہو گا۔ جو پاک دامن ہیں انہیں فتنہ پردازوں کے جھوٹے الزام عیبی نہیں بنا سکتے۔ اور جو عیبی ہیں وہ کبھی کسی کے کہے سے پاک دامن نہیں بن جائیں گے۔"

۱۵ ابتدا سورہ سے یہاں تک ان احکام وحدود کا بیان ہوا ہے جن سے معاشرہ میں پیدا شدہ برائیوں کا تدارک کیا جا سکتا ہے اور اب یہاں آیت ۲۷ سے ان آداب واحکام کا بیان ہو رہا ہے جن کی رعایت سے معاشرتی برائیوں کا سدباب ہو سکتا ہے گویا ان احکام وآداب کی حیثیت "واقعہ افک" کے تتمہ کی ہے۔ استیناس دراصل اس انس کو کہتے ہیں جو ہم نشینی کے بعد پیدا ہوتا ہے' لیکن یہاں پر اس کے معنی استیذان یعنی اجازت لینے کے ہیں اور آیت کے الفاظ میں تقدم وتاخر ہے ﴿ حتی تسلموا علی اھلھا وتستاذنوا ﴾ یعنی جب تک کہ گھر والوں پر سلام کہنے کے بعد ان سے اجازت حاصل نہ کرو۔ جاہلیت میں رواج یہ تھا کہ تحیہ وسلام کے بعد اجازت کا انتظار نہ کرتے اور اندر داخل ہو جاتے۔ اس میں چونکہ بہت سی خرابیاں تھیں اس لیے قرآن نے پابندی لگا دی کہ سلام کہنے کے بعد اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اور حدیث میں ہے ایک مرتبہ سلام کہنے کے بعد جواب نہ آئے تو دوسری مرتبہ سلام کہو' پھر بھی جواب نہ آئے تو تیسری مرتبہ سلام کہو' اور اگر اس کے بعد بھی جواب نہ آئے تو واپس چلے آؤ (اذا استاذن احدکم ثلاثا فلم یوذن له فلیرجع) اور یہ محاسن آداب سے ہے' اور سلام کہنا تو حقوق مسلم میں داخل ہے۔ ہاں زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا یا صاحب خانہ کو چیخ کر پکارنا خلاف ادب ہے۔

"آیت ۲۷ سے سلسلہ بیان نے یہ رخ اختیار کیا ہے کہ معاشرتی زندگی کی شائستگی اور انضباط کے لیے چند بنیادی حدود ضروری ہیں' اور ضروری ہے کہ لوگ سختی کے ساتھ ان کی پابندی کریں۔ جو سوسائٹی ان حدود سے بے پروا ہو جائے گی وہ اخلاقی پاکیزگی کا اعلیٰ معیار قائم نہیں رکھ سکے گی۔

ماقبل سے ان احکام کا ربط واضح ہے۔ پہلے زنا کے جرم کی شناعت واضح کی۔ پھر اسی طرح بہتان تراشی کو سخت ترین جرم قرار دیا۔ اب میل جول' آمد ورفت اور مرد وعورت کے باہمی اختلاط کے ان احکام پر زور دیا ہے جن سے معاشرتی زندگی کی اخلاقی فضا زیادہ سے زیادہ پاکیزہ ہو جائے اور اس طرح کے جرائم کو سر اٹھانے کا موقع ہی نہ ملے۔

۱۶ آیت ۲۹ میں ﴿ فیھا متاع لکم ﴾ ہے۔ اور "متاع" کا مطلب اردو فارسی کے تمام مترجموں نے "مال واسباب" ٹھہرایا

ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ
وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى
جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ
اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا
عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْٓا

---

یہ ان کے لیے زیادہ پاک نفسی کا طریقہ ہوگا - وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ کے علم سے پوشیدہ نہیں-[17]

(۳۱) اور اسی طرح مسلمان عورتوں سے بھی کہہ دے: (مردوں کے سامنے آئیں تو) نگاہیں نیچی رکھیں' اپنے ستر کی نگہداشت سے غافل نہ ہوں' اپنا بناؤ چناؤ لوگوں کو نہ دکھائیں - مگر ہاں! اسی قدر کہ جو (لازمی طور پر) دیکھنے میں آتا ہے- اپنے سینوں پر اوڑھنی کا پلا ڈالے رہیں - اپنا بناؤ چناؤ صرف اپنے شوہروں ہی کے سامنے کھلا رکھیں' یا پھر باپ ہو' خسر ہو' بیٹا ہو' شوہر کا لڑکا ہو' بھائی ہو' بھتیجا ہو' بھانجا ہو' خاندان کی عورتیں ہوں - یا لونڈی غلام ہوں' گھر کے ایسے خادم ہوں جنہیں (عورتوں کی) کوئی طلب نہیں (یعنی بوڑھے خدمت گار)' کم سن لڑکے ہوں جو ابھی عورتوں کے پردے کی باتوں سے آگاہ نہیں ہوئے - نیز (راہ میں چلتے ہوئے) اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ زینت کی چیزیں جو اندر پہنے ہوئے ہیں ان سے لوگ باخبر ہو جائیں (یعنی پازیب کی جھنکار نہ اٹھے) اور مسلمانو! (اصل کام تو یہ ہے کہ) تم سب (خواہ مرد ہو خواہ عورت) اللہ کے حضور اپنی لغزشوں اور غفلتوں سے) توبہ کرو تا کہ (دین و دنیا میں) کامیاب ہو-[18]

---

ہے- لیکن بات بنتی نہیں - ذکر غیر آباد مکانوں کا ہے - ایسی جگہوں میں کوئی اپنا مال اسباب رکھنے کیوں لگا اور اس کے لیے جانے کی ضرورت کیوں پیش آنے لگی؟ دراصل یہاں ''متاع'' لغوی معنوں میں مستعمل ہوا ہے جیسا کہ قرآن مجید نے ہر جگہ استعمال کیا ہے- یعنی فائدہ اٹھانے اور متمتع ہونے کے معنی میں - مطلب یہ ہے کہ کوئی غیر آباد مکان ہو اور تمہیں اس میں جانے کی ضرورت پیش آ جائے' تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے:

''قال العطاء: المراد بها الحرب التی یدخلها الناس للبول والغائط-'' (ابن کثیر)

إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾ وَأَنكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَالصّٰلِحِينَ
مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِن يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿٣٢﴾
وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ ۗ

---

(۳۲) اور تم میں جو عورتیں بغیر شوہر کے ہوں [۱۹] (انہیں بٹھائے نہ رکھو) ان کا نکاح کر دو- اور تمہارے زیر دستوں میں (یعنی لونڈی غلاموں میں) جو نیک چلن ہوں ان کا بھی نکاح کر دو- اگر وہ محتاج ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے انہیں تونگر کر دے گا- اللہ تو بڑی ہی وسعت رکھنے والا' (سب کچھ) جاننے والا ہے- [۲۰]

(۳۳) اور جو لوگ نکاح کا مقدور نہیں رکھتے' انہیں چاہیے' ضبط کریں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں صاحب مقدور کر دے-

---

۱۷ لہٰذا کسی مرد یا عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی غیر محرم کو بنظر شہوت دیکھے' حدیث میں ہے کہ اس طرح غیر محرم کو دیکھنا آنکھوں کا زنا شمار ہوتا ہے' پہلی نظر اچانک پڑ جائے تو معاف ہے- مگر دوسری معاف نہیں ہے- دراصل نظر ہی ایک ایسی چیز ہے جس سے تمام فتنوں کے دروازے کھلتے ہیں اور زنا کاری کے لیے راستہ ہموار ہوتا ہے- اس بناء پر قرآن حکیم نے بے حیائی کے انسداد کے لیے اسی پر پابندی لگائی ہے-

غض بصر کے اس حکم سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ عورتیں کھلے چہرے چل پھر سکتی ہیں کیونکہ اس آیت میں چہرہ پر نقاب کے باوجود آوارہ نظر بازی سے منع فرمایا گیا جو خیالات کو پاکیزہ رکھنے کے لیے ضروری ہے-

۱۸ پھر آیت نمبر ۳۱ میں غض بصر اور حفظ ستر کے علاوہ عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ یہ حکم دیا گیا کہ ان مذکورہ محارم کے علاوہ کسی کے سامنے اپنی زیبائش کی چیزیں ظاہر نہ کریں' ہاں جو زیبائش از خود ظاہر ہو تو بحالت مجبوری اس کے کھلا رہنے میں کچھ مضایقہ نہیں- علماء نے "الاما ظهر منها" کی تفسیر میں فقہی موشگافیاں بھی کی ہیں اور لکھا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ ستر میں داخل نہیں ہیں لہٰذا ان کا کھلا رکھنا جائز ہے مگر یہ بات قابل غور ہے کہ زیر بحث آیت میں ستر کا بیان ہے' حجاب کا نہیں ہے اور حجاب' ستر سے ایک زائد چیز ہے جو غیر محرم اور عورتوں کے درمیان حائل کر دیا گیا ہے- لہٰذا دونوں کے احکام الگ الگ ہیں-

۱۹ "آیت میں "ایامیٰ" کا لفظ ہے- عربی میں "ایم" کا اطلاق ایسی عورت پر ہوتا ہے جس کا شوہر نہ ہو' خواہ باکرہ ہو خواہ بیوہ اور مطلقہ' قال ابو عمرو الکسائی: اتفق اهل اللغة على ان الايم فى الاصل هى المرأة التى لا زوج لها' بكرا كانت اوثيبا- وقال ابوعبيد: يقال: رجل ايم والمرأة ايم- واكثر ما يكون فى النساء وهو كالمستعار فى الرجال- ومنه قول امية بن ابى الصلت -

لله دربنی علی ایم منهم وناکح

(دیوان امیه بن ابی الصلت فی فحول الشعراء' ص ۲۲)

اردو کے مترجموں نے اس کا ترجمہ بیوہ عورتیں کیا ہے۔ ...

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ
مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا
عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ
اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾

---

اور تمہارے زیر دستوں (یعنی غلاموں) میں سے جو لوگ آزادی کا نوشتہ چاہیں اور تم دیکھو ان میں اس کی صلاحیت بھی ہے تو ان سے نوشتے کا معاملہ ضرور کرلو۔

اور چاہیے کہ اللہ کے مال میں سے، جو اس نے دے رکھا ہے، ان کی مدد بھی کرو۔ اور اپنی لونڈیوں کو جو پاک دامن رہنا چاہتی ہیں، محض دنیا کے فائدہ کے لیے حرام کاری پر مجبور نہ کرو۔ اور جو انہیں مجبور کرے گا، اور وہ اپنے کو بے بسی کی حالت میں پائیں گی تو (وہ رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہو جائیں) اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔[۲۱]

(۳۴) (مسلمانو!) ہم نے تمہارے لیے کھلے کھلے احکام نازل کر دیے اور تم سے پہلے جو لوگ گزر چکے ہیں ان کی مثالیں بیان کردیں، نیز ایسی باتیں بھی جن میں پرہیز گاروں کے لیے سرتاسر نصیحت ہے۔[۲۲]

---

۲۰ تجرد کی زندگی سے جو معاشرتی خرابیاں اور ناہمواریاں پیدا ہوتی ہیں ان کا سد باب کرنے کے لیے قرآن نے ازدواجی زندگی پر زور دیا ہے بلکہ غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح کر دینے پر بھی ترغیب دی ہے بشرطیکہ ان میں ازدواجی زندگی کے نباہ کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔ ایک صالح معاشرے کے لیے یہ بات زیب نہیں دیتی کہ آمدنی کی کمی کی وجہ سے ازدواجی زندگی سے دل چرائیں کیونکہ ازدواجی زندگی بہت سی برکات پیدا کرتی ہے اور بعض اوقات میاں بیوی کی مشترکہ کوششیں ایک خاندان میں خوشحالی کا موجب بن جاتی ہیں اور برے حالات اچھے حالات میں تبدیل ہو جاتے ہیں، لہٰذا فضل الٰہی پر بھروسہ کرتے ہوئے ہر مجرد شخص کو چاہیے کہ ازدواجی زندگی کی ذمہ داریوں کو قبول کرے۔ بہت سی احادیث میں نکاح کر لینے کی ترغیب آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نوجوانو! تم میں سے جو شخص شادی کرسکتا ہے اسے بلا پس و پیش کرلینی چاہیے کیونکہ یہ نگاہ کو بدنظری سے بچانے اور باعفت زندگی بسر کرنے کا موجب بنتی ہے'' اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین آدمیوں کی اللہ ضرور مدد کرتا ہے، ان میں سے ایک وہ ہے جو پاک دامن رہنے کے لیے نکاح کر لیتا ہے۔''

مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ آیت ۳۲ کے تحت لکھتے ہیں:

''زنا کے سد باب کی کوئی کوشش سودمند نہیں ہو سکتی اگر وہ ان رکاوٹوں کو دور نہیں کر دیتی جو نکاح کی راہ میں پیدا کر دی گئی ہوں۔ یہ

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ

(۳۵) اللہ کی ہستی آسمان اور زمین کی روشنی ہے۔ اس کی روشنی کی مثال ایسی سمجھو جیسے ایک قندیل ہے،[۴۳] قندیل میں چراغ، چراغ شیشے کے کنول میں، شیشے کا کنول اس درجہ صاف و شفاف جیسے ایک چمکتا ہوا ستارہ

رکاوٹیں دوراہوں سے آتی تھیں: مذہب کی راہ سے کہ لوگوں نے رہبانیت کو روحانی سعادت کے حصول کا ذریعہ سمجھ لیا تھا اور مردوں کی جنسی خود پرستی اور ذاتی غرض مندی کی راہ سے کہ متعدد حالتوں میں عورتوں کو نکاح سے باز رکھنا چاہتے تھے۔ ازاں جملہ ایک حالت بیوگی کی تھی۔ چنانچہ یہاں آیت ۳۲ میں خصوصیت کے ساتھ نکاح کے اہتمام کا حکم دیا اور فرمایا، جو جوان عورتیں بغیر شوہر کے ہوں، خواہ باکرہ ہوں خواہ رانڈ ان کا نکاح کردو بٹھائے رکھنے کے خواہش مند نہ ہو۔

ساتھ ہی لونڈی غلاموں کے نکاح کے اہتمام کا بھی حکم دیا۔ عرب کے گھر گھر میں لونڈی غلام بسے ہوئے تھے۔ قرآن یہ رسم مٹانی چاہتا تھا۔ لیکن جو لوگ اس حالت میں مبتلا ہو چکے تھے، ضروری تھا کہ پہلے ان کے حقوق و مصالح کی اہمیت کا عام اعتراف دلوں میں پیدا کر دیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ احکام و مواعظ میں ہر جگہ ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔''

[۴۲] آیت ۳۳ میں ایک بہت بڑے انسانی حقوق کے مسئلہ کا حل کیا ہے جو عالمی برادری میں آئینی حیثیت اختیار کر چکا تھا، یعنی غلاموں کی آزادی اور اس کو معاشرے میں مساوی حقوق دلانے کے لیے پہلا قدم کہ جو غلام ہنر مند ہوں اور محنت کر کے آسان قسطوں پر اپنی قیمت ادا کر سکتے ہوں ان کو رہا کر دیا جائے اور مقررہ قسطوں پر ان سے قیمت وصول کر لی جائے۔ عربی میں اس شرط پر رہائی کو مکاتبت کہا جاتا ہے قرآن نے غلاموں کی رہائی کے لیے تدریجی قدم اٹھایا ہے کیونکہ اس وقت معاشی اور معاشرتی نظام ان غلاموں پر چل رہا تھا۔ لہٰذا اگر یکدم حقوق ملکیت ساقط کر دیے جاتے تو معیشت تباہ ہو جاتی۔ اس ترغیب و تلقین سے لوگوں کو اس بات پر ابھارا کہ طوعاً و کرہاً غلاموں کو آزاد کریں۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر اس اخلاقی تلقین کا اس قدر گہرا اثر ہوا کہ لوگ کثرت سے غلام آزاد کرنے لگ گئے اور خلفائے راشدین کے زمانہ اختتام تک تقریباً تمام موجود غلام رہا ہو چکے تھے اور آئندہ کے لیے صرف جنگی قیدیوں کو غلام بنانے کی صرف اس صورت میں اجازت دی کہ ان کی حکومت قیدیوں کا تبادلہ نہ کرے یا معاوضہ ادا کر کے ان کو چھڑانے پر راضی نہ ہوں لیکن ساتھ ہی اسلامی معاشرہ میں ان کو اس قدر سہولتیں دی گئیں کہ سوسائٹی میں ان کے حقوق محفوظ کر دیے جن کی تفصیلات کتب احادیث میں مذکور ہیں اور محدثین نے غلاموں کے احکام بیان کرنے کے لیے اپنی کتابوں میں مستقل عنوان قائم کیے ہیں جو تدریجاً غلاموں کے متعلق اسلامی آئین میں ترمیم پر منتج ہوتے ہیں۔

مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّ لَا غَرْبِیَّةٍ یَّكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ
لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ
لِلنَّاسِ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۳۵﴾ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ
یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ

---

زیتون کے مبارک درخت کے تیل سے اسے روشن کیا گیا' (اس کی روشنی) نہ تو پورب کے رخ (ہوئی) نہ پچھم کی طرف' تیل کی صفائی کا یہ حال کہ اگر آگ نہ چھوئے' جب بھی معلوم ہو' آپ ہی آپ روشن ہو جائے گا' گویا ایک روشنی پر دوسری روشنی ہوئی! اللہ جسے چاہتا ہے اپنی روشنی کی راہ پر لگا دیتا ہے[44] اور وہ لوگوں کے سمجھنے بوجھنے کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے' اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں[(1)] (۳۶) ان گھروں میں جن کے لیے اللہ نے حکم دیا کہ بلند کیے جائیں اور ان میں اس کا نام لیا جائے' لوگ صبح و شام اس کی تسبیح میں زمزمہ سنج رہتے ہیں[45][(2)] (۳۷) ایسے لوگ جنہیں کوئی دھندا اس کی یاد سے اور نماز کے اہتمام اور زکوۃ کی

---

"اگر غلام اور آقا میں اس طرح کا سمجھوتا ہو جاتا تھا کہ غلام محنت مزدوری کر کے یا کسی دوسرے ذریعہ سے ایک خاص رقم آقا کو ادا کر دے گا اور اس کے معاوضے میں وہ اسے آزاد کر دے گا تو اسے "مکاتبہ" کہتے تھے' یعنی آپس میں آزادی کا نوشتہ ہو گیا- قرآن مجید نے غلامی کی رسم مٹانے کے لیے جو تدریجی اصلاحات شروع کی تھیں ان میں ایک اصلاح یہ بھی تھی کہ مکاتبت کی درخواست منظور کر لینے کا حکم دیا-

چنانچہ یہاں آیت ۳۳ میں ان کے نکاح کا حکم دیتے ہوئے اس بات پر بھی زور دیا اور فرمایا: نہ صرف ان کی درخواست منظور کر لینا ضروری ہے بلکہ اس کے لیے انہیں مالی مدد بھی دینی چاہیے- مال کو "مال اللہ" کہہ کر یہ حقیقت یاد دلا دی کہ مال جو کچھ ہے اللہ ہی کا دیا ہوا ہے- پس اس میں اس کے بندوں کا بھی حق ہے-

کلدانیوں' ہندوؤں اور رومیوں کی طرح عربوں میں بھی یہ طریقہ عام تھا کہ لونڈیوں سے پیشہ کراتے تھے اور ان کی کمائی کھاتے تھے-

---

(۱) "الہلال" ۳۰ر جولائی ۱۹۱۳ء ص ۱۸ اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"اللہ ہی کے نور سے آسمان اور زمین کی روشنی ہے- اس کے نور کی مثال ایسی سمجھو جیسے ایک طاق میں چراغ' اور چراغ بلور کی قندیل میں- قندیل اس قدر صاف شفاف ہے گویا موتی کی طرح چمکتا ہوا ایک درخشندہ ستارہ- پھر اس چراغ کی روشنی ایک ایسے شجرۂ مبارکہ زیتون کے تیل سے ہے جو نہ مغربی ہے اور مشرقی' اس کے تیل میں ایک عجیب خاصیت ہے کہ اپنے مشتعل ہونے میں وہ آگ کا محتاج نہیں آگ اسے نہ بھی چھوئے تاہم وہ آپ سے آپ جل اٹھے گا- اس کے نور کا حال کیا کہا جائے وہ نور علیٰ نور ہے- اور اللہ کے ہاتھ میں ہے' وہ جسے چاہے اپنے نور کی طرف ہدایت بخش دے- چراغ کا بیان دراصل ایک مثال تھی اور اللہ لوگوں کو سمجھانے کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر شے کی حالت سے واقف ہے"-

(۲) "الہلال" ۱۵ر اکتوبر ۱۹۱۳ء ص ۸ میں آیت ۳۶ کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"یہ چراغ ایسے گھروں میں روشن کیا جاتا ہے' جن کی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کی عظمت کی جائے اور ان میں اللہ کا ذکر اور اس کے نام کی تقدیس ہو' ان میں اللہ

اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾

لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ

حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ

لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾

---

ادائیگی سے غافل نہیں کرسکتا' نہ تو سوداگری کا کاروبار نہ جنس ومال کی بکری- وہ اس (آنے والے دن سے ڈرتے ہیں جس کی ہولناکی سے دل الٹ جائیں گے اور آنکھیں پھری کی پھری رہ جائیں گی (۳۸) (وہ یہ سب کچھ کیوں کرتے ہیں؟) اس لیے کہ اللہ انہیں ان کے کاموں کا بہتر سے بہتر بدلہ دے (اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ) اپنے فضل سے ان کا اجر اور زیادہ کردے- وہ جسے دینا چاہتا ہے بے حساب دے دیتا ہے (۳۹) مگر جنہوں نے کفر کی راہ اختیار کی تو (ان کا حال دوسرا ہے) ان کے کاموں کی مثال ایسی ہے جیسے ریگستان میں نظر کا دھوکا [۲۶] کہ پیاسا اسے پانی سمجھ کر دوڑے' مگر جب پاس پہنچے تو کچھ بھی نہ پائے' ہاں! اللہ کو اپنے پاس موجود پائے' جو اس (کی سعی لاحاصل) کا پورا پورا حساب چکا دیتا ہے اور وہ حساب چکانے میں بڑا ہی تیز ہے!- [۲۷] (۱)

---

ان کے نکاح کا حکم دیتے ہوئے آیت ۳۲ میں اس طرف بھی اشارہ کردیا تا کہ اس فساد کا کلی انسداد ہو جائے-"

[۲۲] آیت ۳۳ پر احکام سورت کا پہلا حصہ ختم ہو گیا اور ۳۴ سے سلسلہ بیان تذکیر وموعظت کی طرف متوجہ ہو گیا ہے- تا کہ ازدواجی زندگی اور جنسی پاکیزگی کے جو احکام دیے گئے ہیں ان کے فہم وعمل کے لیے طبیعتیں مستعد ہو جائیں- یہ قرآن مجید کا عام اسلوب بیان ہے کہ وہ احکام ونواہی کو بھی موعظت کے پیرائے میں بیان کرتا ہے' قانون کی کتابوں کی طرح بیان نہیں کرتا-

چنانچہ یہاں فرمایا: قرآن تین طرح کی باتوں پر مشتمل ہے: آیات بینات' پچھلی قوموں کا تذکرہ اور متقیوں کے لیے موعظت- پھر ایک خاص موعظت شروع ہوئی ہے اور یکے بعد دیگرے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں- پہلی ایمان اور ایمان والوں کے کاموں کی ہے- دوسری کفر اور اصحاب کفر کے اعمال کی تشریح آخر میں ملے گی-

[۲۳] روشنی کا قدیم طریقہ یہ تھا کہ چراغ جلا کر طاق میں رکھ دیتے تھے جو دیوار میں اسی غرض سے بنایا جاتا تھا اور اب بھی بنایا جاتا ہے- لیکن بادشاہوں اور امیروں کے یہاں قندیلیں بھی لٹکائی جاتی تھیں- چنانچہ بابل' مصر' روم اور شام کی بے شمار پرانی قندیلیں عجائب خانوں میں موجود ہیں-

عربی میں "مشکوۃ" کے لغوی معنی تو ظرف کے ہیں جس میں کوئی چیز رکھی جائے:

---

(۱) "الہلال" ۴؍ جون ۱۹۱۳ء ص ۶ پر آیت ۳۶ کا ترجمہ یوں کیا ہے-"

"اور جو لوگ منکر ہیں ان کے کام ایسے ہیں جیسے چٹیل میدان میں ریت کہ پیاسا دور سے اسے پانی سمجھ کر دوڑتا ہے مگر جب اس کے پاس آتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا' اس نے پایا تو اللہ کو اپنے قریب پایا جس نے اس کا حساب چکا دیا اور اللہ بہت جلدی حساب کر دینے والا ہے-"

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ

(۴۰) یا پھر ان کی مثال ایسی سمجھو جیسے گہرے سمندر کی اندھیری' اور سمندر کو لہروں (کی چادر) نے ڈھانک رکھا ہو' ایک لہر کے اوپر دوسری لہر - اور لہروں کے اوپر بادل چھایا ہوا - گویا تاریکیاں ہی تاریکیاں ہوئیں - ایک تاریکی پر دوسری تاریکی - آدمی اگر خود اپنا ہاتھ نکالے تو امید نہیں کہ سجھائی دے - اور جس کسی کے لیے اللہ ہی نے اجالا نہیں کیا تو پھر اس کے لیے روشنی میں کیا حصہ ہو سکتا ہے؟[۴۸] (۴۱) کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ آسمان و زمین میں جتنی مخلوقات ہیں'

"اصل المشکوۃ الوعاء یجعل فیه شیء" (ابن سیدۃ)

لیکن پھر اس کا اطلاق اس طاق پر بھی ہونے لگا جس میں چراغ رکھا جائے اور قندیل پر بھی جو لٹکائی جائے - پس یہاں "مشکوۃ" سے مقصود دونوں صورتیں ہو سکتی ہیں - ہم نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر کو ترجیح دی اور "قندیل" ترجمہ کیا - کیوں کہ تمثیل کا مقتضا اجزائے تمثیل کا زیادہ سے زیادہ حسن و توافق چاہتا ہے اور اس کے لیے "قندیل" ہی زیادہ موزوں ہے!"

۴۴ آیت ۳۵ کے تحت مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے مولانا آزاد لکھتے ہیں:

روشنی کے تم بھی متلاشی ہو اور میں بھی - اس لحاظ سے ہم دونوں کا مطلوب و مقصود ایک ہی ہے - لیکن پھر مجھ میں اور تم میں اختلاف حال کا ایک سمندر حائل ہے - تم دوڑتے ہو کہ غیروں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں سے اپنا چراغ روشن کرو - میں پوچھتا ہوں کہ تمہاری شمع کیا ہوئی جس کی روشنی سے تمہارے گھر کا کونہ کونہ منور تھا؟ اس شمع کو کیوں روشن نہیں کرتے؟ یہ کیسی بدبختی ہے کہ جن کے پاس کافوری شمعیں ہیں وہ کسی جھونپڑے کے دیے کو نظر حسرت سے دیکھیں - اسلام آخری دین الٰہی تھا' جس نے نہ صرف احکام شریعت ہی میں بلکہ حیات قومی کی ہر شاخ میں ہمیں سب سے آخری اور سب سے بہتر اصول دیے - دنیا خواہ کتنی ہی بدل جائے لیکن آزمایا جا سکتا ہے کہ ان اصولوں کی صداقت کو بدلنے کی ضرورت نہیں -"

۴۵ آیت ۳۶ میں خدا تعالیٰ نے مساجد کا حقیقی مقصد بتا دیا جس کے لیے وہ موزوں ہیں -

۴۶ "السراب" ما یری فی المفاوز من لمعان الشمس عند اشتداد حر النهار علیٰ صورۃ الماء وسمی سرابا لانه یسرب' ای یجری کالماء -

آیت ۳۵' ۳۸ میں سمجھایا ہے کہ دنیا میں جو بھی ظاہری یا باطنی روشنی پائی جاتی ہے' سب اسی کے نور سے مستفاد ہے اور تمام چیزوں کی نمود اسی کے نور سے ہے - حتیٰ کہ ہدایت و ضلالت کا مدار بھی اللہ کے نور سے مستفیض ہونے اور نہ ہونے پر ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دعا فرمایا کرتے کہ "اللہ! تو ہی آسمان و زمین کو اجالا بخشنے والا ہے اور میرے اعضاء کان' آنکھ' دل اور ہر ہر عضو کو اپنے نور سے منور کر دے اور میرے نور کو بڑھا دے" - امام غزالی نے اپنے رسالہ "مشکوۃ الانوار" میں اس کی خوب تشریح کی

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ

---

ب اللہ کی تسبیح میں سرگرم ہیں' پرندے بھی جو اپنے پر کھولے ہوئے (فضا میں اڑتے رہتے ہیں) سب نے اپنی اپنی عبادت و تسبیح کا طریقہ جان لیا ہے (اور سب اس پر کاربند ہیں۔) اور وہ جو کچھ کرتے رہتے ہیں اللہ کے علم سے پوشیدہ نہیں۔[۲۹] (۴۲) اور آسمان و زمین کی ساری بادشاہت اللہ ہی کے لیے ہے' اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔ (۴۳) کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ یہ اللہ ہی ہے جو ابر کی چادروں کو آہستہ آہستہ چلاتا ہے[۳۰] پھر انہیں آپس میں جوڑ دیتا ہے۔

---

ہے "نور" اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور صفات الٰہی کی کیفیت کو سمجھنا انسانی ادراک سے بالا ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ روشنی مسجدوں کے ساتھ خصوصی تعلق سے حاصل ہوتی ہے اس لیے مساجد کی تعظیم و تطہیر کا حکم دیا اور ان میں صبح و شام کے اوقات میں اللہ کو یاد کیا جائے اور جو لوگ مساجد کی تعظیم بجالاتے ہیں اور ان میں صبح و شام کے اوقات میں اس کا ذکر کرتے ہیں، ان کے دل ہمیشہ ذکر الٰہی سے منور رہتے ہیں اور دنیا میں معاش کی طلب' ذکر الٰہی سے غافل نہیں کرتی۔ یہی شان صحابہ کرامؓ کی تھی جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے، اور انسان کے دل میں یہ صفت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جو مذکورہ اعمال کا پابند ہو اور ہر آن یوم حساب کا خوف اس پر طاری رہے۔

۲۷ قرآن کریم میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے اعمال کو' جن کے اغراض و مقاصد مرضیات الٰہی کی خواہش اور نور صداقت و حق پڑھی سے خالی ہیں، ہمیشہ ان چیزوں سے تشبیہ دی ہے جو اپنے اندر کامیابی کا کوئی نہ کوئی ہنگامی اثر و جلوہ ضرور رکھتی ہے لیکن آخر میں ان کی ناکامی نمایاں ہو جاتی ہے۔ اس آیت میں اعمال ضلالت کی مثال اس شخص کی سی بتلائی جو پیاسا ہو مگر دریا کی جگہ ریگستان کو سمندر سمجھ کر اس کی طرف دوڑے، بالآخر اسے ناکامی اور نامرادی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو۔

۲۸ یا ان کے اعمال ضلالت کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مکمل تاریکی میں گھرا ہوا ہو اور روشنی کی ایک کرن بھی اس تک نہ پہنچ سکتی ہو اور معرفت حق سے بہرہ مند نہ ہو سکتا ہو کیونکہ وہ فطرتاً ہی کجرو اور کور باطن ہے۔ پھر اسے روشنی حاصل ہو تو کیسے۔

۲۹ قرآن مجید نے اس حقیقت پر توجہ دلائی ہے کہ کائنات ہستی میں جتنی چیزیں ہیں سب اللہ کے آگے جھکی ہوئی ہیں' سب اس کی تسبیح و تقدیس میں زمزمہ سنج ہیں' سب اس کی عبادت میں سرگرم ہیں۔ "ولكن لا تفقهون تسبيحهم" (۱۷:۴۴) "تمہیں ان کی تسبیح کی فہم و بصیرت نہیں' تم انہیں عالم تسبیح و تقدیس میں مگر سمجھتے نہیں!"

اس تسبیح و صلوٰۃ کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی تشریح گزشتہ سورتوں کے نوٹوں میں کی جا چکی' خصوصاً بنی اسرائیل کی آیت ۴۴ کے نوٹ میں اور تفسیر سورۂ فاتحہ میں۔ یہاں آیت ۴۱ میں جو مزید اشارات کیے گئے ہیں' ان کی تشریح آخر میں ملے گی۔

۳۰ "یزجی سحابا" ......... "ازجاء" کے معنی کسی چیز کو آہستہ آہستہ چلانے کے ہیں: "الازجاء" - "السوق قليلا قليلا"-

يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ
فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾
يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَ اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ
مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰۤى
اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا

---

پھر انہیں اس طرح کر دیتا ہے کہ ایک تہ پر دوسری تہ چڑھ جاتی ہے اور سب مل جل کر ایک ہو جاتے ہیں۔[۳۱] پھر تم دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے پانی کے قطرے نکل رہے ہیں (اور مینہ کا سماں بندھ گیا ہے) اسی طرح آسمان سے ٹھنڈک کے[۳۲] پہاڑ اتارتا ہے (یعنی برف گرتی ہے اور پہاڑوں کی طرح اس کے تودے جم جاتے ہیں) پھر جس کو چاہتا ہے اس کا اثر پہنچا دیتا ہے، جس کسی سے چاہتا ہے اسے ہٹا دیتا ہے۔ اور اس عالم میں بجلی کی چمک کا یہ حال ہوتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے بس اب آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں۔[۳۳]

(۴۴) (مگر) وہ رات اور دن کا الٹ پھیر کرتا رہتا ہے (اس لیے کوئی حالت بھی یہاں یکساں نہیں رہتی) بلاشبہ اس صورت حال میں ان لوگوں کے لیے بڑی ہی عبرت ہے جو صاحب بصیرت ہیں۔[۳۴]

(۴۵) اور (پھر دیکھو!) یہ اللہ ہی کی کارفرمائی ہے کہ اس نے تمام جانداروں کو پانی سے پیدا کیا۔ ان میں کچھ ایسے ہوئے جو پیٹ کے بل چلتے ہیں، کچھ ایسے ہوئے کہ دو پاؤں سے چلتے ہیں، کچھ ایسے جو چار پاؤں سے چلے۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔[۳۵] (۴۶) بلاشبہ ہم نے ایسی آیتیں نازل کر دی ہیں جو (حقیقت حال) روشن کر دینے والی ہیں۔ اور اللہ جسے چاہتا ہے (کامیابی کی) سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔[۳۶]

(۴۷) اور (دیکھو!) یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس کی اطاعت کی۔

---

انی اتیتك من اهلی و من وطنی

ازجی حشاشة نفس بانها رمق

چونکہ بادل کی چادریں آہستہ آہستہ آتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں، اس لیے بلاغت چاہتی تھی کہ اسی لفظ سے اسے تعبیر کیا جائے۔ افسوس ہے کہ اردو فارسی کے مترجموں نے الفاظ کی لغوی خصوصیات کی بہت کم رعایت کی ہے چنانچہ اس کا ترجمہ بھی محض "رواں کردن" اور "چلانا" اور "ہنکانا" کیا ہے۔ اور اس طرح اصل لفظ کی لغوی خصوصیت گم ہو گئی ہے۔

۳۱ آیت میں "یجعلہ رکاما" کے لفظ ہیں۔ اور "رکم" کے معنی ہیں چیزوں کا تہ در تہ ہو جانا اور مل جل کر ایک ہو جانا، دونوں مفہوم

ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۴۷ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ
رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۴۸

---

پھر یہ سب کچھ کہہ دینے کے بعد انہی میں ایک فریق ہے جو (اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے) رخ پھیر لیتا ہے- حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگ سرے سے مومن ہی نہیں ہوئے-[۳۷]

(۴۸) اور جب ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے کہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیا جائے تو (دیکھو) اچانک ان میں ایک فریق نکلتا ہے جو یک قلم رخ پھیرے ہوئے ہے-

---

شامل ہیں- یقال: رکم الشی یرکمه رکما' ای جمعه والقی بعضه علیٰ بعض- والرکمة الطین المجموع (ابن سیدہ)

۳۲ قال الاخفش: ان "من" فی "من جبال" وفی "من برد" زائدۃ' والجبال والبرد فی موضع نصب' ای ینزل من السماء بردایکون کالجبال (کشاف)

۳۳ آیت ۴۳ میں وہ استدلال ہے جسے ہم نے اپنی جدید تدوینات میں "برہان ربوبیت" سے تعبیر کیا ہے اور یہاں خصوصیت کے ساتھ اس حقیقت پر توجہ دلائی ہے جسے ہم "نظام ربوبیت" کے عنوان سے تفسیر سورۂ فاتحہ میں لکھ چکے ہیں- ضروری ہے کہ اس موقع پر اس بحث کا مطالعہ تازہ کر لیا جائے-

۳۴ ان لوگوں کو جن کے دل کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں نشانات قدرت کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کے نور کی روشنی سے مستفید ہو سکیں اور ان روشن دلائل کے ذریعہ سے ہدایت و رہنمائی حاصل کر کے صراط مستقیم پر چل سکیں-

۳۵ قرآن مجید نے یہاں آیت ۴۵ میں اور بعض دوسرے مقامات میں اس حقیقت کا اعلان کیا ہے کہ تمام جاندار اجسام کی پیدائش پانی سے ہوئی- چونکہ زندگی کی ابتدائی پیدائش کے بارے میں طرح طرح کے دور از کار خیالات پھیلے ہوئے تھے اس لیے اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کو حیرانیاں پیش آئیں- بعضوں نے اس کا مطلب یہ بتانا چاہا کہ تمام جانداروں کی زندگی کا دار و مدار پانی پر ہے- بعض اس طرف گئے کہ پانی سے مقصود نطفہ ہے- حالانکہ اگر آیت کے صاف صاف مطلب پر قناعت کر لیتے تو وہ وقت دور نہ تھا جب خود انسانی علم کی کاوشیں اسی حقیقت کا اعلان کرنے والی تھیں- چنانچہ اب علم الحیات کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ اجسام حیہ کی ابتدائی نشو و نما پانی ہی میں ہوئی ہے- اور پانی ہی کے حیوانات نے بتدریج خشکی کے حیوانات کا چولا پہنا ہے-

۳۶ آیت ۴۶ پر موعظت ختم ہوگئی ہے اور خاتمہ اس اعلان پر ہوا کہ "لقد انزلنا ایٰت مبینٰت" الخ- ہم نے اس موعظت میں ایسی دلیلیں بیان کر دی ہیں جو ہر طالب حق کے آگے عرفان حقیقت کی روشنی نمایاں کر دیتی ہیں اور سعادت کی صراط مستقیم وہ اپنے سامنے پالیتا ہے-

وَإِن يَكُن لَّهُمُ الْحَقُّ يَأْتُوا إِلَيْهِ مُذْعِنِينَ ﴿٤٩﴾ أَفِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَمِ ارْتَابُوا أَمْ يَخَافُونَ أَن يَحِيفَ
اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُولُهُ ۚ بَلْ أُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ع ۱۲
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَن يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥١﴾ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَ
يَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٥٢﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ۖ
قُل لَّا تُقْسِمُوا ۖ طَاعَةٌ مَّعْرُوفَةٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿٥٣﴾ قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا

---

(۴۹) اور اگر کوئی معاملہ ایسا ہوتا ہے جس میں حق ان کے ساتھ ہوتا ہے تو پھر (کبھی رخ نہیں پھیرتے اور) اللہ کے رسول کے پاس سر جھکائے دوڑے چلے آتے ہیں۔ (۵۰) کیا ان کے دلوں کو روگ لگ گیا ہے؟ کیا وہ شک میں پڑ گئے ہیں؟ کیا انہیں اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے بارے میں زیادتی کر بیٹھے؟ نہیں! اصل یہ ہے کہ خود یہی ہیں جو انصاف کا خون کرنے والے ہیں! (۵۱) مومنوں کی شان تو یہ ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف فیصلے کے لیے بلائے جائیں۔ تو ان کا جواب اس کے سوا کچھ نہ ہو کہ ''ہم نے حکم مانا!'' یقیناً ایسے ہی لوگ ہیں جو (دنیا و آخرت میں) کامیاب ہوئے![۳۸] (۵۲) اور (یاد رکھو!) جس کسی نے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کی' اللہ سے ڈرا اور پرہیزگاری کی راہ چلا تو بس ایسے لوگ ہیں جو اپنی مراد کو پہنچے (۵۳) اور (اے پیغمبر!) ان لوگوں نے (یعنی منافقوں نے) بڑی سخت قسمیں کھا کھا کر کہا ''(ہم تو آپ کے فرمانبردار ہیں) کہ اگر حکم دیجیے تو ابھی (گھر بار چھوڑ کر) نکل کھڑے ہوں''۔ ان لوگوں سے کہیے ''قسمیں نہ کھاؤ! (اس سے کچھ نہیں بنتا) اصلی بات جو مطلوب ہے وہ تو اطاعت ہے' سمجھی بوجھی ہوئی اطاعت[۳۹] (نہ کہ زبان کی قسمیں) تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کی (پوری پوری) خبر رکھنے والا ہے''۔[۴۰] (۵۴) نیز کہہ دے ''اللہ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسولؐ کی

---

اس موقع پر یہ بات بھی یاد کر لو کہ قرآن مجید جن دلیلوں کو عرفان حقیقت کی راہ روشن کر دینے والی دلیلیں قرار دیتا ہے وہ یہ دلیلیں ہوئیں نہ کہ ہمارے گھڑے ہوئے منطقی مقدمات۔ یہ حقیقت امام رازی نے آخر عمر میں پائی جیسا کہ آخری مصنفات میں اعتراف کیا ہے۔ اگر پہلے پا لیتے تو اس بیکار کی زحمت سے بچ جاتے جو تفسیر کبیر لکھنے میں انہوں نے برداشت کی اور تمام پچھلے مفسروں کے لیے ایک غلط راہ نمائی کا نشان راہ چھوڑ گئے۔

اس کے بعد سلسلہ بیان ایک نہایت اہم بنیادی معاملے پر متوجہ ہو گیا ہے' یعنی احکام و قوانین حق کی کامل اطاعت و انقیاد کی ضرورت۔ کیونکہ جماعت کے تزکیہ و سعادت کا تمام تر دار و مدار اسی بات تھا اور معاشرتی احکام کے اعلان کے بعد خصوصیت کے ساتھ اس پر زور دینا ضروری تھا۔

۳۷ آیت ۴۷ سے ان منافقین کا تذکرہ شروع کیا ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر عملاً خود ہی اپنے دعویٰ کی تکذیب کرتے ہیں کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے سامنے جھک جانے کو کہا جاتا ہے تو وہ اطاعت سے روگردانی کر لیتے

الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ

اطاعت کرو (ایمان کی راہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی)۔

اور اگر تم نے روگردانی کی تو (اس کا نتیجہ خود تم ہی کو بھگتنا ہے) جو ذمہ داری رسول کے سر ڈالی گئی ہے اس کی جواب دہی اس کے سر ہے' جو ذمے داری تم پر عائد ہو گئی ہے' اس کے لیے جواب دہ تم ہو۔ اگر اس کی اطاعت کرو گے۔

ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگوں کے اپنے دعوائے ایمان جھوٹے ہیں' ان کے اس طرز عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو یہ لوگ اپنے اس منافقانہ طرز عمل سے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور ان کے دلوں میں شکوک و شبہات سمائے ہوئے ہیں اور یا انہیں اسلامی عدالت سے عدل و انصاف کی توقع نہیں۔ بہر حال یہ لوگ ظالم ہیں' اگر یہ لوگ حقیقتاً مومن ہوتے تو اسلامی عدالت کے فیصلہ پر سمع و طاعت کا اظہار کرتے اور فلاح و فوز کی راہ اختیار کرتے۔

مولانا آزاد آیت نمبر ۴۷ تا ۴۹ کے تحت لکھتے ہیں:

''آیت ۴۷ میں ان لوگوں کی حالت بیان کی ہے جنہوں نے زبان سے تو ایمان کا اقرار کر لیا تھا' لیکن دلوں میں اترا نہیں تھا۔ وہ اپنے اقرار و ادعاء میں پورے مومن تھے' مگر عمل میں پورے منکر! قرآن مجید نے انہیں ''منافق'' کے لقب سے یاد کیا ہے اور سورۂ توبہ کی تشریحات میں اس کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔

یہاں ان لوگوں کے مومن ہونے کی نفی کی ہے جو زبان سے تو اطاعت حق کا اقرار کریں' لیکن عمل کا یہ حال ہو کہ وقت پر صاف رخ پھیر لیں۔

آیت ۴۹ میں فرمایا: اگر کوئی قضیہ ایسا ہوتا ہے جس میں وہ اپنے کو برسر حق پاتے ہیں تو فوراً پیغمبر اسلام کے سامنے اپنا معاملہ پیش کر دیتے ہیں' کیونکہ سمجھتے ہیں' یہاں کا فیصلہ حق و انصاف کا فیصلہ ہوگا اور اس قضیے میں انصاف ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن جن قضیوں میں انصاف کا تقاضا ان کے خلاف ہوتا ہے' ان میں پیغمبر اسلام کے محاکمے سے ہمیشہ بچنا چاہیں گے' کیونکہ سمجھتے ہیں یہاں کا فیصلہ ان کی غرض مندی کے لیے مفید نہیں ہو سکتا۔''

۴۸ آیت ۵۱ کا تعلق اگرچہ معاملہ قضا سے ہے' لیکن منشاء اس کا عام ہے۔ یہاں سے معلوم ہو گیا کہ جب قرآن و سنت کا کوئی فیصلہ مسلمانوں کے سامنے آ جائے تو انہیں فوراً ''سمعنا و اطعنا'' کہہ کر اس کے آگے جھک جانا چاہیے اور سارے حیلوں اور حجتوں کا خاتمہ ہو جانا چاہیے۔ پھر یہ جو لوگوں نے مختلف اماموں اور پیشواؤں کے اقوال و آراء کو اپنی تقلید و اطاعت کا مرکز بنا رکھا ہے اور قرآن مجید کی کوئی آیت' ملت کی کوئی تصریح' عقل و درایت کی کوئی روشنی بھی ان کا رخ اس خود ساختہ قبلہ سے نہیں پھرا سکتی' کیا وہ ایسے طریقے کو ایمان باللہ و رسولہ کا سچا طریقہ کہہ سکتے ہیں؟ اگر ان کے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا فرمان پیش کیا جائے تو ان کی زبانوں کو حرکت نہ ہوگی' لیکن جونہی ان کے مشائخ و فقہاء کا قول سامنے آ جائے' بے اختیار پکار اٹھیں گے: ''سمعنا و اطعنا!''

۴۹ ''طاعة معروفة'' میں اگر ''طاعة'' کو مبتداء محذوف کی خبر قرار دیا جائے تو یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں کی طاعت جس پر یہ قسمیں کھا رہے ہیں' مشہور و معلوم ہے۔ یعنی منافقانہ ''طاعت'' ہے۔ لیکن ہم نے ''طاعت'' کو مبتداء قرار دیا ہے اور اس کی خبر مقدر ٹھہرائی

تَهْتَدُوْا ۗ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ
دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ
شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾

---

راہ پاؤ گے- اور اللہ کے رسول کے ذمے تو اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ (پیام حق) صاف صاف پہنچا دے! (۵۵) جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں اور ان کے عمل بھی اچھے ہیں' ان سے اللہ کا وعدہ ہوا کہ زمین کی خلافت انہیں عطا فرمائے گا[۱۴۲] اسی طرح جس طرح ان لوگوں کو دے چکا ہے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں- نیز ایسا بھی ضرور ہونے والا ہے کہ ان کے دین کو کہ ان کے لیے پسند کر لیا گیا ہے' ان کے لیے جما دے اور خوف وخطر کی زندگی کو امن وامان کی زندگی سے بدل دے- وہ (بے خوف وخطر) میری بندگی میں لگے رہیں گے اور میرے ساتھ کسی ہستی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے- پھر جو کوئی اس کے بعد بھی ناشکری کرے تو ایسے ہی لوگ ہیں جو نافرمان ہوئے!

---

ہے: "ای طاعة معروفة اولیٰ بکم من ایمانکم" - کیونکہ یہ اس محل میں زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے-

۱۴۰ سچے آدمی کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ کبھی قسمیں کھا کھا کر اپنی سچائی کا یقین نہیں دلائے گا- وہ سیدھے سادھے طریقے پر ایک بات کہہ دے گا اور سمجھے گا میں نے جو کچھ کہا ہے' سچ ہے اور ضروری ہے کہ ہر آدمی اسے سچ ہی سمجھے ؎

بکیش صدق وصفا حرف عہد بے کار است

نگاہ اہل محبت تمام سوگند است!

لیکن جس کے دل میں چور ہو گا وہ بات بات پر قسمیں کھائے گا اور دس دس مرتبہ اپنی سچائی کا یقین دلائے گا- کیونکہ وہ جانتا ہے' جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ نہیں- اور کوئی وجہ نہیں کہ سننے والا بھی اسے سچ سمجھے-

آیت ۵۳ میں منافقین کی اسی روش کا ذکر کیا ہے' فرمایا: "وہ قسمیں کھا کھا کر اپنی اطاعت وانقیاد کا یقین دلاتے ہیں، حالانکہ ان کا عمل انہیں صاف جھٹلا رہا ہے- ان سے کہہ دو' قسموں سے کچھ نہیں بنتا' اصل شے جو مطلوب ہے وہ عمل ہے-

آگے چل کر سورۂ نون میں تمہیں بدکردار آدمیوں کا سب سے پہلا نمایاں وصف یہی ملے گا کہ وہ "حلاف" ہوتے ہیں' یعنی بہت قسمیں کھانے والے (۶۸: ۱۰)

۱۴۱ آیت ۵۴ جوامع کلمات میں سے ہے- چند لفظوں کے اندر وہ سب کچھ واضح کر دیا جو تبلیغ دین کے مقاصد ونتائج کے باب میں کہا جا سکتا ہے- جس قدر غور کرتے جاؤ گے' مطلب کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا-

فرمایا: تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو یہی سعادت کی راہ ہے اور اسی میں ساری باتیں آ

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا
ع مُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۵۷﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ
الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ
وَحِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَیْسَ
عَلَیْكُمْ وَلَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ

---

(۵۶) اور چاہیے کہ نماز کا اہتمام کرو' زکوۃ ادا کرنے میں سرگرم رہو اور اللہ کے رسول کا کہا مانو' کچھ بعید نہیں کہ رحمت الٰہی کے سزاوار ہو۔

(۵۷) (اے پیغمبرؐ!) ایسا خیال نہ کرنا کہ جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی ہے' وہ ایسے ہیں کہ (اس) سرزمین میں (سب کو) عاجز کر دیں۔ (نہیں! انہیں خود ایک دن سچائی کے آگے عاجز ہو کر گرنا ہے) اور (بالآخر) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے' ٹھکانا پانے کی کیا ہی بری جگہ!

(۵۸) مسلمانو! جو آدمی تمہارے زیردست ہیں (یعنی لونڈی غلام) اور جو تم میں ابھی بلوغت کو نہیں پہنچے' انہیں چاہیے کہ ان تین وقتوں میں تمہارے پاس آئیں تو اجازت لے کر آئیں: صبح کی نماز سے پہلے' دوپہر کے وقت جب (آرام کرنے کے لیے) کپڑے اتار دیا کرتے ہو' نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین وقت تمہارے پردے کے وقت ہوئے۔ ان وقتوں کے سوا باقی وقتوں میں کوئی گناہ کی بات نہیں' نہ تو تمہارے لیے نہ ان کے لیے۔ ان کا تمہارے پاس برابر آنا جانا رہتا ہے' تم میں سے ایک کو دوسرے کے پاس آنے کی ضرورت لگی رہتی ہے۔

تو (دیکھو!) اس طرح اللہ کھول کھول کر احکام بیان کر دیتا ہے۔ [۴۳]

---

گئیں۔ اور اگر تم اللہ کے رسول ﷺ سے روگردانی کرتے ہو تو اس کا خمیازہ خود تم ہی کو بھگتنا ہے' کسی دوسرے کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ اس کے ذمے یہ بات نہیں ڈالی گئی ہے کہ تمہیں جبراً کسی نہ کسی طرح اپنی راہ چلا کر ہی چھوڑے۔ اس کی ذمہ داری تو صرف اتنی ہے کہ پیام حق پہنچا دے۔ سننا' سمجھنا اور کاربند ہونا یہ تمہارا فرض ہے۔ اگر ادا کرو گے کامیاب ہو گے' انکار کرو گے ہلاکت میں پڑو گے۔ رسول تمہارے عمل کے لیے ذمے دار نہیں!

غور کرو ان چند لفظوں نے مہمات مسائل عمل کے کتنے گوشوں کا احاطہ کر لیا ہے! اگر دنیا قرآن کی صرف اس ایک آیت کا مطلب اچھی طرح سمجھ لے تو اختلاف فکر و عمل کے سارے جھگڑے ختم ہو جائیں۔

[۴۳] آیت ۵۵ میں جن اہل ایمان سے خلافت کا وعدہ کیا ہے اس کے مخاطب وہ مسلمان ہیں جو شرک سے پاک ہو کر خالص اللہ کی بندگی کرنے والے ہوں' پسندیدہ دین کے متبع ہوں اور اخلاق و اعمال کے اعتبار سے صالح ہوں نہ کہ منافق اور فسق و فجور کے مرتکب جو مذکورہ بالا

صفات سے عاری اور محض زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنے والے ہیں- اس کے مخاطب صحابہ کرام ہیں اور بلاشبہ یہ وعدہ خلفائے اربعہ کے دور میں پورا ہوا اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشگوئی کو حرف بحرف پورا ہوتے دیکھ لیا-

اس آیت سے خلفائے اربعہ کی فضیلت و منقبت ثابت ہوتی ہے- عہد نبوت سے لے کر عہد عثمانی تک جو فتوحات ہوئی ہیں علمائے تاریخ نے ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جو اس بات کا تاریخی ثبوت ہے کہ ان کی خلافت برحق تھی اور وعدہ خداوندی کے تحت عمل میں آئی تھی- پھر جو لوگ ان تاریخی حقائق سے آنکھیں بند کر کے خلفائے اربعہ کی خلافت اور ان کے فضل و شرف سے منکر ہیں ان کے متعلق ہم اس کے سوا کیا کر سکتے ہیں کہ "ومن کفر بعد ذلك فاولئك هم الفاسقون-"

مولانا آزاد اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"نماز اسلام کی ایک عبادت ہے- اس کے لیے ضروری ہے کہ منہ کعبے کی طرف ہو- مگر اسوۂ ابراہیمی اسلام کی حقیقت ہے' اس کے لیے صرف کعبے کی طرف منہ کر دینا کافی نہیں' بلکہ بانی کعبہ کی طرح دل کو پھیر دینا شرط ہے- وہ نماز کا ایک رکن ہے' کہ عبادت ہے- یہ اسلام کی ایک شرط ہے' کہ اصل حقیقت ہے-

"ملة ابيكم ابراهم - الاية" حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت کو اسی لیے یاد دلایا گیا ہے کہ ان کی زندگی اسلام کی حقیقت کا نمونہ تھی- انہوں نے اپنی قربانی کا اسوہ دکھا کر اسلام کی حقیقت ظاہر کر دی تھی- جہاد فی سبیل اللہ' امر بالمعروف' نہی عن المنکر' قیام صلوۃ واعلان حق اسی قربانی سے عبارت ہیں- اور جب تک ایک قوم اس قربانی کے لیے تیار نہ ہو' وہ سعادت عالم و عالمیان کا ذریعہ نہیں بن سکتی-

مشہور آیہ استخلاف نے' جس کا وعدۂ الٰہی کی صورت میں اعلان ہوا' پھر نصف صدی کے اندر ہی نصرت الٰہیہ نے اس کی تکمیل بھی کر دی' اس مبحث کے لیے ایک آخری فیصلہ کن بصیرت بخش دی ہے-"

۴۳ اثنائے کلام میں ضمناً مثالیں بیان کر کے ایمان و کفر کی حقیقت سمجھانے کے بعد اب یہاں سے پھر احکام معاشرت کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے- گذشتہ آیات میں حجاب کے سلسلہ میں اجانب یعنی غیر محارم کو پابند کیا گیا تھا کہ بغیر سلام اور اہل خانہ کی رضامندی حاصل کیے بغیر کسی کے گھر میں داخل ہونا ممنوع ہے- اب یہاں سے ان لوگوں کے احکام بیان ہو رہے ہیں جو گو محارم سے تو نہیں ہیں تاہم وہ اہل خانہ کے ساتھ متصل رہتے ہیں اور قضائے حوائج میں ممد اور معاون کی حیثیت رکھتے ہیں- تخلیہ کے تین اوقات بیان کیے ہیں اور ان اوقات ثلاثہ کو "عورات" سے تعبیر فرمایا ہے- جو "عورت" کی جمع ہے- عربی زبان میں "عورت" کے معنی خلل اور خطرہ کی جگہ کے ہیں- نیز "عورۃ" کا لفظ اعضاء کے ان حصوں پر بھی بولا جاتا ہے جن کا کھل جانا باعث شرم اور ناگوار ہوتا ہے- لہٰذا آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان اوقات ثلاثہ میں تم لوگ چونکہ ایسی حالت میں ہوتے ہو کہ بچوں اور خدام کا بلا اجازت تمہارے پاس آ جانا مناسب نہیں لیکن ان تین اوقات کے علاوہ وہ بلا اجازت آ سکتے ہیں-

مولانا آزاد آیت نمبر ۵۸ کے تحت لکھتے ہیں:

"آیت ۲۷ میں استیذان کا حکم دیا تھا- یعنی جب کسی کے یہاں جاؤ تو اجازت لے کر مکان میں داخل ہو- یہاں اس امر پر توجہ دلائی ہے کہ خود اپنے گھر کے اندر بھی ایک دوسرے کے کمرے میں جاتے ہوئے استیذان ضروری ہے' تشریح اس کی آخر میں ملے گی-"

الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا
اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾
وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاۗءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ
غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۭ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾ لَيْسَ عَلَي
الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَي الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَي الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓي اَنْفُسِكُمْ اَنْ
تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَاۗىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ
اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ
خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ

---

وہ سب کچھ جاننے والا اور اپنے کاموں میں حکمت والا ہے (۵۹) اور جب تمہارے بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو چاہیے کہ جس طرح ان سے بڑے اجازت لے کر داخل ہوا کرتے ہیں' اسی طرح وہ بھی اجازت لے کر داخل ہوں- اس طرح اللہ کھول کھول کر احکام بیان کر دیتا ہے- اور وہ سب کچھ جاننے والا' (اپنے تمام کاموں میں) حکمت رکھنے والا ہے![۴۴]

(۶۰) اور بوڑھی عورتیں جنہیں نکاح کی اب امید نہیں رہی' اگر اپنے (اوپر کے) کپڑے (یعنی چادر وغیرہ) اتار دیں تو اس میں کوئی گناہ کی بات نہیں' بشرطیکہ اپنے بناؤ چناؤ کا دکھاوا منظور نہ ہو- اور اگر اس سے بھی احتیاط رکھیں تو یہ ان کے لیے زیادہ بہتر بات ہوگی- اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے (۶۱) اگر ایک آدمی اندھا ہو' لنگڑا ہو یا بیمار ہو تو اس کے لیے کوئی حرج نہیں' اور خود تمہارے لیے بھی کوئی حرج نہیں کہ اپنے گھر سے کھانا کھاؤ یا ایسے گھروں سے کھاؤ جو تمہارے باپ' ماں' بھائی' بہن' چچا' پھوپھی' ماموں' خالہ کے گھر ہوں' یا ان لوگوں کے جن کی کنجیاں تمہارے اختیار میں ہوئیں' یا دوستوں کے گھر ہوں- اور اس میں بھی کوئی گناہ کی بات نہیں کہ تم سب مل کر کھانا کھاؤ یا الگ الگ-[۴۵] پھر جب ایسا ہو کہ تم کسی گھر میں

---

۴۴ پھر جب بچے بالغ ہو جائیں تو ان کا حکم بھی وہی ہے جو دوسرے مردوں کا ہے- یعنی کسی وقت بھی بلا اجازت تمہارے کمرے میں داخل نہیں ہو سکتے- لڑکے کا بالغ ہونا یہ ہے کہ اسے احتلام ہو جائے اور لڑکی کی بلوغت ایام ماہواری سے شروع ہو جاتی ہے-

۴۵ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب آیت "ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل" (کہ ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ) نازل ہوئی تو لوگ ایک دوسرے کے ہاں کھانا کھانے میں بھی احتیاط برتنے لگے تھے اور بلا دعوت کسی دوست یا عزیز کے ہاں کھانا بھی ناجائز سمجھتے تھے تو ان کے اس ذہنی احساس کو دور کرنے کے لیے یہ آیت نازل ہوئی- معذور آدمی تو اپنی بھوک رفع کرنے کے لیے ہر گھر سے

اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ ع ۸

داخل ہوتو چاہیے کہ اپنے لوگوں پر سلام بھیجو' ایک دعا جو اللہ کی طرف سے ٹھہرادی گئی' مبارک اور پاکیزہ- اس طرح اللہ اپنے احکام کھول کھول کر بیان کر دیتا ہے تاکہ تم سمجھو بوجھو!

(۶۲) سچے مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر (سچے دل سے) ایمان لائے ہیں- اور اگر کسی ایسے کام میں جو

کھانا کھا سکتا ہے اور اس کی معذوری بجائے خود معاشرے پر اس کا حق قائم کر دیتی ہے اور دوسرے آدمی بھی اپنے عزیز وا قارب کے ہاں جائیں تو وہ کھانا پیش کریں تو بلا تکلف کھا سکتا ہے- مسلمان اکٹھے بیٹھ کر بھی کھا سکتے ہیں اور علیحدہ بیٹھ کر بھی- اس بارے میں شریعت کی طرف سے ان پر کوئی پابندی نہیں ہے-

مولانا آزاد آیت ۶۱ کے تحت تفصیلاً لکھتے ہیں:

''معذوروں کو لوگ حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور بیماروں کو کراہیت کی نظر سے' اس لیے ان کے ساتھ کھانا پینا پسند نہیں کرتے تھے- عام رجحان یہ تھا کہ ایسوں سے بچتے رہنا چاہیے- اسلام آیا تو اس نے اس طرح کے تمام جذبات مٹا دینے چاہے- چنانچہ اس کی تعلیم کے اثر سے اب لوگ سنبھل گئے تھے' لیکن پھر بھی پچھلے اثرات کبھی کبھی ابھر آتے تھے- خود معذوروں اور بیماروں میں بھی جو خوددار طبیعتیں تھیں وہ پسند نہ کرتیں کہ دوسروں کے ساتھ کھانے پینے کے لیے بیٹھ جائیں اور اپنے کو کسی کی کراہیت و حقارت کا نشانہ بنائیں-

علاوہ بریں باہمی ارتباط و یگانگت کے لیے ضروری تھا کہ کھانے پینے کے معاملے میں کسی طرح کا تکلف و حجاب باقی نہ رہے- لوگ ایک دوسرے کے یہاں بے تامل کھائیں پئیں- ہر آدمی اپنے دستر خوان کو دوسروں کے لیے کشادہ رکھے اور دوسروں کے دستر خوان کو اپنا دستر خوان سمجھے- لیکن اس بارے میں طرح طرح کی رکاوٹیں لوگوں نے بنا رکھی تھیں- ایک خاندان کے مخالف رشتے دار بھی ایک دوسرے کے گھر کو اپنا گھر تصور نہیں کرتے تھے-

پھر ایک اور بھی رسم تھی گو وہ ایک بہت بڑی خوبی کے دروازے سے آئی تھی لیکن اس کی پابندی کا التزام اب تکلف کی حد تک پہنچ گیا تھا' یعنی اکیلے کھانے کو برا سمجھنا اور کسی نہ کسی مہمان کی ڈھونڈ میں ضرور رہنا' نہ ملے تو راہ چلتے کی جستجو کرنا- یہ بات فیاضی طبع اور مہمان نوازی کی راہ سے آئی تھی' جیسا کہ حاتم نے کہا ہے-

اِذَا مَا صَنَعْتِ الزَّادَ فَالْتَمِسِیْ لَهٗ
اَکِیْلًا فَاِنِّیْ لَسْتُ اٰکِلَهٗ وَحْدِیْ

لیکن پھر بعض لوگوں نے یہاں تک اس کا التزام کر لیا کہ ہر حال میں اکیلے کھانے کو برا سمجھنے لگے- اس سے معیشت کی آزادروی میں خواہ مخواہ ایک نئی رکاوٹ پیدا ہو گئی- آیت ۶۱ میں انہی امور کی اصلاح کی ہے-

فرمایا' نہ تو معذور اور بیمار اپنے عزیزوں اور دوستوں کے ساتھ کھانے میں مضائقہ محسوس کریں اور نہ لوگوں کو اس میں مضائقہ ہونا چاہیے-

اس میں کوئی تکلف نہیں ہونا چاہیے کہ تم نے اپنے گھر میں کھانا کھایا' یا اپنے عزیزوں اور دوستوں کے یہاں کھایا- کھانے کا معاملہ ایسا معاملہ ہے جس میں کسی طرح کا امتیاز من وتو نہیں ہونا چاہیے- ہر عزیز ودوست کے گھر کو بلا تکلف وحجاب اپنا گھر تصور کرو اور اپنے گھر کا دروازہ تمام عزیزوں اور دوستوں کے لیے کھلا رکھو- اگر خودداری کے بے جا خیالات اور تکلفات کی بے جا بندشیں اس معاملے میں راہ پا جائیں گی تو باہمی اخوت کی وہ بے داغ زندگی پیدا نہ ہوگی جو قرآن چاہتا ہے کہ انسانی مجامع میں پیدا ہو جائے-

پھر اس دائرے کو یہاں تک وسیع کیا کہ فرمایا "مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ" کہ ان لوگوں کے گھر جن کی کنجیاں تمہاری سپردگی میں ہوں- یعنی اگر کوئی عزیز یا دوست اپنا گھر سپرد کر دے اور گھر میں کھانے کا سامان ہو تو اسے برتنے میں تکلف نہیں کرنا چاہیے اور ایسا نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ کوئی عیب کی بات ہوگی-

"مل کر کھاؤ یا الگ الگ' کوئی مضائقہ نہیں!"

یعنی اگر ایسی صورت پیش آ جائے کہ کوئی ساتھی نہ ہو تو اکیلے کھا لینے کو علو نفسی اور فیاض منشی کے خلاف سمجھ کر یہ تکلف نہ رکھو!- خوبی کی بات تو یہی ہے کہ دسترخوان پر اکیلے نہ بیٹھیں- لیکن اگر اتفاقاً ایسی ہی صورت پیش آ گئی ہے تو اکیلے ہی بیٹھ جائیں' کہ اکیلا بیٹھ کر کھا لینا کوئی برائی کی بات نہیں-

آیت کے آخر میں سلام کرنے کا حکم دیا ہے: "فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ" اس سے پہلے آیت ۲۷ میں بھی سلام کا حکم گزر چکا ہے- لیکن وہاں ذکر اس بات کا تھا کہ آدمی دوسرے کے گھر جائے تو کس طرح جائے؟ یہاں عام طور پر حکم دیا کہ جب گھروں میں داخل ہو' خواہ خود تمہارا گھر ہو' خواہ کسی دوسرے کا تو آپس میں ایک دوسرے کو سلام کر لیا کرو- یہ ظاہر ہے کہ یہاں گھر سے مقصود در و دیوار نہیں- پس ماحصل یہ ہوا کہ جب کبھی ایک آدمی دوسرے آدمی سے ملے تو اسے پہلی بات یہ کرنی چاہیے کہ سلام کرے-

اس آیت میں خطاب اگرچہ مسلمانوں سے ہے لیکن سلام کرنے کے معاملے میں شرعاً مسلمان اور غیر مسلمان کی خصوصیت نہیں- مسلمان جس کسی کے گھر جائے گا اور جس کسی سے ملے گا' کہے گا "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" "تم پر سلامتی ہو" کیونکہ مسلمان ہر انسان کے لیے امن وسلامتی چاہتا ہے- وہ کسی کے لیے بھی تباہی اور ہلاکت کا خواہشمند نہیں ہو سکتا- چنانچہ تاریخ نے خود پیغمبر اسلام اور ان کے صحابہ کا طرز عمل آج تک محفوظ رکھا ہے- وہ جب کسی سے ملتے تھے تو اس پر سلامتی بھیجتے تھے' یا مسلمان ہو خواہ غیر مسلمان!

ایک دوسرے سے ملتے ہوئے اور رخصت ہوتے ہوئے سلامتی کا کلمہ کہنا سامی اقوام کی نہایت قدیم رسم ہے- تورات کے صحائف سے معلوم ہوتا ہے کہ عبرانیوں میں یہ طریقہ رائج تھا- اور شعرائے جاہلیت کے کلام میں مردوں کے لیے "عليك سلام الله" اور زندوں کے لیے "سلام عليكم" کی ترکیبیں جا بجا آئی ہیں- خود قرآن مجید نے گزشتہ واقعات بیان کرتے ہوئے یہ ترکیب استعمال کی ہے- اور سورہ مریم میں پڑھ چکے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ سے رخصت ہونا ان لفظوں میں بیان کیا گیا کہ "سَلٰمٌ عَلَيْكَ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ" (۱۹:۴۷) "اچھا سلام! میں رخصت ہوتا ہوں-" پس اسلام اس کلمے کا واضع نہیں ہے البتہ اس نے یقین واہتمام کے ساتھ اسے مقرر کر دیا اور اس پر اتنا زور دیا کہ سلام کا جواب دینا فرض ہو گیا-

مصر وشام میں جہاں مسلمان اور غیر مسلمان سب عربی بولتے ہیں' آج بھی یہ بات دیکھی جا سکتی ہے کہ سلام کا عام کلمہ یہی "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" ہے- بعلبک کے ہوٹل کی مالکہ ایک مسیحی خاتون تھی لیکن جب مجھے دیکھتی تھی "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ" کہتی تھی- البتہ اب متوسط طبقے

عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ
اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٢﴾ لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ قَدْ
يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ
فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ قَدْ يَعْلَمُ مَا أَنتُمْ
عَلَيْهِ وَيَوْمَ يُرْجَعُونَ إِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٦٤﴾ ع ٩ / ١٥

---

لوگوں کے اکٹھے ہونے کا کام ہے اللہ کے رسول کے ساتھ ہوتے ہیں تو کبھی اٹھ کرنہیں جاتے جب تک اس سے اجازت نہیں لے لیتے (اے پیغمبر!) جو لوگ ایسے موقعوں پر تجھ سے اجازت لینی چاہتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول کے سچے مومن ہوئے- پس جب ایسے لوگ اپنے کسی ضروری کام کے لیے اجازت مانگیں تو جسے اجازت دینی مناسب سمجھے، دے دیا کر اور اللہ کے حضور اس کے لیے بخشش کی دعا کر' بلاشبہ اللہ بڑا ہی بخشنے والا بڑا ہی رحمت والا ہے (٦٣) (مسلمانو!) جب پیغمبر اسلام تم میں سے کسی کو بلائیں تو ان کے بلانے کو آپس میں ایسی (معمولی) بات نہ سمجھو جیسے تم میں سے ایک آدمی دوسرے آدمی کو بلایا کرتا ہے- اللہ ان لوگوں کو اچھی طرح جانتا ہے جو (مجمع سے) چھپ کر کھسک جاتے ہیں- حکم رسول کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے' کہیں ایسا نہ ہو' ان پر کوئی آفت آ پڑے' یا دردناک عذاب سے دوچار ہوں [٤٦] (٦٤) سن رکھو! آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے! وہ خوب جانتا ہے تم جیسی کچھ چال چل رہے ہو' جس دن یہ لوگ اللہ کے حضور لوٹا کر لائے جائیں گے' اس دن وہ انہیں بتادے گا کہ ان کے کام کیسے کچھ رہ چکے ہیں- اور اللہ تعالیٰ کے علم سے تو کوئی چیز بھی باہر نہیں!

---

کے جدید تعلیم یافتہ گھرانوں نے ''صبحکم اللّٰہ بالخیر'' اور ''مساکم اللّٰہ بالخیرا'' پر قناعت کر لی ہے اور اعلیٰ طبقے نے فرنچ کلمات اختیار کر لیے ہیں-

[٤٦] یہاں سے خصوصیت کے ساتھ جماعتی نظم وضبط کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور مخلص مومنین پر ان قواعد وضوابط کی پابندی لازم قرار دی ہے- (الف) اجتماعی امور میں امیر جماعت کی اجازت کے بغیر مجلس سے اٹھ کر چلا جانا یا مجلس کو برخاست کرنا جائز نہیں ہے- یہ منافقین کا شیوہ ہے کہ اجتماعی امور میں صرف حاضری لگوانے کی غرض سے آجاتے ہیں پھر موقع پا کر کھسک جاتے ہیں- نیز حکم دیا کہ مخاطبت کے وقت حضورؐ کے آداب وعظمت کا پورا پورا خیال رکھو- عام لوگوں کی طرح ''یا محمدؐ'' وغیرہ کہہ کر خطاب نہ کرو بلکہ ''یا رسول اللہ'' ''یا نبی اللہ'' جیسے تعظیمی القاب سے پکارو' دیکھو! پیغمبر علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی پر دنیا میں کسی آفت کا شکار ہو سکتے ہو- ایسے لوگوں کو چاہیے کہ آخرت میں دردناک عذاب میں مبتلا ہونے سے بچیں-

مولانا آزاد ان آیات کے تحت لکھتے ہیں:

''سورت کے آخر میں پھر اطاعت رسول پر زور دیا ہے- کیونکہ بغیر ان کے احکام وقوانین کے انقیاد کی کچی روح پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔
پیغمبرؐ اسلام جب بھی کسی اہم معاملے کے لیے لوگوں کو جمع کرتے تو منافق دکھاوے کے لیے آ جاتے، پھر نظر بچا کے کھسک جاتے۔
فرمایا: مومنوں کا یہ شیوہ نہیں، انہیں جب کسی اہم معاملے کے لیے طلب کیا جائے، جو جماعت وامت کی مصلحت کا معاملہ ہے، تو چاہیے کہ پوری طرح جی لگا کے اس میں حصہ لیں اور جب تک معاملہ انجام نہ پا جائے جلسے سے اٹھنے کا نام نہ لیں- ہاں اگر کوئی ایسی ہی مجبوری پیش آ گئی ہو تو اٹھ سکتے ہیں، مگر نظر بچا کے نہیں بلکہ رخصت لے کر!

پھر متنبہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کے بلانے کو ویسا بلانا نہ سمجھو جیسا آپس میں ایک دوسرے کا بلاوا سمجھتے ہو- اس کی ہر صدا تمہارے لیے قانون ہے اور ہر بلاوا واجب التعمیل!

یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ جو شخصیت جماعت کی ہدایت وقیادت کا مرکز ہو، ضروری ہے کہ اس کی صدائیں احترام کے ساتھ سنی جائیں، ورنہ نظم جماعت درہم برہم ہو جائے گا-''

❋ ❋ ❋

آیاتُھَا: 77 | سُوْرَۃُ الْفُرْقَانِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُھَا: 6

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ① الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ
شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ② وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ
وَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ③
وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اِفْكُ ٰافْتَرٰىهُ وَ اَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ

---

(۱) کیا ہی پاک اور برکتوں کا سرچشمہ ہے ذات اس کی، جس نے اپنے بندے پر الفرقان نازل کی تا کہ وہ دنیا جہان کے لیے ڈرانے والا ہوا۔[1]

(۲) وہی خدا جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ و جہاندار ہے اور جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور جس کی جہانداری میں کوئی شریک نہیں اور اس نے تمام چیزیں پیدا کیں۔ پھر ہر چیز کے لیے اس کی ضرورت اور حالت کے مطابق، ایک اندازہ ٹھہرالیا۔[ل]

(۳) اور لوگوں نے اللہ کے سوا ایسے معبود ٹھہرا لیے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں اور جو اپنے لیے کسی قسم کے نفع و ضرر کا اختیار نہیں رکھتے اور نہ کسی کی موت اور نہ زندگی اور نہ مرنے کے بعد دوبارہ زندگی بخشنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

---

ل سورۃ الفرقان میں دوسری مکی سورتوں کی طرح توحید و رسالت اور معاد کے ثبوت پر زور دیا گیا ہے اور ضمناً شرک کی نفی کی گئی ہے، مخالفین کو انجام بد سے ڈرایا گیا ہے اور تاریخی شہادتیں پیش کر کے بتایا گیا ہے کہ جن قوموں نے بھی اپنے رسول کی مخالفت کی وہ انجام کار ہلاک کر دی گئیں لہٰذا مشرکین قریش اور مخالفین اسلام کو چاہیے کہ ان قصوں سے عبرت حاصل کریں اور اپنے پیغمبر کی مخالفت ترک کر دیں ورنہ ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو پہلی امتوں کا ہوا۔

"سورۃ الفرقان بھی مکی ہے اور اس کا زمانہ نزول مکی زندگی کا وسطی دور ہے جبکہ مشرکین کی مخالفت اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ وہ لوگوں کو اسلامی تحریک سے روکنے کے لیے الزام تراشیوں پر اتر آئے تھے اور مخالفانہ پروپیگنڈا بھی زور شور کے ساتھ شروع کر دیا تھا۔ اس بنا

---

(۱) "الہلال" ۳۰ جولائی ۱۹۱۳ء ص ۵-۶۔ "البلاغ" ۱۴-۲۱-۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۸۔

اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿٤﴾ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٥﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ

(۴) کافر کہتے ہیں کہ یہ قرآن اختراع ہے' خدا کی طرف سے نہیں- محمدؐ نے خود گھڑا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اسے مدد دی ہے- (اور یہ کافر بڑے ہی ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں) (۵) اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تو پہلوں کی کہانی ہے جسے محمدؐ نے لکھ لیا ہے اور صبح وشام اسے پڑھ کر سنایا جاتا ہے-ع[1] (۶) آپ کہہ دیجیے'' اس قرآن کو تو اس اللہ نے نازل فرمایا ہے

پر اس خطاب کا زیادہ تر تعلق ان کے ان اعتراضات وشبہات سے ہے جو اس دور کی مکی سورتوں میں مختلف اسالیب سے مذکور ہیں- چنانچہ ان کا سب سے پہلا اعتراض وحی الٰہی پر تھا کہ قرآن وحی الٰہی نہیں ہے بلکہ تصنیف بندہ ہے اور کچھ دوسرے لوگ اس سازش میں ان کے شریک کار ہیں- اس کے جواب میں قرآن نے مختلف صورتوں میں تحدی کی ہے کہ اگر یہ بات صحیح ہے تو تم سب فصحاء و بلغاء مل کر ایسا کلام پیش کر دکھاؤ-

اس سورۃ میں قرآن کو ''الفرقان'' کے خاص نام سے یاد کیا ہے کیونکہ نزول قرآن سے قبل دنیا کفر و شرک کی تاریکیوں میں گم تھی اور حق و باطل کا امتیاز ختم ہو چکا تھا- سو لوگوں کی ہدایت کے لیے ایسی کتاب نازل کی جس نے حق و باطل کے درمیان واضح خطوط قائم کر دیے اور کفر و شرک کی وجہ سے جو وبال آنے والا تھا اس سے دنیائے جہان کو آگاہ کر دیا- اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت و برکت کا نتیجہ ہے- اس لیے سورہ کی ابتداء ''تبارک الذی'' سے کی- سورہ کی ابتداء میں توحید باری تعالیٰ پر استدلال ہے- اور پھر نبوت پر ان کے شبہات کے جوابات دیے ہیں اور معاد کو ثابت کیا ہے-''

## نزول قرآن کی شان:

ہر سال حج کا موسم آتا ہے تو لاکھوں انسانوں کے اندر سے اسوۂ خلیل اللہ علیہ السلام جلوہ نما ہوتا ہے- یہ تو اسوۂ ابراہیمی کی یادگار تھی- لیکن جب وہ آیا جس کے لیے خود ابراہیم خلیل علیہ السلام نے خداوند کریم کے حضور التجا کی تھی تو دنیا کے لیے اسوۂ محمدیؐ کی حقیقت الحقائق اعلیٰ رونما ہوئی اور ہدایت و سعادت کی تمام (دیگر) حقیقتیں بے اثر ہو گئیں- اس اسوۂ عظیمہ کا سب سے پہلا منظر وہ عالم ملکوتی کا استغراق تھا جب کہ صاحب فرقان نے انسانوں کو ترک کر کے خدا کی صحبت اختیار کر لی تھی اور انسان کے بنائے گھروں کو چھوڑ کر غار حرا کے غیر مصنوع حجرے میں عزلت گزیں ہو گیا تھا- اس عالم میں متصل بھوکا پیاسا رہتا تھا اور پوری پوری راتیں جمال الٰہی کے نظارے میں بسر کر دیتا تھا' تا آنکہ اس تنگ و تاریک غار کی اندھیاری میں طلیعہ قرآنی کا نور بے کیف طلوع ہوا اور مشرقستان الوہیت سے نکل کر اس کے قلب مقدس میں غروب ہو گیا-

وہ بھوکا پیاسا رہتا تھا' پس تمام مومنوں کو حکم دیا گیا کہ تم بھی ان ایام (شھر رمضان الذی انزل فیه القرآن) میں بھوکے پیاسے رہو تا کہ ان برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ جو نزول قرآنی کے ایام اللہ کے لیے مخصوص ہیں- وہ اپنا گھر بار چھوڑ کر ایک تنہا گوشے میں خلوت نشین تھا' پس ایسا ہوا کہ ہزاروں مومن و قانت روحیں ماہ مقدس میں اعتکاف کے لیے مسجد نشین ہونے لگیں- اس طرح غار حرا کے اعتکاف کی یاد ہر سال تازہ ہونے لگی- وہ راتوں کو حضور الٰہی میں مشغول عبادت رہتا تھا- پس پیروان اسوۂ محمدیہ اور متبعین سنت احمدیہ بھی رمضان المبارک کی راتوں میں قیام لیل کرنے لگے-''

(۱) ''الہلال'' ۱۵/ اپریل ۱۹۱۴ء ص ۱۱-

يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ
يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ﴿۷﴾ اَوْ
يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا
مَّسْحُوْرًا ﴿۸﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹﴾
تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ
وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ﴿۱۰﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۟ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ﴿۱۱﴾
اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ﴿۱۲﴾ وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا

---

جو آسمانوں اور زمین میں تمام پوشیدہ (باتوں کو) جانتا ہے۔ بلاشبہ وہ بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ ؎۳ (۷) کہتے ہیں کہ یہ کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے؟ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا جو اس کے پاس رہ کر لوگوں کو ڈراتا؟ (۸) یا اس کی طرف کوئی خزانہ ہی ڈال دیا جاتا' یا اس کے پاس کوئی باغ ہی ہوتا جس سے وہ کھایا کرتا۔ اور ظالم کہتے ہیں کہ "تم تو ایک سحر زدہ آدمی کے پیچھے لگ گئے ہو۔" (۹) اے پیغمبرؐ! ذرا دیکھیے تو یہ لوگ آپؐ کے سامنے کیسی کیسی باتیں بیان کر رہے ہیں' سو یہ لوگ گمراہ ہو گئے اور اب یہ کوئی راہ نہیں پا سکتے۔ ؎۴ (۱۰) وہ ذات بڑی بابرکت ہے کہ وہ اگر چاہے تو ان کی تجویز کردہ چیزوں سے بھی آپ کو بہتر چیزیں عطا کر دے اور آپ کو باغات عطا کر دے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں اور آپ کو بڑے بڑے محل دے دے۔ ؎۵ (۱۱) اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ قیامت کے منکر ہیں۔ اور جو بھی قیامت کے منکر ہیں ہم نے ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ (۱۲) جب وہ آگ ان کو دور سے دیکھے گی تو یہ اس کے غضب اور جوش کی آوازیں سنیں گے۔ (۱۳) اور جب یہ کافر ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے دوزخ کی تنگ جگہ میں ڈالے جائیں گے۔

---

۳ <u>شروع آیات میں توحید کا بیان اور شرک کی تردید تھی اب آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ان کے پانچ شبہات پیش کر کے ان کے جواب دیے جا رہے ہیں۔</u>

آنحضرت ﷺ کے صدق پر سب سے بڑی دلیل قرآن پاک ہے' اس لیے مخالفین قرآن کے آسمانی کتاب ہونے سے انکار کرتے اور اسے آنحضرت کی تصنیف کردہ کتاب قرار دیتے۔

۲ کفار نے قرآن کو اساطیر الاولین کہہ کر جس طرح اس کے وحی الٰہی ہونے سے انکار کیا ہے اسی طرح گویا اس کے خالی از حکمت ہونے پر بھی اشارہ کیا ہے۔ لیکن گزشتہ اقوام کے عبرت ناک انجام کو اساطیر کہنا بھی صداقت کے منہ کو چڑانا ہے۔

اس لیے قرآن نے ان کے جواب یہ کہہ کر تنبیہ و طنز کی ہے کہ اس کو نازل کرنے والی وہ ذات ہے جو کائنات کے اسرار و رموز سے خوب واقف ہے اور اس کتاب میں ماضی کی عبرتیں اور انسانی زندگی کی انفرادی اور اجتماعی ذمہ داریوں کا بیان ہے۔

۳ پھر وہ پیغمبر علیہ السلام پر بھی اعتراض کرتے اور آپ کی نبوت کی تکذیب کے لیے طنز و استہزاء سے کہتے کہ جو شخص ہماری طرح کھانے

ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾
قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا
يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾ وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ

---

تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے۔

(۱۴) (کہا جائے گا) تم آج ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو! (۱۵) آپ ان سے کہیے' کیا یہ دوزخ کا عذاب اچھا ہے یا وہ دائمی جنت اچھی ہے۔ جس کا متقی اور پرہیزگار لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے؟

(۱۶) جس میں جس چیز کی وہ خواہش کریں گے ان کے لیے موجود ہو گی۔ وہ اس حالت میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ آپ کے رب کے ذمے ایک واجب الایفا وعدہ ہے۔

(۱۷) اور یہ وہی دن ہو گا جب کہ اللہ ان کو اور ان کے معبودوں کو جن کی اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں یکجا جمع کرلے گا۔ پھر ان معبودوں سے پوچھے گا "کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ خود دراہ راست سے بھٹک گئے تھے؟" (۱۸) وہ کہیں گے تیری ذات پاک ہے۔

---

پینے کا محتاج ہو اور کسب معاش کے لیے ہما شما کی طرح بازاروں میں پھرتا ہو وہ اللہ کا رسول کیسے ہو سکتا ہے' اگر اللہ نے رسول بھیجنا ہوتا تو ضروری تھا کہ کوئی فرشتہ ان کے ساتھ ہوتا جو لوگوں کو انجام بد سے ڈراتا! اس کے پاس خزانے ہوتے یا کوئی شاندار باغ ہوتا وغیرہ پھر جب یہ ساری چیزیں نہیں ہیں تو پھر آخر ہم اس کو اللہ کا رسول کیسے مان لیں؟ اور مسلمانوں سے کہتے کہ بس تم تو ایک پاگل اور جادو زدہ شخص کی اتباع کر رہے ہو۔

قرآن نے معجبانہ انداز میں کہا یہ لوگ خود پاگل ہیں جو اس قسم کی بہکی بہکی باتیں بنا رہے ہیں کوئی اعتراض سوجھتا نہیں' پھر جو زبان پر آتا ہے بکتے چلے جاتے ہیں۔

۵ اب یہاں آیت ۱۰ سے اصل اعتراضات کے جوابات دینے شروع کیے ہیں اور ان شبہات کے اصل محرکات کی نشان دہی کی ہے اور ان کو انجام بد سے ڈرایا ہے اور صحابہ کو صبر و استقامت کی تلقین کی ہے یعنی اللہ ان چیزوں سے بہتر چیزیں بھی عنایت کر سکتا ہے۔ اور بتایا کہ دراصل یہ لوگ قیامت کے منکر اور مکافات عمل پر ایمان نہیں رکھتے اور پھر دنیوی ساز و سامان کی فراوانی نے ان کو بدمست کر رکھا ہے اور دولت کے نشہ میں تمہاری دعوت کا انکار کر رہے ہیں۔ اور اب رہا پیغمبر کا بازاروں میں پھرنا اور طعام نوشی' تو یہ منصب رسالت کے منافی نہیں ہے۔ پہلے بھی جتنے پیغمبر ہو گزرے ہیں وہ سب بلا استثنا بشر تھے' کھانا بھی کھاتے اور بازاروں میں گھوما کرتے تھے۔ قریش حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی نبوت و رسالت کے قائل تھے بلکہ ان کی ذریت ہونے پر ان کو فخر تھا وہ بھی مافوق بشر نہ تھے۔ ای

يَنۢبَغِىْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا
الذِّكْرَ ۚ وَ كَانُوْا قَوْمًا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّ لَا
نَصْرًا ۚ وَ مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ
اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِ ؕ وَ جَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ
وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ
اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ
الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَ يَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَ قَدِمْنَاۤ اِلٰى
مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا
وَّ اَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾ وَ يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَ نُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾

---

ہماری یہ مجال نہ تھی کہ ہم تیرے سوا دوسروں کو مددگار بناتے، مگر تو نے ان کو اور ان کے آباواجداد کو ہر قسم کی آسودگی سے بہرہ مند کیا حتی کہ یہ تیری یاد کو بھول گئے اور یہ خود ہی ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔ (۱۹) اس طرح وہ معبود تمہاری باتوں کو جھٹلا دیں گے، پھر تم نہ تو عذاب کو اپنے سے ٹال سکو گے اور نہ کسی سے مدد پا سکو گے، اور جو بھی تم میں سے ظلم (شرک) کا مرتکب ہوگا ہم اسے بڑے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ (۲۰) اے نبی! ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں وہ سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔ اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنایا ہے۔ کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب سب کچھ دیکھ رہا ہے۔[1] (۲۱) اور جو لوگ ہمارے روبرو پیش ہونے کی توقع نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ "ہم پر فرشتے کیوں نازل نہیں کیے گئے؟ یا پھر ہم اپنے رب ہی کو دیکھیں۔ بلاشبہ انہوں نے یہ کہہ کر اپنے اندر گھمنڈ پیدا کیا اور بڑی سخت درجے کی سرکشی کی ہے۔ (۲۲) جس روز یہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس روز گنہگاروں کے لیے کوئی خوشی نہ ہوگی اور یہ کہیں گے "ہمارے اور ان کے درمیان کوئی رکاوٹ ہو جائے"۔ (۲۳) اور ہم ان کے اعمال کی جانب متوجہ ہوں گے پھر ان کو اڑتا ہوا غبار بنا دیں گے۔ (۲۴) اہل جنت اس روز قیام گاہ کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں گے اور آرام گاہ کے اعتبار سے بھی۔ (۲۵) اور جس دن آسمان بادل کے ٹکڑے پر سے پھٹ جائے گا اور فرشتے جوق در جوق اتارے جائیں گے۔[2]

---

طرح بنی اسرائیل بھی اپنے انبیاء میں سے کسی کے مافوق بشر ہونے کے قائل نہ تھے۔ اس بنا پر نبوت و رسالت کے سلسلہ میں قریش کو اہل کتاب کی طرف رجوع کا بھی حکم دیا اور حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کے متعلق دعوائے الوہیت کی نفی کے سلسلہ میں فرمایا کہ یہ دونوں بھی

---

(۱) "البلاغ" ۱۴-۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۵ (۲) "الہلال" یکم جولائی ۱۹۱۴ء ص ۶۔

الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ
عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا
خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾
وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ
نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿٣١﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا
نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾

---

(۲۶) اس دن کسی کی بادشاہت باقی نہ رہے گی۔صرف خدائے رحمٰن کی حکومت ہوگی۔ اور یاد رکھو کہ وہ دن کافروں کے لیے بہت ہی سخت ہوگا۔[1] (۲۷) اس روز ظالم اپنے ہاتھ چبائے گا۔ کہے گا'' کاش میں نے بھی رسول کے ساتھ صحیح راہ اختیار کی ہوتی! (۲۸) ہائے افسوس! کیا اچھا ہوتا کہ میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا! (۲۹) اس نے مجھے نصیحت کے قبول کرنے سے بہکا دیا۔اس کے بعد کہ وہ میرے پاس پہنچ چکی تھی! اور شیطان تو وقت پڑے انسان کو تنہا چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے۔

(۳۰) اور (قیامت کے دن) رسول عرض کریں گے' پروردگار! (افسوس ہے) کہ میری امت نے قرآن (کی ہدایتوں اور تعلیموں پر عمل نہ کیا اور اس قرآن) سے رشتہ کاٹ لیا (اسی کا نتیجہ ہے جو آج بھگت رہے ہیں۔)[2]

(۳۱) (اے نبیؐ جس طرح یہ کافر آپ کے دشمن ہیں) اسی طرح ہم نے مجرموں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے' اور آپ کا پروردگار ہی ہدایت اور مدد کو کافی ہے۔

(۳۲) اور کافر کہتے ہیں'' اس نبی پر سارا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں نازل کیا گیا۔'' ہاں ایسا اس لیے کیا گیا ہے تاکہ اس ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو مضبوط کرتے رہیں اور (اسی غرض کے لیے) ہم نے اس قرآن کو خاص ترتیب سے نازل کیا ہے۔

---

کھانا کھاتے تھے۔

۱ آدم علیہ السلام کی اولاد دو کی محکوم نہیں ہو سکتی' وہ ایک سے لے گی دوسرے کو چھوڑے گی' ایک سے جڑے گی دوسرے سے کٹے گی۔ پھر مومن کی اقلیم دل کس کی بادشاہت قبول کرے گی؟ دنیا اور اس کی بادشاہیاں فانی ہیں' ان کے جلال و جبروت کو ایک دن مٹنا ہے' خدائے منتقم و قہار کے بھیجے ہوئے فرشتہ ہائے عذاب انقلاب و تغیرات کے حربے لے کر اترنے والے ہیں' ان بادشاہیوں کے قلعے مسمار ہو جائیں گے' ان کی تلواریں کند ہو جائیں گی' ان کے خزانے کام نہ آئیں گے' ان کی طاقتیں نیست و نابود کر دی جائیں گی' ان کا تاج غرور سر سے اتر جائے گا' ان کا تخت جلال و عظمت واژگوں نظر آئے گا۔''

---

(۱) ''الہلال'' یکم جولائی ۱۹۱۴ء ص ۶

(۲) ایضاً ''الہلال'' ۸ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۶۔

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلٰى وُجُوهِهِمْ اِلٰى
جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيلًا ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ ع
هٰرُونَ وَزِيرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيرًا ﴿۳۶﴾
وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِينَ عَذَابًا اَلِيمًا ﴿۳۷﴾
وَّعَادًا وَّثَمُودَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُونًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا
تَتْبِيرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا
لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿۴۰﴾ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُونَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللّٰهُ رَسُولًا ﴿۴۱﴾

---

(۳۳) اور یہ لوگ جب بھی تمہارے سامنے کوئی انوکھا سوال پیش کرتے ہیں ہم اس کا ٹھیک اور نہایت شرح کے ساتھ جواب دے دیتے ہیں۔ (۳۴) یہ وہ لوگ ہیں جو اوندھے منہ جہنم کی طرف دھکیلے جائیں گے۔ یہ لوگ باعتبار مرتبہ بہت برے اور باعتبار راہ کے بہت بھٹکے ہوئے ہیں۔ (۳۵) بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بھائی ہارون کو ان کے ساتھ وزیر مقرر کیا۔ (۳۶) پھر ان سے کہا کہ ''تم دونوں اس قوم کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے۔ بالآخر ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔ (۳۷) اور قوم نوح کو بھی جب انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا' ہم نے ان کو غرق کر دیا اور لوگوں کے لیے ان کو نشان عبرت بنا دیا' اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۳۸) اور (اسی طرح) عاد اور ثمود اور اصحاب الرس کو اور ان کے درمیانی مدت میں بہت سی قوموں کو ہلاک کیا ہے۔ (۳۹) اور ہم نے ان سب کے سامنے سمجھانے کے لیے مثالیں بیان کیں اور (آخر کار ان کے انکار پر) سب کو ہلاک کر ڈالا (۴۰) اور یہ لوگ یقیناً اس بستی پر ہو گزرے ہیں جن پر بری طرح کی بارش برسائی گئی تھی' تو پھر کیا انہوں نے اس کا حال نہیں دیکھا ہو گا مگر بات یہ ہے کہ یہ لوگ مرنے کے بعد دوسری زندگی کی توقع ہی نہیں رکھتے۔[8] (۴۱) اور یہ کافر جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کا مذاق اڑانے لگتے ہیں (کہتے ہیں) کیا یہ وہی شخص ہے جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔[9]

---

آیت ۲۱-۲۲ میں ان کے اس اعتراض کا جواب دیا جو کہتے تھے کہ محمد (ﷺ) کے ساتھ فرشتہ نذیر (ڈرانے والا) بن کر کیوں نہیں آیا؟ اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ سنت الٰہی کے خلاف ہے کہ انسانوں کو آگاہ کرنے کے لیے فرشتے بھیجے جائیں' اگر ہم فرشتہ بھیجتے تو وہ بھی مردانہ (انسانی) شکل میں ہی ظاہر ہوتا۔ دراصل بات یہ ہے کہ فرشتے یا تو عذاب کے موقع پر نازل ہوتے ہیں اور یا پھر قیامت کے دن نازل ہوں گے اس لیے ان کا یہ مطالبہ سراسر غلط ہے۔ پھر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ آج پیغمبر کی تکذیب کر رہے ہیں قیامت کے دن ان کی حسرت قابل دید ہو گی' اور دنیا میں تو یہ لوگ دعوت حق کو دبانے کے لیے ایک دوسرے کے معاون بنے ہوئے ہیں مگر قیامت کے دن ایک

إِن كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَن صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ
أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾ أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ ۚ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ﴿٤٣﴾ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ
ع أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَىٰ
رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿٤٥﴾
ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ﴿٤٦﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا
وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ﴿٤٧﴾ وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ وَأَنزَلْنَا مِنَ

---

(۴۲) اگر ہم اپنے معبودوں کی عبادت پر مضبوطی سے جمے نہ رہتے تو اس نے ہمیں ہمارے معبودوں سے گمراہ کر کے چھوڑ دیا ہوتا - مگر عنقریب جب یہ لوگ عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کون گمراہی میں پڑا ہوا تھا - (۴۳) اے نبی کیا آپ نے اس شخص کی حالت پر غور کیا ہے جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ کیا آپ ایسے شخص کو راہ راست پر لانے کی ذمہ داری لے سکتے ہیں؟

(۴۴) یا آپ سمجھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ ہیں -

(۴۵) کیا (اے مخاطب) تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارا رب کس طرح سائے کو پھیلا دیتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک ہی حالت پر ٹھہرائے رکھتا - پھر ہم نے اس (سائے پر) سورج کو علامت بنا دیا ہے -

(۴۶) پھر ہم اس کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیتے ہیں -

(۴۷) اور اللہ وہ ہے جس نے رات کو تمہارے لیے بمنزلہ لباس اور نیند کو راحت اور دن کو جی اٹھنے کا وقت بنایا -

(۴۸) اور وہی ہے جو اپنی رحمت (بارش) کے آگے آگے بشارت دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے اور ہم

---

دوسرے پر لعنت کریں گے -

ے آیت ۳۲ میں ان کے چوتھے شبہ کا جواب دیا' وہ کہتے تھے کہ اگر یہ خدا کی نازل کردہ کتاب ہے تو یہ پوری کی پوری یک مرتبہ ہی کیوں نہ نازل کر دی گئی؟ معلوم ہوتا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسرے لوگوں سے مدد لے کر کچھ نہ کچھ بنا لاتا ہے اور اسے وحی الٰہی کے طور پر پیش کر دیتا ہے - قرآن نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ کتاب یک مرتبہ بھی نازل کر سکتا ہے مگر تدریجی نزول سے مقصد یہ ہے کہ آپ کو ثبات قلب حاصل ہو اور اس کو اچھی طرح یاد کر لیں اور مخالفین کی طرف سے جو اعتراض ہو اس کا بر موقع صحیح اور مسکت جواب مل سکے -

ہمارے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ قرآن سے پہلے جو کتابیں نازل ہوئیں یعنی توراۃ' انجیل اور زبور یا دیگر صحیفے' وہ سب یک مرتبہ نازل ہوتے تھے اور قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے' جو بتدریج نازل ہوئی ہے' مگر یہ ایک تاریخی غلطی ہے - کتب سابقہ میں سے کسی کتاب کے متعلق ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ وہ یک وقت نازل ہوئی - موسیٰ علیہ السلام کو جو الواح دی گئی تھیں وہ کل توراۃ نہ تھیں بلکہ توراۃ

السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّ نُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ
كَثِیْرًا ﴿۴۹﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ
شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾

---

ہی آسمان سے پاک پانی اتارتے ہیں۔

(۴۹) تاکہ اس کے ذریعہ سے ایک علاقے کو زندگی بخشیں اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چوپایوں اور انسانوں کو اس سے سیراب کریں۔ (۵۰) اور ہم اس بارش کو لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں تاکہ وہ اس سے نصیحت حاصل کریں۔ پھر بھی اکثر لوگ کفر اور ناسپاسی کے سوا دوسرا رویہ اختیار کرنے سے انکار ہی کرتے ہیں۔ [۱۰]

(۵۱) اگر ہم چاہتے تو ہر ایک بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے (۵۲) سوائے نبیؐ آپ ان کافروں کا کہنا نہ مانیے اور اس قرآن کے ذریعہ سے ان کا سخت مقابلہ کیجیے۔ [۱۱]

---

کا ایک حصہ تھیں اور ان میں صرف احکام عشرہ (دس احکام) درج تھے۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کی جو تاریخ مذکور ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بتدریج احکام نازل ہوتے رہے۔ یہی حال دوسری سماوی کتابوں کا ہے۔ واللہ اعلم۔

۸ ان آیات میں حضرت نوح سے لے کر حضرت موسیٰ تک قوموں کی تاریخ اور ہلاکت کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس سے ایک طرف تو آنحضرت کو تسلی دینا مقصود ہے اور دوسری طرف مخالفین کو متنبہ کرنا ہے۔ اقوام سابقہ کی سرگزشت بیان کرنے سے جو مقصد قرآن کے پیش نظر ہے اس پر مفصل بحث کے لیے ترجمان القرآن جلد دوم' سورۂ اعراف اور سورۂ ہود ملاحظہ کر لی جائے۔ ہم نے بھی اپنے مقالہ ''قصص القرآن'' میں تمام مباحث کا استیعاب کیا ہے۔

۹ ان کی بدبختی اور محرومی کا یہ عالم ہے کہ وہ آپ کو دیکھ کر آپ کا مذاق اڑانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور تحقیر آمیز لہجہ میں کہتے ہیں کہ دیکھو یہ وہی ہے جسے اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور اگر ہم ثابت قدم نہ رہے ہوتے تو ضرور ہی ہمارے معبودوں سے ہمیں برگشتہ کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو تسلی دی کہ ان کو اپنی گمراہی کا احساس تو اس وقت ہو گا جب عذاب سامنے نظر آئے گا۔ دنیا میں یہ لوگ اپنی خواہشوں کے غلام بنے ہوئے ہیں اور چوپایوں سے بھی گئے گزرے بن گئے ہیں۔ لہٰذا آپ ان کی اصلاح و ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں' اور نفسانی خواہش کی غلامی سے انسانی عقل و فکر تباہ ہو جاتی ہے اور انسان فطرت کے حدود کو توڑ کر چوپایوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

۱۰ اب آیت ۴۵ سے ۵۰ تک توحید پر کوئی دلائل پیش کیے ہیں اور یہ وہ کونی اور آفاقی دلائل ہیں جن پر قرآن نے بار بار غور و فکر کی دعوت دی ہے' اس لیے آخر میں فرمایا ﴿ ولقد صرفناه بينهم ليذكروا ﴾ کہ ہم نے گوناگوں اسالیب سے ان کو واضح کر دیا ہے تاکہ وہ یاددہانی حاصل کریں۔

۱۱ آیت ۵۱' ۵۲ میں اس حقیقت کو واضح کیا کہ آنحضرت کی بعثت کسی ایک علاقے کے ساتھ مختص نہیں' بلکہ آپ دنیا بھر کے لوگوں

وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ جَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا
مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾ وَ یَعْبُدُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَ لَا یَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ﴿۵۵﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا
مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۵۷﴾
وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۸﴾

---

(۵۳) اور وہی قادر مطلق ہے جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملایا' ایک کا پانی شیریں وخوش ذائقہ اور ایک کا کھاری کڑوا- پھر دونوں کے درمیان ایک ایسی حد فاصل اور روک رکھ دی کہ دونوں باوجود ملنے کے الگ رہتے ہیں-[1]

(۵۴) اور وہی (حکیم وقدیر) ہے جس نے پانی (نطفے) سے انسان کو پیدا کیا' پھر (اس رشتہ پیدائش کے ذریعے سے) اسے نسب اور صہر کا رشتہ رکھنے والا بنادیا-[2] اور تیرا رب قدرت والا ہے-

(۵۵) مگر لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کررہے ہیں جو نہ ان کو نفع پہنچاسکتے ہیں اور نہ نقصان' اور کافر تو اپنے رب کے مقابلے میں شیطان کا مددگار بنا ہوا ہے-

(۵۶) اے نبی! ہم نے آپ کو تو بس خوشخبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے-

(۵۷) آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ میں اس پر تم سے کوئی اجرت طلب نہیں کرتا- لیکن ہاں! جو چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے-

(۵۸) اور آپ اس زندہ خدا پر بھروسہ رکھیے جو کبھی مرنے والا نہیں اور اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے رہیے اور وہ خود اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کو کافی ہے-

---

کے لیے مبعوث ہوئے ہیں لٰہذا آپ کو چاہیے کہ بڑے وسیع پیمانے پر جدوجہد کریں اور اقامت دین کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں-

آپ نے سمندروں کو طوفانوں اور موجوں کی صورت میں دیکھا ہے کہ پانی کی سرکشیاں کیسی شدید ہوتی ہیں' لیکن اس سرکش اور مغرور دیو پر جب حقیقت اسلامی کی اطاعت کا قانون نافذ ہوا تو اس عجز وتذلیل کے ساتھ اس کا سر جھک گیا کہ ایک طرف میٹھے پانی کا دریا بہ رہا ہے اور دوسری طرف کھاری پانی کا بحر زخار ہے- دونوں اس طرح ملے ہوئے ہیں کہ کوئی شے ان میں حائل نہیں- مگر نہ تو دریا کی یہ مجال ہے کہ سمندر کی سرحد میں قدم رکھے اور نہ سمندر بہ ایں ہمہ قوت وقہاری اس کی جرات رکھتا ہے کہ اپنی سرکش موجوں سے دریا پر حملہ کرے-

---

(۱) "الہلال" ۴ دسمبر ۱۹۱۲ء

(۲) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۸۲-

الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۚۛ
اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ ۚ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۗ
اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ۩ ﴿۶۰﴾ تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ ع
فِیْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِیْرًا ﴿۶۱﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ
اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

(۵۹) وہ ہے جس نے چھ دنوں میں آسمانوں اور زمین کو اور جو ان کے مابین ہے پیدا کیا- پھر وہ عرش پر مستوی ہوا- وہ نہایت ہی مہربان ہے- بس اس کی شان کسی باخبر سے دریافت کیجیے-[13] (۶۰) اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اس رحمٰن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں رحمٰن کیا ہوتا ہے! کیا بس جسے تو کہہ دے ہم اسی کو سجدہ کرنے لگیں، اور اس بات سے الٹا ان کی نفرت میں اضافہ ہوتا ہے-[14] (۶۱) کیا مبارک ہے ذات قدوس اس کی جس نے آسمان میں (گردش سیارات کے) دائرے بنائے اور اس میں آفتاب کی مشعل روشن کر دی! نیز روشن و منور چاند بنایا![(1)] (۶۲) اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنایا اس شخص کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہتا ہو یا شکر بجالانا چاہتا ہو-[15]

ازدواجی زندگی سے توالد و تناسل کا ایک ایسا سلسلہ قائم ہو گیا ہے کہ ہر وجود پیدا ہوتا ہے اور ہر وجود پیدا کرتا ہے- ایک طرف وہ نسب کا رشتہ رکھتا ہے، جو اسے پچھلوں سے جوڑتا ہے، دوسری طرف صہر یعنی دامادی کا رشتہ رکھتا ہے جو اسے آگے آنے والوں سے مربوط کر دیتا ہے- نتیجہ یہ ہے کہ ہر وجود کی فردیت ایک وسیع دائرے کی کثرت میں پھیل گئی ہے- رشتوں اور قرابتوں کا ایسا حلقہ پیدا ہو گیا ہے، جس کی ہر کڑی دوسری سے مربوط ہے-

۱۲ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے کرشمے ہیں کہ سمندر میں مختلف مقامات پر شیریں پانی کے چشمے پائے جاتے ہیں اور وہ سمندر کے تلخ پانی کے درمیان اپنی مٹھاس پر قائم ہیں- یہی حال انسانی معاشرے کے سمندر کا ہے کہ معاشرہ خواہ کس قدر بگڑ جائے پھر بھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ان میں صالح رہنما پیدا کر دیتا ہے-

۱۳ آسمانوں و زمین کو چھ دنوں میں پیدا کرنے سے مراد چھ ادوار بھی ہو سکتے ہیں، جیسا کہ توراۃ میں مذکور ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خدائی ایام مراد ہوں "وان یوما عند ربك كالف سنة مما تعدون" -اس پر مفصل بحث کے لیے ترجمان القرآن جلد دوم میں "سورۂ یونس" کی تفسیر کے آخر میں نظر ڈال لینا ضروری ہے: خلق السموات والارض پر حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" میں مفصل بحث کی ہے اور قرآن پاک کی مختلف آیات کو یکجا کر دیا ہے-

۱۴ کفار مکہ اسمائے حسنیٰ میں اسم پاک اللہ سے متعارف تھے جو اللہ تعالیٰ کا اسم ذاتی ہے- مگر دوسرے اسمائے حسنیٰ خصوصاً اسم "الرحمٰن" سے ناواقف تھے اس لیے جب ان کو خدائے رحمٰن کو سجدہ کرنے اور اس کی عبادت کی دعوت دی جاتی تو متکبرانہ انداز میں جواب دیتے کہ رحمٰن کیا چیز ہے؟ اور اظہار نفرت کرتے اور عوام کو آنحضرت کے خلاف بھڑکاتے -قرآن نے سورۂ بنی اسرائیل میں بھی ان کی حماقت پر توجہ دلائی ہے

(۱) "الہلال" ۳ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۷-

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَ الَّذِیْنَ
یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا ﴿۶۴﴾ وَ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا
كَانَ غَرَامًا ۖ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿۶۶﴾ وَ الَّذِیْنَ اِذَاۤ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَ لَمْ یَقْتُرُوْا وَ
كَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿۶۷﴾ وَ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ

---

(۶۳) اور رحم کرنے والے خدا کے رحم طینت بندے وہ ہیں جو زمین پر نہایت فروتنی سے چلتے ہیں- اور جب جاہل ان سے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو سلام کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں- [۱۶] (۱)

(۶۴) اور جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں-

(۶۵) اور وہ جو دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کے عذاب کو دور کر دے، اس کا عذاب تو ہمیشہ کی تباہی ہے-

(۶۶) بے شک وہ جہنم بہت برا مقام اور ٹھہرنے کی بہت بری جگہ ہے-

(۶۷) اور وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں بلکہ وہ خرچ ان دونوں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے-

(۶۸) اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی پوجا نہیں کرتے اور نہ اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو ناحق قتل کرتے ہیں-

---

اور پھر یہاں بھی اس کا اعادہ کیا ہے-

۱۵ "ملکوت السموات" کے ان اجرام عظیمہ کو دیکھو جن کے مرئیات مدہشہ سے یہ سطح نیلگوں ادراک انسانی کا سب سے بڑا منظر تحیر ہے- یہ عظیم الشان قہرمان تجلی جو روز ہمارے سروں پر چمکتا ہے، جس کی فیضان بخشی حیات تمیز قرب و بعید سے ماوراء ہے- جس کا جذب وانجذاب کائنات عالم کے لیے مرکز قیام ہے، جس کا سرچشمہ ضیاء و نور اجسام سماویہ کے لیے تنہا وسیلہ تنویر ہے اور جس کا قہر حرارت کسی تجلی گاہ حقیقی کا سب سے بڑا عکس وظلال ہے- غور کرو، اپنے اندر حقیقت اسلامی کی کیسی مؤثر شہادت رکھتا ہے- جس کی جبروت و عظمت کے آگے تمام کائنات عالم کا سر جھکا ہوا ہے، کیسے مسلم شعارانہ انکسار کے ساتھ فاطر السموت کے آگے سر بہ سجود ہے کہ ایک لمحے، ایک عشر دقیقہ کے لیے بھی اپنے اعمال و افعال کے مقرر کردہ حدود سے باہر قدم نہیں رکھ سکتا-"

قرآن میں لفظ بروج دو اور مقامات پر بھی استعمال ہوا ہے- دیکھیے سورۃ الحجر (آیت: ۱۶) اور سورۃ البروج (آیت: ۱)

---

(۱) "الہلال" ۲۰ راگست ۱۹۱۲ء ص ۹-

إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ
مُهَانًا ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ
غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿٧٠﴾ وَمَن تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَ
إِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾
وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿٧٤﴾
أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿٧٥﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ

---

اور نہ وہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں اور جو کوئی یہ برے کام کرے گا وہ اپنے گناہوں کے وبال سے دوچار ہوگا۔

(۶۹) قیامت کے دن اسے دوچند عذاب دیا جائے گا اور اس میں ذلیل ہو کر ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ (۷۰) مگر جس شخص نے توبہ کی، ایمان لایا اور عمل صالح کیا، تو خدا اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے[1] اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔ (۷۱) اور جو شخص توبہ کر کے نیک عمل کرنے لگتا ہے تو وہی حقیقت میں اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے۔

(۷۲) اور رحمٰن کے نیک بندے وہ ہیں جو جھوٹے کام میں شامل نہیں ہوتے اور جب کبھی بیہودہ (مجالس) کے پاس گزرتے ہیں تو کریمانہ انداز میں گزر جاتے ہیں۔

(۷۳) اور جب ان کو ان کے رب کی آیات سنا کر نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر اوندھے اور بہرے ہو کر نہیں رہ جاتے۔

(۷۴) اور جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ "اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا دے۔ (۷۵) یہی وہ لوگ ہیں جن کو ان کے صبر (و استقامت) کے ہر صلے میں بالا خانے دیے جائیں گے اور وہاں دعائے خیر اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا (۷۶) وہ ان میں

---

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا "بروج" سے مراد وہ بارہ منازل ہیں جو علمائے فلکیین نے دورۂ شمس کے انضباط کے لیے مقرر کی ہیں یا یہ لفظ لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے، اور مقصود بڑے بڑے ستارے ہیں جو بحر و بر کی ظلمتوں میں مسافروں کی رہنمائی کرتے ہیں۔

ان بارہ برجوں کی تقسیم سب سے پہلے اہل بابل نے کی، پھر سریانی اقوام ان سے متعارف ہوئیں اور بالآخر یونانیوں نے انہیں اختیار کر لیا۔ جاہلیت میں عرب ان بارہ منزلوں سے متعارف نہ تھے۔ چنانچہ تبریزی نے ابو العلا کا قول نقل کیا: لَمْ تَكُنِ الْعَرَبُ تَعْرِفُهَا فِي الْقَدِيْمِ۔

---

(۱) "البلاغ" ۱۸ر فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۵۔

حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾ ع

---

ہمیشہ رہیں گے- ہاں! وہ رہنے اور ٹھہرنے کے لیے بہترین جگہ ہے- (۷۷) اے نبی! آپ کہہ دیجیے! اگر تم میرے رب کو نہ پکارو تو وہ تمہاری کچھ پروا نہیں کرے گا- اب تم نے تکذیب کی ہے- سو عنقریب اس کا وبال تمہارے سر پڑ کر رہے گا-

---

اس بنا پر متاخرین میں سے محققین نے لکھا ہے کہ ان سے مراد وہ مستحکم خطے ہیں جن میں سے ہر ایک کی سرحدیں دوسرے سے الگ ہیں اور ان میں سے ایک خطے کو عبور کر کے دوسرے خطے میں چلا جانا نہایت مشکل ہے یا وہ سرحدیں مراد ہیں جن سے آگے شیاطین کا گزر نہیں ہو سکتا ہے- بہر حال ان سے مقصود یہ ہے کہ وحی الٰہی شیاطین کی دراندازیوں سے محفوظ رہے- واللہ اعلم-

مفصل بحث کے لیے ترجمان القرآن جلد دوم، تفسیر سورۃ الحجر ملاحظہ ہو-

۱۶ اس سے قبل عباد الشیطان اور ان کی صفات مذکور ہوتی رہیں اب یہاں (آیت ۶۳) سے عباد الرحمٰن کا بیان شروع ہوا ہے جو سورۃ کے آخر تک چلا گیا ہے، پھر آخری آیت میں مخالفین کو دھمکی دی ہے-

۱۷ عمل صالح انسان کے دل کو سنوارتا ہے اس لیے پچھلے گناہوں کا جو داغ دل میں ہوتا ہے اسے بھی مٹا دیتا ہے- خدا گناہوں کی ناکام زندگی، نیکی کی سعید و کامیاب زندگی سے بدل دیتا ہے- (مثلاً) حضرت عمر جب تلوار لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لیے چلے تھے تو یہ تلوار کیسی مفسدانہ نظر آتی ہوگی؟ مگر اب اس کے ہر جوہر میں ایمان واصلاح کے جلوے چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں (تو کیا) یہ نیکی کو بدی سے بدل دینا نہیں؟

❋ ❋ ❋

## اٰیَاتُھَا: 227 | سُوْرَۃُ الشُّعَرَآءِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُھَا: 11

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طٰسٓمّٓ ① تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ② لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ③ اِنۡ
نَّشَاۡ نُنَزِّلۡ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّتۡ اَعۡنَاقُہُمۡ لَہَا خٰضِعِیۡنَ ④ وَ مَا یَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ
ذِکۡرٍ مِّنَ الرَّحۡمٰنِ مُحۡدَثٍ اِلَّا کَانُوۡا عَنۡہُ مُعۡرِضِیۡنَ ⑤ فَقَدۡ کَذَّبُوۡا فَسَیَاۡتِیۡہِمۡ اَنۡۢبٰٓؤُا مَا
کَانُوۡا بِہٖ یَسۡتَہۡزِءُوۡنَ ⑥ اَوَ لَمۡ یَرَوۡا اِلَی الۡاَرۡضِ کَمۡ اَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ زَوۡجٍ کَرِیۡمٍ ⑦
اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً ؕ وَ مَا کَانَ اَکۡثَرُہُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ⑧ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ ⑨ ع ۱/۹/۵
وَ اِذۡ نَادٰی رَبُّکَ مُوۡسٰۤی اَنِ ائۡتِ الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ⑩ قَوۡمَ فِرۡعَوۡنَ ؕ

---

(۱) طاسین میم (۲) یہ[1] وضاحت سے بیان کرنے والی کتاب کی آیتیں ہیں۔[2] (۳) اے نبی آپ شاید (اس غم میں) اپنی جان کھو بیٹھیں کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے (۴) اگر ہم چاہیں تو آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کر دیں کہ اس کے سامنے ان کی گردنیں جھک کر رہ جائیں[3] (۵) اور ان کے پاس رحمٰن کی جانب سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر یہ اس سے روگرانی کرتے ہیں' (۶) بہرحال یہ تکذیب کر چکے ہیں' عنقریب ان کو اس چیز کی حقیقت معلوم ہو جائے گی جس کا یہ مذاق اڑاتے رہے ہیں (۷) کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے کتنی کثیر مقدار میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائی ہیں۔ (۸) بے شک اس (روئیدگی) میں بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں (۹) بیشک آپ کا رب زبردست اور رحم کرنے والا ہے۔ (۱۰) اور (انہیں یہ قصہ سناؤ کہ) جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ "تم ایک ظالم قوم کے پاس جاؤ (۱۱) قوم فرعون کے

---

[1] یہ سورۃ بھی مکی ہے اور سورۃ الفرقان کی طرح یہ سورت بھی آنحضرت کی رسالت اور قرآن کے وحی الٰہی کے اثبات پر مشتمل ہے۔ یہ سورۃ بھی مکی زندگی کے دور متوسط میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ پہلے سورۃ طٰہٰ نازل ہوئی، پھر واقعہ اور اس کے بعد الشعرا۔ اور یہ معلوم ہے کہ سورۂ طٰہٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ سورۃ الفرقان کی مثل اس سورۃ میں بھی کفار مکہ کے پیہم جحود و انکار کا بیان ہے اور آنحضرت سے کوئی نشانی دکھانے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ کبھی آپ کو شاعر اور کاہن کہتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ اس (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے متبعین نادان اور ادنیٰ طبقے کے لوگ ہیں' اگر آپ سچے نبی ہوتے تو قوم کے اشراف اور شیوخ اس کے قبول کرنے میں سبقت کرتے۔ آنحضرت انہیں بار بار سمجھاتے مگر وہ اپنی ہٹ دھرمی چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے' اس پر آپ غمزدہ ہوتے۔

ان حالات میں یہ سورۃ نازل ہوئی اور آپ کو تسلی دی گئی کہ یہ لوگ ہٹ دھرم ہیں۔ اگر نشانیاں دیکھ کر ایمان لانے والے ہوتے تو ان کے گرد و پیش زمین پر ہر طرف نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں جنہیں دیکھ کر حقیقت کو پہچان سکتے ہیں۔ پھر جب یہ لوگ قدرت کی نشانیاں دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے تو یہ لوگ اس وقت تک اپنے کفر و شرک پر قائم رہیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں نہ آ جائیں' پھر اس

اَلَا یَتَّقُوۡنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اَنۡ یُّکَذِّبُوۡنِ ﴿۱۲﴾ وَ یَضِیۡقُ صَدۡرِیۡ وَ لَا یَنۡطَلِقُ
لِسَانِیۡ فَاَرۡسِلۡ اِلٰی هٰرُوۡنَ ﴿۱۳﴾

---

پاس جاؤ، کیا وہ ڈرتے نہیں؟ ۶ (۱۲) موسیٰ نے عرض کیا "اے میرے رب! مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ مجھ کو جھٹلا دیں (۱۳) اور میرا
سینہ گھٹتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی' لہٰذا آپ ہارون پر بھی وحی بھیج دیجیے۔

---

مناسبت سے سات نامور قوموں کے حالات پیش کیے ہیں جنہوں نے اپنے انبیاء کے مقابلہ میں ہٹ دھرمی سے کام لیا اور بالآخر تباہ و برباد
کر دیے گئے۔ گذشتہ اقوام کے ان قصوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں انبیا کی تکذیب کے لیے ایک ہی قسم کے اعتراضات کیے گئے اور
تمام انبیاء کی اساسی تعلیم بھی ایک جیسی رہی ہے۔

پھر آخر میں کفار کو خطاب ہے کہ اگر تم نشانیاں ہی دیکھنا چاہتے ہو تو اس قسم کی نشانیوں پر کیوں اصرار کرتے ہو جو تباہ شدہ قوموں نے
دیکھیں۔ یہ قرآن بجائے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر معجزہ ہے۔ کیا یہ شاعرانہ کلام ہے؟ اگر تم صدق دل سے اس کلام پر
غور کرو گے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ کہانت یا شاعری سے اس کا دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ اسی سے اندازہ کر سکتے ہو کہ تمہارا انجام کیا ہوگا۔

۲ قرآن کتاب مبین ہے جو حقائق کو کھول کر بیان کرتی ہے۔ اسلوب بیان میں کوئی ابہام اور پیچیدگی نہیں ہے۔ اس کے مضامین اور پیش
کردہ حقائق خود ہی بتا رہے ہیں' کہ علیم وخبیر کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اس کی ہر آیت ایک معجزہ ہے۔ جو آنحضرت کی نبوت کا یقین کرنے
کے لیے کافی ہے۔ کفار مکہ جو آپؐ سے معجزات کے طالب تھے' ان کے لیے کتاب مبین کی آیات موجود ہیں' آپ کو کاہن یا شاعر کہنے والے
اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ کلام کسی کاہن یا شاعر کی زبان سے نہیں نکل سکتا۔

۳ آیت ۴ میں فرمایا کہ ہمارے لیے یہ کچھ مشکل نہیں ہے کہ آسمان سے ایسا نشان نازل کریں جو تمام کفار کو ایمان وطاعت پر مجبور کر دے
مگر ایسا جبری ایمان اس کو مطلوب نہیں ہے' اللہ تعالیٰ کی مشیت تو یہ ہے کہ لوگ اس کتاب مبین کی آیات کو پڑھ کر خود ہی راہ ہدایت اختیار کریں
اور آفاق وانفس میں جو آیات پائی جاتی ہیں ان پر غور وفکر کر کے حق کو پہچانیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار وارادہ کی آزادی
دی ہے اور اس کے اندر خیر وشر کے دونوں رجحان رکھ دیے ہیں اور امتحان کے مقام پر کھڑا کر دیا ہے کہ وہ کفر وفسق کی راہ اختیار کرتا ہے یا ایمان
وطاعت کی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبر ہو تو امتحان کا مقصد ہی فوت ہو جاتا۔ اس مضمون کو قرآن نے متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے۔
سورہ یونس میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔ دیکھیے ترجمان القرآن جلد دوم (حاشیہ ۴۳'۴۵)

۴ مختصر تمہید کے بعد اب گذشتہ اقوام کے وقائع کو تاریخی شواہد کے طور پر پیش کیا کہ جن قوموں نے بھی اپنے پیغمبروں کی مخالفت کی وہ
تباہی سے دوچار ہو گئیں۔

(الف) دس سال مدینہ میں رہنے کے بعد حضرت موسیٰ اپنے اہل کے ساتھ واپس آ رہے تھے جب سینا کے قرب وجوار میں پہنچے تو دور سے آگ
دکھائی دی' اپنے اہل کو وہیں ٹھہرا کر آگ کے پاس پہنچے تو یہ واقعہ پیش آیا۔ توراۃ میں اسی جگہ کو "حورب" کہا ہے جو سینا کا مشرقی گوشہ ہے۔

(ب) مصری مختلف دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ بڑا دیوتا سورج تھا جسے "رع" کہتے تھے، اور چونکہ بادشاہ کو اس کا اوتار سمجھتے تھے اس لیے
اس کا لقب فارع تھا' یعنی فارع ...

وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۱۴﴾ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ﴿۱۵﴾
فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۷﴾
قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّ لَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ
الَّتِيْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾
فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَ تِلْكَ
نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَ مَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا
تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ
اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ

---

(۱۴) اور مجھ پر ان کا ایک جرم بھی ہے اس لیے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے قتل کر ڈالیں (۱۵) اللہ نے فرمایا: ایسا ہرگز نہیں ہوگا اب تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ، ہم تمہارے ساتھ سننے والے موجود ہیں (۱۶) پس فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم کو رب العٰلمین نے (اس لیے) بھیجا ہے (۱۷) کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے دے۔ (۱۸) فرعون نے کہا: ''کیا ہم نے بچہ ہونے کی حالت میں اپنے ہاں تیری تربیت نہیں کی اور تو نے اپنی زندگی کے کتنے ہی سال ہمارے ہاں گزارے (۱۹) اور تو نے وہ کرتوت کی جو کی اور تو بڑا ہی ناسپاس ہے۔'' (۲۰) موسیٰ نے کہا ''ہاں اس وقت میں نے وہ کام کیا تھا اور میں غلطی کرنے والا تھا۔ (۲۱) سو جب مجھ کو تم سے خطرہ محسوس ہوا تو میں تمہارے ہاں سے بھاگ گیا تھا اس کے بعد میرے رب نے مجھے حکم عطا فرمایا اور مجھے رسولوں میں شامل کر لیا (۲۲) اور وہ احسان جو تو مجھ پر رکھ رہا ہے وہ اس لیے ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے'' (۲۳) فرعون نے کہا یہ رب العالمین کیا ہے؟ (۲۴) موسیٰ نے جواب دیا ''وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کا رب ہے اگر تم یقین لانے والے ہو (۲۵) فرعون نے اپنے گرد و پیش کے لوگوں سے کہا ''کیا تم سن رہے ہو؟'' (۲۶) موسیٰ نے کہا ''وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے ان آباء و اجداد کا بھی جو پہلے گزر چکے ہیں (۲۷) فرعون نے کہا ''یہ تمہارا رسول جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے بلاشبہ دیوانہ ہے (۲۸) موسیٰ نے کہا ''وہ مشرق و مغرب اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے ان سب کا رب ہے اگر تم عقل رکھتے ہو۔''

---

(ج) حضرت موسیٰ یہ پیغام سن کر اپنی کمزوریوں کا اظہار کرنے لگے اور اپنے بھائی ہارون کو ساتھ لے جانے کے لیے ان کے لیے بھی رسالت کی درخواست کی جیسا کہ سورہ طٰہٰ میں ہے کہ میرے گھر والوں میں سے ہارون کو میرا وزیر بنا دیجیے چنانچہ حضرت موسیٰ مصر کو روانہ

لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ
بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ
ع ۲ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ
فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾

---

(۲۹) اس نے کہا' اگر میرے سوا کسی دوسری ذات کو تو نے اپنا معبود بنا لیا تو میں تجھے قید کردوں گا۔[1] (۳۰) اس پر موسیٰ نے کہا' "اگرچہ میں تیرے سامنے کوئی صریح چیز (معجزہ) لے آؤں" (۳۱) فرعون نے کہا: "اچھا اگر تو سچا ہے تو وہ چیز پیش کر۔" (۳۲) اس پر موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو یکا یک وہ ایک نمایاں اژدہا بن گیا! (۳۳) اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے چمک رہا تھا! (۳۴) فرعون نے اپنے گرد و پیش کے سرداروں سے کہا: "بلاشبہ یہ تو کوئی بڑا ماہر جادوگر ہے۔ (۳۵) جو چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں ملک سے نکال باہر کرے اور خود مالک بن بیٹھے۔ اب بتلاؤ تمہاری صلاح اس بارے میں کیا ہے؟" (۳۶) چنانچہ انہوں نے (باہم مشورہ کے بعد فرعون سے) کہا "موسیٰ اور اس کے بھائی کو ڈھیل دے کر روک لے اور (اس اثناء میں) نقیب روانہ کردے کہ (مملکت کے) تمام شہروں سے (۳۷) مشہور اور ماہر جادوگر اکٹھے کر کے تیرے حضور لے آئیں۔"

---

ہوئے، ادھر حضرت ہارون کو اشارہ غیبی ہوا کہ موسیٰ علیہما السلام کی تلاش میں نکلیں' چنانچہ راہ میں دونوں کی ملاقات ہوگئی اسی لیے آیت ۱۶ میں دونوں کو مخاطب کر کے فاتیا تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا۔

(د) حضرت موسیٰ اور ہارون کو دوہرے مشن پر بھیجا گیا۔ فرعون کو دعوت توحید اور بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نکالنا۔ قرآن نے کسی جگہ پر پہلے مشن کا ذکر کیا ہے اور کسی جگہ دوسرے کا۔ جیسے یہاں پر آیت ۱۸ میں اشارہ ملتا ہے کہ جس فرعون کی طرف حضرت موسیٰ جا رہے ہیں یہ وہ نہیں ہے جس کے محل میں ان کی پرورش ہوئی تھی بلکہ اس کا بیٹا ہے جو تخت نشین ہو چکا تھا۔

(ہ) فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ناسپاس ہونے کا طعنہ دیا اور واقعہ قتل کی طرف بھی اشارہ کیا' مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ قتل نادانستہ ہو گیا تھا اس لیے قابل مؤاخذہ نہیں۔ اب رہا تمہارے محل میں پرورش پانا تو یہ تیرے ہی ظلم کی وجہ سے تھا کہ تو نے بنی اسرائیل پر ظلم ڈھا رکھے تھے اور تیرے ظلم کی وجہ سے میری ماں نے مجھے تابوت میں ڈال کر دریا میں بہا دیا تھا۔

(و) پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب العالمین کی طرف دعوت دی تو فرعون بوکھلا گیا اور کہنے لگا کہ تمہارا یہ پیغمبر تو پاگل ہے' اس پر جب حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کی مزید تشریح کی تو فرعون نے دھمکی دی کہ مصر میں اگر تو نے میرے سوا کسی اور کے الٰہ و معبود ہونے کا نام لیا تو جیل میں ڈال دیے جاؤ گے۔

(ز) اس کے جواب میں حضرت موسیٰ نے حق کی نشانیاں دکھلائیں' مگر فرعون نے حضرت موسیٰ پر ماہر جادوگر ہونے کا الزام لگایا۔

---

(۱) "البلاغ"' ۲۷ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۵۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾ وَّ قِیْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ
السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ
كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ
اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِیَّهُمْ وَ قَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾
فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْۤا

---

(۳۸) چنانچہ جادوگر ایک معین دن کے خاص وقت پر جمع کیے گئے۔

(۳۹) اور لوگوں سے کہا گیا ''تم سب جمع ہوتے ہو

(۴۰) تاکہ اگر جادوگر غالب رہیں تو ہم سب انہی کے پیرو بن جائیں۔''

(۴۱) پھر جب جادوگر آ گئے تو انہوں نے فرعون سے کہا ''اگر ہم غالب رہے تو کیا ہمیں کوئی بڑا انعام ملے گا؟

(۴۲) فرعون نے کہا ہاں! اور تم اس وقت مقربین میں شامل کر لیے جاؤ گے۔

(۴۳) ان جادوگروں سے موسیٰ نے کہا: تمہیں جو کچھ ڈالنا ہے وہ ڈالو۔

(۴۴) اس پر انہوں نے اپنی رسیاں اور عصا ڈال دیے اور بولے: فرعون کے اقبال کی قسم! بلاشبہ ہم ہی غالب رہیں گے۔

(۴۵) پھر موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا تو اس نے یکا یک جو سانگ وہ بنا رہے تھے اس کو نگلنا شروع کر دیا۔

(۴۶) اس پر تمام جادوگر سجدے میں گر پڑے۔

---

اور اپنے درباریوں سے کہنے لگا کہ یہ شخص بغاوت کر کے سلطنت کا تختہ الٹنا چاہتا ہے اور اقتدار پر قابض ہونا چاہتا ہے' اس پر درباریوں نے مشورہ دیا کہ کیوں نہ ملک کے ماہر جادوگر اس کے مقابلہ کے لیے جمع کیے جائیں' چنانچہ جادوگروں کو جمع کیا گیا۔ یہاں پر ﴿ میقات یوم معلوم ﴾ فرمایا ہے کہ ایک معین دن کے خاص وقت پر جمع کیے گئے۔ سورۂ طٰہٰ میں ہے کہ وہ قومی تہوار (عید کا دن) تھا۔

(ح) مصر کے جادوگروں کا اجتماع اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ:

سورۂ اعراف میں جادوگروں کی نسبت فرمایا: ''انہوں نے لوگوں کی نگاہیں جادو سے ماردی تھیں'' مطلب یہ کہ جادو کے شعبدوں کی کوئی حقیقت نہیں' محض نگاہ کا دھوکا تھا' چنانچہ سورۂ طٰہٰ ۶۶ میں اسے تخیل کی تاثیر سے بھی تعبیر فرمایا ہے اور یہاں ﴿ مایافکون ﴾ فرمایا یعنی اس کی نمائش جھوٹی تھی۔

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٤٧ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝٤٨ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ
عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۬ؕ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝٤٩ ع
قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝٥٠ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٥١
وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ۝٥٢ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝٥٣ اِنَّ
هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ۝٥٤ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۝٥٥ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ۝٥٦ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ
وَّعُيُوْنٍ ۝٥٧ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝٥٨ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۝٥٩ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝٦٠

---

وہ بول اٹھے: مان لیا ہم نے رب العالمین کو، موسیٰ اور ہارون کے رب کو! (۴۷) فرعون نے کہا تم موسیٰ کے مطیع ہو گئے ہو اس سے پیشتر کہ میں تمہیں اجازت دوں، ضرور یہ تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ عنقریب ہی تمہیں معلوم ہوا جاتا ہے۔ میں تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواؤں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔ (۴۸) انہوں نے جواب دیا: کچھ نقصان کی بات نہیں، ہم اپنے رب کے حضور ہی لوٹنے والے ہیں (۵۱) ہمیں امید ہے کہ ہمارا رب ہماری خطاؤں کو معاف کر دے گا۔ کیونکہ ہم سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔ (۵۲) اور ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ راتوں رات میرے بندوں کو لے کر نکل جاؤ کیونکہ تمہارا تعاقب کیا جائے گا (۵۳) اس پر فرعون نے شہروں میں (فوجیں جمع کرنے کے لیے) نقیب بھیج دیے (۵۴) کہ یہ (بنی اسرائیل) ایک تھوڑی سی جماعت ہے (۵۵) اور انہوں نے ہمیں سخت غصہ دلایا ہے۔ (۵۶) اور ہم ہوشیار اور چوکنا رہنے والی جماعت ہیں۔ (۵۷) اور اس طرح ہم انہیں باغات اور چشموں (۵۸) اور خزانوں اور بہترین قیام گاہوں سے نکال لائے (۵۹) اسی طرح ہوا اور ہم نے انہی چیزوں کا مالک بنی اسرائیل کو بنا دیا (۶۰) چنانچہ صبح ہوتے ہی وہ لوگ ان کے تعاقب میں چل پڑے۔

---

(ط) جادو کا اعتقاد دنیا کی قدیم اور عالمگیر گمراہیوں میں سے ہے اور نوع انسانی کے لیے بڑی مصیبتوں کا باعث بن چکا ہے، جس حد تک اس کی جزوی تاثیرات کا تعلق ہے وہ تو احادیث سے بھی ثابت ہے۔ لیکن جادو کے ذریعہ سے اشیاء کی ماہیت کو تبدیل کرنا، اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے چنانچہ حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں جادوگر بری طرح ہار گئے اور اللہ رب العالمین پر ایمان لے آئے۔

(ی) جب فرعون نے دیکھا کہ تمام باشندگان ملک کے سامنے اسے شکست ہوئی اور جن جادوگروں پر بھروسہ کیا تھا وہ ایمان لے آئے ہیں تو ڈرا، کہیں ایسا نہ ہو لوگ حضرت موسیٰ کے معتقد ہو جائیں۔ اس نے جادوگروں پر مکر و سازش کا الزام لگایا اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمہارا سردار ہے اور تم جادو میں اس کے شاگرد ہو اس لیے اس کے آگے گر پڑے۔ اس سے فرعون کا مقصد یہ تھا کہ عوام پر حقیقت حال مشتبہ کر دے اور شکست کی ذلت کو چھپائے، اور پھر جادوگروں کو قتل و تعذیب کی دھمکی دی۔

(ک) مگر سچا ایمان اگرچہ ایک لمحہ کا ہو وہ انسان میں ایسی روحانی طاقت بھر دیتا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اسے مرعوب و مَر

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰۤى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾
فَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ ۚ
وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ ۚ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ۚ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ ؕ
اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٦٧﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦٨﴾ ع

---

(۶۱) پھر جب دونوں جماعتوں کا آمنا سامنا ہوا تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا: ہم تو پکڑے گئے۔ (۶۲) موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں میرے ساتھ میرا رب ہے وہ ضرور میری رہنمائی فرمائے گا۔

(۶۳) تب ہم نے موسیٰ کو وحی کے ذریعہ سے حکم دیا کہ اپنا عصا سمندر پر مار۔ چنانچہ عصا مارتے ہی سمندر پھٹ گیا اور ہر ٹکڑا بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا۔

(۶۴) اور اسی جگہ ہم دوسرے گروہ کو بھی قریب لے آئے (۶۵) اور ہم نے موسیٰ کو اور اس کے ساتھیوں کو بھی نجات دی۔

(۶۶) پھر دوسرے فریق کو اس میں غرق کر دیا۔ (۶۷) بلاشبہ اس واقعہ میں عبرت کی بہت بڑی نشانی ہے لیکن ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

(۶۸) بیشک آپ کا رب زبردست اور رحم کرنے والا ہے۔

---

نہیں کر سکتی۔ وہی جادوگر، جو فرعون سے صلہ و انعام کی التجائیں کر رہے تھے، ایمان لانے کے بعد معاً ایسے بے پروا ہو گئے کہ سخت جسمانی اذیت کی دھمکی بھی انہیں متزلزل نہ کر سکی۔

(ل) اب یہاں آیت ۵۲ سے حضرت موسیٰ کا دوسرا مشن شروع ہوتا ہے یعنی بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانا اور ان کو لے کر ملک شام کو چلے جانا۔

چنانچہ فرعون سے مقابلہ کے کئی سال بعد جب اللہ تعالیٰ نے مناسب سمجھا تو حضرت موسیٰؑ کو بنی اسرائیل سمیت ہجرت کا حکم دیا۔

بنی اسرائیل کی آبادیاں چونکہ متفرق تھیں اس لیے حضرت موسیٰ نے تمام بستیوں میں ہدایات بھیج دیں کہ لوگ ہجرت کے لیے تیار ہو جائیں اور اس سفر کے لیے ایک خاص رات مقرر کر دی، اور ہدایت کے مطابق رات کو ساری قوم متعین راستہ پر نکل کھڑی ہوئی۔

(م) فرعون کو جب پتہ چلا تو اس نے ہنگامی حالت کا اعلان کر دیا اور فوری امداد کے لیے فوج طلب کر لی۔ وہ دل میں خوف زدہ تھا مگر ظاہر یہ کیا کہ ان لوگوں نے ہمیں غصہ دلایا ہے، اس لیے ہم انھیں سزا دینا چاہتے ہیں۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا
عٰكِفِيْنَ ﴿۷۱﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿۷۲﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿۷۳﴾ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ
اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿۷۵﴾ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿۷۶﴾
فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۷﴾ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ﴿۷۸﴾ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِ ﴿۷۹﴾

(۶۹) اور اے نبی آپ انہیں ابراہیم کا قصہ پڑھ کر سنایے[ظ] (۷۰) جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو؟ (۷۱) انہوں نے کہا ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور ہم انہی کے گرد جمے بیٹھے رہتے ہیں۔

(۷۲) ابراہیم نے پوچھا جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری پکار کو سنتے ہیں؟

(۷۳) یا تمہیں نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ (۷۴) انہوں نے جواب دیا: نہیں بلکہ ہم نے اپنے بڑوں کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے (۷۵) ابراہیمؑ نے کہا بھلا تم نے کبھی غور کیا کہ جن کو تم پوجتے ہو (۷۶) اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی پوجتے رہے ہیں (۷۷) یہ سب میرے دشمن ہیں، بجز ایک رب العالمین کے۔ (۷۸) وہ جس نے مجھے پیدا کیا پھر ہدایت کی راہیں کھول دیں (۷۹) وہ کہ میں بھوکا ہوتا ہوں تو کھلاتا ہے اور پیاسا ہوتا ہوں تو پلاتا ہے۔[1]

**فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی وراثت ارض:**

(ن) قانون الٰہی یہ ہے کہ ظالم قومیں جن مظلوم قوموں کو حقیر و کمزور سمجھتی ہیں ایک وقت آتا ہے کہ وہی شاہی و جہانداری کی وارث ہو جاتی ہیں۔ آیت ۵۷ تا ۵۹ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن باغات، چشموں، خزانوں اور بہترین قیام گاہوں سے فرعونیوں کو نکالا تھا انہی باغات وغیرہ کا وارث بنی اسرائیل کو کر دیا، جس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ فرعون کی غرقابی کے بعد بنی اسرائیل مصر چلے گئے اور آل فرعون کے باغات وغیرہ پر قابض ہو گئے۔ قرآن نے یہی پیرایۂ بیان سورۃ الدخان اور القصص میں اختیار کیا ہے۔ اور امام بغوی نے بعض علمائے تفسیر سے نقل کیا ہے کہ وہ اسی کے قائل ہیں۔ مگر قرآن کے دوسرے مقامات اور تاریخ اس کے خلاف ہے، اس لیے اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل کو جن باغات و چشموں کا وارث بنایا جا رہا ہے اس سے مراد ارض فلسطین اور شام ہے اور قرآن نے اس سرزمین کو بابرکت سرزمین سے تعبیر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو سورۂ اعراف آیت ۱۳۶، ۱۳۷ نیز سورۂ طٰہٰ۔

اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون کی غرقابی کے بعد بنی اسرائیل مصر کی طرف پلٹنے کے بجائے فلسطین کی طرف چلے گئے اور پھر حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ تک جو واقعات پیش آئے وہ سب اسی سرزمین میں پیش آئے۔

ظ اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کا ابتدائی واقعہ بیان کیا ہے جو ان کے وطن ''اُور'' میں پیش آیا جہاں سے ہجرت کر کے وہ کنعان گئے اور وہیں بقیہ عمر کے لیے بس گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہر بات اسلام تھی۔ حقیقت اسلامی میں ان کا وجود اس طرح فنا ہو گیا تھا کہ خود ان کی کوئی ہستی باقی نہیں

(۱) ''البلاغ'' ۱۸ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۵۔

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي
خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ
فِي الْآخِرِينَ ﴿٨٤﴾ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿٨٦﴾
وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾

---

(۸۰) اور وہ کہ جب میں بیمار پڑتا ہوں تو اپنی رحمت سے شفا دیتا ہے (۸۱) اور وہ جو موت کے بعد حیات بخشے گا (۸۲) اور جس کی رحمت سے امید رکھتا ہوں، کاموں کا بدلہ ملنے کے دن میری خطائیں بخش دے گا۔

(۸۳، ۸۴) خدایا! مجھے نبوت دے اور صلحاء میں داخل کر اور آنے والی نسلوں میں میرا دائمی ذکر قائم رکھ![۱]

(۸۵) اور مجھے جنت نعیم کے وارثوں میں سے کر دے (۸۶) اور میرے باپ کو بخش دے کہ وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے (۸۷) اور مجھے اس دن رسوا نہ کرنا جس دن کہ سب زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔

(۸۸، ۸۹) وہ آخری روز عدالت جبکہ نہ تو مال و دولت کام دیں گے نہ اہل و عیال کام آئیں گے (کوئی مادی شے مفید نہ ہوگی) مگر وہ ضرور کامیاب ہوگا جس کے پہلو میں قلب سلیم ہے![۲]

---

رہی تھی۔ انہوں نے جب آنکھ کھولی تو ان کے چاروں طرف بت پرستی کے مناظر تھے۔ انہوں نے خود اپنے گھر کے اندر جس کسی کو دیکھا اس کے ہاتھ میں سنگتراشی کے اوزار اور بتوں کے ڈھانچے تھے۔ وہ کالڈیا کے بازاروں میں پھرے۔ جس طرف دیکھا بتوں کے آگے سر جھکے ہوئے تھے۔ جس طرف کان لگایا، خدا فراموشی کی صدائیں آ رہی تھیں۔ پھر وہ کونسی چیز تھی جس نے تمام ان چیزوں سے ہٹا کر، جو آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی جاتی ہیں' ان کے دل میں ایک ان دیکھے محبوب کے عشق کی لگن لگا دی۔ ان کے سامنے تو بتوں کی قطاریں تھیں جنہیں ان کی آنکھیں دیکھتی تھیں۔ پھر وہ کون تھا جو ان کے اندر بیٹھا ہوا خدائے قدوس کو دیکھ رہا تھا اور اس قدرتی جوش و قوت کے ساتھ جو کسی بلندی سے گرنے والے آبشار یا زمین سے ابلتے ہوئے چشمے میں ہوتا ہے؟ دراصل یہ وہی حقیقت اسلامیہ تھی جس نے ان کے وجود کو آنے والی امتوں کے لیے اسوۂ حسنہ بنا دیا۔ صالحین کو ابدی شہرت حاصل ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ قائم رہتی ہے اور بقا، دوام، استمرار اصلاح کے لازمی خواص ہیں۔''

(الف) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس سوال سے مقصد ان کو ان بتوں کی حقیقت کی طرف متوجہ کرنا تھا کہ جب یہ تمہارے معبود کسی قسم کے نفع و نقصان کے مالک نہیں ہیں تو ان کی عبادت کیوں کرتے ہو؟ ان کی طرف سے وہی جواب دیا گیا جو ہر بت پرست قوم نے اپنے رسول کو دیا کہ ہمارے باپ دادا کے وقتوں سے یونہی چلا آتا ہے۔ گویا وہ اعتراف کر رہے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادا کی اندھی تقلید کر رہے ہیں' ہم بھی جانتے ہیں کہ یہ لکڑی اور پتھر کی مورتیاں ہیں' لیکن کیا ہمارے آباؤ اجداد بیوقوف تھے؟ حضرت ابراہیم جواباً فرماتے ہیں اچھا تم اور تمہارے آباؤ اجداد ان کی پوجا کرتے رہو' میں تو رب العالمین کے سوا ان سب کو اپنا دشمن سمجھتا ہوں۔ مطلب یہ تھا کہ صرف ایک رب العالمین ہی وہ ذات

---

(۱) "البلاغ" ۱۸ فروری ۱۹۰۶ء ص ۱۵۔ (۲) "الہلال" ۲۷ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۶

وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ
تَعْبُدُوْنَ ﴿۹۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَ
الْغَاوٗنَ ﴿۹۴﴾ وَ جُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿۹۵﴾ قَالُوْا وَ هُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۹۶﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا
لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۷﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَ مَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۹۹﴾ فَمَا لَنَا
مِنْ شَافِعِيْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَ لَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ
فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ ع
كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ۣالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

(۹۰) اور جنت متقیوں کے قریب لائی جائے گی (۹۱) اور دوزخ گمراہوں کے سامنے ظاہر کردی جائے گی (۹۲) اور ان سے پوچھا جائے گا کہ کہاں ہیں وہ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے؟

(۹۳) کیا وہ تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں یا خود اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں (۹۴، ۹۵) پھر وہ معبود اور گمراہ لوگ اور شیطان کے لشکر سب کے سب اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے (۹۶) وہاں یہ سب آپس میں جھگڑا کرتے ہوئے اپنے معبودوں سے کہیں گے (۹۷) اللہ کی قسم! بے شک ہم صریح گمراہی میں تھے (۹۸) جبکہ ہم تم کو رب العالمین کے مساوی درجہ دیا کرتے تھے اور ہم کو بس ان (بڑے) مجرموں نے ہی گمراہ کر ڈالا (۱۰۰) سو اب نہ تو ہمارا کوئی سفارشی ہے (۱۰۱) اور نہ کوئی جگری دوست (۱۰۲) کاش ہمیں ایک دفعہ دنیا میں جانے کا موقع مل جاتا تو ہم بھی ایمان والوں میں سے ہو جاتے (۱۰۳) بیشک اس انقلاب حالت میں عبرت و موعظت کی بہت سی نشانیاں ہیں،[1] مگر ان میں اکثر لوگ ایمان وایقان کی دولت سے محروم تھے۔

(۱۰۴) اور بلاشبہ آپ کا رب زبردست اور نہایت مہربان ہے۔ (۱۰۵) قوم نوحؑ نے رسولوں کی تکذیب کی (۱۰۶) جبکہ ان کے بھائی نوح نے ان سے کہا کیا تم لوگ ڈرتے نہیں؟ (۱۰۷) میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں (۱۰۸) تو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۰۹) اور میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو بس رب العالمین ہی کے ذمہ ہے۔

ہے جو عبادت کی مستحق ہے اور پھر وہ وجوہ بیان کیں جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ ہی عبادت کا مستحق ہے۔

(ب) اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں اور پھر آخر میں اپنے مشرک باپ کے لیے بھی دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ تو

(۱) "الہلال" ۱۹ اپریل ۱۹۱۳ء ص ۷

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١١٠﴾ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا
كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٢﴾ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٤﴾
اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿١١٦﴾

(۱۱۰) سوتم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت بجالاؤ (۱۱۱) انہوں نے کہا کیا ہم تجھ کو مان لیں حالانکہ رذیل ترین لوگوں نے تیری پیروی اختیار کی ہے (۱۱۲) نوح نے کہا مجھے کیا معلوم کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں؟ (۱۱۳) ان کا حساب تو صرف میرے رب کے ذمہ ہے، کاش تم لوگ اس کا شعور رکھتے! (۱۱۴) اور میں مومنوں کو اپنے پاس سے دھتکارنے والا نہیں ہوں۔ (۱۱۵) میں تو بس صاف طور پر ایک ڈرانے والا ہوں (۱۱۶) اس پر منکرین نے کہا اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو سنگسار کر دیا جائے گا۔

اب یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مشرک کے لیے دعائے مغفرت کرنا جائز ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مشرک کے لیے دعائے مغفرت قطعاً جائز نہیں ہے۔ اور قرآن نے حضرت ابراہیم کی اس دعا کی وجہ سورۂ توبہ میں بیان کی ہے، کہ حضرت ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے مغفرت کی دعا کرنا محض وعدہ کی بنا پر تھا، مگر جب ان پر واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری کا اظہار کر دیا۔ حضرت ابراہیم کے قصہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو سورۃ الانبیاء، ترجمان القرآن جلد دوم۔

آیت ۸۹ کے تحت مولانا آزاد لکھتے ہیں:

''یہی وہ انسان کی فطرت اصلی ہے جسے قرآن کریم نے اسلام کے سوا قلب سلیم سے یاد کیا ہے۔ فی الحقیقت اسوۂ ابراہیمی میں سے پہلا اسوہ یہی قلب سلیم یا ذوق فطرت کی صحت ہے۔ مولانا روم کی اس نکتے پر نظر تھی انہوں نے مثنوی کے کئی موقعوں میں اس پر نہایت لطیف بحث کی ہے۔''

آیت ۱۰۳ کے تحت لکھتے ہیں:

''(انقلاب حالت کے تمام مظاہر) فی الحقیقت انہی قوانین الٰہیہ اور نوامیس فطریہ کے ماتحت ہیں جنہیں فاطر السماوات والارض نے اس عالم کے نظام وقوام کے لیے روز ازل ہی سے مقرر کر دیا ہے۔ پھر جن افراد و اقوام نے ان قوانین کے مطابق راہ امید اختیار کی ان کے لیے امید کی زندگی ہے، اور جنہوں نے اس سے روگردانی کی ان کے لیے نامرادی و ناکامی کی مایوسی ہے۔ قانون جرم کی سزا دیتا ہے، یہ مجرم کو جرم کرنے کے لیے مجبور نہیں کرتا۔ پس شکایت کارساز قدرت کی نہیں، بلکہ خود اپنی ہونی چاہیے۔ خدا نے امید کا دروازہ کسی پر بند نہیں کیا اور زمین کی وراثت کسی ایک قوم کو ورثہ میں نہیں دے دی۔ اس نے پھول اور کانٹے دونوں پیدا کیے۔ اگر ایک بدبخت کانٹوں پر چلتا ہے۔ مگر پھول دامن میں جمع نہیں کرتا تو اسے اپنی محرومی پر رونا چاہیے، باغباں کا کیا قصور؟''

ل پچھلی امتوں میں سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت نمایاں ہوتی ہے جن کا ظہور دریائے دجلہ و فرات کے دوآبہ میں ہوا تھا، جو انسانی تمدن کا سب سے عظیم گہوارہ ہے اور جہاں غالباً سب سے پہلے بت پرستی کا ظہور ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسانی جمعیت اپنی ابتدائی اور

قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَن مَّعِيَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۸﴾ فَأَنجَيْنَاهُ وَمَن مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا بَعْدُ
الْبَاقِينَ ﴿۱۲۰﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۲۱﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۲۲﴾ ع

---

(۱۱۷) آخر کار حضرت نوح نے دعا کی ''اے میرے پروردگار! میری قوم نے مجھے جھٹلایا ہے' (۱۱۸) سو اب میرے اور ان کے درمیان فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو مومن میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دے۔''

(۱۱۹) چنانچہ ہم نے نوح اور اس کے ساتھیوں کو ایک بھری ہوئی کشتی میں بچا لیا (۱۲۰) پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کر دیا!

(۱۲۱) بیشک اس میں ایک بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں (۱۲۲) اور تیرا رب وہی بڑا زبردست اور نہایت مہربان ہے۔

---

فطرت ہدایت کی راہ سے سب سے پہلے گمراہ ہوئی۔

(ا) حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کا ڈر سنایا اور کہا دیکھو میں ایک امانت دار رسول ہوں اس لیے میری اطاعت بجالاؤ۔ اور پھر اس میں مجھے کسی قسم کا لالچ یا طمع نہیں ہے۔

(ب) ایک شخص کا امانت دار یا مخلص ہونا اس کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہو سکتی ہے مگر قوم نے پائے حقارت سے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور من جملہ دوسری باتوں کے منکرین نے یہ بھی کہا: جو ہم میں کمینے ہیں انہی لوگوں نے تمہاری پیروی اختیار کی ہے، پھر ہم ان میں کیسے شامل ہو سکتے ہیں؟ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا' میرا کام تو بس صاف طور پر ڈرانا ہے، میں ان مومنوں کو جن کو تم رذیل سمجھ رہے ہو اپنے سے دور نہیں کر سکتا۔

(ج) اس پر قوم کے سردار مخالف ہو گئے اور حضرت نوح علیہ السلام کو دھمکی دی کہ اگر تو ان دلائل و مواعظ سے باز نہ آیا تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔

(د) آخر کار جب نوح علیہ السلام کو وحی کے ذریعہ سے جتلایا گیا کہ جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے اور یہ کہ ملک طوفان سے غرق ہونے والا ہے' تو حضرت نوح علیہ السلام نے فیصلہ کے لیے دعا کی اور اپنے ساتھیوں کے لیے راہ نجات طلب کی تو حکم ہوا کہ ایک کشتی بنالو۔ سورۂ ہود میں ہے کہ منکرین نے اس پر تمسخر اڑایا۔

(ہ) حسب وعدہ طوفان ظاہر ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت کشتی میں سوار ہو گئے اور ظالموں کو ان کی بداعمالیوں کی پاداش میں ہلاک کر دیا گیا۔ قرآن اس کو بہت عبرت کی نشانی قرار دیتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سورۃ الاعراف اور ہود میں گزر چکا ہے (ترجمان القرآن جلد دوم میں ملاحظہ کر لیا جائے)۔

كَذَّبَتْ عَادُ ࣙالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۲۵﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۷﴾
اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ تَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ وَ اِذَا بَطَشْتُمْ
بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۳۱﴾ وَ اتَّقُوا الَّذِیْۤ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾
اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۱۳۴﴾ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۳۵﴾
قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَیْنَاۤ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا خُلُقُ
الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ
وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۴۰﴾ ع ۷ ۱۸ ۱۱

---

(۱۲۳) قوم عاد نے رسولوں کی تکذیب کی (الف) جبکہ ان کے بھائی بندوں میں سے ہود نے ان سے کہا تھا: کیا (تم انکار وبد عملی کے نتائج سے) نہیں ڈرتے (۱۲۵) میں تمہاری طرف ایک امانت دار رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں (۱۲۶) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت بجالاؤ (۱۲۷) اس بات کے لیے میں تم سے کوئی بدلہ نہیں مانگتا' میرا بدلہ تو اسی پر ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (۱۲۸) یہ کیا بات ہے کہ تم ہر بلندی پر عبث یادگاریں تعمیر کر رہے ہو (۱۲۹) اور قصر تعمیر کرتے ہو گویا تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے (۱۳۰) اور جب کبھی کسی پر گرفت کرتے ہو تو جبارانہ گرفت کرتے ہو (۱۳۱) پس اللہ سے ڈر جاؤ اور میری اطاعت میں آ جاؤ (۱۳۱) اور اللہ سے ڈرو جس نے سب کچھ تم کو دیا ہے جو تمہارے علم میں ہے (۱۳۲) اس نے چوپایوں اور اولاد سے تمہیں مدد پہنچائی ہے (۱۳۳) اور باغات اور چشمے دیے (۱۳۵) مجھے تمہارے حق ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ (۱۳۶) انہوں نے جواب دیا تو نصیحت کریا نہ کر' ہمارے لیے سب یکساں ہے (۱۳۷) یہ باتیں تو بس اگلوں سے چلی آ رہی ہیں (۳۸) اور ہم کسی حالت میں معذب نہیں ہوں گے (۱۳۹) آخر کار انہوں نے اسے جھٹلا دیا، پس ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ بیشک اس میں ایک بہت بڑی نشانی ہے' مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں (۱۴۰) اور بے شک تمہارا رب وہی غالب اور مہربان ہے۔

---

ے قوم نوح کی تباہی کے بعد عرب میں قوم عاد کو عروج ہوا' ان کی آبادیاں عمان سے لے کر حضر موت اور یمن تک پھیل گئی تھیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کا انہی میں ظہور ہوا۔

(الف) یہاں پر بھی اسی بیان کو دہرایا جس سے حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ شروع کیا تھا' یعنی قوم عاد نے رسولوں کی تکذیب کی' اس لیے کہ گو انہوں نے انکار ایک رسول کا کیا تھا لیکن اس کی تعلیم تمام رسولوں ہی کی تعلیم تھی۔ پس ایک کو جھٹلانا سب کو جھٹلانا ہے۔

(ب) حضرت ہود علیہ السلام نے اللہ کا ڈر سنانے کے بعد سب سے بڑی خرابی' جس پر یہاں زور دیا ہے وہ فساد تمدن ہے' جس پر وہ اسی

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۴۲﴾ اِنِّيْ لَكُمْ
رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۴۴﴾ وَ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ
اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۱۴۷﴾
وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

---

(۱۴۱) ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا[۵] (۱۴۲) جبکہ ان لوگوں سے ان کے بھائی صالح نے کہا کیا تم ڈرتے نہیں؟ (۱۴۳) میں تمہاری طرف امانت دار رسول ہوں (۱۴۴) سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو (۱۴۵) اور میں تم سے اس تبلیغ پر کچھ اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۴۶) کیا تم ان نعمتوں میں امن وسکون سے رہنے دیے جاؤ گے؟ (۱۴۷) ان باغوں اور چشموں میں؟ (۱۴۸) اور کھیتوں اور نخلستانوں میں جن کے خوشے لدے ہوئے ہیں؟ (۱۴۹) کیا تم پہاڑوں کو تراش تراش کر فخریہ گھر بناتے رہو گے؟

---

طرح فریفتہ ہوں گے گویا دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے۔ جب کسی قوم میں عیاشی حد سے تجاوز کر جاتی ہے اور مال و دولت کی فراوانی کبر و نخوت پیدا کر دیتی ہے تو مالدار طبقہ شاندار عمارتوں کے قائم کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے، اور اس میں شوق جنون، نمائش اور تفاخر و تنافس کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور وہ ہر اہم مقام پر بنگلوں اور کوٹھیوں کی تعمیر میں لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ دوسری طرف قوم کے مفلوک الحال طبقے کو سر چھپانے کو جھونپڑا بھی میسر نہیں ہوتا۔ حضرت ہود علیہ السلام نے اس پر گرفت کی اور ان کی غلط روش پر انہیں آگاہ کیا اور مال و دولت کے بے جا تصرف پر ٹوکا۔

(ج) دوسری سب سے بڑی برائی جو ان میں پائی جاتی تھی کہ وہ اپنے گردوپیش کی کمزور قوموں پر سخت مظالم ڈھا رہے تھے۔ جو بھی ان کے ظلم وتشدد کے پنجہ میں آجاتا اسے مروا کر رکھ دیتے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ظلم و فساد سے روکا اور کہا کہ اب بھی وقت ہے کہ اللہ سے ڈر جاؤ اور ظلم وستم سے باز آجاؤ۔

(د) مگر قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کی اس تمام تذکیر و تنبیہ کا جواب نہایت تحقیر و استہزاء کے ساتھ دیا جس کے بعد ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ مزید تفصیل کے لیے سورۃ الاحقاف ملاحظہ ہو۔

۵ قوم عاد کے بعد ثمود کو عروج حاصل ہوا (الاعراف ۷۴)۔ قوم ثمود عرب کے اس حصے میں آباد تھی جو حجاز اور شام کے درمیان وادی القریٰ تک چلا گیا ہے۔ اسی مقام کو دوسری جگہ الحجر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ثمود نے جب سرکشی اختیار کی تو اس میں حضرت صالح علیہ السلام کا ظہور ہوا۔

(الف) ان کو اللہ تعالیٰ نے خوشحالی اور ہر قسم کی نعمتوں سے نواز رکھا تھا۔ ان کی تمدنی ترقی نے بھی بالآخر قوم عاد کی روش اختیار کر لی کہ میدانی علاقوں اور پہاڑوں میں عالی شان قصر اور عمارتیں تعمیر کر رہے تھے (الاعراف: ۱۴۹)۔

معاشرہ میں بت پرستی کا زور تھا اور زمین میں ظلم وستم پھیلا رہے تھے۔

(ب) قوم میں حضرت صالحؑ نے، جن کی امانت و دیانت مسلم تھی (ہود ۶۲)، ان کو اللہ کا ڈر سنایا اور کہا کہ تمہاری یہ عیش دائمی نہیں ہے، اور یہ جو کچھ تم اپنے فن کی نمائش کے لیے کر رہے ہو سب جھوٹی نمائش ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۵۰﴾ وَ لَا تُطِيْعُوْۤا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا
يُصْلِحُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ
مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۱۵۵﴾ وَ لَا تَمَسُّوْهَا
بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿۱۵۷﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۵۹﴾ ع ۸
كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاْتُوْنَ
الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَ تَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾
قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾

---

(۱۵۰) سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت بجا لاؤ (۱۵۱) اور اس حد سے بڑھ جانے والے لوگوں کی اطاعت نہ کرو (۱۵۲) جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے (۱۵۳) انہوں نے کہا تو محض سحر زدہ لوگوں میں سے ہے (۱۵۴) تو صرف ہم جیسا ایک آدمی ہے سو اگر تو سچا ہے تو کوئی نشانی لا دکھا (۱۵۵) (صالح نے) کہا "یہ ایک اونٹنی ہے' اس کے پانی کی ایک باری ہے اور ایک دن تم سب کے پانی لینے کا ہے (۱۵۶) اس کو گزند نہ پہنچانا ورنہ تم کو ایک بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا (۱۵۷) آخر کار ان لوگوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں' پھر اس پر پشیمان ہوئے (۱۵۸) انجام کار ان کو عذاب نے آ لیا' یقیناً اس میں ایک بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں (۱۵۹) اور بلاشبہ تیرا رب البتہ وہی زبردست نہایت مہربان ہے (۱۶۰) قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا[9] (۱۶۱) جبکہ ان کے بھائی لوطؑ نے ان سے کہا کیا تم لوگ ڈرتے نہیں؟ (۱۶۲) میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں (۱۶۳) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت اختیار کرلو۔

(۱۶۴) میں اس تبلیغ پر تم سے کسی اجر کا طالب نہیں ہوں میرا اجر تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۶۵) کیا تم ساری خدائی میں سے مردوں کے پاس جاتے ہو (۱۶۶) اور تمہارے رب نے جو بیویاں تمہارے لیے پیدا کی ہیں انہیں چھوڑے رکھتے ہو، بلکہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو (۱۶۷) انہوں نے کہا اے لوطؑ! اگر تو اپنی ان باتوں سے باز نہ آیا تو تمہیں بستی سے نکال دیا جائے گا (۱۶۸) (لوطؑ نے) کہا میں بھی تمہارے اس (خلاف فطرت) فعل کو برا سمجھنے والوں میں سے ہوں۔

---

(ج) حضرت صالحؑ کا یہ کہنا کہ "حد سے بڑھ جانے والوں کی اطاعت نہ کرو جو زمین میں فساد برپا کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔" اس

رَبِّ نَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِی
الْغٰبِرِیْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۱۷۳﴾
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۷۵﴾ ع

(۱۶۹) (لوط نے دعا کی) اے میرے رب! مجھ کو اور میرے متعلقین کو ان کی بدکرداریوں سے نجات دے (۱۷۰) آخر کار ہم نے اسے اور اس کے سب متعلقین کو نجات دی (۱۷۱) بجز ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہ جانے والوں سے تھی (۱۷۲) پھر دوسروں کو ہم نے تباہ کر دیا (۱۷۳) اور ان پر پتھروں کا مینہ برسایا۔ سو کیا ہی برا تھا وہ مینہ جو ان ڈرائے گئے لوگوں پر برسایا (۱۷۴) یقیناً اس میں ایک بڑی نشانی ہے مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں ہیں (۱۷۵) اور فی الواقع تیرا رب وہ زبردست اور نہایت مہربان ہے۔

سے معلوم ہوا کہ وہ لوگ قتل و غارت، لوٹ مار، شر و فساد میں مصروف ہو گئے تھے اور امن و عدالت کا کوئی احساس باقی نہ رہا تھا۔

(د) بالآخر انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے صداقت کا نشان طلب کیا، تو حضرت صالح علیہ السلام نے ایک اونٹنی کو اللہ کے نام پر نامزد کر دیا۔ یہ قوم کی آزمائش تھی مگر انہوں نے اونٹنی کو زخمی کر کے ہلاک کر ڈالا، جس کے نتیجہ میں تباہ و برباد ہو گئے۔

## 9 حضرت لوط علیہ السلام کی دعوت اور باشندگان سدوم کی ہلاکت:

توراۃ میں ہے کہ حضرت لوط حضرت ابراہیم علیہما السلام کے بھتیجے اور حاران کے بیٹے تھے۔ یہ حضرت ابراہیم کے ساتھ شہر "اُور" سے آئے اور سدوم میں مقیم ہو گئے۔ جو دریائے اردن کی ترائی میں واقع تھا۔ یہ سدوم، ادمہ، عمورہ اور ضغر کا علاقہ فلسطین کا سب سے شاداب علاقہ تھا جو اب بحیرۂ مردار میں غرق ہے اور اسے بائبل میں "وادی سدیم" کا نام دیا گیا ہے۔ اہل سدوم خوشحالی اور رفاہیت میں مست ہو کر فطرت کے حدود توڑ کر بہت دور نکل گئے اور ان میں امرد پرستی نے ایک فیشن کی حیثیت اختیار کر لی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اس برائی پر متنبہ کیا مگر انہوں نے پروا نہ کی۔

بالآخر حضرت لوط علیہ السلام کو انہوں نے دھمکی دی کہ اگر اس قسم کے مواعظ سے باز نہ آئے تو ملک بدر کر دیے جاؤ گے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے بھی دھمکی کا جواب برملا اظہار نفرت سے دیا اور کہا کہ میں تنہا نہیں بلکہ ہر سلیم الفطرت آدمی اس فعل سے بیزاری کا اظہار کرے گا۔

حضرت لوط علیہ السلام نے اندازہ کر لیا کہ اب ان پر عذاب کی گھڑی قریب آ چکی ہے چنانچہ انہوں نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لیے نجات کی دعا کی۔ عذاب آیا اور وہ پتھروں کی بارش سے ہلاک ہو گئے۔

توراۃ میں ہے کہ سدوم اور عمورہ پر آگ اور گندھک کی بارش ہوئی، قرآن میں ہے کہ پتھر گرے، دونوں بیانوں کے جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی حالت پیش آئی ہو گی جیسے آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے سے واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ بحیرۂ مردار (Dead Sea) کے جنوب مشرق میں جو ویران علاقہ نظر آتا ہے، اس میں موجود کھنڈروں سے پتہ چلتا ہے کہ کسی زمانہ میں یہ علاقہ نہایت شاداب اور آباد تھا۔ آثار قدیمہ کے ماہرین کا اندازہ ہے کہ اس علاقہ کی آبادی و خوشحالی کا دور ۲۳۰۰ ق م سے ۱۹۰۰ ق م تک رہا ہے اور اسی دور میں تقریباً حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوئے ہیں۔ اس علاقہ میں نفط اور اسفالٹ کے گڑھے تھے۔ طبقات الارض کے ماہرین نے اندازہ لگایا ہے کہ زلزلے کے

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾
فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَ مَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا
الْكَيْلَ وَ لَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ
اَشْيَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَ اتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ الْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾
قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ مَاۤ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ اِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ
الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْۤ
اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾

---

(۱۷۶) اصحاب الایکہ نے رسولوں کو جھٹلایا (۱۷۷) جبکہ شعیب نے ان سے کہا کیا تم لوگ ڈرتے نہیں؟ (۱۷۸) میں تمہاری طرف ایک امانتدار رسول ہوں (۱۷۹) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت بجالاؤ (۱۸۰) میں اس تبلیغ پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا، میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے (۱۸۱) تم پیمانے پورے بھر دو اور دوسروں کو نقصان پہنچانے والے مت بنو (۱۸۲) صحیح ترازو سے تولو (۱۸۳) اور لوگوں کو ان کی اشیاء کم نہ دو اور ملک میں فساد برپا کرتے نہ پھرا کرو (۱۸۴) اور اس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں اور پہلی (گزشتہ) نسلوں کو پیدا کیا (۱۸۵) انہوں نے جواب دیا: بجز اس کے نہیں کہ تو ایک سحر زدہ آدمی ہے (۱۸۶) تو صرف ہم جیسا ہی ایک انسان ہے اور بلاشبہ ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں (۱۸۷) پس اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرادے (۱۸۸) شعیب نے کہا جو کچھ تم کر رہے ہو میرا رب اسے خوب جانتا ہے (۱۸۹) الغرض یہ لوگ شعیب کی تکذیب کرتے رہے، آخر کار انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے آ پکڑا- بلاشبہ وہ ایک بڑے خوفناک دن کا عذاب تھا-

---

جھٹکوں (جسے قرآن میں الصیحۃ کہا گیا ہے) کے ساتھ پٹرول، گیس اور اسفالٹ بھڑک اٹھے اور سارا علاقہ دلدل سا بن گیا- خود بائبل میں اس کی تفصیل ملتی ہے- مولانا آزاد نے ترجمان القرآن حصہ دوم میں بھی کچھ اشارات کیے ہیں-

**۱۰ قبیلہ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت کا ظہور ہوا:**

(الف) توراۃ میں ہے کہ قطورا کے بطن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چھ لڑکے ہوئے جن میں سے ایک کا نام مدیان تھا- یہی مدیان عربی میں مدین ہو گیا- اس کی اولاد بحر قلزم کے کنارے آباد ہو گئی تھی، جن میں حضرت شعیب کا ظہور ہوا- بنی اسرائیل انہیں بنی قطورا کہتے تھے- بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اصحاب الایکہ اور اصحاب مدین ایک ہی قبیلہ کے دو نام ہیں اور بعض نے ان کو الگ الگ دو قبیلے قرار دیا ہے- دراصل یہ دو الگ قبیلے ہیں مگر ایک ہی نسل کی دو شاخیں ہیں- اصحاب مدین کی آبادی شمالی حجاز سے فلسطین کے جنوب تک، وہاں سے جزیرہ نما سینا کے آخری گوشے تک بحر قلزم اور خلیج عقبہ کے سواحل پر پھیل گئی- ان کا صدر مقام شہر مدین تھا- بنو قطورا کی دوسری شاخ شمالی عرب میں تیما و تبوک اور العلاء کے درمیان آباد ہوئی اور ان کا صدر مقام تبوک تھا- اسی تبوک کا قدیم نام ایکہ ہے- ان کی طرف بھی حضرت

ع اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً ؕ وَ مَا کَانَ اَکْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۹۱﴾ وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ
رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ
مُّبِیْنٍ ﴿۱۹۵﴾ وَ اِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ اَوَ لَمْ یَکُنْ لَّهُمْ اٰیَةً اَنْ یَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۹۷﴾

---

(۱۹۰) یقیناً اس واقعہ میں ایک بہت بڑی نشانی ہے، مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں- (۱۹۱) اور بے شک آپ کا رب بڑا زبردست نہایت مہربان ہے-

(۱۹۲) بیشک وہ پروردگار عالم کا اتارا ہوا کلام ہے (۱۹۳-۱۹۴) روح الامین نے تیرے قلب پر نازل کیا تا کہ تو ضلالت وفساد کے نتائج سے دنیا کو ڈرانے والوں میں سے ہو اور سعادت وفلاح کی طرف دعوت دے (۱۹۵) یہ کلام نہایت کھلی ہوئی اور واضح عربی زبان میں نازل ہوا (۱۹۶) اور پچھلی کتابوں میں اس کی خبر دی جا چکی تھی [1] (۱۹۷) کیا اہل مکہ کے لیے یہ دلیل کافی نہیں ہے کہ اسے علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں-

---

شعیب علیہ السلام ہی مبعوث تھے- ان میں تجارتی بدعنوانیاں نمایاں تھیں اور دیگر اخلاقی بیماریوں میں بھی مبتلا تھے-

### (ب) مدین کا جائے وقوع:

یہ جگہ شام، افریقہ اور عرب کے تجارتی قافلوں کا نقطہ اتصال تھی اس لیے اشیائے تجارت کے تبادلہ کی بڑی منڈی بن گئی تھی اور یہ لوگ بہت خوشحال ہو گئے تھے- (ہود-۸۴)

لیکن جب ان کے اخلاق فاسد ہو گئے تو کاروبار میں خیانت کرنے لگے اور ماپ تول کے انصاف سے نا آشنا ہو گئے- اور پھر تجارتی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے انہوں نے بڑے پیمانے پر رہزنی کا سلسلہ جاری کر رکھا تھا اور بیرونی تجارتی قافلوں کو بھاری خراج کے بغیر نہ گزرنے دیتے تھے- اصحاب الایکہ کے متعلق سورۃ الاعراف میں ہے "ولا تقعدوا بکل صراط توعدون" یعنی لوگوں کو خوف زدہ کرنے کے لیے راستوں کی ناکہ بندی نہ کرو- یہی وجہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے انہیں خصوصیت کے ساتھ ان دونوں قسم کی معصیت سے روکا-

(ج) بائبل میں ہے کہ یہ لوگ "بعل فعور" کی پوجا کرتے تھے اور بنی اسرائیل جب مصر کے علاقہ سے نکل کر ان کے علاقہ سے گزرے تو ان کے اندر بھی انہوں نے شرک اور بت پرستی پھیلا دی- سورہ ہود آیت ۸۷ میں ہے کہ انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جواب دیا: کیا تمہاری نمازیں یہ بھی حکم دیتی ہیں کہ ہمیں اس راہ سے ہٹاؤ جس پر ہمارے باپ دادا چلتے آئے ہیں؟ یا ہم اپنے اموال میں آزادی سے جیسے چاہیں تصرف نہ کریں؟ معلوم ہوتا ہے ساری دنیا میں تم ہی ایک نیک اور خوش معاملہ آدمی رہ گئے ہو-

(د) بالآخر انہوں نے ہٹ دھرمی سے کام لیا اور حضرت شعیب علیہ السلام سے عذاب کا مطالبہ کرنے لگے اور کہا "فاسقط علینا کسفا من السماء" کہ ہم پر آسمان سے ٹکڑے گرا دیجیے- اس طرح انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی، اس پر ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے آ پکڑا، یعنی ان پر ایک بادل چھایا رہا- دوسری جگہ "الرجفہ" اور ایک آیت میں "فاخذتھم الصیحۃ" آیا ہے، جس

---

(۱) "الہلال" ۵ اگست ۱۹۱۴ء ص ۷-

وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿۱۹۸﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ
فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۰۰﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۲۰۱﴾ فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ
لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ
مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾
وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ
الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَدْعُ
مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ
لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ
الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾

---

(۱۹۸-۱۹۹) اگر ہم اس قرآن کو کسی عجمی پر نازل کر دیتے اور وہ ان کے روبرو اس کو پڑھتا' تب بھی یہ لوگ اس کو نہ مانتے۔ (۲۰۰) اس طرح ہم نے اس کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیا ہے (۲۰۱) یہ لوگ اس وقت تک اس پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ یہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔ (۲۰۳،۲۰۲) پھر جب ان پر بے خبری میں آپہنچے گا تو اس وقت یہ لوگ کہیں گے ''کیا ہم کچھ مہلت دیے جا سکتے ہیں؟'' (۲۰۴) تو کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں؟ (۲۰۵) بھلا تم غور کرو کہ اگر انہیں کئی سال عیش کرنے کا موقع دے دیں (۲۰۶) پھر ان پر وہی عذاب آ جائے جس سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے (۲۰۷) تو جس سامان عیش سے یہ بہرہ مند کیے گئے ہیں ان کو کچھ فائدہ نہیں دے گا۔ (۲۰۸-۲۰۹) ہم نے کسی ایسی بستی کو ہلاک نہیں کیا جس میں نصیحت کی غرض سے ڈرانے والے نہ آئے ہوں اور ہم ظالم نہ تھے (۲۱۰) اور اس کو شیاطین لے کر نہیں آئے (۲۱۱) اور نہ وہ اس کے اہل ہیں اور نہ وہ ایسا کر سکتے ہیں (۲۱۲) بلاشبہ وہ شیاطین آسمان کی خبر سننے سے روک دیے گئے ہیں (۲۱۳) سو آپ اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کریں ورنہ آپ بھی سزا پانے والے لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔ (۲۱۴) اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایے (۲۱۵) اور مومنوں میں سے جو لوگ بھی آپ کے پیرو ہیں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آیئے (۲۱۶) لیکن اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو ان سے کہہ دیجیے کہ میں تمہارے اعمال سے بری الذمہ ہوں۔ (۲۱۷) اور آپ اس زبردست مہربان پر توکل کیجیے (۲۱۸) جو آپ کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں (۲۱۹) اور سجدہ گزار لوگوں میں آپ کی نقل وحرکت کو بھی (۲۲۰) بے شک وہی خوب سننے والا' جاننے والا ہے۔

---

ے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب ان پر سائبان کی طرح چھایا رہا۔ گویا پہلے ''الصیحہ'' یعنی دھماکہ ہوا اور پھر اس نے الرجفہ یعنی زلزلے کی

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ

اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَ الشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾

وَ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ع ۱۱

(۲۲۱) لوگو! کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترا کرتے ہیں (۲۲۲) وہ ہر جھوٹے بدکار پر اترا کرتے ہیں- (۲۲۳) جو شیاطین کی باتوں پر کان لگاتے ہیں اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں (۲۲۴) اور شعراء کے پیچھے بہکے ہوئے لوگ چلا کرتے ہیں (۲۲۵) کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ وہ (شعراء) ہر وادی میں سرگرداں پھر رہے ہیں (۲۲۶) ان (مفسدوں) کا یہ حال ہے کہ جو کچھ زبان سے کہتے ہیں اس کے خلاف عمل کرتے ہیں (۲۲۷) البتہ وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور عمل صالح کیے اللہ کے ذکر میں زیادہ سے زیادہ لگے رہے اور ظلم کا بدلہ لینے میں فتح مندی حاصل کی بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا اور وہ مظلوم تھے- (سو ان کا حال ایسا نہیں) اور معلوم کرلیں گے ظلم کرنے والے کس کروٹ الٹتے ہیں-(۱)

شکل اختیار کرلی- واللہ اعلم-

۱۱ آغاز سورہ میں قرآن کی حقانیت کا بیان شروع ہوا تھا- پھر اس سلسلہ میں کفار قریش کے نشانات کے مطالبہ کے جواب میں گذشتہ اقوام کے چند وقائع بطور عبرت ذکر فرمائے- اب ان کے خاتمہ پر پھر سے وہی مضمون شروع ہوگیا ہے-

(الف) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ قرآن کا تنزیل ربانی ہونا بالکل واضح ہے- اسے واضح عربی زبان میں اتارا ہے اور سابق صحیفوں میں اس کی پیش گوئی موجود ہے اور ان سے علمائے اسرائیل خوب آگاہ ہیں' گو ان کی اکثریت نے کتمان سے کام لیا، تاہم ان کے اندر ایسے علمائے حق پرست موجود ہیں جو برملا اس کا اظہار کر رہے ہیں اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے لیے کافی ہے- اور اگر ہم اس کو عربی مبین کے بجائے کسی اور زبان میں نازل کرتے اور یہ پیغمبران کو پڑھ کر سناتا تو یہ اعتراض کر سکتے تھے کہ رسول عربی اور کلام عجمی- لیکن اب کیا عذر پیش کریں گے؟ اس دور کی مکی سورتوں میں اکثر اس مضمون کو دہرایا گیا ہے- دیکھیے حم السجدۃ آیت ۴۴ اور سورۂ نحل ۱۰۳-

(ب) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے اور عذاب کے لیے جلدی مچانے والوں کو تنبیہ کی ہے-

(ج) آیت ۲۱۰ سے مخالفین کے اوہام کی تردید ہے کہ یہ قرآن شیطان کا اتارا ہوا نہیں ہے کیونکہ اولاً تو اس کے مضامین شیاطین کے مقصد کے خلاف ہیں، اور پھر ایسا کلام اتارنے کی ان میں طاقت بھی کہاں ہے- اس میں قریش کو ایک طرح کی تحدی ہے کہ اگر طاقت ہے تو تم بھی اپنے کاہنوں کو جمع کر کے ایسا کلام بنالاؤ! مگر حقیقت یہ ہے کہ شیاطین تو ایسا کلام سننے سے ہی روک دیے گئے ہیں- یہ مضمون بھی متعدد سورتوں میں مذکور ہے-

(د) قرآن پر مخالفین کے شبہات کی تردید کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ و دعوت کے سلسلہ میں چند آداب تلقین کیے ہیں اور اس کے بعد

(۱) "البلاغ" ۱۸ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۴-

اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ دراصل شیاطین کا مہبط کون لوگ ہو سکتے ہیں اور شعراء کے کلام کی نوعیت و حیثیت کیا ہے۔

(ہ) پہلی آیات میں آنحضرت ﷺ کے کاہن ہونے کی تردید تھی اور آیت ۲۲۴ سے آپ پر شاعر ہونے کے الزام کی تردید ہے۔

(و) شاعر خواہ کتنا مشہور کیوں نہ ہو' اس کے کلام سے تو اوباش اور عیاش قسم کے لوگ متاثر ہوتے ہیں' اس کے برعکس پیغمبر ﷺ کے تبعین کو دیکھیے، وہ شریف النفس اور نیک طینت لوگ ہیں ؏ ببین تفاوت راہ کجا تا کجا- پھر بھی قرآن کو کلام شعری اور آنحضرت ﷺ کو شاعروں کے زمرہ میں شمار کرنا کس قدر ظلم کی بات ہے-......اسے کیا کہیے؟

(ز) شاعروں کی شاعری بے مقصد ہوتی ہے' وہ صرف اپنے واردات نفس کو ذہنی عیاشی کے لیے شعر کہتے ہیں- نیک و بد ہر قسم کے مضامین باندھتے پھرتے ہیں اور ان کے کلام سے تضاد فکری مترشح ہوتا ہے' مگر قرآن کے مضامین پر غور کیجیے کہ اس کے سامنے ایک ہدف متعین ہے اور دلائل و براہین سے اس کو ثابت کر رہا ہے- چھوٹی سورت ہو یا بڑی' قرآن نے اپنے ہدف سے سرمو انحراف نہیں کیا- یہی وجہ ہے کہ تیئس سالہ منزل شدہ کلام میں کسی قسم کے تضاد و تناقض کا شائبہ تک نہیں ہے-

(ح) شاعر صرف گفتار کے غازی ہوتے ہیں، کردار کے نہیں- پھر کیا کسی انقلابی تحریک کی بنیاد شاعری پر رکھی جا سکتی ہے اور کسی صالح تحریک کا قائد شاعر ہو سکتا ہے؟ اس کے برعکس پیغمبر ﷺ کی عملی زندگی کو دیکھیے کہ وہ قرآن کی عملی تفسیر ہے-

الغرض ان حقائق کی موجودگی میں آنحضرت ﷺ کو کاہن یا شاعر کے لقب سے یاد کرنا اور قرآن کو کسی کاہن یا شاعر کا مصنوع کلام قرار دینا بہت بڑا ظلم اور زیادتی ہے اور ان ظالموں کا جو انجام ہونے والا ہے وہ جلد ہی ان کے سامنے آ جائے گا-

آیت ۲۲۷ کے تحت مولانا آزاد لکھتے ہیں:

''مصلحین کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ عدل الٰہی کے قیام کے لیے اپنی تمام قوتوں کو وقف کر دیتے ہیں- اور جب کبھی ان پر ظلم کیا جاتا ہے تو پتھر اور گھاس کی طرح بے حس و حرکت نہیں پڑے رہتے' بلکہ انسانوں کی طرح اٹھتے ہیں اور ظالموں سے ان کے ظلم کا بدلہ لیتے ہیں تاکہ ظالم کو سزا ملے اور عدل قائم ہو- اس بارے میں ان کا ارادہ اور فعل یکساں ہوتے ہیں' جیسا کہتے ہیں ویسا کر کے دکھا دیتے ہیں- ان کی زندگی کی بنیاد محض ارادہ ہی نہیں بلکہ عمل بھی ہوتا ہے-''

✵ ✵ ✵

اٰیَاتُھَا: 93 | سُوْرَۃُ النَّمْلِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُھَا: 7

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰیٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِیْنٍ ① هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِیْنَ ② الَّذِیْنَ
یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ ③ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ
بِالْاٰخِرَةِ زَیَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ یَعْمَهُوْنَ ④ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ
وَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ⑤ وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِیْمٍ عَلِیْمٍ ⑥
اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِیْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ
تَصْطَلُوْنَ ⑦ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِیَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ⑧

---

(۱) طٰس ــ یہ سورۃ قرآن اور اس کتاب کی آیتیں ہیں جو (حق و باطل اور احکام و ہدایات کو) صاف صاف بیان کرنے والی ہے[۱] (۲) مومنوں کے لیے سراسر ہدایت اور موجب بشارت ہے۔

(۳) جو نماز قائم کرتے اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور وہ وہی لوگ ہیں جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں (۴) بلاشبہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال کو ان کے لیے خوش نما بنا دیا ہے سو وہ بھٹکتے پھر رہے ہیں (۵) یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے (دنیا میں بھی) بدترین عذاب ہے اور آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے۔

(۶) اور (اے نبیؐ!) آپ کو یقیناً یہ قرآن بڑی حکمت اور بڑے علم والی ذات کی طرف سے القاء کیا جا رہا ہے۔ (۷) (ان کے سامنے یہ واقعہ بیان کیجیے) جب موسیٰ نے اپنے گھر والوں سے کہا "کہ میں نے ایک آگ سی دیکھی ہے میں وہاں سے یا تو (راستے کی) کوئی خبر لے کر آتا ہوں یا آگ کا شعلہ لاتا ہوں تا کہ تم اس آگ سے گرمی حاصل کرو[۲]۔

(۸) سو جب وہاں پہنچا تو ندا آئی کہ "مبارک ہے جو اس آگ کے اندر ہے اور جو اس کے ماحول میں ہے اور اللہ رب العلمین سب عیوب سے پاک ہے۔

---

[۱] یہ سورۃ بھی مکی ہے اور مکی عہد کی وسطی تنزیلات سے ہے جو پرآشوب عہد ہے۔ اس دور میں آنحضرت ﷺ اور قرآن پر طرح طرح سے الزام لگائے جا رہے تھے اور قرآن کی تعلیم کو بے اثر کرنے کے لیے اس کو شاعری، کہانت، اساطیر الاولین وغیرہ کہا جا رہا تھا۔ اس لیے اس عہد کی تنزیلات خصوصا رسالت و وحی کی صداقت کے بیان پر مشتمل ہیں اور ساتھ آنحضرت ﷺ کو تسلی و تشفی دی گئی ہے اور مخالفین کو انجام بد سے ڈرایا گیا ہے۔

يٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۹﴾ وَ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى
مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۫ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَىَّ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ
ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَ اَدْخِلْ يَدَكَ فِىْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ
بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۫ فِىْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ قَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۱۲﴾

---

(۹) اے موسیٰ' یہ میں ہوں اللہ زبردست اور دانا (۱۰) اور اپنا عصا ڈال دے پھر جب موسیٰ نے اس عصا کو دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح بل کھا رہا ہے تو موسیٰ پیٹھ پھیر کر بھاگا اور پلٹ کر بھی نہ دیکھا (ارشاد ہوا) اے موسیٰ ڈرو نہیں' میرے حضور پہنچ کر پیغمبر ڈرا نہیں کرتے (۱۱) الا یہ کہ کسی سے کوتاہی ہو جائے پھر وہ برائی کے بعد بھلائی سے اس کی تلافی کر دے تو میں بخشنے والا مہربان ہوں (۱۲) اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال لے تو وہ کسی عیب کے بغیر چمکتا ہوا نکلے گا (یہ دونوں معجزے) نو نشانیوں میں سے ہیں' (انہیں لے کر) فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ کیونکہ وہ بڑی بدکردار قوم ہے۔

---

(الف) اس سورہ میں بھی یہ وضاحت کی گئی ہے کہ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت و بشارت بنا کر بھیجا ہے تاہم اس پر ایمان کی سعادت سے وہی لوگ بہرہ ور ہوں گے جن کے دلوں میں آخرت کا خوف ہے' رہے وہ لوگ جو دنیا کے عیش و آرام میں مگن ہیں اور برے اعمال پر ریجھ کر اندھے ہو رہے ہیں ان پر قرآن کی نصیحت کارگر نہیں ہو سکتی۔

(ب) پھر اس پر گذشتہ اقوام و اشخاص کے واقعات کو تاریخی شہادت کے طور پر پیش کیا ہے' ان میں سب سے پہلا نمونہ فرعون کا ہے جس نے آیات و معجزات دیکھنے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ یہی حال قوم ثمود' قوم لوط کا تھا جو بالآخر سب کے سب ہلاک کر دیے گئے۔

(ج) دوسرا نمونہ اللہ کے شکر گزار بندوں کا ہے' یعنی حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام جنہوں نے اللہ کی نعمتوں کی شکر گزاری کی اور دنیا و آخرت کی سعادت سے سرفراز ہو گئے۔

(د) تیسرا نمونہ ملکہ سبا کا ہے' جو بہت نامور قوم کی حاکم تھی' وہ اور اس کی قوم شرک میں مبتلا تھے' مگر جب ملکہ کے سامنے حق ظاہر ہو گیا تو وہ ضد اور ہٹ دھرمی کے بجائے فوراً ایمان لے آئی۔

۲ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شروع زندگی کا وہ واقعہ بیان کیا ہے جب وہ مدین کی بستی میں مقیم تھے۔ جب وہ مدین سے رخصت ہو کر اپنے اہل و عیال سمیت وادی سینا کے جنوبی حصہ میں پہنچے تو وہیں یہ معاملہ پیش آیا۔ توراۃ میں اس جگہ کو "حورب" کہا ہے اور یہ کوہ طور کے دامن میں واقع ہے' یہاں پر ایک کنیسہ تعمیر ہے جو کہتے ہیں کہ رومی سلطنت کے عیسائی بادشاہ قسطنطین نے تعمیر کروایا تھا' جو آج تک محفوظ ہے۔

توراۃ میں ہے کہ انہوں نے درخت میں آگ دیکھی اور متعجب ہو کر وہاں گئے اور قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ محض رفع تعجب کے لیے نہیں گئے بلکہ آگ کی جستجو میں تھے' رات ٹھنڈی تھی اور سوچ رہے تھے کہیں آگ مل جائے تو تاپنے کے لیے الاؤ جلائیں' اتنے میں دور سے

فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۳﴾ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ

ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَ ع

قَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰي كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَ

قَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾

وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰٓي اِذَآ اَتَوْا عَلٰي وَادِ النَّمْلِ ۙ

قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾

---

(۱۳) غرض جب ہماری کھلی کھلی نشانیاں اس کے پاس آئیں تو کہنے لگے "یہ تو کھلا جادو ہے۔" (۱۴) اور انہوں نے از راہ ظلم وتکبر ان کا انکار کر دیا' حالانکہ ان کے دل ان (کی صداقت) کا یقین کر چکے تھے۔ سو دیکھیے کہ ان مفسدوں کا انجام کیسا ہوا

(۱۵) اور بلاشبہ ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا فرمایا اور انہوں نے کہا "سب تعریف اللہ کے لیے ہے۔ جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت عطا فرمائی" (۱۶) اور سلیمان، داؤد کا جانشین ہوا اور اس نے کہا "لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر قسم کی ضروری چیزیں دی گئی ہیں' واقعی یہ (اللہ کا) کھلا ہوا فضل ہے۔"

(۱۷) اور ایک مرتبہ سلیمان کے لیے جن وانس اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے اور وہ نظم وضبط سے رکھے جاتے۔

(۱۸) یہاں تک کہ جب یہ سب چیونٹیوں کی ایک وادی میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا "اے چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ' کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمہیں کچل ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔

---

ایک روشنی نظر آئی' یہ سمجھے کہ وہ آگ ہے' لیکن جب قریب پہنچے تو کارفرمائے قدرت نے پکارا "تو آگ کی چنگاری لے کر کیا کرے گا' یہ تو نور ہدایت کی آگ ہے اس سے روشنی حاصل کر!"

(الف) آیت نمبر ۸ کے الفاظ "بورك من في النار" سے ذات باری تعالیٰ کے لیے تحدید اور مکانیت کا وہم ہو رہا تھا اس لیے سبحان اللہ کلمہ تنزیہہ فرما کر اس کا ازالہ فرما دیا۔

(ب) آیت ۱۰ میں عصا کو "كانها جان" سے تعبیر فرمایا ہے جب کہ اعراف اور شعراء میں اس کے لیے ثعبان (اژدہا) کا لفظ استعمال کیا ہے' امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جسامت میں تو وہ اژدہا تھا مگر سرعت حرکت کی وجہ سے اسے جان سے تعبیر فرمایا ہے اور سورۃ طٰہٰ میں "حية تسعى" کے الفاظ میں۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اژدہا سے ڈر کر بھاگنا طبعی گھبراہٹ کی بنا پر تھا جیسا کہ ابتدا میں حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کپکپی کی حالت طاری ہو گئی تھی۔

(ج) لاٹھی کے سانپ بننے اور ہتھیلی کے چمک اٹھنے کا ذکر توراۃ میں بھی ہے (خروج ۴) نیز یہ کہ خدا نے فرمایا: اب تو جا، میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں (خروج ۳:۱) سورۃ بنی اسرائیل میں "تسع آيات بينات" ہے یعنی ہم نے موسیٰ کو نو آشکارا نشانیاں دیں، اور سورۃ الاعراف

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ
وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾
وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ﴿۲۰﴾

---

(۱۹) تو سلیمان اس کی بات پر مسکراتے ہوئے ہنس پڑا اور کہنے لگا "اے میرے رب مجھے اس بات پر قائم کر کہ میں تیرے اس احسان کا شکر ادا کرتا رہوں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں اور یہ کہ میں ایسے نیک کام کرتا رہوں جو تجھے پسند ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرمالے۔" (۲۰) اور سلیمان نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا "کہ میں (فلاں) ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں، کیا وہ کہیں غائب ہو گیا ہے؟"

---

میں ان کی تفصیل مذکور ہے۔

(د) آیت ۱۴ میں اصل مقصد کا اظہار فرمادیا کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور مادہ پرستیوں میں اندھے ہوجاتے ہیں، وہ ایک دو کیا نو کھلے معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے اور اس انکار کا اصل سبب ان کا ظلم وعلو ہے ورنہ ان کے دلوں کو پیغمبر کی حقانیت کا یقین ہوتا ہے۔

ج اب آیت (۱۵) میں فرعون کے مقابل حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کا ذکر ہورہا ہے، جو بہت بڑی مملکت کے مالک ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے شکر گزار بندے بنے رہے اور کبھی ظلم و استکبار سے کام نہیں لیا۔

(الف) حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو جو علم عطا ہوا تھا اس کا مظہر زبور اور امثال ہیں اور یہ وہ علم ہے جس کی بدولت انہوں نے ایک عظیم سلطنت قائم کرلی تھی جو اپنی بری اور بحری قوت کے اعتبار سے بہت بڑی سلطنت تھی۔

(ب) حضرت داؤد کے بعد حضرت سلیمان علیہما السلام ان کے وارث ہوئے' سورۃ الانبیاء میں گزر چکا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے اپنی بری فوج کے ساتھ بحری بیڑا بھی تیار کیا جو دنیا کا سب سے بڑا طاقتور بیڑا تھا اور ان کو پرندوں کی منطق کا خصوصی علم دیا گیا اور وہ ان کی تربیت کر کے اپنی فوج میں ان سے نامہ بری' خبر رسانی اور سراغ رسانی کا کام لیتے تھے' گویا یہ پرندے ان کی فضائی فوج تھی اور اس سے انکار یا تاویل کی گنجائش نہیں' آخر ہمارے زمانے میں کتوں سے بھی تو سراغ رسانی اور جاسوسی کا کام لیا جارہا ہے۔

(ج) ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنا لشکر پریڈ کے لیے جمع کیا تو وہ چلتے ہوئے "وادی النمل" چیونٹیوں کی وادی پر پہنچ گئے' تو ایک چیونٹی نے اپنے دل کو خطرے سے آگاہ کیا کہ اے چیونٹیو! اپنے بلوں میں گھس جاؤ مبادا کہ سلیمان اور اس کی فوجیں تمہیں پامال کردیں۔

(د) امام رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: چیونٹی کا گفتگو کرنا عقلاً مستبعد نہیں' بلکہ قرآن مجید نے تو بتایا ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے' مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے۔ اگر یہ تسبیح زبان حال سے ہوتا تو ہم سمجھتے ہیں۔ اور پھر فی زمانہ چیونٹیوں کے متعلق سائنس نے جو حیرت انگیز انکشافات کیے ہیں ان کی بنا پر قرآن کے بیان کردہ واقعہ میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی' لہٰذا ان میں کسی قسم کی تاویل و تحریف کی ضرورت نہیں۔ اس جگہ سلیمان علیہ السلام کا تبسم خوشی اور سرور کے مفہوم میں ہے اس واقعہ سے اصل مقصد حضرت سلیمان علیہ السلام کی شکر گزاری کا ذکر ہے۔ مگر ہمارے زمانہ کے بعض ماڈرن "مفسرین"' جنہیں قرآن مجید میں معجزات کے ذکر سے شرم آتی ہے' اس آیت میں تحریف کے مرتکب ہوئے ہیں کہ بنو نمل ایک قوم تھی جہاں سے حضرت سلیمانؑ کا گزر ہوا تھا۔ اور یہ نہیں سوچتے کہ پھر حضرت سلیمان

لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَاذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ
فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴿٢٢﴾ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً
تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ
لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا
يَهْتَدُونَ ﴿٢٤﴾ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ
وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿٢٦﴾

---

(۲۱) یقیناً میں اسے سخت سزا دوں گا' یا ذبح کر ڈالوں گا' یا وہ میرے سامنے کوئی معقول دلیل پیش کرے۔" (۲۲) پھر ہد ہد نے تھوڑی ہی دیر کے بعد آ کر کہا میں وہ بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کے علم میں نہیں ہے اور میں سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔ ۵ (۲۳) میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو اس قوم پر حکومت چلا رہی ہے اور اسے ہر طرح کا ساز و سامان بخشا گیا ہے اور اس کے پاس عظیم الشان تخت ہے۔ (۲۴) میں نے اس عورت اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے خوشنما بنا دیے ہیں اور ان کو صحیح راہ سے روک دیا ہے لہٰذا وہ صحیح راہ نہیں پاتے۔ (۲۵) کہ وہ اس اللہ کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو باہر نکالتا ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو وہ اس سب کو جانتا ہے (۲۶) اللہ ہی وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور جو عرش عظیم کا مالک ہے۔

---

کے علم کی خصوصیت کیا رہ گئی جسے بڑی اہمیت سے قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔ اور تاریخی طور پر بھی اس نام کا کوئی قبیلہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی متعجبانہ ہنسی اور ان کے احساس شکر گزاری کی اہمیت' جسے قرآن حکیم بیان کر رہا ہے' بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

۴ ہد ہد کے اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج میں باقاعدہ تربیت پائے ہوئے مختلف قسم کے پرندے بھی تھے جن سے وہ پیغام رسانی' سراغ رسانی اور دریافت احوال کی مہمات میں کام لیتے تھے۔

پرندوں سے یہ کام لینے کا طریقہ اور ان کی تربیت کا فن بہت قدیم ہے' بلکہ ابتدائے تاریخ سے موجود ہے' اور موجودہ زمانہ کی سائنس نے جو معلومات فراہم کی ہیں' ان سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے' لہٰذا بعض عقل پرستوں کا اس کی تاویل کرنا اور اس سے ہد ہد نامی کوئی شخص مراد لینا قرآنی تحریف کے مترادف ہے۔

۵ سبا جنوبی یمن کی مشہور تجارت پیشہ قوم تھی جس کا دار الحکومت مآرب' موجودہ یمن کے دار السلطنت صنعاء سے پچپن میل بجانب شمال مشرق واقع تھا' اس کا زمانہ عروج معین کی سلطنت کے زوال کے بعد تقریباً ۱۱۰۰ ق م سے شروع ہوا اور ایک ہزار سال کے بعد ۱۱۵ ق م میں جنوبی عرب کی دوسری مشہور قوم حمیر نے اس کی جگہ لے لی۔ عرب میں یمن اور حضر موت اور افریقہ میں حبش کے علاقہ پر ان کا قبضہ تھا۔ ہندوستان و مصر و شام کی تجارت پر یہ قوم چھائی ہوئی تھی۔ تجارت کے علاوہ ان کی خوشحالی کا سبب ان کا نظام آبپاشی تھا جس سے ان کا پورا علاقہ جنت بنا ہوا تھا۔

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ
ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ
كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَ اِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ
مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْۤ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ ع
قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّ اُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ۬ وَّ الْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿٣٣﴾
قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ جَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَ كَذٰلِكَ
يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٤﴾ وَ اِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَآءَ
سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَاۤ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿٣٦﴾

---

(۲۷) سلیمان نے کہا: ''اچھا ابھی ہم دیکھ لیتے ہیں کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹ بولنے والوں سے ہے (۲۸) جا میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کے پاس ڈال دے پھر ان سے الگ ہو جا اور دیکھتا رہ کہ وہ کیا ردعمل ظاہر کرتے ہیں

(۲۹) اس عورت نے کہا'' اے اہل دربار مجھے ایک مکتوب گرامی موصول ہوا ہے۔

(۳۰) وہ خط سلیمان کی جانب سے ہے اور (اس میں لکھا ہے) ''شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

(۳۱) یہ کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور فرمانبردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔'' (۳۲) اس ملکہ نے کہا: '' اے اہل دربار، میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو میں کسی کا قطعی فیصلہ تمہاری موجودگی کے بغیر نہیں کیا کرتی۔''

(۳۳) اہل دربار نے کہا'' ہم طاقت ور جنگجو قوم ہیں۔ آپ صاحب اختیار ہیں، پس آپ خود دیکھ لیں کہ ہمیں کیا کیا حکم دینا ہے۔''

(۳۴) ملکہ نے کہا: '' بلاشبہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کر دیتے ہیں اور وہاں کے معزز باشندوں کو ذلیل کر دیتے ہیں۔ اور ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

(۳۵) اور میں ان کے پاس ایک ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھتی ہوں کہ میرے فرستادے کیا جواب لے کر آتے ہیں۔''

(۳۶) جب وہ (ملکہ کا سفیر) سلیمان کے پاس پہنچا تو سلیمان نے کہا: '' کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ جو کچھ اللہ نے مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دیا ہے، لہٰذا تم خود ہی اپنے اس ہدیہ پر خوش ہوتے رہو۔

اِرۡجِعۡ اِلَيۡهِمۡ فَلَنَاۡتِيَنَّهُمۡ بِجُنُوۡدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمۡ بِهَا وَلَنُخۡرِجَنَّهُمۡ مِّنۡهَاۤ اَذِلَّةً وَّهُمۡ
صٰغِرُوۡنَ ۝۳۷ قَالَ يٰۤاَيُّهَا الۡمَلَؤُا اَيُّكُمۡ يَاۡتِيۡنِىۡ بِعَرۡشِهَا قَبۡلَ اَنۡ يَّاۡتُوۡنِىۡ مُسۡلِمِيۡنَ ۝۳۸ قَالَ
عِفۡرِيۡتٌ مِّنَ الۡجِنِّ اَنَا اٰتِيۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ تَقُوۡمَ مِنۡ مَّقَامِكَ‌ ۚ وَاِنِّىۡ عَلَيۡهِ لَقَوِىٌّ اَمِيۡنٌ ۝۳۹

---

(۳۷) (اے سفیر) تو ان کے پاس واپس چلا جا، ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا وہ مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور ہم انہیں ذلیل بنا کر (وہاں سے) نکالیں گے اور وہ خوار ہوں گے۔"

(۳۸) سلیمان نے کہا: "اے اہل دربار، تم میں کون ہے جو اس کا عرش میرے پاس لے آئے قبل اس سے کہ وہ لوگ مطیع ہو کر میرے پاس حاضر ہوں۔

(۳۹) جنوں میں سے ایک قوی ہیکل جن نے عرض کیا "قبل اس کے کہ آپ اپنی مجلس سے اٹھیں میں اسے آپ کے پاس لے آؤں گا اور میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔"

---

حضرت سلیمان علیہ السلام اس قوم سے بخوبی واقف تھے بلکہ حضرت داؤد علیہ السلام بھی ان سے شناسا تھے، اس لیے ہدہد کے قول کا صرف یہ مطلب ہے کہ قوم سبا کے مرکز میں جو چشم دید واقعات میں دیکھ کر آیا ہوں وہ ابھی تک آپ کو نہیں پہنچے۔

ہدہد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آفتاب پرست تھے۔ ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ جب ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط لے کر پہنچا تو ملکہ سبا سورج کی پرستش کے لیے جا رہی تھی۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ہدایا واپس بھیج دیے اور دھمکی دی، جو کہ آیت ۳۷ میں مذکور ہے، تو ملکہ نے خود حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونا مناسب سمجھا چنانچہ وہ اپنے خدم و حشم کے ساتھ فلسطین کی طرف روانہ ہوئی اور جب بیت المقدس سے ایک دن کے فاصلہ پر تھی، کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کا تخت منگوا کر اس میں کچھ تبدیلی کروادی۔

سبا سے بیت المقدس کا فاصلہ ایک پرند کی اڑان کے لحاظ سے کم از کم ڈیڑھ ہزار میل ہے، اتنے فاصلے سے آن واحد میں اس تخت کا لا حاضر کرنا کسی خدائی قوت کے بغیر ممکن نہیں۔ جس کی طرف قرآن نے "الذی عندہ علم من الکتاب" کہہ کر اشارہ کیا ہے۔

ملکہ سبا کی حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات پر پہلا سوال یہ ہوا "اھکذا عرشک" تو اس نے کہا "کانہ ھو" یعنی یہ تو گویا وہی ہے، اس حیرت انگیز کارنامے کو دیکھ کر اسے یقین ہو چکا تھا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں، محض ایک سلطنت کے فرمانروا نہیں ہیں۔ اس کے بعد جب قصر شاہی میں داخل ہونے کے لیے اسے کہا گیا، جس کا فرش شیشے کا تھا اور اس کے نیچے پانی چھوڑا گیا تھا، تو اس نے ملکہ کی آنکھیں کھول دیں اور اسے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کے نبی ہیں، چنانچہ اس نے سابقہ گناہوں کی اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کی اور سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام قبول کر

قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا
عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۫ لِیَبْلُوَنِیْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَ مَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ
مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ۝۴۰ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ
لَا یَهْتَدُوْنَ ۝۴۱ فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَ اُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا
وَ كُنَّا مُسْلِمِیْنَ ۝۴۲ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ ۝۴۳
صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِیْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَیْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعٰلَمِیْنَ ۝۴۴ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِیْقٰنِ یَخْتَصِمُوْنَ ۝۴۵ ع

(۴۰) ایک شخص، جس کے پاس کتاب کا علم تھا، اس نے کہا: ''میں آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے اسے لائے دیتا ہوں'' پھر جب سلیمانؑ نے اس تخت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا: ''یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں، اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا رب بے نیاز اور بزرگ ہے۔

(۴۱) سلیمان نے کہا: ''اس کے لیے اس کے عرش میں تبدیلی کر دو تا کہ ہم دیکھیں کہ وہ صحیح بات تک ہدایت پاتی ہے یا یہ ان لوگوں میں سے ہے جو راہ نہیں پاتے۔''

(۴۲) پھر جب ملکہ حاضر ہوئی تو اس سے کہا گیا'' کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ کہنے لگی گویا یہ وہی ہے، ہم تو اس سے پہلے ہی جان گئے تھے اور ہم حکم بردار ہو چکے تھے۔

(۴۳) اور اس کو ایمان لانے سے اس چیز نے روک رکھا تھا جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی کیونکہ وہ ایک کافر قوم سے تھی۔ (۴۴) اس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو جا۔ پھر جب اس نے دیکھا تو خیال کیا کہ یہ گہرا پانی ہے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا، تو سلیمان نے کہا کہ یہ شیشے کا چکنا محل ہے، بلقیس نے کہا'' میرے پروردگار میں نے (بدگمانی کر کے) اپنی جان پر ظلم کیا۔

اب میں سلیمان کے ساتھ ہو کر رب العلمین کے لیے مسلمان ہوئی۔'' (۴۵) اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو (یہ پیغام

---

لیا اور اس کے بعد اپنے ملک کو روانہ ہو گئی، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق حکومت چلاتی رہیں۔ اس قدر تفصیلات جو بائبل اور یہودی ربیوں کی روایات میں مذکور ہیں وہ قرآن سے ملتی جلتی ہیں لیکن حضرت سلیمان علیہ السلام کا اس سے مجامعت کرنا اور اس حرامی نسل سے بخت نصر کا پیدا ہونا یہ سب بکواس ہے جو ایک نبی کی شان سے بعید ہے۔

قَالَ يٰقَوۡمِ لِمَ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ ۚ لَوۡلَا تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾
قَالُوا اطَّيَّرۡنَا بِكَ وَبِمَنۡ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِى
الۡمَدِيۡنَةِ تِسۡعَةُ رَهۡطٍ يُّفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا يُصۡلِحُوۡنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوۡا تَقَاسَمُوۡا بِاللّٰهِ لَـنُبَيِّتَـنَّهٗ وَاَهۡلَهٗ
ثُمَّ لَـنَقُوۡلَنَّ لِـوَلِيِّهٖ مَا شَهِدۡنَا مَهۡلِكَ اَهۡلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوۡنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوۡا مَكۡرًا وَّمَكَرۡنَا مَكۡرًا
وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكۡرِهِمۡ ۙ اَنَّا دَمَّرۡنٰهُمۡ وَقَوۡمَهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۵۱﴾

---

دے کر) بھیجا کہ تم لوگ اللہ کی عبادت کرو تو یکایک وہ دو فریق بن کر جھگڑنے لگے[6] (۴۶) صالح نے کہا: "میری قوم کے لوگو! تم لوگ بھلائی سے پہلے برائی کے لیے کیوں جلدی کرتے ہو؟ تم لوگ کیوں اللہ سے بخشش نہیں مانگتے؟ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" (۴۷) وہ کہنے لگے: "ہم نے تو تجھے اور تیرے ساتھیوں کو منحوس پایا ہے۔" صالح نے کہا: "تمہاری نحوست کا سبب تو اللہ کے پاس ہے بلکہ تم لوگ تو آزمائش میں مبتلا کیے گئے ہو"

(۴۸) اس شہر میں نو آدمی تھے جو ملک میں فساد بپا کرتے پھرتے تھے اور کوئی اصلاح کا کام نہ کرتے تھے (۴۹) انہوں نے کہا" تم سب باہم اللہ کی قسمیں اٹھاؤ کہ ہم صالح اور اس کے خاندان پر شبخون ماریں گے پھر ہم اس کے ولی سے کہہ دیں گے کہ ہم تو اس خاندان کی ہلاکت کے موقع پر موجود ہی نہ تھے اور ہم بالکل سچ کہتے ہیں۔

(۵۰) اور انہوں نے ایک خفیہ سازش کی اور ہم نے بھی ایک تدبیر کی جس کی انہیں خبر نہ تھی۔

(۵۱) سو دیکھو کہ ان کی سازش کا انجام کیا ہوا؟ ہم نے ان (نو آدمیوں) کو اور ان کی پوری قوم کو تباہ کر ڈالا۔

---

### ٦ قوم ثمود میں حضرت صالح علیہ السلام کا ظہور:

(الف) جونہی حضرت صالح علیہ السلام نے دعوت کا آغاز کیا قوم دو گروہوں میں بٹ گئی یعنی ایک مومن اور دوسرا منکر اس تفرقہ کے ساتھ ہی ان میں کشمکش شروع ہو گئی' ایک طرف قوم کے سردار تھے اور دوسری طرف حضرت صالح علیہ السلام کے ساتھ غریب اور پسا ہوا طبقہ تھا۔ یہی حالت مکہ میں مسلمانوں اور کفار قریش کی تھی اس لیے یہ قصہ ان حالات کے عین مطابق تھا۔

(ب) متکبر لوگ ہمیشہ خیر کے بجائے شر مانگتے ہیں چنانچہ قوم ثمود کے سرداروں نے بھی عذاب کی درخواست کی اور حضرت صالح علیہ السلام کو منحوس اور شرپسند کا خطاب کیا۔

(ج) قوم ثمود کے نو سرداروں نے ایکا کر لیا کہ انہیں رات کی تاریکی میں قتل کر دیا جائے اور پھر ولی الدم کے سامنے انکار کر دیا جائے۔ کچھ ایسی ہی سازش کے بارے میں کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوچ رہے تھے۔

---

(۱) "الہلال" ۲۷ راگست ۱۹۱۳ء ص ۸۔

فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اَنْجَیْنَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ اَنْتُمْ
تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْیَتِكُمْ ۚ
اِنَّهُمْ اُنَاسٌ یَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ؗ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِیْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ
مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ﴿۵۸﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ؕ آٰللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا
یُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ ؕ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ
ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ؕ

الجزء ۲۰ ع ۱

(۵۲) اس بے موقع اور بے وضع عمل کا نتیجہ دیکھو کہ ان کے گھر کیسے اجاڑ ہو گئے ہیں؟ حقیقت میں جنہیں علم ہے ان کے لیے اس ماجرے میں عبرت کی ایک بڑی نشانی ہے۔[1] (۵۳) اور ہم نے ان لوگوں کو بچا لیا جو ایمان لائے تھے اور وہ تقویٰ کی راہ اختیار کر چکے تھے۔ (۵۴) اور ہم نے لوط کو بھیجا جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ کیا تم دیدہ و دانستہ بدکاری کا ارتکاب کرتے ہو (۵۵) کیا تم شہوت رانی کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو؟ درحقیقت تم لوگ سخت جہالت کا کام کرتے ہو (۵۶) مگر اس کی قوم کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو، یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں (۵۷) آخر کار ہم نے لوطؑ اور اس کے اہل خانہ کو نجات دی، بجز اس کی بیوی کے جس کا پیچھے رہ جانا ہم نے مقدر کر رکھا تھا (۵۸) اور ہم نے ان پر ایک عجیب قسم کی بارش کی، سو جن لوگوں کو ڈرایا گیا تھا ان کے حق میں بہت بری بارش تھی (۵۹) اے نبی، آپ کہیے، سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے برگزیدہ کیا (ان سے پوچھو) بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں جن کو تم اس کا شریک ٹھہرا رہے ہو (۶۰) وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے آسمان سے تمہارے لیے پانی برسایا۔ پھر اس آبپاشی سے خوش نما باغ اگا دیے۔ حالانکہ تمہارے بس کی یہ بات نہ تھی کہ ان باغوں کے درخت لگاتے، کیا (ان کاموں کا کرنے والا) اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟ (افسوس ان لوگوں کی سمجھ پر، حقیقت حال خواہ کتنی ہی ظاہر ہو) مگر (یہ) وہ لوگ ہیں جن کا شیوہ ہی کج روی ہے۔[2]

(۱) قوم کے سردار یہ سوچ ہی رہے تھے کہ اللہ کے عذاب کی لپیٹ میں آ گئے۔ سورہ ہود میں ہے کہ جب انہوں نے اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو تین دن کا نوٹس دے دیا۔ اس پر وہ حضرت صالح علیہ السلام کے قتل کے درپے ہو گئے اور جس رات شب خون مارنے والے تھے اسی رات ان کو عذاب نے آ لیا۔

(۱) "الہلال" ۹ رجولائی ۱۹۱۳ء ص ۱۶۔ (۲) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۵۲-۵۳۔

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِیَ وَجَعَلَ بَیْنَ الْبَحْرَیْنِ
حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ
وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾
اَمَّنْ یَّهْدِیْكُمْ فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ یُّرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ
ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَمَنْ یَّرْزُقُكُمْ
مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۶۴﴾
قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾
بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ ۟ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْهَا ٝ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع ۵ ۸

(۶۱) اچھا بتاؤ وہ کون ہے، جس نے زمین کو (زندگی و معیشت کا) ٹھکانا بنا دیا؟ اس کے درمیان نہریں جاری کر دیں؟ اس (کی درستی) کے لیے پہاڑ بلند کر دیے؟ دو دریاؤں میں (دریا اور سمندر میں) ایسی دیوار حائل کر دی ہے (کہ دونوں اپنی اپنی جگہ محدود رہتے ہیں)؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟ (افسوس! کتنی واضح بات ہے) مگر ان لوگوں میں اکثر ایسے ہیں جو نہیں جانتے! (۶۲) اچھا بتاؤ وہ کون ہے جو بے قرار دلوں کی پکار سنتا ہے (جب وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر) اسے پکارنے لگتے ہیں اور وہ ان کے درد دکھ ٹال دیتا ہے؟ وہ کہ اس نے تمہیں زمین کا جانشین بنایا ہے، کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی ہے؟ افسوس تمہاری غفلت پر! بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تم نصیحت پذیر ہو! (۶۳) اچھا بتاؤ، وہ کون ہے جو باران رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں چلا دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) اللہ کی ذات اس ساجھے سے پاک و منزہ ہے، جو یہ لوگ اس کی معبودیت میں ٹھہرا رہے ہیں (۶۴) اچھا بتاؤ، وہ کون ہے جو مخلوقات کی پیدائش شروع کرتا ہے، پھر اسے دہراتا ہے؟ اور وہ کون ہے جو آسمان و زمین کے کارخانہ ہائے رزق سے تمہیں روزی دے رہا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟ (اے پیغمبر) ان سے کہو اگر تم (اپنے رویے میں) سچے ہو (اور انسانی عقل و بصیرت کی اس عالمگیر شہادت کے خلاف تمہارے پاس کوئی دلیل ہے) تو اپنی دلیل پیش کرو[1] (۶۵) آپ ان سے کہہ دیجیے: "جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے کسی کو غیب کا علم نہیں ہے اور نہ ان کو یہ خبر ہے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے"[لے] (۶۶) حقیقت یہ ہے کہ آخرت کے بارے میں ان کا علم گڈمڈ ہو گیا ہے، بلکہ وہ آخرت کے متعلق شک میں پڑے ہوئے ہیں، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں۔

لے **حضرت لوط علیہ السلام کا ظہور:**

(الف) حضرت لوط حضرت ابراہیم علیہما السلام کے بھتیجے تھے اور کرمیت کے کنارے سدوم میں مقیم ہو گئے تھے۔ یہ معاملہ وہیں پیش آیا۔ توراۃ میں ہے کہ ان پر آگ اور گندھک کی بارش ہوئی تھی۔ قرآن میں ہے کہ پتھر گرے تھے۔ دونوں بیانوں کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۵۲-۵۳۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَاۤ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا
مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى
هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِىْ
تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾
وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِى السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۵﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِىْ هُمْ فِيْهِ

(۶۷-۶۸) کافر کہتے ہیں کہ جب ہم اور ہمارے اسلاف مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر قبر سے نکالے جائیں گے؟ ہم اور ہم سے پہلوں سے یہی وعدے کیے گئے تھے- کچھ نہیں یہ تو صرف اگلوں کی کہانی ہے-[1] (۶۹) آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تم ذرا زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیا ہو چکا ہے-[11] (۷۰) آپ ان پر غم نہ کھائیں اور جو خفیہ سازشیں یہ کرتے ہیں ان سے آپ تنگ دل نہ ہوا کریں-[12] (۷۱-۷۲) اور (اے پیغمبر! یہ حقیقت فراموش) کہتے ہیں اگر تم (نتائج ظلم وطغیان سے ڈرانے میں) سچے ہو تو وہ بات کب ہونے والی ہے؟ (اور کیوں نہیں ہو چکتی؟ ان سے کہہ دو گھبراؤ نہیں) جس بات کے لیے تم جلدی مچا رہے ہو عجب نہیں اس کا ایک حصہ بالکل قریب آ گیا ہو- (۷۳) اور (اے پیغمبر!) تمہارا پروردگار انسان کے لیے بڑا ہی فضل رکھنے والا ہے (کہ ہر حال میں اصلاح وتلافی کی مہلت دیتا ہے) لیکن (افسوس انسان کی غفلت پر) بیشتر ایسے ہیں کہ اس کے فضل ورحمت سے فائدہ اٹھانے کی جگہ اس کی ناشکری کرتے ہیں-[13] [2] (۷۴) اور بلاشبہ آپ کا رب خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینے اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں (۷۵) اور آسمان وزمین میں کوئی ایسی پوشیدہ چیز نہیں ہے جو کتاب مبین (لوح محفوظ) میں موجود نہ ہو- (۷۶) اور بلاشبہ یہ قرآن بنی اسرائیل کے سامنے اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اکثر اختلاف

حالت پیش آئی ہوگی جیسی آتش فشاں پہاڑوں کے پھٹنے سے واقع ہوتی ہے- سورۂ ہود میں مفصل قصہ مذکور ہے-

۵ اب خاتمہ سورۃ میں توحید پر اس کے آفاقی اور انفسی دلائل پیش کر کے بتا دیا ہے کہ منکرین کے انکار کا اصل سبب آخرت کا انکار ہے- اس طرح خاتمہ سورۃ تمہید کے ساتھ مربوط ہو گیا ہے-

(الف) اللہ تعالیٰ نے کائنات کا جو مربوط نظام قائم کیا ہے اور زمین وآسمان میں زندگی کے جو سامان مہیا کیے ہیں' یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے سوا نہ تو کوئی بنا سکتا ہے اور نہ ہی اس نظام کو چلا سکتا ہے- تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ مشرکین اللہ کے سوا دوسروں کو کیوں شریک ٹھہرا رہے ہیں-

(ب) زندگی میں جب مشکلات پیش آتی ہیں تو ہم لاچار ہو کر اللہ کو پکارتے ہیں اور اللہ ہی مصیبت کو کھولتا ہے اور تمہیں زمین میں اختیارات اسی نے تفویض کیے ہیں' بحر وبر کی تاریکیوں میں ہدایت کے لیے اس نے ستاروں کا نظام قائم کر دیا ہے- الغرض یہ سارا نظام اللہ تعالیٰ کا قائم کیا ہوا ہے- پھر دوسروں کو اس کے ساتھ کیوں شریک کرتے ہو- اگر اللہ کے ساتھ کسی کے شریک ہونے پر تمہارے پاس کوئی دلیل

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۹۴-
(۲) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۹۴-

يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٧٦﴾ وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٧﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ
وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٧٨﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿٧٩﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ
الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاۗءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٨٠﴾ وَمَاۤ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ
عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿٨١﴾ وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ
عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَاۗبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿٨٢﴾ ع

رکھتے ہیں (۷۶) اور یقیناً یہ قرآن ایمان لانے والوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے (۷۷) بالیقین آپ کا رب ان لوگوں کے مابین اپنے حکم سے فیصلہ کردے گا اور وہی زبردست اور سب کچھ جاننے والا ہے (۷۸) سو آپ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیے، بلاشبہ آپ صریح حق پر ہیں۔ (۷۹) آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ ان بہروں تک اپنی آواز پہنچا سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل جائیں (۸۰) اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر صحیح راہ پر لگا سکتے ہیں۔ آپ صرف انہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں، سو وہی فرماں بردار ہیں۔ (۸۱) اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت ان پر آپہنچے گا یعنی قیامت قریب ہوگی تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری نشانیوں کا یقین نہ کرتے تھے۔ (۸۲)

ہے تو پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ الغرض ان آیات میں خلق وتدبیر اور رزاقی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے الٰہ واحد ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔

۹ قرآن کا اسلوب بیان یہ نہیں کہ نظری مقدمات اور ذہنی مسلمات کی شکلیں ترتیب دے، پھر اس پر بحث وتقریر کر کے مخاطب کو رد وتسلیم پر مجبور کرے۔ اس کا تمام تر خطاب انسان کے فطری وجدان وذوق سے ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے خدا پرستی کا جذبہ انسانی فطرت کا خمیر ہے۔ اگر ایک انسان اس سے انکار کرنے لگتا ہے تو یہ اس کی غفلت ہے۔ ضروری ہے کہ اسے غفلت سے چونکا دینے کے لیے دلیل پیش کی جائے، لیکن یہ دلیل ایسی نہ ہونی چاہیے، جو محض ذہن ودماغ میں کاوش پیدا کردے، بلکہ ایسی ہونی چاہیے، جو اس کے نہاں خانہ دل پر دستک دے اور اس کا فطری وجدان بیدار کردے۔

ان آیات میں جو سوالات ہیں، ان میں سے ہر سوال اپنی جگہ ایک مستقل دلیل ہے کیونکہ ان میں سے ہر سوال کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے اور وہ فطرت انسانی کا عالمگیر اور مسلمہ اذعان ہے۔ ہمارے متکلموں کی نظر اس پہلو پر نہ تھی، اس لیے قرآن کا اسلوب استدلال ان پر واضح نہ ہو سکا اور وہ دور دراز گوشوں میں بھٹک گئے۔ قرآن خود انسان کی فطرت ہی سے انسان پر حجت لاتا ہے۔

۱۰ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک اہم صفت ذکر کی ہے یعنی کہ اللہ کے سوا کسی کو علم غیب نہیں ہے۔ جن، فرشتے، انبیاء اور اولیاء سب کا علم محدود ہے۔ صرف اللہ ہی ہے، جس سے اس کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

۱۱ دراصل یہ لوگ آخرت کے بارے میں شک وشبہ میں پڑے ہوئے ہیں، بلکہ اندھے ہو رہے ہیں، کبھی یہ کہتے ہیں کہ جب ہم اور ہمارے آباواجداد گل سڑ گئے تو پھر وہ دوبارہ زندہ کر کے کیسے اٹھائے جائیں گے۔ اس قسم کے وعدے ہمارے آباواجداد سے بھی کیے گئے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾ حَتّٰى إِذَا جَاءُوْ
قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٤﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ
عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٨٥﴾ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ
وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ
فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ۭ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿٨٧﴾
وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۭ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْ
أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۭ إِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿٨٨﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ

(۸۳) اور اس دن (کا تصور کرو) جب ہم ہر ایک امت میں سے ایک ایک گروہ ان لوگوں کا جمع کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتے تھے پھر ان کو جمع کرنے کی غرض سے روکا جائے گا۔ (۸۴) یہاں تک کہ جب سب آ جائیں گے تو اللہ ان سے پوچھے گا کہ تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا حالانکہ تم نے ان آیات کا پوری طرح سے علمی احاطہ نہ کیا تھا؟ ورنہ بتاؤ اور کیا کرتے تھے (۸۵) اور ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر عذاب پورا ہو جائے گا تب وہ کوئی بات نہ کر سکیں گے (۸۶) کیا حکمت و ربوبیت کی اس نشانی کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے رات کو تو تاریکی قرار دیا تاکہ انسان سوئے ۱؎ اور راحت و سکون پائے اور دن کو روشن کیا تاکہ وہ سکون کی جگہ حرکت میں بسر ہو، بلاشبہ ارباب ایمان و یقین کے لیے اس میں (اس اختلاف لیل و نہار اور اس کے اثرات میں حکمت ربانی کی) بڑی نشانیاں ہیں ۲؎ (۸۷) اور جس دن صور پھونکا جائے گا۔...... تو جو کوئی بھی آسمان میں اور زمین میں ہے سب گھبرا جائیں گے مگر ہاں جس کو خدا چاہے، اور سب اللہ کے حضور عاجز بن کر آئیں گے (۸۸) اور تم پہاڑوں کو دیکھ کر سمجھتے ہو کہ خوب جمے ہوئے ہیں مگر اس دن بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ یہ سب اللہ ہی کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز خوبی اور درستی کے ساتھ بنائی۔ (۲) بلاشبہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے (۸۹) جو شخص نیکی لے کر حاضر ہوگا تو اس کو اس نیکی سے بہتر بدلہ ملے گا۔

معلوم ہوتا ہے یہ بے سروپا کہانیاں ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر عذاب میں شبہ ہو تو زمین میں سفر کر کے دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا حشر کیسا ہوا؟

۱؎ آیت (۷۰) میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے کہ ان سازشوں سے تنگ دل نہ ہوں، عنقریب عذاب کا کچھ حصہ ان پر آ کر رہے گا۔ کفار قریش کے ساتھ یہود بھی سازشوں میں شریک ہو رہے تھے، اس لیے قرآن کی حفاظت کے سلسلہ میں ان کو بھی مخاطب کیا ہے۔

۲؎ جس طرح تم مادیات میں دیکھتے ہو کہ فطرت چھانٹتی رہتی ہے، جو چیز نافع ہوتی ہے باقی رکھتی ہے، جو نافع نہیں ہوتی اسے محو کر دیتی ہے ٹھیک ٹھیک ایسا ہی عمل معنویات میں بھی جاری ہے، جو عمل حق ہوگا قائم اور ... ہے گا، جو باطل ہوگا مٹ جائے گا۔ قرآن مجید اسے قضا

(۱) البلاغ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ ص ۱۰-۱۱ (۲) "ترجمان القرآن" ... ول ص ۷۔

وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَىٕذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِؕ
هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ
حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ٘ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَۚ
فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ
الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَاؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۱۱

اور یہ لوگ اس دن کی گھبراہٹ سے امن میں رہیں گے (۹۰) اور جو شخص بدی لے کر حاضر ہوگا تو وہ اوندھے منہ آگ میں پھینکے جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) تم کو انہی اعمال کا بدلہ دیا جارہا ہے، جو تم کیا کرتے تھے۔

(۹۱) (اے پیغمبر! ان سے کہہ دیجیے) مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اس شہر کے رب کی بندگی کروں جس نے اس کو محترم بنایا ہے اور ہر ایک چیز اسی کی ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں رہوں۔[۱۶]

(۹۲) نیز یہ کہ میں قرآن پڑھ پڑھ کر سناتا رہوں' اب جو شخص راہ ہدایت اختیار کرے گا تو وہ اپنے ہی بھلے کے لیے اختیار کرے گا اور جو گمراہ ہو تو ان سے کہہ دیجیے میں تو بس ایک ڈرانے والا ہوں۔

(۹۳) اور آپ ان سے کہہ دیجیے تعریف اللہ ہی کے لیے ہے' عنقریب وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھائے گا۔ سو اس وقت تم ان کو پہچان لو گے، اور آپ کا رب ان کاموں سے غافل نہیں ہے جو تم کرتے ہو۔

---

بالحق سے تعبیر کرتا ہے۔ یعنی فطرت کا فیصلہ حق!......

کیا قضا بالحق کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر باطل عمل فوراً نابود ہو جائے؟ قرآن کہتا ہے کہ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ اور رحمت کا مقتضا یہی ہے کہ ایسا نہ ہو۔ مادیات کی طرح معنویات میں بھی تدریج و امہال کا قانون کام کر رہا ہے۔ قرآن مجید میں جابجا ایسی مثالیں بھی موجود ہیں کہ منکروں نے پیغمبروں سے کہا' عذاب جلد لے آؤ' اور جن نتائج و عواقب سے ڈرا رہے ہو وہ کیوں ظاہر نہیں ہو جاتے؟ قرآن کہتا ہے اگر کائنات ہستی میں اس حقیقت اعلیٰ کا ظہور نہ ہوتا جسے رحمت کہتے ہیں تو یقیناً یہ نتائج یکایک ظاہر ہو جاتے ...... قانون رحمت کا مقتضا یہی ہے کہ حق کی طرح باطل کو بھی زندگی و معیشت کی مہلتیں دے اور توبہ، رجوع اور عفو و درگزر کا دروازہ ہر حال میں باز رکھے۔ فطرت کائنات میں اگر یہ رحمت نہ ہوتی تو یقیناً وہ جزائے عمل میں جلد باز ہوتی' لیکن اس میں رحمت ہے' اس لیے نہ تو اس کی مہلت بخشیوں کی کوئی حد ہے' اور نہ اس کے عفو و درگزر کے لیے کوئی کنارہ!

[۱۶] پھر آثار قیامت کے ضمن میں خروج دابہ کا ذکر کیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ ایک جانور کے ذریعہ سے اتمام حجت کرے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور خروج دابہ

خروج دجال اور دخان قیامت کی نشانیوں سے ہیں' جو یکے بعد دیگرے ظاہر ہوں گی- اس کے بعد قیامت بپا ہوگی تو نفخ صور ہوگا' جس سے ہر شخص بے ہوش ہو جائے گا- ہاں البتہ نیکو کار لوگ اس کے اثر سے محفوظ رہیں گے اور کفار کو اوندھے منہ دوزخ میں گرایا جائے گا-

۵ مولانا آزاد لکھتے ہیں:

"نیند...... سکون کامل کا نام ہے- اس لیے وہ اعضائے انسانیہ میں ہر عضو کو محبوب ہے اور اس قدر محبوب ہے کہ اس کے لطف وصل کو رشک ورقابت متعفن نہیں کر سکتے- پس اس سے ہر عضو ایک ساتھ فائدہ اٹھاتا ہے- یہی وجہ ہے کہ بستر خواب سے اٹھنے سے تمام قوائے انسانیہ کی تجدید ہو جاتی ہے- جسم کے جو پرزے چلتے چلتے گھس گئے تھے وہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتے ہیں- اور تمام اعضاء ایک مسرت تازہ ایک انبساط جدید سے مسلح ہو کر اپنے وظائف طبعیہ کے لیے از سر نو تیار ہو جاتے ہیں-"

۶ آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مشن بیان فرمایا ہے کہ رب حرم کی عبادت کرنا' مسلم بن کر رہنا اور قرآن پڑھ کر سنانا یہ وہ باتیں ہیں جن پر کاربند رہنے کا حکم دیا گیا ہے-

❋ ❋ ❋

| رکوعاتہا 28 | سُوْرَۃُ الْقَصَصِ مَکِّیَّۃٌ | اٰیاتہا : 88 |
|---|---|---|

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

طٰسٓمّٓ ① تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ② نَتۡلُوۡا عَلَیۡکَ مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰی وَ فِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ③ اِنَّ
فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَ جَعَلَ اَهۡلَهَا شِیَعًا یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَۃً مِّنۡهُمۡ یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَ یَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَهُمۡ ؕ
اِنَّهٗ کَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ④ وَ نُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَهُمۡ اَئِمَّۃً
وَّ نَجۡعَلَهُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ ⑤ وَ نُمَکِّنَ لَهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ نُرِیَ فِرۡعَوۡنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوۡدَهُمَا
مِنۡهُمۡ مَّا کَانُوۡا یَحۡذَرُوۡنَ ⑥

(۱) طٰ - س - م - (۲) یہ کتاب مبین کی آیتیں ہیں[1] (۳) ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کے کچھ صحیح واقعات ان لوگوں کے لیے پڑھ کر سناتے ہیں جو ایمان رکھتے ہیں (۴) یہ واقعہ ہے کہ فرعون نے خدا کی زمین میں بہت سر اٹھایا اور اس کے رہنے والوں میں پھوٹ ڈال کر گروہ در گروہ کر دیا - ان میں سے ایک جماعت کو اس قدر کمزور رکھتا اور ابھرنے نہ دیتا کہ ان کے فرزندوں کو قتل کرتا اور ان کے اعراض و ناموس کو برباد کرتا - اس میں شک نہیں کہ وہ زمین کے مفسدوں میں سے بڑا ہی مفسد تھا -[2]

(۵) بایں ہمہ ہمارا فیصلہ یہ تھا کہ جو قوم ملک میں سب سے زیادہ کمزور سمجھی گئی تھی اس پر احسان کریں، اسی قوم کے لوگوں کو سرداری و ریاست بخشیں، سلطنت کا وارث بنائیں (۶) اور انہی کی حکومت ملک میں قائم کرا دیں - فرعون و ہامان اور حکمران قوم کو جس ضعیف قوم کی طرف سے (بغاوت و خروج) کا کھٹکا لگا رہتا تھا (اور جس کے لیے وہ انہیں کمزور رکھتے تھے) وہی ان کے سامنے لائیں -(۱)

[1] اس سورت کا تعلق بھی مکی عہد کی وسطی تنزیلات سے ہے - حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سورۃ شعراء، سورۃ نمل اور سورۃ قصص یکے بعد دیگرے نازل ہوئی ہیں - مضامین سے بھی یہی محسوس ہوتا ہے کہ ان تینوں کا زمانہ نزول قریب قریب ایک ہی ہے - ان تینوں سورتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے - پہلی دونوں سورتوں میں قصہ کے کچھ اجزاء قدرے اجمال سے مذکور ہیں - اس سورت میں تفصیل کے ساتھ آ گئے ہیں - اس سورۃ کا موضوع بھی ان شبہات کو رفع کرنا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کیے جا رہے تھے - حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ آنحضرتؐ کے حالات زندگی سے ملتا جلتا ہے، اس لیے اس قصہ کو پہلے رکھا گیا ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے جب ایک اُمی نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) دو ہزار سال قبل کا ایک تاریخی واقعہ اس تفصیل سے من و عن بیان کر رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ وحی کی معلومات ہیں ورنہ سب جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان معلومات کے حاصل کرنے کا بظاہر کوئی ذریعہ نہ تھا -
ان کے بار بار کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ یہ نبی وہ معجزے کیوں نہیں لایا جو اس سے پہلے موسیٰ (علیہ السلام) لائے تھے

(۱) "الہلال" یکم جولائی ۱۹۱۳ء ... "البلاغ" ۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء ...

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ
اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷﴾ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ

(۷) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اسے دودھ پلائے - اور اگر (فرعون کے ظلم کی وجہ سے) اس کی جان کا خوف ہو تو دریا میں ڈال دے اور کسی قسم کا خوف یا غم نہ کر ہم تیرے لخت جگر کو تیری گود میں واپس کر دیں گے اور اسے پیغمبر بنائیں گے - (۱)

(۸) پھر آل فرعون نے اسے دریا سے نکال لیا تاکہ آگے چل کر ان کا دشمن اور سرمایہ رنج و غم بنے - ..........

اور کفار مکہ کو شرم دلائی ہے کہ کچھ عیسائی مکہ میں آئے اور آنحضرت ﷺ سے قرآن سن کر ایمان لے آئے، مگر مکہ کے باشندے اس نعمت سے مستفید نہیں ہوتے -

پھر سورۃ کے آخر میں کفار قریش کی آنحضرت ﷺ کے ساتھ دشمنی کے اصل محرک پر تفصیل سے گفتگو کی ہے کہ اگر ہم اہل عرب کے دین شرک کو چھوڑ کر اس نئے دین کو قبول کر لیں تو اس ملک سے ہماری مذہبی، معاشرتی اور معاشی سیادت ختم ہو جائے گی اور ہمارے لیے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی -

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے تقریباً ایک ہزار سال بعد مصر میں ایک قوم پرستانہ انقلاب آیا اور قبطیوں نے اقتدار پر قبضہ کر لیا - اس نئی حکومت نے بنی اسرائیل کو کمزور کرنے کی کوشش کی - صرف انہیں ذلیل و خوار کرنے پر ہی اکتفا نہ کیا، بلکہ ان کی تعداد کم کرنے کے لیے لڑکوں کو قتل کرنے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑنے کی پالیسی اختیار کی، تاکہ تدریجاً ان کی عورتیں قبطیوں کے قبضے میں آتی جائیں اور ان سے قبطی نسل پیدا ہو - قرآن نے یہاں فرعونیوں کی اسی پالیسی کی طرف اشارہ کیا ہے -

## حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سرگزشت کا آغاز:

حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے لاوی کی اولاد سے تھے، جب پیدا ہوئے تو ماں کو حکم ہوا کہ اسے دودھ پلاتی رہو اور جب خطرہ محسوس ہو تو بچہ کو ایک تابوت میں رکھ کر دریا میں ڈال دو - چنانچہ ارشاد الٰہی کے مطابق ماں نے انہیں دریا میں بہا دیا - اس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام شاہی محلات میں پہنچ گئے اور ان کی پرورش کا سامان ہو گیا -

"ذکر سلطنت فرعون کا ہے لیکن غور کرو کہ آیہ کریمہ کے اندر قرآن کریم نے کس طرح ایک قانون الٰہی کی خبر دے دی - وہ بتلاتا ہے کہ طاقت و قوت کے جاہ جلال کی نمائش گاہ اور کمزوریوں کی ہلاکت مقتل ہے - طاقتور قومیں کمزوروں کو اپنا غلام اور محکوم بناتی ہیں - ان میں پھوٹ ڈالتی ہیں، مختلف قوموں اور گروہوں کو باہم ملنے نہیں دیتیں - کیونکہ اگر وہ مل کر ایک ہو جائیں تو کمزور نہ رہیں اور اتفاق و یگانگت کی طاقت قوموں کا تختہ الٹ دے -

اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ⑧ وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ
عَيْنٍ لِّيْ وَ لَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑨
وَ اَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْ لَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ⑩ وَ قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ٘ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑪ وَ حَرَّمْنَا
عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَ هُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ⑫

بے شک فرعون، ہامان اور ان کا لشکر غلطی پر تھا (جب کہ دشمن کو اپنے گھر کے اندر پال رہا تھا)۔[1] (۹) فرعون کی بیوی نے (اس سے) کہا "یہ میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو۔ عجب نہیں کہ یہ ہم کو کوئی فائدہ پہنچائے یا ہم اسے بیٹا ہی بنالیں" اور وہ (انجام سے) بے خبر تھے۔

(۱۰) اور (ادھر) موسیٰؑ کی ماں کا دل بیقرار ہوگیا، اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کر دیتے تو وہ اس کا راز فاش کرنے کو ہی تھی (اور یہ اس لیے کیا) تا کہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو (۱۱) اس نے موسیٰؑ کی بہن سے کہا "اس کے پیچھے پیچھے چلی جا" چنانچہ وہ (بچ کر) کنارے سے موسیٰؑ کو اس طرح دیکھتی رہی کہ وہ (فرعون والے) اس کا احساس نہ کر سکے۔

(۱۲) اور ہم نے پہلے ہی دودھ پلانے والیوں کے دودھ موسیٰؑ پر حرام کر رکھے تھے۔ اس پر موسیٰؑ کی بہن نے کہا "کیا میں تمہیں ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں جو تمہارے لیے اس بچہ کو پرورش کر دیں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں۔

"جابر قوموں کی قوت فنا ہوتی ہے تو ایک عادلانہ نظام قائم ہو جاتا ہے۔ فرعون کی جابرانہ سلطنت کا زوال ایک دوسری قوم کی عادلانہ حکومت کا مقدمہ تھا، اس لیے خدا نے فرعونیوں کی ہلاکت کے ساتھ عدل الٰہی کے قیام کا مژدہ بھی سنا دیا۔

خدا تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کا تاج و تخت الٹنے اور بنی اسرائیل کی حکومت قائم کرنے کے لیے ایک تیغ برہنہ کی صورت میں نمایاں کرنا چاہتا تھا، اس لیے دیکھو کس طرح بچپن ہی سے انہیں میدان جنگ کے شدائد و مصائب برداشت کرنے کا خوگر بنا دیا۔ ابھی انہوں نے دنیا میں پہلا ہی قدم رکھا تھا کہ ماں کی آغوش محبت سے جدا ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے لخت جگر کو دریا کی لہروں میں ڈال دیا۔ لہریں اس امانت مقدس کو اس کے محل تک بہ حفاظت لے گئیں جس کے سر غرور کو کچلنے کے لیے ایک دن یہ شیر خوار بچہ اٹھنے والا تھا۔

اس میں اللہ تعالیٰ کی بڑی مصلحت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش شاہی محل میں ہوگی تو بادشاہوں کے جاہ و جلال باطل کا رعب ان کے دل سے نکل جائے گا۔"

(1) "البلاغ" ۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۱۱۔

فَرَدَدْنٰهُ اِلٰٓى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ
لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى
حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ

---

(۱۳) اس طرح ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ آزردہ خاطر نہ ہو اور تا کہ جان لے کہ اللہ کا وعدہ برحق تھا مگر اکثر لوگ اس کو نہیں جانتے۔

(۱۴) اور جب موسیٰ اپنی پوری جوانی کو پہنچ گیا اور شباب کامل ہو گیا تو ہم نے اسے حکم اور علم عطا کیا اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

(۱۵) اور جب کہ تمام لوگ غافل تھے، موسیٰ شہر میں آئے اور اس میں دو آدمیوں کو دیکھا کہ لڑ رہے تھے۔ ان میں سے ایک آدمی ان کی قوم کا تھا اور دوسرا ان کے دشمن کے گروہ کا۔ موسیٰ کو دیکھ کر ان کی قوم کے آدمی نے دشمن کے ظلم کی فریاد کی۔

---

جب ان کی ذہنی نشوونما مکمل ہو گئی تو ہم نے اسے علم و حکمت سے نواز دیا۔ اس طرح حضرت موسیٰ امن و اطمینان سے رہ رہے تھے، کہ قبطی کے قتل کا واقعہ پیش آ گیا اور پھر ایک شخص کی اطلاع پر مصر سے نکلے اور مدین چلے گئے۔

یہ مدین شہر خلیج عقبہ کے غربی ساحل پر مقنا سے چند میل بجانب شمال واقع تھا۔ آج کل اسے ''البدع'' کہتے ہیں اور وہاں ایک چھوٹا سا قصبہ آباد ہے، جو مدین کی جگہ پر واقع ہے۔

حضرت موسیٰ نے مدین پہنچ کر جن لڑکیوں کے مال و مویشیوں کو پانی پلایا تھا' عام طور پر مشہور یہ ہے کہ ان کے والد حضرت شعیب علیہ السلام تھے، لیکن قرآن میں اس پر صراحت تو کجا، کوئی قرینہ بھی نہیں ہے۔ ہاں بعض روایات میں حضرت شعیب کا نام مذکور ہے۔ تاہم حافظ ابن کثیر نے ان کو ضعیف الاسناد قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہم اس کی تعیین نہیں کر سکتے۔

بائبل میں اس بزرگ (شیخ کبیر) کے ایک دو نام مذکور ہیں یعنی ''رعوایل'' یا ''حوباب''۔ اس کا لقب ''یتھرو'' تھا جو بڑے درباری یا بادشاہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بزرگ کے داماد بن کر مدین میں رہنے لگے اور آٹھ دس سال اپنے خسر کا گلہ چراتے رہے اور اس کے بعد وہاں سے واپس آئے۔

الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ
عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ
فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا
لِّلْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِیْنَةِ خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُهٗ ؕ
قَالَ لَهٗ مُوْسٰۤی اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ یَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ
قَالَ یٰمُوْسٰۤی اَتُرِیْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖۗ اِنْ تُرِیْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ
جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَا تُرِیْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾ وَ جَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا
الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ۫ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ
النّٰصِحِیْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآىِٕفًا یَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۱﴾ ع ۸

موسیٰ ؑ نے اسے ایک ایسا گھونسا مارا کہ وہ مر گیا - موسیٰ ؑ نے دل میں کہا کہ یہ تو شیطانی کام ہو گیا - بیشک شیطان انسان کا گمراہ کن دشمن ہے - ؎ (۱) (۱۶) موسیٰ ؑ نے عرض کی "اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا، سو مجھے بخش دے" چنانچہ اللہ نے اسے معاف کر دیا، بلاشبہ وہی بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے - (۱۷) موسیٰ ؑ نے عرض کی اے میرے رب چونکہ تو نے مجھ پر فضل فرمایا ہے لہٰذا آئندہ میں کبھی مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا - (۱۸) اب موسیٰ شہر میں خوف زدہ ہو کر چھپنے لگے - اتفاق سے پھر وہی پہلا سا موقع پیش آ گیا اور جس شخص نے کل ان سے مدد طلب کی تھی اس نے آج پھر فریاد کی - موسیٰ ؑ نے کہا تو تو بڑا گمراہ آدمی ہے -

(۱۹) پھر جب موسیٰ ؑ نے اس قبطی پر حملہ کرنا چاہا جو ان دونوں کا دشمن تھا تو اس نے کہا کیوں موسیٰ جس طرح تم نے کل ایک آدمی کو مار ڈالا تھا کیا آج اسی طرح مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو؟ تم زمین میں ظالم بن کر رہنا چاہتے ہو، امن دوست بننا تمہیں پسند نہیں؟ (۲)

(۲۰) اور شہر کے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، کہا کہ اے موسیٰ ارکان سلطنت تمہارے قتل کے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں، اب تم یہاں سے نکل جاؤ، میں تمہیں خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں (۲۱) موسیٰ ؑ شہر سے خوف زدہ ہو کر خفیہ طور پر نکلے اور خدا کی جناب میں دعا مانگی کہ خداوندا! مجھے ظالموں کے پنجے سے نجات دے! ؏ (۳)

؎ (بنی اسرائیل کے خلاف مصریوں کا) یہ ظالمانہ طرز عمل صرف فرعون کے قصر شاہی تک محدود نہ تھا بلکہ اس کا نظارہ ہر گلی کوچے میں دیکھا جا سکتا تھا - حاکم قوم اپنی قومی حکومت کے گھمنڈ میں بنی اسرائیل کے ہر فرد کو اپنا زر خرید غلام سمجھتی تھی ظلم کی ہمہ گیری کے ثبوت میں صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک مرتبہ نہیں، دو مرتبہ بازار میں ظلم کے واقعات نظر آئے -

(۱) "البلاغ" ۱۴-۲۱ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۱۱، ۲۸ جنوری و ۴ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۱ - (۲) "البلاغ" ۱۴-۲۱ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۱۱ - (۳) ایضاً

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ
وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۠ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا
خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاۗءُ ۫ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى
اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَاۗءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَي
اسْتِحْيَاۗءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ
الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ڗ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ
اسْتَاْجِرْهُ ۡ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّىْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ
اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓي اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ
اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ
وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ ع

(۲۲) جب موسیٰؑ مصر سے نکل کر مدین کی طرف روانہ ہوئے تو کہا کہ خدا مجھے ضرور سیدھا راستہ دکھائے گا۔[1] (۲۳) اور جب مدین کے کنویں پر پہنچا تو اس کنویں پر لوگوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ (اپنے جانوروں کو) پانی پلا رہے ہیں اور ان سے ایک طرف دو عورتیں دیکھیں جو اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں، موسیٰ نے ان عورتوں سے کہا ''تمہارا کیا معاملہ ہے؟'' انہوں نے کہا ''ہم اپنے جانوروں کو پانی نہیں پلا سکتیں جب تک یہ چرواہے اپنے جانور پانی پلا کر نہ لے جائیں اور ہمارا باپ بہت بوڑھا آدمی ہے۔ (۲۴) یہ سن کر موسیٰؑ نے ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ پھر وہاں سے ہٹ کر ایک سایہ میں جا بیٹھا اور دعا کی اے میرے پروردگار! جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کر دے میں اس کا محتاج ہوں، (۲۵) اتنے میں موسیٰؑ کے پاس دونوں عورتوں میں سے ایک عورت شرم وحیا سے چلتی ہوئی آئی، کہنے لگی میرا باپ تجھ کو بلاتا ہے تاکہ تجھے اس پانی کا اجر دے جو تو نے ہمارے جانوروں کو پلایا ہے۔ جب موسیٰ اس (شعیب) کے پاس (مدین میں) آئے اور ان سے اپنے واقعات بیان کیے تو انہوں نے (حوصلہ افزائی کی اور) کہا ''مت ڈرو، تم نے ظالم قوم کے پنجے سے نجات حاصل کر لی۔''[2] (۲۶) ان دونوں عورتوں میں سے ایک نے اپنے باپ سے کہا ''ابا جان اس شخص کو نوکر رکھ لیجیے۔ بہتر آدمی جسے آپ نوکر رکھنا چاہیں وہ شخص ہے جو توانا اور امانت دار ہو'' (۲۷) اس کے باپ نے (موسیٰ سے) کہا ''میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا تیرے ساتھ اس شرط پر نکاح کر دوں کہ تو آٹھ سال تک میری ملازمت کرے اور اگر تو دس سال پورے کر دے تو یہ تیری مرضی ہے اور میں تجھ پر کوئی مشقت نہیں ڈالنا چاہتا، تم ان شاء اللہ مجھے بھلے لوگوں میں سے پاؤ گے۔'' (۲۸) موسیٰؑ نے جواب دیا: ''میرے اور تمہارے درمیان یہ طے ہو گیا کہ ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی میں پوری کر دوں، اس کے بعد مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اللہ اس پر نگہبان ہے''۔

(1) [illegible]

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا
اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّاۤ
اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤى
اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۰﴾ وَ اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ
وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ یُعَقِّبْ ؕ یٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَ لَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ یَدَكَ
فِیْ جَیْبِكَ تَخْرُجْ بَیْضَآءَ مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ ۫ وَّ اضْمُمْ اِلَیْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ
بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ىٕهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ

(۲۹) جب موسیٰؑ نے (شعیب کی خدمت میں) اپنے (درس وفکر کے) دن پورے کر لیے اور اہل وعیال کو لے کر وہاں سے چلے تو طور کے دامن میں آگ نظر آئی- انہوں نے بیوی سے کہا: "تم لوگ ٹھہرو، میں آگ کا پتا لگاؤں یا انگارہ ساتھ لے آؤں تاکہ تمہارے کام آئے-[۶] (۳۰) لیکن جب وہ اس آگ کے پاس پہنچے تو وادی ایمن کے کنارے برکت والی جگہ میں ایک درخت سے ایک ربانی صدا اٹھی، اے موسیٰؑ! یہ آگ نہیں جس کے لیے تم دوڑے ہو بلکہ میں ہوں اللہ تمام دنیا کو پالنے والا[(1)] (۳۱) اور اے موسیٰ! اپنی لاٹھی پھینک دو جب موسیٰ نے لاٹھی کو دیکھا تو وہ سانپ کی طرح حرکت کر رہی تھی[۷] وہ ڈرے اور پیٹھ پھیر کر بھاگے- (خدا نے کہا) "اے موسیٰ آگے بڑھو (کیونکہ تمہیں آگے بڑھانے کے لیے ہی یہ سب کچھ کیا گیا ہے) اور خوف نہ کرو تم ہمیشہ امن میں رہو گے[(2)] (۳۲) اپنے گریبان میں ہاتھ ڈالو وہ اس کے اندر سے چمکتا ہوا نکلے گا اور اس سے تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچے گا- اپنے بازو سمیٹ لو- تمہارے خدا کی طرف سے فرعون اور اس کی قوم کے لیے دو نشانیاں ہیں- یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے عدالت الٰہی کا قانون توڑ دیا اور اللہ کی اطاعت سے باہر ہو گئے-[(3)] (۳۳) موسیٰؑ نے کہا، الٰہی میں نے ان کی قوم کے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا-

۴ فرعون کے غلبے اور جبر واستبداد کے خوف سے حضرت موسیٰ گھبرا گئے، لیکن قومی حمیت کی آگ دل میں برابر سلگتی رہی- سوئے اتفاق سے دوسرے دن پھر وہی ناگوار موقع پیش آ گیا- شہر میں اس واقعے کی شہرت ہو گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جلاوطنی کا مقدر مرحلہ پیش آ گیا جو ہر حقانی جدوجہد کی پہلی منزل ہے-

۵ مصر سے نکل کر انہیں خدا کے اس صالح بندے کی باریابی کا شرف حاصل ہوا جو مصر کی غلامانہ اور مستبدانہ آبادی کی جگہ آزادی کی آب وہوا میں آزادانہ زندگی بسر کر رہا تھا- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت حریت کے لیے یہ دوسری منزل تھی کہ ایک آزاد و خود مختار سرزمین میں رہ کر آنے والے وقت کے لیے تیار ہوں-

۶ الغرض مدت پوری ہونے کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے اہل وعیال سمیت واپس مصر جا رہے تھے تو طور کی جانب ان

(1) البلاغ ۱۴-۲۱ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۱۱- ایک ٹکڑے کا ترجمہ البلاغ ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء پر ملاحظہ ہو-

(۲) "البلاغ" ۲۸ جنوری، ۴ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۱- (۳) "البلاغ" ۱۴-۲۱ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۱۲، ۲۸ جنوری، ۴ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۱-

نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ﴿٣٣﴾ وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي
إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ﴿٣٤﴾ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ
إِلَيْكُمَا ۚ بِآيَاتِنَا ۚ أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا
مَا هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُفْتَرًى وَمَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ﴿٣٦﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ
بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٣٧﴾
وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي فَأَوْقِدْ لِي يَا هَامَانُ عَلَى
الطِّينِ فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٣٨﴾

---

ایسا نہ ہو کہ اس کے عوض وہ مجھے قتل کر دیں (۳۴) میرا بھائی ہارون مجھ سے زیادہ فصیح مقرر ہے اُسے میرا حامی بنا کر میرے ساتھ کر دے کہ وہ میری تصدیق کرے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں۔[1] (۳۵) (خدا نے کہا) ہم تیرے بھائی کے ذریعے سے تیرے دست وبازو کو قوی کر دیں گے، اور تم دونوں کو اپنے معجزات قاہرہ کی برکت سے ایسا غلبہ عطا کریں گے کہ وہ لوگ تمہارے پاس پھٹک بھی نہ سکیں گے، صرف تمہیں اور تمہارے ساتھیوں ہی کو غلبہ حاصل ہوگا۔[2] (۳۶) پھر جب موسیٰؑ ان کے پاس ہماری کھلی نشانیاں لے کر گئے تو انہوں نے کہا "یہ کچھ نہیں محض ایک جادو ہے جو خدا کی طرف غلط منسوب کر دیا گیا ہے اور یہ بات تو ہم نے اپنے آباواجداد کے زمانہ میں بھی ہوتے نہیں سنی" (۳۷) اور موسیٰؑ نے کہا (اے لوگو! مجھے جھٹلانے میں جلدی نہ کرو) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون شخص اس کی طرف سے سچائی لے کر آیا اور آخر کس کے ہاتھ نتیجے کی کامیابی آنے والی ہے۔ یقین کرو کہ اللہ کبھی ان لوگوں کو فلاح نہیں دیتا جو برسر ناحق ہیں۔[3] (۳۸) اور فرعون نے اپنے ارکان سلطنت سے کہا میں اپنے سوا نہیں جانتا کہ تمہارا اور بھی کوئی خدا ہے[4] سوائے ہامان! تو میرے لیے اینٹیں پکوا کر ایک محل تیار کروا، شاید کہ میں موسیٰ کے خدا کو دیکھ سکوں، اور میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔

---

انہوں نے آگ دیکھی، توراۃ میں ہے کہ انہوں نے درخت میں آگ دیکھی اور متعجب ہو کر قریب گئے۔ (خروج ۳-۴) لیکن قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع تعجب کے لیے نہیں بلکہ وہ پہلے ہی آگ کی جستجو میں تھے تاکہ الاؤ جلا کر تاپ سکیں، چنانچہ وہاں پہنچنے پر یہ واقعہ پیش آیا۔

یہاں پر "انی انا اللہ رب العالمین" ہے، اور سورۂ نمل میں "انی انا اللہ العزیز الحکیم" ہے۔ اس کے بعد ان کو دو معجزے دکھائے گئے تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو جائے کہ وہ فی الواقع رب العالمین سے ہی مخاطب ہیں، اور پھر فرعون کے پاس نہایت دلجمعی سے جائیں۔

آیت ۳۲ میں "وَاضْمُمْ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ" ۔ دراصل "اُسْلُكْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ" کا بیان ہی ہے۔ جیسا

---

(۱) ایضاً (حوالہ مذکور) (۲) ایضاً ایضاً۔
(۳) "الہلال" ۲۴ر ستمبر ۱۹۱۳ء ص ۶۔ (۴) "البلاغ" ۱۱ر فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۲۔

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ (٣٩) فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ
فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ (٤٠) وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ
الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ (٤١) وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ (٤٢) ع
وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ
يَتَذَكَّرُوْنَ (٤٣) وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ (٤٤) وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا
قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ (٤٥)

---

(۳۹) فرعون اور اس کے لشکروں نے زمین میں ناحق اپنے آپ کو بڑا خیال کیا اور سمجھ بیٹھے کہ انہیں کبھی ہماری طرف پلٹ کر نہیں آنا ہے۔ [ھ] (۴۰) آخر کار ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا اور سمندر میں پھینک دیا' سو دیکھیے کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا! (۴۱) اور ہم نے انہیں دوزخ کی طرف دعوت دینے والوں کا قائد بنا دیا اور قیامت کے دن کہیں سے بھی کوئی مدد نہ پا سکیں گے (۴۲) اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔ (۴۳) اور بلاشبہ ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی تھی جس میں بصیرت افروز دلائل اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ لوگ نصیحت حاصل کریں [و] (۴۴) اور اے پیغمبر آپ (طور کی) غربی جانب میں اس وقت موجود نہ تھے جب ہم نے موسیٰ کو فرمان شریعت عطا کیا اور نہ آپ وہاں حاضر ہونے والوں میں شامل تھے (۴۵) بلکہ اس کے بعد ہم بہت سی نسلیں اٹھا چکے ہیں اور ان پر بہت زمانہ گزر چکا ہے' اور نہ آپ اہل مدین میں مقیم تھے کہ ان کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے' بلکہ ہم ہی (آپ کو) رسول بنانے والے ہیں۔ [ز]

---

کہ سورۂ طٰہٰ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔

ے لاٹھی کے سانپ بننے' ہتھیلی کے چمک اٹھنے اور حضرت ہارون کے وزیر و شریک ہونے کا ذکر توراۃ میں بھی ہے۔ (خروج ۴) نیز یہ کہ خدا نے فرمایا: اب تو جا میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں۔ (خروج ۳:۱)

خدا تعالیٰ کو دنیا کے ایک سب سے بڑے سرکش اور مستبد بادشاہ اور سب سے بڑی ظالم حکمران قوم کو ہلاک کرنا منظور تھا۔ لیکن ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مہم کے پہلے مرحلے میں تھے اور اقتضائے بشریت سے ان کے دل میں خوف و ہراس باقی تھا۔

وہ جب اپنی تنہائی اور فرعونیوں کی کثرت و قوت کا مقابلہ کرتے تھے تو قدرتی طور پر ان کے اندر ہراس پیدا ہو جاتا تھا۔ پس قوت مربیہ الٰہیہ نے سب سے پہلے ان کے قلب کو مختلف طریقوں سے عزم و ثبات کا کامل جوہر بخشا اور دکھلا دیا کہ طاقت صرف انسانوں کی قلت و کثرت میں مخفی نہیں۔ حق اور ربانی نصرت کی روح سے معمور ہو کر ایک تنہا انسان لاکھوں انسانوں پر غالب آ سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ نے اب تک تلوار کا قبضہ نہیں پکڑا تھا۔ لیکن خدا نے انہیں دکھلا دیا کہ جو ہاتھ حق کی حمایت میں اٹھتا ہے' اس کے پاس گو لوہے کی تلوار نہ ہو لیکن وہ خود اپنی انگلیوں ہی کے اندر تلوار کی چمک رکھتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اگرچہ معجزانہ آلات حرب سے مسلح ہو گئے تھے لیکن سیاسی میدان میں تلوار کی چمک اور توپوں کی گرج سے زیادہ دل کی قوت اور زبان کی طلاقت و روانی کام آتی ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنی

وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم
مِّن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْلَا أَن تُصِيبَهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ
أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ ۚ أَوَ
لَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ مِن قَبْلُ ۖ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ ﴿٤٨﴾

---

(۴۶) اور نہ آپ طور کی جانب میں موجود تھے جب ہم نے موسیٰ کو ندا کی، مگر یہ تیرے رب کی رحمت ہے (کہ آپ کو نبی بنایا گیا) تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا' تاکہ یہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔[۱۰] (۴۷) اگر ہم رسول نہ بھیجتے تو جب کبھی انہیں ان کے اعمال کے سبب سے مصیبت پہنچتی تو یہ کہنے لگتے ''اے ہمارے رب کیوں نہ تو نے ہمارے پاس رسول بھیجا کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرتے اور ایمان لانے والوں میں شامل ہو جاتے۔'' (۴۸) پھر اب جب کہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق پہنچا تو کہنے لگے کہ جیسی کتاب موسیٰ کو دی گئی تھی ایسی کتاب اس پیغمبر کو کیوں نہیں دی گئی؟ - کیا جو کتاب موسیٰ کو دی گئی تھی، یہ لوگ اس سے پہلے اس کا انکار نہیں کر چکے؟ انہوں نے کہا کہ دونوں جادوگر ہیں جو ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور (نیز) کہا کہ ہم کسی کو نہیں مانتے۔

---

کمزوریوں کا عذر کیا - خدا تعالیٰ نے ان کی تمام دعائیں قبول کیں اور حضرت ہارون علیہ السلام کی مدد سے ان کے دست و بازو کو مضبوط کر دیا۔

۸ فرعون نے معجزات کو تو مصنوعی طلسم کا کرشمہ قرار دیا اور دعوت میں جو باتیں پیش کیں ان کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ یہ ہمارے آباء واجداد کی روایات کے بالکل خلاف ہیں' جیسا کہ دوسرے مقام پر قریش کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کے جواب کا ذکر ہے ''مَا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنْ هَٰذَا إِلَّا اخْتِلَاقٌ''۔

فرعون بذات خود بہت سے دیوتاؤں کی پوجا کرتا تھا جیسا کہ سورۃ الاعراف آیت ۱۲۷ سے معلوم ہوتا ہے' اس کے باوجود یہاں پر فرعون کا یہ کہنا ''ما علمت لکم من الٰہ غیری'' کس معنی میں ہو سکتا ہے؟ صاحب تفہیم لکھتے ہیں ''یہاں پر الٰہ بمعنی مطاع اور حاکم مطلق کے ہے' یعنی سرزمین مصر کا مالک میں ہی ہوں' یہاں پر میرا ہی حکم چلے گا'' لیکن اصل بات یہ ہے کہ مصری فرعون کو سب سے بڑے دیوتا سورج کا اوتار سمجھتے تھے اور اس لیے اس کی پرستش بھی کرتے تھے' اسی بنا پر اس نے قوم کو بیوقوف بنایا اور ''انا ربکم الاعلیٰ'' کا دعویٰ کر دیا' قرآن میں ہے فاستخف قومہ' فاطاعوہ۔

۹ اب یہاں آیت ۴۳ میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے - یہاں پر غربی جانب سے مراد جزیرہ نمائے سینا کا وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الواح کی شکل میں احکام شریعت دیے گئے تھے - یہ علاقہ حجاز کے شمال مغربی جانب میں واقع ہے۔

۱۰ یہ تینوں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات میں اس وقت پیش کیے جب کہ کفار قریش یہود و نصاریٰ سمیت آپ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے اور ان میں سے کوئی بھی یہ بات نہ کہہ سکا کہ تم (محمدؐ) یہ باتیں یہود و نصاریٰ کے علماء سے حاصل کر کے یہاں آ کر سنا دیتے ہو' کیونکہ وہ اس قسم کا کوئی ثبوت مہیا کرنے سے عاجز تھے - یہ بہتان تو آج کل کے مستشرقین نے تراش کر اسے فروغ دیا ہے - اور واضح رہے کہ قرآن نے یہ چیلنج متعدد آیات میں پیش کیا ہے - ملاحظہ ہو آل عمران آیت ۴۴' سورۂ یوسف آیت ۱۰۲' سورۂ ہود آیت ۴۹۔

قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَاِنْ
لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ۭ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ
هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ ع ۵/۸
لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاِذَا يُتْلٰى
عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿٥٣﴾ اُولٰۗىِٕكَ يُؤْتَوْنَ
اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاِذَا سَمِعُوا
اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿٥٥﴾
اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿٥٦﴾

---

(۴۹-۵۰) اے نبی! ان سے کہہ دیجیے: ''اگر تم سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو ہدایت کرنے میں ان دونوں (قرآن و توراۃ) سے بہتر ہو تو میں اس کی پیروی اختیار کرلوں گا۔''[12] پھر اگر وہ تمہارا یہ چیلنج قبول نہ کریں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ صرف اپنی خواہشات کے پیرو ہیں اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو اللہ کی جانب سے کسی رہنمائی کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے بلا شبہ اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں بخشتا۔ (۵۱) اور ہم نصیحت کی باتیں پیہم ان کے پاس پہنچا چکے ہیں تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں (۵۲) جن لوگوں کو اس سے پہلے ہم نے کتاب دی تھی وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں[13] (۵۳) اور جب قرآن انہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے، یہ واقعی ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، ہم تو اس سے پہلے ہی ماننے والے تھے[14] (۵۴) یہی وہ لوگ ہیں جن کو ان کے صبر و استقامت کے باعث دوہرا اجر دیا جائے گا اور وہ برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں (۵۵) اور جب کوئی بیہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرلیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں: ''ہمارے عمل ہمارے لیے اور تمہارے عمل تمہارے لیے، تم کو سلام ہو، ہم بے سمجھ لوگوں کو منہ لگانا نہیں چاہتے''۔ (۵۶) اے نبی! تم جسے چاہو ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

---

۱۱ آیت ۴۶ میں قرآن کا یہ کہنا کہ ''آپ ان کو ڈرائیں جن کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔'' اس بنا پر ہے کہ حضرت اسماعیل اور حضرت شعیب علیہما السلام کے بعد تقریباً دو ہزار سال کی اس طویل مدت میں کوئی نبی نہیں ہوا۔

۱۲ آیت ۴۸ میں آنحضرت ﷺ کی نبوت پر ان کے اعتراض کا جواب دیا ہے اور پھر چیلنج کیا ہے کہ تمہارے پاس اگر کوئی کتاب ہے جو قرآن اور تورات سے بہتر ہو تو پیش کرو، ہم بلا تامل اس کی پیروی کریں گے۔

۱۳ اس کے بعد حبش کے اہل کتاب کے اس وفد کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہجرت حبشہ کے بعد آنحضرت ﷺ کی بعثت کی خبریں سن کر مکہ

وَقَالُوٓا اِنۡ نَّتَّبِعِ الۡهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفۡ مِنۡ اَرۡضِنَا ؕ اَوَلَمۡ نُمَكِّنۡ لَّهُمۡ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجۡبٰۤى اِلَيۡهِ
ثَمَرٰتُ كُلِّ شَىۡءٍ رِّزۡقًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا مِنۡ قَرۡيَةٍۢ
بَطِرَتۡ مَعِيۡشَتَهَا ۚ فَتِلۡكَ مَسٰكِنُهُمۡ لَمۡ تُسۡكَنۡ مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ اِلَّا قَلِيۡلًا ؕ وَكُنَّا نَحۡنُ الۡوٰرِثِيۡنَ ﴿۵۸﴾
وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهۡلِكَ الۡقُرٰى حَتّٰى يَبۡعَثَ فِىۡۤ اُمِّهَا رَسُوۡلًا يَّتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا
كُنَّا مُهۡلِكِى الۡقُرٰٓى اِلَّا وَاَهۡلُهَا ظٰلِمُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَمَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَيٰوةِ
الدُّنۡيَا وَزِيۡنَتُهَا ۚ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۰﴾ اَفَمَنۡ وَّعَدۡنٰهُ وَعۡدًا
حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيۡهِ كَمَنۡ مَّتَّعۡنٰهُ مَتَاعَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ثُمَّ هُوَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ مِنَ الۡمُحۡضَرِيۡنَ ﴿۶۱﴾

(۵۷) اور کہتے ہیں اگر ہم تیرے ساتھ ہو کر ہدایت کی پیروی اختیار کر لیں تو ہم اپنے ملک سے اچک لیے جائیں- کیا ہم نے انہیں حرم سرائے امن میں جگہ نہیں دی جہاں ہر چیز کا ثمرہ کھنچا چلا آتا ہے؟ ہمارے ہاں سے انہیں رزق پہنچتا ہے' لیکن اکثروں کو یہ بھی علم نہیں- (۵۸) ^١٥ (١) اور کتنی ہی آبادیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا' حالانکہ اسباب معیشت سے وہ مالا مال تھیں- یہ بربادی کے خرابے اور تباہی کے کھنڈر انہی لوگوں کے گھر ہیں جو پھر آباد نہ ہو سکے اور آخر کار ان کے مال و متاع کے ہم ہی وارث ہوئے- (٢) (۵۹) اور یاد رکھو' تمہارے پروردگار کا قانون یہ ہے کہ وہ کبھی انسانوں کی بستیوں کو (یاداش عمل میں) ہلاک نہیں کرتا' جب تک کہ ان میں ایک پیغمبر مبعوث نہ کر دے اور وہ خدا کی آیتیں پڑھ کر نہ سناوے' اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر صرف اس حالت میں کہ ان کے باشندوں نے ظلم کا شیوہ اختیار کر لیا ہو- ^١٦ (٣) (۶۰) اور جو کچھ بھی تمہیں دیا گیا ہے وہ محض دنیوی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے' اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے کہیں بہتر اور باقی رہنے والا ہے' کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے؟ (۶۱) کیا بھلا وہ شخص جس سے ہم نے اچھا وعدہ کر رکھا ہو پھر وہ اس کو پانے والا ہو' کبھی اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جسے ہم نے صرف دنیوی زندگی کا سروسامان دے رکھا ہو' پھر وہ قیامت کے دن ان لوگوں میں سے ہو جو مجرمانہ حیثیت سے پیش کیے جائیں گے-

معظمہ آیا اور آنحضرت ﷺ سے قرآن سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے' انہوں نے قرآن کے وحی الٰہی ہونے کی تصدیق کی اور آنحضرتؐ پر ایمان لے آئے- یہ واقعہ مسجد حرام میں پیش آیا- جب کہ کفار قریش گرد و پیش کھڑے ہو کر اس منظر کو دیکھ رہے تھے- سیرت ابن ہشام اور البدایہ (ابن کثیر) میں یہ واقعہ مفصل مذکور ہے-

^١٥ آیت ۵۳ میں "اِنَّا كُنَّا مِنۡ قَبۡلِهٖ مُسۡلِمِيۡنَ" سے ایک عالمگیر حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر تمام رہنمایان عالم نے جس دین کی دعوت دی ہے وہ یہی "اسلام" ہی ہے- اہل کتابؑ کی فرقہ بندیوں کی مذمت کرتے ہوئے قرآن نے متعدد

(١) "الہلال" ١٦/ جولائی ١٩١٣ء ص ١٠-  (٢) "الہلال" ۵/ اگست ١٩١٤ء ص ١٠- نیز "الہلال" ١٦/ جولائی ١٩١٣ء ص ١٠-
(٣) ترجمان القرآن" جلد اول ص ١٨٢- نیز دیکھیے "الہلال" ٧/ ستمبر ١٩١٣ء ص ۵-

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٢﴾ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ
الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۖ تَبَرَّأْنَا إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾
وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾
وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَا أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنبَاءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا
يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَن يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾

---

(۶۲) اور جس دن کہ اللہ ان کافروں کو پکار کر فرمائے گا: ''کہاں ہیں وہ لوگ جن کے متعلق تم گمان کرتے تھے کہ میرے شریک ہیں؟'' (۶۳) جن پر اللہ کے عذاب کا فرمان ثابت ہو چکا' وہ کہیں گے: ''اے ہمارے رب! ایسے لوگ ہیں جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا' ہم نے انہیں اسی طرح گمراہ کیا تھا جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے' ہم آپ کے روبرو براءت کا اظہار کرتے ہیں' یہ لوگ ہماری پوجا نہیں کرتے تھے۔'' [۱۵]

(۶۴) اور کہا جائے گا تم لوگ اپنے شرکاء کو (مدد کے لیے) پکارو۔ چنانچہ وہ پکاریں گے' مگر وہ ان کو کوئی جواب نہ دیں گے اور یہ لوگ عذاب دیکھ لیں گے' کاش یہ ہدایت پانے والے ہوتے! (۶۵) اور اس روز اللہ ان کافروں سے پکار کر پوچھے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا؟ (۶۶) سو اس دن ان سے سب باتیں گم ہو جائیں گی لہٰذا وہ ایک دوسرے سے کچھ دریافت بھی نہ کر سکیں گے (۶۷) البتہ جو شخص توبہ کر لے اور ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتا رہا تو امید ہے ایسا شخص فلاح پانے والوں سے ہوگا۔

---

آیات میں اس اصل عظیم کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اس کے بعد کفار قریش کو ملامت کی ہے۔

۱۵ کفار قریش دین اسلام قبول نہ کرنے کے لیے عذر کے طور پر یہ کہتے کہ ہمارا تعلق ایک معزز خاندان سے ہے' ہم کعبہ کے متولی ہیں اور ہمیں تمام عرب کی مذہبی پیشوائی کا شرف حاصل ہے۔ اردگرد کے ممالک سے ہمارے تجارتی تعلقات ہیں۔ اگر ہم بت پرستی کو چھوڑ کر دین اسلام اختیار کر لیں تو ہمارا تمام کاروبار تباہ ہو جائے گا اور ہمارے مذہبی اثر و رسوخ کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں یاد دلایا کہ حرم امن میں ہم نے تمہیں رسوخ بخشا ہے جس کی تمام عرب تعظیم بجا لاتے ہیں۔ اس نعمت کی شکر گزاری کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم اس دعوت اسلامی کو قبول کر لیتے۔ مگر تم بغاوت کر کے اپنی بربادی کا سامان پیدا کر رہے ہو۔

۱۶ تم سے پہلے بہت سی آبادیاں بربادیوں میں تبدیل ہو چکی ہیں اس لیے کہ انہوں نے تمہاری طرح اپنی خوشحالی کی وجہ سے تکبر کیا اور بالآخر وہ ملیامیٹ کر دی گئیں۔ بہر حال دنیا کی زندگی چند روزہ ہے' اس کی خاطر آخرت کی ابدی زندگی کو تباہ و برباد کرنا کوئی عقلمندی کی بات نہیں ہے۔

''تماشا گاہ ہستی کا ایک بہت بڑا منظر وہ تغیرات ہیں جن کے طوفان قوموں اور ملکوں کے اندر اٹھتے ہیں اور بڑی بڑی آبادیوں کو تہ وبالا کر دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ آبادیوں کی جگہ ویرانیوں سے مبدل جاتی ہے۔ زندگی کی رونق پر موت کا سناٹا چھا جاتا ہے اور انسانی عیش و نشاط کے بڑے بڑے محل مدفن قبور و مقبرہ' اموات و خرابہ' سلب و نہب ہو کر نابود و مفقود ہو جاتے ہیں۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَ يَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾
وَ رَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَ هُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ
فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ
الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾
قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ
يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ
النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَ يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ
فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَ نَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا
فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع

---

(۶۸) اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے- یہ انتخاب ان لوگوں کا کام نہیں ہے اللہ ان کے شرک اور شرکاء سے پاک اور بلند ہے جو یہ لوگ کرتے (اور) بناتے ہیں-[۱] (۶۹) اور تیرا رب خوب جانتا ہے جو کچھ یہ اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں- (۷۰) وہی ایک اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں- اسی کے لیے حمد ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور اسی کی فرماں روائی ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے- (۷۱) آپ ان سے پوچھیے بھلا یہ تو بتاؤ' اگر تم پر اللہ ہمیشہ قیامت کے دن تک رات ہی رہنے دے تو اللہ کے سوا' کون سا معبود ہے جو تمہارے لیے روشنی لے آئے؟ کیا تم سنتے نہیں ہو؟ (۷۲) آپ ان سے پوچھیے بھلا یہ تو بتاؤ' اگر تم پر اللہ قیامت کے دن تک دن ہی رکھے' تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہارے لیے رات لے آئے کہ تم اس میں سکون حاصل کرو؟ کیا تم دیکھتے نہیں؟ (۷۳) اور (دیکھو) یہ اس کی رحمت کی کارسازی ہے کہ تمہارے لیے رات اور دن الگ الگ ٹھہرا دیے تاکہ رات کے وقت راحت پاؤ اور دن میں اس کا فضل تلاش کرو (کاروبار معیشت میں سرگرم رہو- اور تاکہ تم شکر گزار رہو- (۷۴) اور یاد رکھو جس دن کہ اللہ ان کافروں کو پکار کر فرمائے گا" کہاں ہیں وہ جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے-" (۷۵) اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکال لائیں گے پھر ان (مشرکوں) سے کہیں گے کہ (شرک کے جواز پر) اپنی دلیل پیش کرو، تب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق اللہ ہی کی طرف سے تھا اور جو افتراء پردازیاں وہ کرتے تھے سب گم ہو جائیں گی-

---

قرآن کہتا ہے کہ یہ بات عدل الٰہی کے خلاف ہے کہ ایک گروہ اپنے اعمال بد کے لیے جواب دہ ٹھہرایا جائے- حالانکہ اس کی ہدایت کے لیے کوئی رسول نہ بھیجا گیا ہو-

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۸۱-

إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَآ إِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوٓأُ
بِالْعُصْبَةِ أُولِي الْقُوَّةِ ۚ إِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ
فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَآ أَحْسَنَ اللّٰهُ
إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ ۖ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ﴿٧٧﴾ قَالَ إِنَّمَآ أُوتِيتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ
عِنْدِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا ۚ
وَلَا يُسْئَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٧٨﴾ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِي زِينَتِهٖ ۚ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ أُوتِيَ قَارُونُ ۙ إِنَّهٗ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿٧٩﴾ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ
وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰهَآ إِلَّا الصّٰبِرُونَ ﴿٨٠﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ

---

(۷۶) بلاشبہ قارون موسیٰ کی قوم سے تھا پھر وہ ان پر ظلم و زیادتی کرنے لگا اور ہم نے اس کو اتنے خزانے دیے تھے کہ ان کی کنجیاں طاقت ور آدمیوں کی ایک جماعت مشکل سے اٹھا سکتی تھی' ایک دفعہ قارون کی قوم نے اس سے کہا: ''تو اترا مت۔ بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا (۷۷) اور جو کچھ اللہ نے تجھے دے رکھا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی جستجو کر اور دنیا میں سے اپنا حصہ فراموش نہ کر اور (اے قارون!) انسانوں پر احسان کر جیسا کہ خدا نے تجھ پر احسان کیا ہے' اور زمین پر فساد نہ پھیلا۔ خدا فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ ۱۷؎ (۱) (۷۸) قارون نے جواب دیا: ''مجھ کو یہ سب کچھ اس علم کی وجہ سے ملا ہے جو مجھ کو حاصل ہے۔'' کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گزشتہ قوموں میں سے ایسے لوگوں کو ہلاک کر چکا ہے' جو قوت میں اس سے زیادہ اور مال جمع کرنے میں اس سے بڑھ کر تھے؟ اور مجرموں سے ان کے گناہوں کے متعلق پوچھا نہیں جاتا۔

(۷۹) چنانچہ (ایک روز) وہ اپنی قوم کے سامنے پورے ٹھاٹھ میں نکلا تو ان لوگوں نے جو دنیوی زندگی کے طالب تھے حسرت کھائی کہ کاش ہمارے پاس بھی وہ ہوتا' جو قارون کو دیا گیا ہے۔ وہ کیسا بڑا نصیب والا ہے (۸۰) مگر جو لوگ صاحب علم و سعادت تھے' انہوں نے کہا کہ (یہ کون سی چیز ہے جس کے لیے حسرت کر رہے ہو؟) صد افسوس تم پر! اصل نعمت تو اللہ تعالیٰ کا وہ بدلہ ہے جو صالحین کو ان کے اعمال کا ملتا ہے۔ (اور خدا کے مومن و صالح بندوں کے لیے وہی سب سے بڑی چیز ہے۔) (۲)

---

۱۷؎ اہل دوزخ کے بعض احوال و واردات جو عالم آخرت میں پیش آئیں گے۔ پیروان باطل کی پیروی کرنے کا حسرت انگیز نتیجہ جو ان کے بدقسمت پیروؤں کے حصہ میں آئے گا۔ قیامت کے دن حکم ہوگا کہ اب شرکاء کو پکارو چنانچہ وہ پکاریں گے لیکن کوئی جواب نہ پا کر حسرت سے کہیں گے'' لو انہم کانوا یھتدون'' سورہ اعراف میں ہے کہ پچھلی امتیں اپنے سے پہلی امتوں پر لعنت بھیجیں گی' کہ ان کی تقلید

(۱) ''البلاغ'' ۱۱ر فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۶۔ (۲) ''البلاغ'' ۱۸ر فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۵۔

وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ ۖ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ ﴿٨١﴾
وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيْكَأَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ
عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ ۖ لَوْلَا أَنْ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۖ وَيْكَأَنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٢﴾ تِلْكَ الدَّارُ
الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٨٣﴾ مَنْ جَاءَ
بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۖ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾ إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۚ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ
وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ ۖ فَلَا
تَكُونَنَّ ظَهِيرًا لِلْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ ۖ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ
وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٨٧﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۘ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ

---

(۸۱) آخر کار ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا' پھر نہ تو کوئی ایسا گروہ تھا جو اس کی مدد کر کے اللہ سے بچا لیتا اور نہ وہ خود اپنے آپ کو بچا سکا (۸۲) اب وہی لوگ جو کل اس کے ہم مرتبہ ہونے کی تمنا کر رہے تھے' کہنے لگے "اے افسوس! اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا رزق فراخ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے' اگر ہم پر اللہ احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا- افسوس' واقعی بات یہ ہے کہ کافر فلاح نہیں پایا کرتے-" (۸۳) یہ آخرت کا گھر صرف ان ہی لوگوں کے لیے بنائیں گے' جو نہ تو خدا کی زمین میں بڑائی اور سرکشی کرنا چاہتے ہوں اور نہ زمین ہی کا فساد انہیں پسند ہو- اور انجام کار انہی لوگوں کے لیے ہے جو متقی ہیں-[1] (۸۴) جو شخص نیکی لے کر حاضر ہو گا تو اس کو اس نیکی سے بہتر بدلہ ملے گا اور جو بدی لے کر آئے گا تو ایسے بداعمالوں کو وہی سزا دی جائے گی جو وہ کیا کرتے تھے- (۸۵) بلاشبہ جس نے یہ قرآن آپ پر فرض کیا ہے وہ آپ کو ضرور بہتر انجام تک پہنچانے والا ہے' ان سے کہہ دیجیے میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت لے کر آیا ہے اور کون کھلی گمراہی میں مبتلا ہے-[2] (۸۶) آپ کو یہ توقع بھی نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جائے گی' مگر یہ تو محض آپ کے رب کی مہربانی سے (نازل کی گئی ہے) لہٰذا آپ ہرگز ان کافروں کے مددگار نہ بنیں- (۸۷) اور کبھی ایسا نہ ہونے پائے کہ جب اللہ کی آیات آپ پر نازل ہوں تو یہ لوگ ان پر عمل سے آپ کو روک دیں اور آپ اپنے رب کی طرف بلاتے رہیں اور کبھی مشرکوں میں شامل نہ ہوں-

---

پیروی میں ہم گمراہ ہوئیں- یہ سب دوگنا عذاب کے مستحق ہوں گے-

---

(۱) "البلاغ" ۱۱ر فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۷-

رکوع ۹

إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾

(۸۸) اور نہ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارو، اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے- اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے، اسی کی فرمانروائی ہے اور اسی کی طرف تم سب کی بازگشت ہے-

۱۸ اب یہاں سے دلائل توحید شروع ہو رہے ہیں کہ جس مالک نے تمہیں یہ مذکورہ نعمتیں بخشی ہیں وہ عبادت کا مستحق ہے' دنیا اور آخرت میں اس کی فرمانروائی ہے' اسی نے رات دن کا یہ سلسلہ بنایا ہے اور کوئی نہیں جو اس کے جاری کردہ نظام میں تبدیلی کر سکے- پھر اس کے بعد کفار قریش کی بصیرت کے لیے قارون کا واقعہ پیش کیا ہے، جو بہت بڑا مال دار تھا' لیکن جب اس نے بغاوت کی راہ اختیار کی تو تباہ و برباد ہو گیا اور اس کی دولت مندی کسی کام نہ آئی-

۱۹ ایک شخص کے پاس بہت دولت ہے- اس کی ضرورتوں سے بہت روپیہ بچ رہتا ہے- دوسرے انسان محتاج ہیں- ان کی حالت کی اصلاح کی ضرورت ہے- مگر وہ شخص اپنے خزانے مقفل رکھتا ہے اور خدا کے بندوں کے لیے خدا کی بخشی ہوئی دولت میں سے کچھ نکالنا نہیں چاہتا (تو یہ فساد ہے-) صلحاء کا دل حرص و طمع سے خالی ہوتا ہے- رشک و حسد سے انہیں نفرت ہوتی ہے- وہ جزائے اخروی کے آگے دنیوی دولت کو ہیچ سمجھتے ہیں-

۲۰ جو شخص دنیا میں جبر و استبداد پھیلانا چاہتا ہے تو وہ مفسد ہے' اس کے اعمال مفسدانہ ہیں-

۲۱ آیت ۸۵ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور بشارت دی ہے کہ جس نے تم پر یہ ذمہ داری ڈالی وہ تجھے کامیابی سے ہم کنار بھی کرے گا- یہ نبوت و رسالت موہبت ربانی ہے' اس میں تمہاری طلب کو دخل نہیں ہے' بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص رحمت ہے- لہٰذا اس کی تبلیغ میں کسی قسم کی مداہنت سے کام نہ لیں' دعوت دیتے رہیں اور مخالفین کی پروا نہ کریں-

❋ ❋ ❋

| اٰیاتُها: 69 | سُوْرَۃُ الْعَنْکَبُوْتِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُهَا: 7 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الٓمّٓ ۝١ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ ۝٢ وَ لَقَدْ فَتَنَّا
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ لَیَعْلَمَنَّ الْکٰذِبِیْنَ ۝٣ اَمْ حَسِبَ
الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ۝٤ مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ
فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝٥

---

(۱) الم[لے] (۲) کیا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ زبان سے ایمانداری اور راست بازی کا دعویٰ کریں گے اور بغیر آزمائے چھوڑ دیے جائیں گے؟

(۳) حالانکہ جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں، خدا نے انہیں بھی آزمائش میں ڈالا تھا (اور یہ ناگزیر ہے) پس عنقریب خدا ان لوگوں کو معلوم کر کے رہے گا جو اپنے دعویٰ صداقت میں سچے ہیں- اور انہیں بھی جو اپنے اندر جھوٹ کے سوا کچھ نہیں رکھتے-

(۴) جن لوگوں کی قوتیں اعمال بد میں صرف ہو رہی ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے قابو سے باہر ہو جائیں گے؟ اگر ایسا سمجھتے ہیں تو کیا ہی بری سمجھ اور کیا ہی برا فیصلہ ہے؟[(۱)]

(۵) جو شخص اللہ سے ملنے کی توقع رکھتا ہے (تو اسے چاہیے کہ اس کی تیاری کرتا رہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت آنے ہی والا ہے اور وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے-

---

لے یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس دور کی تنزیلات سے ہے جب کہ مسلمان مصائب و آلام کے دور سے گزر رہے تھے اور دعوت اسلامی کو قبول کر لینے کی وجہ سے دردناک اذیتوں سے دوچار ہو رہے تھے-

اس لیے ابتداء میں پیروان دعوت حق کو آگاہ کر دیا کہ مومن ہونے کے لیے صرف یہی کافی نہیں کہ تم نے ایمان کا اقرار کر لیا اور جنتی ہو گئے بلکہ پیغام حق کی خدمت عظیم کے لیے ان تمام آزمائشوں سے بھی گزرنا پڑے گا جو تم سے پہلے حق پرستوں کو پیش آ چکی ہیں- اور یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ کھرے اور کھوٹے میں امتیاز ہو جائے- اس کے بعد مخالفین کو سرزنش کی ہے جب کہ مومنین کو دوہری بشارت دی ہے-

---

(۱) "الہلال" ۱۲/ مارچ ۱۹۱۳ء ص ۲-

وَمَنۡ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفۡسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِىٌّ عَنِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿٦﴾ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَـنُكَفِّرَنَّ عَنۡهُمۡ سَيِّاٰتِهِمۡ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَحۡسَنَ الَّذِىۡ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿٧﴾ وَوَصَّيۡنَا الۡاِنۡسَانَ بِوَالِدَيۡهِ
حُسۡنًا ؕ وَاِنۡ جَاهَدٰكَ لِتُشۡرِكَ بِىۡ مَا لَـيۡسَ لَكَ بِهٖ عِلۡمٌ فَلَا تُطِعۡهُمَا ؕ اِلَىَّ مَرۡجِعُكُمۡ فَاُنَبِّئُكُمۡ بِمَا
كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٨﴾ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَـنُدۡخِلَنَّهُمۡ فِى الصّٰلِحِيۡنَ ﴿٩﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ
يَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوۡذِىَ فِى اللّٰهِ جَعَلَ فِتۡنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَـئِنۡ جَآءَ نَصۡرٌ
مِّنۡ رَّبِّكَ لَيَـقُوۡلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمۡ ؕ اَوَلَـيۡسَ اللّٰهُ بِاَعۡلَمَ بِمَا فِىۡ صُدُوۡرِ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿١٠﴾

---

(٦) اور یاد رکھو کہ جو سچائی اور راست بازی کی راہ میں تکلیف اٹھاتا ہے تو وہ اپنے ہی بھلے کے لیے ایسا کرتا ہے- خدا دنیا کے تمام لوگوں اور ان کے اعمال سے بے نیاز ہے-[1] (٧) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ہم ضرور ان کے گناہ دور کریں گے اور ان کے کاموں کا' جو وہ کیا کرتے تھے' بہترین بدلہ عطا فرمائیں گے (٨) اور ہم نے انسان کو تاکید حکم دیا ہے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے- لیکن وہ اگر تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے' جس کے شریک ہونے کا تجھے کچھ بھی علم نہیں ہے' تو ان کی اطاعت نہ کر' تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے- پھر میں تمہیں ان کاموں کی حقیقت سے آگاہ کروں گا جو تم کیا کرتے تھے-[۲ع] (٩) جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے تو ان کو ہم نیک لوگوں میں داخل کریں گے- (١٠) اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے- مگر جب اللہ کی راہ میں انہیں کوئی اذیت پہنچتی ہے تو وہ لوگوں کی ایذا رسانی کو اللہ کا عذاب سمجھ لیتا ہے- اور اگر آپ کے رب کی جانب سے کوئی مدد پہنچتی ہے تو یہی لوگ کہنے لگتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ رہے ہیں- (کیا وہ یہ کہہ رہے ہیں) کیا اللہ تعالیٰ ان چھپے ہوئے بھیدوں سے واقف نہیں جو دنیا کے سینوں میں مدفون ہیں؟[2]

---

ع۲ اس وقت بعض نوجوانوں پر ان کے والدین زور ڈالتے کہ تم محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑ دو- اس کے جواب میں آیت نمبر ٨ نازل ہوئی-

ع۳ مکی دور میں بھی کچھ کمزور ایمان لوگ تھے جو کفار کی سختی کے سامنے گھٹنے ٹیک رہے تھے اور دعوت توحید سے دست بردار ہونے کو تیار تھے- ایسے ہی لوگوں کو آیت نمبر ١١ میں منافقین کہا گیا ہے جو دنیوی مفاد کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کے سامنے زبانی اعتراف تو کرتے مگر راہ حق میں کوئی مصیبت اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوتے-

ع۴ پھر بعض نو مسلم ایسے بھی تھے جن کو ان کے قبیلے کے لوگ کہتے کہ آخرت کا عذاب و ثواب ہماری گردن پر' تم ہمارا کہا مانو اور اس شخص (محمد ﷺ) سے الگ ہو جاؤ- آیت ١٢-١٣ میں انہی کو جواب دیا ہے-- یعنی اول تو ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ کے ہاں کوئی دوسرا شخص کسی کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لے' اور گناہ کرنے والا مکافات عمل سے بچ جائے- اور پھر انہیں تو یوں بھی دوہرا بوجھ اٹھانا پڑے گا- ایک بوجھ خود گمراہ ہونے کا اور دوسرا گمراہ کرنے کا (دیکھیے: سورہ النحل آیت ٢٥)

---

(١) "الہلال" ١٢ مارچ ١٩١٣ ص ٢ (٢) ایضاً ص ٣-

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿١١﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا
اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا
يَفْتَرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۭ ع
فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١٤﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٥﴾
وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦﴾
اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ

---

(۱۱) اور اللہ ضرور ان لوگوں کو دیکھے گا جو ایمان لائے ہیں اور ان کو بھی دیکھے گا جو منافق ہیں-[۴] (۱۲) اور کافر اہل ایمان سے کہتے ہیں کہ تم ہمارے طریق پر چلو اور تمہارے گناہ ہم اٹھائیں گے- حالانکہ یہ کافر ان کے گناہوں سے کچھ بھی اٹھانے والے نہیں ہیں- یہ بالکل جھوٹ بول رہے ہیں (۱۳) ہاں یہ ضرور اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھ کے ساتھ کچھ اور بوجھ بھی اٹھائیں گے- اور جو افترا پردازیاں یہ لوگ کرتے رہے ہیں قیامت کے دن ان سب کی باز پرس کی جائے گی-[۴] (۱۴) اور بلاشبہ ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا-[۵] سو وہ ان میں پچاس کم ایک ہزار برس ٹھہرے رہے-[۶] آخر کار ان لوگوں کو طوفان نے آ گھیرا اور وہ بڑے ہی نافرمان تھے (۱۵) پھر ہم نے نوحؑ کو اور کشتی والوں کو بچا لیا اور اسے دنیائے جہان والوں کے لیے ایک نشان عبرت بنا دیا-[۷] (۱۶) اور ابراہیمؑ کو بھیجا' جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا "تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو' یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو-"[۸] (۱۷) تم اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں کی پرستش کر رہے ہو اور تم ایک جھوٹ گھڑ رہے ہو اور یہ واقعہ ہے کہ خدا کو چھوڑ کر تم جن کی پرستش کر رہے ہو وہ تمہیں روزی دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے- سو تم اللہ ہی سے رزق طلب کرو' اسی کی بندگی کرو اور اسی کا شکر

---

۵ ابتدائے سورہ سے ان قصوں کی مناسبت ظاہر ہے' یعنی اہل ایمان کو آزمائش میں ڈالا جائے گا جیسا کہ پہلے لوگوں کو ڈالا گیا- اور کفار اللہ کی گرفت سے بچ کر نہیں نکل سکتے- انہی دو چیزوں پر استدلال کے لیے امم سابقہ کا تذکرہ شروع ہو گیا ہے جو در حقیقت دلائل و حجج کا ایک پورا سلسلہ ہے- اس سلسلہ کی پہلی کڑی حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت ہے-

۶ یعنی نبوت پر سرفراز ہونے کے بعد سے طوفان تک' پورے ساڑھے نو سو برس' حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کی اصلاح کے لیے' سعی فرماتے رہے اور ان کی زیادتیاں برداشت کرتے رہے- لیکن انہوں نے ہمت نہ ہاری- اہل ایمان کو بھی چاہیے' ان کے سے صبر و استقلال سے

اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ
الْمُبِيْنُ ﴿۱۸﴾ اَوَ لَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۹﴾ قُلْ
سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ اِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي
الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ ع ۹
اللّٰهِ وَ لِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ

---

ادا کرو، (تم سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے) (۱۸) اگر تم لوگ تکذیب کرو گے تو تم سے پہلے بھی مختلف قومیں (اپنے پیغمبروں کی) تکذیب کر چکی ہیں- اور رسول پر تو صاف صاف پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے- (۱۹) کیا انہوں نے دیکھا نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا؟ یقیناً یہ (اعادہ تو) اللہ تعالیٰ کے لیے نہایت ہی آسان ہے- (۲۰) ان سے کہیے کہ زمین میں چلو، پھر دیکھو کہ اللہ نے کس طرح پہلی بار پیدا کیا- پھر اللہ ہی آخری نشاۃ بخشے گا- یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے- (۲۱) وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم فرمائے- اور تم سب اسی کی طرف پلٹ کر جاؤ گے- (۲۲) اور تم نہ زمین میں عاجز کرنے والے ہو اور نہ آسمان میں- اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی حمایتی ہے اور نہ کوئی مددگار ہے- (۲۳) اور جو لوگ اللہ کی آیات اور اس کی ملاقات کے منکر ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو میری رحمت سے مایوس ہو چکے ہیں

---

کام لیں اور ان پر جو ظلم و ستم ڈھائے جا رہے ہیں، اس سلسلہ میں حضرت نوح علیہ السلام کے دور کو سامنے رکھیں- چنانچہ سورۃ ہود میں اس قصہ کے خاتمہ پر فرمایا: "فاصبر ان العاقبة للمتقين!"

۷ آیت ۱۵ میں فرمایا! "وجعلناها آية للعالمين" بظاہر اس سے مراد خود کشتی ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر صدیوں موجود رہی، اور بعد کی نسلوں کے لیے نشان عبرت بنی رہی- سورۃ القمر میں بھی ہے کہ "ہم نے اس کشتی کو نشانی بنا کر چھوڑ دیا-" ابن جریر نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں جب مسلمان الجزیرہ کے علاقہ میں گئے تو انہوں نے کوہ جودی پر ایک کشتی کو دیکھا- اس دور کی تکشیفات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کشتی کے آثار تاحال موجود ہیں-

۸ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت کا ذکر ہے- قول و عمل سے بت پرستی کے خلاف جہاد کیا- مگر قوم بجائے اس کے کہ ان کے دلائل پر غور کرتی، اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مخالفت شروع کر دی اور بالآخر دلائل سے عاجز آ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں زندہ جلا دینے کا فیصلہ کر لیا-

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے سارے منصوبے خاک میں ملا دیے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام وہاں سے زندہ و سلامت نکل کر کنعان چلے

إِلَّآ أَنْ قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ
إِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ أَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ
بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَأْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِينَ ﴿۲۵﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ
لُوطٌ ۘ وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلٰى رَبِّي ؕ إِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا
فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ أَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَإِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿۲۷﴾ وَلُوطًا إِذْ

---

اوران کے لیے دردناک عذاب ہے۔

(۲۴) پھر اس کی قوم کے پاس اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انہوں نے کہا "یا تو اسے قتل کر دو یا جلا ڈالو" آخر کار اللہ نے اسے آگ سے بچالیا- بے شک اس واقعہ میں بھی ان لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔

(۲۵) اور ابراہیم نے کہا "تم نے دنیوی زندگی میں تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو باہمی محبت کا ذریعہ بنا رکھا ہے، مگر قیامت کے روز تم ایک دوسرے پر لعنت کرو گے' تمہارا ٹھکانا آگ ہوگی اور تمہارا کوئی مددگار نہ ہوگا۔"

(۲۶) اس پر لوطؑ نے ابراہیم کی تصدیق کی اور ابراہیمؑ نے کہا "میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرتا ہوں- بے شک وہ زبردست اور کامل حکمت والا ہے۔

(۲۷) اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب عطا کر دیے اور ان کی نسل میں نبوت اور کتاب کا سلسلہ جاری رکھا اور ہم نے دنیا میں بھی ان کو اس کا صلہ عطا کیا اور بلاشبہ وہ آخرت میں نیک لوگوں سے ہوگا۔[9] (۲۸) اور ہم نے لوط

---

گئے- ان کے ساتھ ان کے بھتیجے حضرت لوط علیہ السلام بھی تھے جیسا کہ سورہ ہود میں گزر چکا ہے۔

9 حضرت ابراہیم علیہ السلام جب وہاں سے نکل کر فلسطین میں مقیم ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی نسل میں خیر و برکت کی اور حضرت عیسیٰ تک نبوت و کتاب کا سلسلہ حضرت اسحاقؑ کی اولاد میں جاری رہا' جو بنی اسرائیل کے لقب سے مشہور ہوئے اور اس سرزمین پر حکمرانی بھی کرتے رہے- صرف مدیانی شاخ میں حضرت شعیب مبعوث ہوئے اور اسماعیلی شاخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نبی نہیں آیا۔

معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک نبوت و رسالت کا سلسلہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں قائم رہا- الغرض دنیا کو ان چالیس صدیوں میں جو بھی ہدایت کی روشنی میسر آئی وہ اسی ایک انسان اور ان کی اولاد کی بدولت میسر آئی ہے- آخرت میں جو اجر عظیم ان کو ملے گا' وہ بے حساب ہوگا۔

قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ
الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا
ع بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَمَّا جَاۗءَتْ
رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ

---

کو پیغمبر بنا کر بھیجا جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا "یقیناً تم وہ فحش کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیائے جہان میں سے کسی نے بھی اس کا ارتکاب نہیں کیا۔

(۲۹) کیا تم لوگ خلاف وضع فطری کے مرتکب ہوتے ہو' دن دہاڑے ڈاکے مارتے ہو اور مجلسوں میں علانیہ برائیوں کے مرتکب ہوتے ہو؟۔[1]

پس اس کی قوم کا اس کے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ "اگر تو سچا ہے تو اللہ کا عذاب لا دکھا۔" (۳۰) لوط نے دعا کی "اے میرے رب ان مفسد لوگوں کے مقابلہ میں میری مدد فرما!"

(۳۱) اور جب ہمارے فرستادے ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر آئے تو انہوں نے ابراہیمؑ سے کہا "ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں (کیونکہ) اس کے باشندے بڑے ہی ظالم ہیں۔" (۳۲) ابراہیم نے کہا.........

---

۱۔ قرآن نے بتایا کہ اہل سدوم دو بڑے گھناؤنے جرائم کے مرتکب تھے۔ ایک مردوں سے شہوت رانی' دوسرے رہزنی[2]۔ چنانچہ حضرت لوط ان میں مبعوث ہوئے اور انہوں نے ان جرائم سے انہیں منع کیا تو وہ حضرت لوط کے سر ہو گئے اور ان سے عذاب کا مطالبہ کرنے لگے۔

یعنی فحش اور بدکاری کے کام چھپ کر نہیں بلکہ اپنی مجلسوں میں کھلم کھلا کرتے ہو۔ جیسے سورۂ نمل میں فرمایا: "اتاتون الفاحشة وانتم تبصرون!"

"جو انسان ایک وقت میں اپنے بچوں کی قوت احتساب کو ترقی دے سکتا ہے' ایک وقت آتا ہے کہ خود اپنی قوت محتسبہ ہی فنا کر دیتا ہے اور اس کے تمام حواس ظاہری اور باطنی خارجی ضلالت کے اثر سے معطل ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ہر شخص علانیہ منکرات و معاصی کا ارتکاب کرنے لگتا ہے اور اپنی فطرت سلیمہ صالحہ کو مسخ کر لیتا ہے۔ یہی حال قوم لوط کا تھا۔"

---

(۱) "البلاغ" ۲۰ نومبر ۱۹۱۵ء ص ۱۸۔

فِيهَا لُوطًا ۚ قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا ۖ لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٢﴾ وَلَمَّا أَنْ
جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۖ إِنَّا مُنَجُّوكَ وَأَهْلَكَ إِلَّا
امْرَأَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٣﴾ إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا
يَفْسُقُونَ ﴿٣٤﴾ وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا آيَةً بَيِّنَةً لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ يَا قَوْمِ

---

''اس بستی میں لوط بھی تو ہے!'' انہوں نے کہا ''ہم خوب جانتے ہیں کہ وہاں کون کون ہے- ہم اسے اور اس کے گھر والوں کو بچالیں گے مگر اس کی بیوی پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے-''

(۳۳) اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو ان کی آمد پر وہ سخت پریشان اور تنگ دل ہوئے- انہوں نے کہا ''نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ' ہم تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو بچالیں گے سوائے تمہاری بیوی کے کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے''-[۱۱]

(۳۴) ہم اس بستی کے لوگوں پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں اس فسق کی بدولت جو یہ لوگ کرتے رہے ہیں-

(۳۵) اور ہم نے اس بستی سے ان لوگوں کے لیے کچھ کھلی نشانی (آثار) چھوڑ دی ہے جو عقل سے کام لیتے ہیں (۳۶) اور مدین والوں کے پاس ہم نے ان کے بھائی شعیبؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا' سو شعیبؑ نے کہا: ''میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو اور یوم آخرت کو ملحوظ رکھو اور زمین میں فساد برپا نہ کرتے پھرو''

---

[۱۱] اللہ تعالیٰ نے ان کے عذاب کے لیے فرشتے بھیجے، وہ پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور انہوں نے ایک طرف تو حضرت ابراہیم کو اسحاق علیہما السلام اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری دی اور دوسری طرف یہ بتایا کہ ہمیں قوم لوط کو تباہ کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے-

آیت ۳۱ میں اس بستی سے قوم لوط کے علاقے مراد ہیں جہاں پر اب بحیرہ مردار کے نشیبی علاقہ میں پانی پھیلا ہوا ہے- جرون (بلدۂ خلیل) کی پہاڑیوں سے وہ علاقہ چونکہ صاف نظر آتا ہے اس لیے فرشتوں نے اشارہ کر کے کہا کہ ''اس بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں-''

ان دونوں میں بظاہر کوئی علاقہ نہیں ہے- مگر جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ پہلی خبر میں ایمان اور نیک عملی کی کامرانیوں کا اعلان ہے اور دوسری میں انکار و بدعملی کی ہلاکتوں کا- یعنی ہلاکت کی خبر کے ساتھ یہ بشارت دی گئی کہ نیک عملی کے نتائج میں ایک نئی نسل تیار کر رہے ہیں اور وہ عنقریب اس تمام ملک پر حکمرانی کرنے والی ہے-

ایک طرف یہ بتایا کہ جو زمین علاقہ بھر میں زیادہ سرسبز و شاداب نظر آتی ہے وہ بدعملیوں کی پاداش میں ایسی اجڑے گی کہ کبھی آباد نہ ہو سکے گی- اور جو شجر امید بالکل سوکھ چکا ہے' وہ اچانک اس طرح سرسبز و شاداب ہو جائے گا کہ صدیوں تک اس کی شاخیں بار آور رہیں گی-

اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ ارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ لَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ
فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَ عَادًا وَّ ثَمُوْدَا۠ وَ قَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ
مَّسٰكِنِهِمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾
وَ قَارُوْنَ وَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ
وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَ مِنْهُمْ مَّنْ
اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ
لٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ
اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَ مَا

---

(۳۷) مگر انہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی' آخر کار ایک زلزلہ نے انہیں آ پکڑا' پھر وہ اپنے گھروں میں منہ کے بل پڑے کے پڑے رہ گئے- (۳۸) اور ہم نے عاد اور ثمود کو بھی ہلاک کیا- اور ان کی سکونت گاہوں سے تم پر (ان کی تباہی) ظاہر ہو چکی ہے اور شیطان نے ان کے لیے ان کے اعمال کو خوش منظر بنا دیا تھا- چنانچہ انہیں سیدھی راہ سے روک دیا تھا- حالانکہ وہ گوش ہوش رکھتے تھے-[۱۲]

(۳۹) اور ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی ہلاک کیا- بلاشبہ موسیٰؑ ان کے پاس صاف دلائل لے کر آیا- مگر انہوں نے ملک میں سرکشی کی حالانکہ وہ (ہم سے بچ کر) سبقت لے جانے والے نہ تھے-

(۴۰) الغرض ہم نے ان سب کو ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا- پھر بعضوں پر تو ہم نے پتھراؤ کرنے والی آندھی بھیجی' اور بعضوں کو ایک زبردست دھماکے نے آ لیا اور بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا- اور ان میں سے بعض کو غرق کر دیا- اور اللہ ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا مگر یہ لوگ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے-[۱۳] (۴۱) ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کے سوا اور لوگوں سے دوستی کرتے ہیں' مکڑی کی ہے' مکڑی گھر بنانے کو تو بناتی ہے مگر گھروں میں کمزور ترین گھر مکڑی کا گھر ہے' کاش یہ لوگ سمجھتے-[۱۴][(۱)] (۴۲) اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کی حقیقت سے واقف ہے جن کو یہ لوگ خدا کے سوا پوجتے ہیں اور وہی زبردست' کامل حکمت والا ہے-

(۴۳) اور یہ مثالیں ہم لوگوں (کو سمجھانے) کے لیے بیان کرتے ہیں- مگر ان کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں-

---

[۱۲] عاد و ثمود جن علاقوں میں آباد تھے ان سے عرب بخوبی واقف تھے- اور ان کی آبادیوں کے آثار تجارتی قافلوں کو تجارتی شاہراہ سے نظر آتے تھے- اس لیے قرآن نے "قد تبین لکم من مساکنھم" فرمایا ہے-

---

(۱) "الہلال" ۲ر اپریل ۱۹۱۳ء ص ۵-

يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۴﴾
اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ
وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَا تُجَادِلُوْۤا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۖۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَ
قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ وَ اِلٰهُنَا وَ اِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ كَذٰلِكَ

---

(۴۴) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت اور مصلحت کے ساتھ پیدا کیا' اور بلاشبہ اس باب میں ارباب ایمان کے لیے معرفت حق کی بڑی نشانیاں ہیں۔ [۱۵] (۱) (۴۵) کتاب میں تم پر جو وحی اتری ہے اسے پڑھو اور نماز کو درست طریق پر ادا کرو۔ حقیقت میں نماز بداخلاقیوں اور برائی سے روکتی ہے۔ اور اللہ کی یاد سب سے برتر ہے' اللہ تمہاری کاریگری کو خوب جانتا ہے [۱۶] (۲) (۴۶) ''اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر بطریق پسندیدہ'' (۳) سوائے ان لوگوں کے جو ان میں ظالم ہوں (ان سے رعایت نہ کیجیے) اور ان سے کہو ''ہم اس کتاب پر ایمان لائے جو ہماری طرف بھیجی گئی ہے اور ان پر بھی جو تمہاری طرف بھیجی گئی تھیں۔ ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔'' [۱۷]

---

۱۳ آیت ۴۰ میں ان عذابوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو کہ بالترتیب قوم عاد و ثمود' قوم لوط' قارون اور آل فرعون پر نازل ہوئے اور وہ اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں ہلاک کر دیے گئے۔

۱۴ یہ تمام ہلاک شدہ قومیں مشرک تھیں اور اپنے معبودوں کو اپنا کارساز اور حامی سمجھتے تھے۔ لیکن جب ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا تو ان کے معبود کسی کام نہ آئے۔ یہی حال ان مشرکین کا ہے جو اپنے حقیقی مالک کو چھوڑ کر اپنے اختراعی بتوں کی پوجا کر رہے ہیں اور ان کو نفع و نقصان کا مالک سمجھتے ہیں۔ یہ اپنے گرد جو حصار قائم کر رہے ہیں' اس کی حیثیت مکڑی کے جالے سے کچھ زیادہ نہیں اور دنیا میں اگر کوئی کمزور ترین سہارا ہو سکتا ہے تو وہ یہی مکڑی کا جالا ہے۔ لہٰذا ان کو پکارنا' نہ پکارنا برابر ہے۔

''جو کام رشتہ الٰہی اور تعلق ایمانی سے خالی ہوتے ہیں ان کی حیثیت مکڑی کے جالے کی ہوتی ہے کہ جب تک وہ قائم رہے نہایت مرتب و منظم نظر آتا ہے لیکن جونہی ہوا کی ایک ہلکی سی موج بھی اس پر سے گزری وہ ''ھباء منثورا'' ہو گیا۔''

۱۵ یعنی ان کے بنانے میں بندوں کی مصلحتوں اور ضرورتوں کا خیال رکھا گیا ہے۔ بعض نے حق سے مراد کلام اور قدرت بھی لی ہے۔

''انسان عقل و بصیرت سے کام لے تو دیکھے گا کہ کائنات کی خلقت اور اس کی ہر چیز کی بناوٹ کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ ہر چیز ضبط و ترتیب کے ساتھ ایک خاص نظام و قانون میں منسلک ہے۔ اور کوئی شے نہیں جو حکمت و مصلحت سے خالی ہو۔ اسی کو قرآن نے تخلیق بالحق سے تعبیر کیا ہے۔''

---

(۱) ''ترجمان القرآن'' جلد اول ص ۴۸۔ (۲) ''الہلال'' ۴-۱۱ مارچ ۱۹۱۴ء ص ۲

(۳) الہلال' ۲۵ راگست ۱۹۱۲ء ص ۹

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ مَنْ يُّؤْمِنُ
بِهٖ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ مَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّ لَا
تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۴۸﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَ قَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

---

(۴۷) اور (اے نبیؐ) ہم نے اسی طرح آپ کی طرف کتاب نازل کی ہے (جس طرح ہم نے پہلے نبیوں پر کتابیں نازل کیں) سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کتاب (قرآن) پر ایمان رکھتے ہیں- اور ان مشرکین میں سے بھی بعض وہ ہیں جو اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور ہماری آیات کو ماننے سے صرف کافر ہی انکار کرتے ہیں- (۴۸) (اے نبیؐ) آپ اس سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اس (کتاب) کو اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے- ایسا ہوتا تو یہ باطل پرست لوگ ضرور کسی نہ کسی شبہ میں پڑتے-[۱۸]

(۴۹) بلکہ یہ قرآن تو صاف اور واضح آیات ہیں جو ان لوگوں کے سینوں میں محفوظ ہیں- جن کو علم دیا گیا ہے- اور ہماری

---

[۱۶] اس عہد میں مسلمان جن مصائب اور حوصلہ شکن حالات سے دوچار ہو رہے تھے شروع سورۃ سے یہاں تک صبر و استقامت کی تلقین کی گئی ہے- اور اب ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے ان کو کچھ عملی احکام پر کاربند رہنے کا حکم دیا جا رہا ہے- اور وہ ہے قرآن کی تلاوت اور اقامت صلوۃ- کیونکہ یہی دو چیزیں ایسی ہیں جو کسی مسلمان کے کردار میں مضبوطی کا سبب بن سکتی ہیں- لیکن ان دونوں عبادتوں سے اخلاقی طاقت جبھی حاصل ہوسکتی ہے کہ قرآن کا حق تلاوت ادا کرے اور صحیح معنوں میں نماز ادا کرے-

''جو کام قبیح ہوں' جیسے حرام کاری' ان کو فحشاء کہتے ہیں- اور قانون اسلام نے جن کی اجازت نہ دی ہو وہ منکر ہیں- آیت کریمہ کی تفسیر میں ابوالعالیہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نماز کی تین خصلتیں ہیں- ان میں کوئی بھی خصلت کسی نماز میں نہ ہو تو وہ نماز ہی نہیں- وہ خصلتیں یہ ہیں (۱) خلوص- (۲) خوف خدا- (۳) یاد الٰہی- خلوص کا فعل یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے والے کو نماز کا حکم دیتا ہے- خوف خدا اسے بدی سے روکتا ہے اور یاد الٰہی (قرآن) کا فعل امر و نہی دونوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے-

[۱۷] اہل کتاب سے مجادلہ بہتر طریق سے ہونا چاہیے- کیونکہ ان کے اور تمہارے درمیان بہت سے بنیادی امور میں اشتراک پایا جاتا ہے- وہ وحی و رسالت اور توحید کے قائل ہیں اور تم بھی تمام نازل شدہ کتابوں پر ایمان رکھتے ہو- اور اہل کتاب میں سے جو منصف ہیں وہ بھی قرآن مجید کے کتاب الٰہی ہونے پر ایمان رکھتے ہیں- لہٰذا ان کے ساتھ بحث و مناظرہ میں معقولیت اور شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو- یہاں پر گو اہل کتاب کے بارے میں یہ حکم دیا ہے مگر قرآن مجید نے وعظ و ارشاد اور تبلیغ دین کے بارے میں عمومی ہدایات بھی دی ہیں- دیکھیے سورۃ النحل: ۱۲۵' حم السجدۃ: ۳۴-

[۱۸] آیت نمبر ۴۸ سے آنحضرت ﷺ کی نبوت پر استدلال کیا ہے کہ اگر آپ اس سے پہلے لکھنا پڑھنا جانتے ہوتے تو بلاشبہ باطل پرست لوگ شک و شبہ کا اظہار کر سکتے تھے- مگر آپ کے اُمی ہونے سے تو یہ لوگ خوب واقف ہیں-

قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ
الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ ع ۵
وَ بَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَ كَفَرُوْا
بِاللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَ لَوْ لَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى
لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ
وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ
اَرْجُلِهِمْ وَ يَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ اَرْضِيْ

---

آیات کو ماننے سے صرف وہی انکار کرتے ہیں جو ظالم ہیں (۵۰) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیوں نہ اس پر ہمارے رب کی جانب سے نشانیاں نازل کی گئیں؟ آپ کہہ دیجیے بس نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں - اور میں تو بس کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں - (۵۱) کیا ان لوگوں کے لیے یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے جو انہیں برابر سنائی جا رہی ہے؟ جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں بلاشبہ ان کے لیے اس نشانی میں سر تا سر رحمت اور فہم و بصیرت ہے - ۱۹ (۱) (۵۲) ان لوگوں سے کہہ دو (اب کسی رد و کد کی ضرورت نہیں) میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی بس کرتی ہے - آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اس کے علم میں ہے - پس جو لوگ حق کی جگہ باطل پر ایمان لائے ہیں اور اللہ کی صداقت کے منکر ہیں وہی ہیں جو تباہ ہونے والے ہیں - (۲) (۵۳) اور یہ لوگ عذاب کے لیے جلدی کرتے ہیں (انکار و شرارت کی راہ سے کہتے ہیں) کہ واقعی عذاب آنے والا ہے تو کیوں نہیں آتا، اور واقعہ یہ ہے کہ اگر ایک وقت خاص نہ ٹھہرا دیا گیا ہوتا تو کب کا عذاب آ چکا ہوتا اور یقین رکھو وہ یکایک ان پر آ گرے گا اور انہیں اس کا وہم و گمان بھی نہ ہوگا - (۳) (۵۴) یہ لوگ آپ سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں - اور بلاشبہ جہنم ان کافروں کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے (۵۵) جس دن کہ عذاب انہیں اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے ڈھانک لے گا اور اللہ فرمائے گا اب ان کرتوتوں کا مزہ چکھو جو تم کرتے تھے" (۵۶) اے میرے بندو کہ مجھ پر ایمان رکھتے ہو، یقین کرو - ۲۰

---

پھر اس کے باوجود جب آپ انبیائے سابقین علیہم السلام کے حالات اس طرح سنا رہے ہیں جیسے ایک عینی شاہد بیان کرتا ہے تو ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ یہ علم وحی سے ہے نہ کہ اخذ و اکتساب سے حاصل شدہ ہے - اس قسم کا استدلال پہلے سورہ یونس اور قصص میں بھی گزر چکا ہے -

۱۹ یعنی یہ لوگ معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں - کیا اُمی ہونے کے باوجود آپ پر قرآن جیسی کتاب کا نازل ہونا بجائے خود اتنا بڑا معجزہ نہیں ہے - کہ آپ کی رسالت کی تصدیق کے لیے کافی ہو اور یہ سر تا سر رحمت کا خزینہ ہے - قرآن، رحمت سے وحی و تنزیل کی ضرورت پر بھی

---

(۱) ترجمان القرآن جلد اول ص ۸۹ - (۲) ترجمان القرآن جلد اول ص ۹۲ - (۳) ترجمان القرآن ج ا ص ۹۵ -

وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٥٧﴾ وَ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا ۚ نِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ﴿٥٨﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٥٩﴾ وَكَأَيِّنْ مِنْ
دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٠﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ
مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٦١﴾

کہ میری زمین بہت وسیع ہے اور کسی ایک ٹکڑے میں تقسیم نہیں ہے' پس میرے ہی آگے جھکو اور میری ہی بندگی کرو[1] (۵۷) ہر متنفس نے موت کا مزہ چکھنا ہے- پھر تم سب ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے- (۵۸) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم ان کو یقیناً جنت کی بلند و بالا عمارتوں میں جگہ دیں گے' جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، کیا خوب صلہ ہے عمل کرنے والوں کے لیے! (۵۹) وہ جنھوں نے صبر سے کام لیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے ہیں (۶۰) کتنے ہی زمین پر چلنے والے ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے' اللہ تعالیٰ ہی ان کو رزق پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے (۶۱) اور اگر ان (مشرکین) سے تم پوچھو کہ وہ کون ہے جس نے آسمان و زمین پیدا کیے؟ اور سورج اور چاند کو اس ترتیب اور نظام عجیب پر مسخر کر دیا؟ تو بے اختیار بول اٹھیں گے کہ اللہ (ہی تو ہے جس نے یہ سب کچھ کیا ہے- جب حالت یہ ہے) تو پھر یہ گمراہ کہاں بھٹکے جا رہے ہیں؟[2]

استدلال کرتا ہے- وہ کہتا ہے جو رحمت کارخانۂ ہستی کے ہر گوشہ میں افادہ و فیضان کا سرچشمہ ہے' کیونکر ممکن ہے کہ انسان کی معنوی ہدایت کے لیے اس کے پاس کوئی فیضان نہ ہوتا؟ یہی وجہ ہے کہ اس نے جا بجا نزول وحی' ترسیل کتب اور بعثت انبیاء کو رحمت سے تعبیر کیا ہے-

حق و صداقت کے لیے یہی اللہ کی وہ شہادت ہے جو اپنے مقررہ وقت پر ظاہر ہوتی ہے اور بتا دیتی ہے کہ حق کس کے ساتھ تھا اور باطل کا پرستار کون تھا- یعنی قضا بالحق کا قانون حق کو ثابت اور قائم رکھ کر اور اس کے حریف کو محو و متلاشی کر کے حقیقت کا اعلان کر دیتا ہے-

پھر وہ بار بار مطالبہ کرتے کہ اگر تم رسول اللہ ہو اور ہم واقعی حق کو جھٹلا رہے ہیں تو ہم پر وہ عذاب کیوں نہیں لے آتے جس سے ہمیں ڈراتے ہو تو اس کے جواب میں فرمایا کہ عذاب الٰہی کے لیے تو ایک وقت مقرر ہے اور وہ آ کر رہے گا- آگے اس عذاب کی ہولناکی بیان فرمائی-

۲۰ آیت نمبر ۵۶ میں ہجرت کی طرف اشارہ ہے کہ جب عبادت الٰہی کے لیے حالات ناسازگار ہیں تو قوم و وطن کو چھوڑ کر وہاں چلے جاؤ جہاں خدا پرستی کے لیے حالات سازگار ہوں- یہ خویش و اقرباء اور وطن تو آخر ایک دن چھوڑنا ہی ہے- موت آئے گی تو سب کچھ دھرا رہ جائے گا-

اس کے بعد ان مومنین کو خوشخبری سنائی ہے جو مشکلات اور مصائب کے باوجود ایمان پر قائم رہے- اور فرمایا کہ ہجرت کرنے میں فکر روزگار سے بھی پریشان نہیں ہونا چاہیے- اللہ ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے-

۲۱ آیت ۶۱ تا ۶۳ میں مشرکین مکہ سے خطاب ہے اور قرآن مجید عموماً توحید ربوبیت سے توحید الوہیت پر استدلال کرتا ہے- چنانچہ

(۱) البلاغ ۱۶/۱۷ مارچ ۱۹۱۶ء ص ۱- (۲) "الہلال" ۲۲ اکتوبر ۱۹۱۳ء ص ۵-

اللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۶۲﴾ وَ
لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ
اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَهْوٌ وَّ ع
لَعِبٌ ؕ وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ
دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ
اٰتَيْنٰهُمْ ۚۙ وَ لِيَتَمَتَّعُوْا ٙ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ
النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ
مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى
لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾ ع

---

(۶۲) اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے روزی کو تنگ کر دیتا ہے اور وہ ہر چیز کے حال سے باخبر ہے (۶۳) اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ کس نے آسمان سے تدریجاً پانی برسایا اور اس کے ذریعہ سے مردہ پڑی ہوئی زمین کو جلا اٹھایا؟ تو وہ ضرور کہیں گے "وہ اللہ ہی ہے" آپ کہیے سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے، لیکن اکثر لوگ سمجھ سے کام نہیں لیتے (۶۴) اور یہ دنیا کی زندگی (جو تعلق باللہ سے خالی ہے) اس کے سوا اور کیا ہے کہ فانی خواہشات کے بہلانے کا ایک کھیل ہے اصل زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے، کاش وہ جانتے۔[1] (۶۵) پھر جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں۔ پھر جب اللہ ان کو نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو اسی آن شرک کرنے لگتے ہیں (۶۶) تاکہ جو احسان ہم نے ان پر کیا ہے اس کی ناشکری کریں اور (چند دن کے لیے) مزے لوٹیں۔ اچھا عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا (۶۷) کیا ہماری قدرت کی اس نشانی کو نہیں دیکھتے کہ ہم نے حرم (مکہ جو ایک غیر معروف خطہ تھا) کو امن و حفاظت کا گھر بنا دیا اور اس کے اردگرد لوگ لٹ جاتے ہیں۔ کیا یہ لوگ باطل پر ایمان لاتے اور اللہ کی نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں؟[2] (۶۸) اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا حق جب اس کے پاس آ جائے تو اس کی تکذیب کرے۔ کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا دوزخ ہی نہیں ہے؟ (۶۹) اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں جانفشانی کی ضروری ہے کہ ہم بھی ان پر راہیں کھول دیں۔[3] اور بلاشبہ اللہ ان لوگوں کا ساتھی ہے جو نیک کردار ہیں۔

---

یہاں بھی فرمایا: جب یہ ساری نعمتیں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں اور تم اس کا اعتراف کرتے ہو تو ضروری ہے کہ شکر بھی اسی کا کرو اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔

---

(۱) "الہلال" یکم جولائی ۱۹۱۴ء ص ۹۔ (۲) "الہلال" ۳۰ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۶۔ (۳) "ترجمان القرآن جلد اول ص ۱۷۱ "الہلال" ۱۱۶ کتوبر ۱۹۱۶ء۔

توحید اسلامی کے متعلق یہ ایک عالمگیر ضلالت ہے جس میں آج مختلف صورتوں کے اندر عالم اسلام گرفتار ہے- لوگ بھول گئے ہیں کہ اسلام کا مایہ شرف محض اعتقاد توحید نہیں بلکہ تکمیل توحید ہے- اور تکمیل توحید کی اصل اساس "توحید فی الصفات" ہے- مشرکین مکہ کبھی اللہ تعالیٰ کے منکر نہ تھے- وہ کبھی یہ نہیں کہتے تھے کہ جن بتوں کی ہم پوجا کرتے ہیں-

یہی خالق ارض وسماوات ہیں- خدا کے سوا کسی کو نفع ونقصان کا مالک تصور کرنا یا اللہ کی اس طرح تعظیم بجالانا وغیرہ سب شرک فی الصفات کی صورتیں ہیں، اس لیے منافی توحید اور یہی حالت مشرکین عرب کی تھی-

۲۲ آیت ۶۷ میں کفار قریش کو متوجہ کیا کہ وہ حرم کے اندر امن کی زندگی گزار رہے ہیں- حالانکہ مکہ کے آس پاس کے علاقوں میں لوٹ مار کا بازار گرم ہے- پھر اس کی نعمت کی ناشکری کر رہے ہیں-

قدرت الٰہی کا اس سے بڑا نشان کیا ہوگا کہ چند پتھروں سے چنی ہوئی چار دیواری (حرم کعبہ) کے گرد دعائے ابراہیمی نے ایک ایسا آہنی حصار کھینچ دیا کہ پانچ ہزار برس کے اندر انقلاب ارضیہ وسماویہ نے سمندروں کو جنگل اور انسانی آبادیوں کو سمندروں میں بدل دیا لیکن آج تک اس چار دیواری کی بنیادوں کو کوئی حادثہ اور کوئی مادی قوت صدمہ نہ پہنچا سکی- یہاں تک کہ تاریخ عالم میں وہی ایک سرزمین ہے جس کی نسبت تاریخ دعویٰ کرسکتی ہے کہ اس کی مقدس اور محترم خاک آج تک غیر قوموں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے محفوظ ومصئون ہے-

(۲۳) ہم بھی ان پر اپنی راہیں کھول دیں گے یعنی نیکی کے راستے پر چلنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق دیں گے-

"ہدایت کے چار مرتبے ہیں- یعنی ہدایت وجدان' ہدایت حواس' ہدایت عقل اور ہدایت وحی- پہلے دو مرتبوں میں انسان اور حیوان مشترک ہیں- جوہر عقل اس قوت کی ایک ترقی یافتہ حالت ہے جس نے حیوانات میں وجدان اور حواس کی روشنی پیدا کردی- عقل کی ہدایت نہ تو ہر حال میں کافی ہے اور نہ موثر (لہذا) اللہ کی ربوبیت نے ایک چوتھے مرتبہ ہدایت کا بھی سامان کردیا- یہی مرتبہ ہدایت ہے جسے ہم وحی ونبوت کی ہدایت سے موسوم کرتا ہے- انسان کی روحانی سعادت وشقاوت وحی ونبوت کی ہدایت سے ہی متعلق ہے-"

❋ ❋ ❋

آیاتُھَا: 60 | سُوْرَۃُ الرُّوْمِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُھَا: 6

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الٓمّٓ ① غُلِبَتِ الرُّوۡمُ ② فِیۡۤ اَدۡنَی الۡاَرۡضِ وَ ہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ غَلَبِہِمۡ سَیَغۡلِبُوۡنَ ③ فِیۡ
بِضۡعِ سِنِیۡنَ ۬ؕ لِلّٰہِ الۡاَمۡرُ مِنۡ قَبۡلُ وَ مِنۡۢ بَعۡدُ ؕ

---

(۱) الم (۲-۳-۴) رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے- اور وہ اپنے اس مغلوب ہونے کے بعد عنقریب چند سال کے اندر غالب ہو جائیں گے- اللہ کے اختیار میں ہے پہلے بھی اور بعد میں بھی![1]

---

[1] یہ سورہ بھی مکی عہد کی وسطی تنزیلات سے ہے، اور اس میں بھی موضوع سخن رسالت و نبوت، معاد اور توحید ہیں تاہم اسلوب بیان مختلف ہے-

سورہ کی ابتداء میں ہی دو ایسی پیش گوئیاں مذکور ہیں جو تاریخی طور پر قرآن مجید کی صداقت اور اس کے وحی الٰہی ہونے کی دلیل ہیں- لہٰذا ان تاریخی واقعات کا جائزہ ضروری ہے جو ان آیات سے تعلق رکھتے ہیں-

قیصر روم ماریس شاہ ایران خسرو پرویز کا محسن تھا- جب اس کے خلاف بغاوت ہوئی اور فوکس نامی شخص نے روما پر قبضہ کر لیا تو شاہ ایران نے اپنے محسن کا انتقام لینے کے لیے روم پر حملہ کر دیا- اس حملہ کا آغاز ۶۰۳ء میں ہوا، اور چند سال کے اندر اس نے معتدبہ علاقے فتح کر لیے- روم کے اعیان سلطنت نے جب دیکھا کہ فوکس ملک کو نہیں بچا سکتا تو وہ افریقہ کے گورنر سے مدد کے طالب ہوئے- اور اس نے اپنے بیٹے ہرقل کو ایک طاقتور بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ بھیج دیا اور فوکس کو معزول کر کے خود قیصر بن گیا- یہ واقعہ ۶۱۰ء کا ہے اور یہ وہی سال ہے جس میں آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے منصب نبوت پر سرفراز ہوئے-

اب اس جنگ نے مجوسیت اور مسیحیت کی جنگ کا رنگ اختیار کر لیا اور یہودیوں نے بھی عیسائیت کو نیست و نابود کرنے کے لیے مجوسیوں کا ساتھ دیا- حتیٰ کہ چھبیس ہزار یہودیوں نے خسرو پرویز کی فوج میں بھرتی دی- اور مجوسیوں نے پیش قدمی کر کے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا- عیسائیوں کا قتل ہوا- اور ان کا سب سے بڑا کلیسا (کنیسۃ القیامہ) برباد کر دیا گیا- اور پھر آگے بڑھ کر جزیرہ نمائے سینا کے پورے علاقہ پر قابض ہو کر حدود مصر تک پہنچ گئے-

یہ وہ دور تھا جب آنحضرت ﷺ اور کفار قریش کے درمیان معرکہ آرائی جاری تھی، اور ۶۱۵ء میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد ہجرت کر کے حبش کی عیسائی سلطنت میں پناہ گزین تھی (جو روم کی حلیف تھی) مشرکین مکہ خوش تھے کہ ایران کے آتش پرست غالب ہو رہے ہیں اور مذہب پرست عیسائی مغلوب ہو رہے ہیں-

وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ④ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑤
وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ⑥ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ښ وَ هُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ⑦ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا
خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ

---

اور وہ دن ہوگا کہ اللہ کی مدد و نصرت کے ظہور سے ایمان والوں کے لیے خوشی اور راحت ہوگی (۵) وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ عزیز و رحیم ہے۔

(۶) یقین رکھو کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدہ کا خلاف کبھی نہیں کرتا۔ لیکن بہت سے لوگ ہیں جو اس حقیقت کو نہیں جانتے (۷) یہ وہ لوگ ہیں جن کا علم بس دنیا کی ظاہری زندگی تک محدود ہے اور آخرت کی زندگی سے وہ بالکل غافل ہو گئے ہیں۔ [1]

(۸) کیا ان لوگوں نے کبھی اپنے دل میں اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے محض بیکار اور عبث نہیں بنایا؟ ضروری ہے کہ حکمت اور مصلحت کے ساتھ بنایا ہو۔ اور اس کے لیے ایک مقررہ وقت ٹھہرا دیا ہو۔

---

ان حالات میں یہ سورہ نازل ہوئی جس میں رومیوں کے غالب ہونے کی پیش گوئی کی گئی کہ یہ چند سال کے اندر پوری ہوگی۔ حالانکہ اس وقت کے حالات کے پیش نظر کوئی شخص گمان تک نہ کر سکتا تھا کہ رومی غالب آ سکتے ہیں اور اسی روز مسلمان بھی اللہ کی دی ہوئی فتح سے خوش ہوں گے۔

چنانچہ ۹ سال کے اندر یہ پیش گوئی اس دن پوری ہوئی جبکہ ۶۲۴ء میں مسلمانوں نے معرکہ بدر سر کیا۔ اسی روز رومیوں نے بھی اپنے تمام علاقے واگزار کرا لیے تھے اور اب ایران کی سرزمین میدان جنگ بن چکی تھی۔ اور ہرقل نے آذربائیجان میں گھس کر زرتشت کے مقام پیدائش کو تباہ کر دیا، جو ایرانیوں کا سب سے بڑا آتش کدہ تھا۔ اس کے بعد رومی فوجیں مسلسل آگے بڑھتی چلی گئیں اور ۶۲۷ء کو نینوی کی جنگ نے تو ایران کی کمر توڑ دی۔

اس کے بعد شاہان ایران کی قیام گاہ دستگرد کو تباہ کر دیا گیا اور رومی ایران کے دارالسلطنت طیفسوں تک پہنچ گئے۔ حتی کہ ۶۲۸ء میں خسرو پرویز کے قتل کے بعد اس کے بیٹے قباد ثانی نے ہرقل سے صلح کی۔ اور یہی وہ سال ہے جس میں صلح حدیبیہ ہوئی۔ جس کو قرآن مجید نے فتح عظیم قرار دیا ہے...... وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔ وللہ الحمد

مُّسَمًّى ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ اَوَ لَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّ اَثَارُوا الْاَرْضَ وَ عَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا
عَمَرُوْهَا وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾
ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ اَللّٰهُ ع
يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾
وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَ كَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

---

اصل بات یہ ہے کہ انسانوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے پروردگار کی ملاقات سے یک قلم منکر ہیں۔[1] (۹) کیا یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے نہیں؟ (یعنی اگر پھرتے) تو دیکھتے کہ وہ قومیں جو ان سے پہلے ہو گزری ہیں ان کا انجام کیا ہوا۔ وہ قومیں تھیں جو ان سے تمدن وترقیات اور قوائے جسمانی میں بڑھ کر قوی تھیں۔ انہوں نے زمین پر اپنے کاموں کے آثار چھوڑے اور جس قدر تم نے اسے متمدن بنایا ہے اس سے کہیں زیادہ انہوں نے تمدن پھیلایا۔ لیکن جب ہمارے رسول ان میں بھیجے گئے اور ہماری نشانیاں انہیں دکھائی گئیں تو انہوں نے سرکشی اور بغاوت سے انہیں جھٹلا دیا اور برباد و فنا ہو گئے۔ خدا ظلم کرنے والا نہیں تھا لیکن انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔[2] (۱۰) آخر کار جن لوگوں نے برائیاں کی تھیں ان کا انجام برا ہی ہوا۔ اس لیے کہ انہوں نے آیات الٰہی کی تکذیب کی اور وہ ان کا مذاق اڑایا کرتے تھے (۱۱) اللہ ہی مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر وہی اس کا اعادہ کرے گا پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔[3] (۱۲) اور جس دن وہ ساعت بپا ہوگی تو مجرم لوگ مایوس ہو کر رہ جائیں گے۔ (۱۳) اور ان کے خود ساختہ شریکوں میں کوئی بھی ان کا سفارشی نہ ہوگا اور وہ خود بھی اپنے خود ساختہ شریکوں کے منکر ہو جائیں گے۔[4]

---

سورہ کے خاتمہ میں وحی ونبوت کی برکات اور ضرورت کی طرف اشارہ کیا ہے، اور تمثیل کے پیرایہ میں سمجھایا ہے کہ جس طرح بارش سے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح وحی ونبوت سے مردہ انسانیت کو زندگی حاصل ہوتی ہے' گویا یہ بھی باران رحمت ہے جس کا نزول انسانی زندگی کے لیے موجب خیر و برکت ہے۔ اس سے فائدہ اٹھاؤ گے تو خیر و فلاح حاصل کر لو گے ورنہ اپنا نقصان کرو گے اور تلافی کا کوئی موقع نہیں مل سکے گا۔

ع آیت نمبر ۹: قرآن مجید نے امم سابقہ واقوام پیش کا تذکرہ صرف اس لیے کیا ہے کہ قانون ہدایت وشقاوت کے نتائج پر انسان کو توجہ دلائے۔ جب انہوں نے احکام الٰہیہ کو پس پشت ڈال دیا اور خدا کی حکومت میں رہ کر اس سے بغاوت اور سرکشی شروع کر دی تو کوئی انسانی سعی وتلاش فلاح ان کو ہلاکت وبربادی سے نہ بچا سکی۔ یہاں تک کہ آج ان کے آثار بھی دنیا میں باقی نہیں۔

**مظاہر قدرت:**

قرآن حکیم نے جہاں کہیں قدرت الٰہی اور مظاہر خلقت کے عجائب وغرائب پر انسان کو توجہ دلائی ہے وہاں خاص طور پر رنگوں کے

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۵۰ (۲) "الہلال" ۱۶ اکتوبر ۱۹۱۲ء ص ۶۔

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَتَفَرَّقُونَ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴿١٥﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ
فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴿١٦﴾ فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ﴿١٧﴾
وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ﴿١٨﴾ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ

(۱۴) اور جس دن قیامت قائم ہوگی اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں گے (۱۵) پھر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو وہ بہشت کے باغ میں مسرور ہوں گے (۱۶) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا تو یہ لوگ عذاب میں حاضر رکھے جائیں گے۔ (۱۷-۱۸) پس پاکی ہے اللہ کے لیے اور آسمان و زمین میں اس کے لیے ستائش ہے، جب تم پر شام آتی ہے اور جب تم پر صبح ہوتی ہے اور جب دن کا آخری وقت ہوتا ہے اور جب تم پر دو پہر ہوتی ہے۔ ۵[1] (۱۹) وہ جاندار کو مردے سے نکالتا ہے۔

مظاہر متنوعہ اور عجائب مختلفہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

اختلاف الوان کے متعلق جو کچھ شارحین اور عالمین علم نے تحقیق کیا ہے اس میں ابھی تحقیق مزید کی بہت بڑی گنجائش ہے۔ موجودہ تحقیقات سے بھی ثابت ہوتا ہے اختلاف الوان کے اندر حکمت الٰہیہ نے بعض عجیب وغریب اسرار و مصالح رکھے ہیں۔ آگے چل کر نہیں معلوم کہ کس قدر اسرار منکشف ہوں۔ قرآن حکیم نے اسی زمانہ میں جبکہ انسان کی معلومات محدود تھیں اختلاف الوان کو اللہ کی قدرت و حکمت کی نشانی قرار دیا۔ پھر کیا یہ اسی کا قول نہیں جس کے فعل کے اسرار و مقاصد کی تحقیقات جاری ہے۔

اس کے بعد قرآن نے آیت چوبیس میں بارش اور مردہ زمین کی زندگی سے بعث بعد الموت پر استدلال کیا ہے۔

دنیا عالم کون و فساد ہے۔ یہاں ہر بننے کے ساتھ بگڑنا ہے۔ کائنات عالم کا تمام بگاڑ بھی اسی لیے ہے کہ بناؤ اور خوبی کا فیضان ظہور میں آئے۔ سمندر میں طوفان نہ اٹھتے تو میدانوں کو زندگی و شادابی کے لیے ایک قطرۂ بارش میسر نہ آتا۔ اگر بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک نہ ہوتی تو باران رحمت کا فیضان نہ ہوتا' اگر آتش فشاں پہاڑوں کی چوٹیاں نہ پھٹتیں تو زمین کے اندر کھولتا ہوا مادہ اس کرہ کی سطح کو پارہ پارہ کر دیتا۔ تم بول اٹھو گے، یہ مادہ پیدا ہی کیوں کیا گیا؟ لیکن جاننا چاہیے کہ اگر یہ مادہ نہ ہوتا تو زمین کی قوت نشو و نما کا ایک ضروری عنصر مفقود ہوتا۔

۳ قرآن مجید نے جا بجا خلق بالحق سے قیامت پر استدلال کیا ہے۔ آیت نمبر ۱۱ میں بھی اسی قسم کا استدلال ہے اور گزشتہ اقوام کی تاریخ کو بطور عبرت پیش کیا ہے اور قیامت کے دلائل قائم کیے ہیں۔

۴ آیت نمبر ۱۲-۱۳ میں صراحت کے ساتھ فرما دیا ہے کہ آج جو لوگ رسولوں کی تعلیم و ہدایت کو قبول کرنے سے انکار کر رہے ہیں اور آخرت کی جواب دہی کے منکر ہو رہے ہیں قیامت کے دن جب ان پر گرفت ہوگی تو یہ حواس باختہ ہو جائیں گے اور ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا۔ جن چیزوں کو یہ اللہ کے شریک ٹھہرا رہے ہیں' قیامت کے دن ان کی عبادت کا انکار کریں گے۔

۵ پہلے مبدء و معاد میں اپنی عظمت کا ذکر فرمایا۔ اب آیت نمبر ۱۷-۱۸ میں' ان اوقات میں اپنی تنزیہہ و تحمید کا حکم دیا۔ کیونکہ ان اوقات

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول صفحہ ۸۱۔

وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ وَكَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ⑲ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ ع ۵
اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ⑳ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ
مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِيْ
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ㉑ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ

---

اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے- اسی طرح تم لوگ بھی (حالت موت سے) نکال لیے جاؤ گے (۲۰) اور (دیکھو) اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا' پھر یکایک تم بشر ہو کر (زمین میں) پھیلتے جا رہے ہو-ل (۲۱) اور اس کی (رحمت کی) نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کر دیے (یعنی مرد کے لیے عورت اور عورت کے لیے مرد) پھر تمہارے درمیان محبت اور رحمت کا جذبہ پیدا کر دیا- بلاشبہ ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرنے والے ہیں' اس میں (حکمت الٰہی کی) بڑی ہی نشانیاں ہیں-[1] (۲۲) اور حکمت الٰہی کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی آسمانوں اور زمین کی خلقت ہے- اور طرح طرح کے

---

میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کامل ظہور ہوتا ہے- اور تسبیح' قلب و لسان اور جوارح تینوں سے ہوتی ہے- اور نماز بھی تینوں قسم کی تسبیح پر مشتمل ہے- اس لیے علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ یہاں تسبیح سے مراد نماز پڑھنا ہے- اور اس آیت میں پانچوں نمازوں کا ذکر آ گیا ہے (رازی' ابن کثیر)

علماء نے ان اوقات میں عبادت کی تاثیر اور اس کا فلسفہ بیان کیا ہے- حجۃ اللہ اور احیاء غزالی میں اوقات کے اسرار و حکم پر خوب بحث کی گئی ہے..... علاوہ ازیں: ''رات دن کا اختلاف صرف رات دن کا اختلاف نہیں' بلکہ ہر دن مختلف حالتوں سے گزرتا اور ہر رات مختلف منزلیں طے کرتی ہے- اور ہر حالت ایک خاص طرح کی تاثیر رکھتی ہے' اور ہر منزل کے لیے ایک خاص طرح کا منظر ہوتا ہے- صبح طلوع ہوتی ہے اور اس کی ایک خاص تاثیر ہوتی ہے' دن ڈھلتا ہے اور اس کا ایک خاص طرح کا منظر ہوتا ہے- اوقات کا یہ روزانہ کا اختلاف ہمارے احساسات کا مزہ بدلتا رہتا ہے اور یکسانیت کی افسردگی کی جگہ تبدل و تجدد کی سرگرمی پیدا ہوتی ہے-

ل آیت ۲۰ سے آخر رکوع تک جو نشانیاں بیان کی جا رہی ہیں وہ ایک طرف تو حیات اخروی کے امکان و وقوع پر دلالت کرتی ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک اور مدبر کائنات ہونے پر! اس لیے یہ رکوع اپنے ماقبل اور مابعد دونوں کے ساتھ مربوط ہے-

''قانون فطرت نے انسان کو دو مختلف جنسوں (مرد و عورت) میں تقسیم کر دیا ہے- پھر ان میں فعل و انفعال اور جذب و انجذاب کے کچھ ایسے وجدانی احساسات ودیعت کر دیے کہ ہر جنس دوسری جنس سے ملنے کی قدرتی طلب رکھتی ہے تاکہ محبت اور سکون ہو- اور دو ہستیوں کی باہمی رفاقت و اشتراک سے زندگی کی محنتیں اور مشقتیں سہل و گوارا ہو جائیں- اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں پیدا کیں جن کے بغیر انسان مطمئن اور خوشحال زندگی بسر نہیں کر سکتے (۱) سکون (۲) مودت (۳) رحمت- سکون عربی میں ٹھہراؤ اور جماؤ کو کہتے ہیں- مطلب یہ ہے کہ انسان کی طبیعت میں ایسا ٹھہراؤ اور جماؤ پیدا ہو جائے جسے زندگی کی بے چینیاں اور پریشانیاں ہلا نہ سکیں- مودت سے مقصود محبت ہے- قرآن مجید

---

(۱) ''الہلال'' ۳ جون ۱۹۱۴ء ''ترجمان القرآن'' جلد اول ص ۸۳-

أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالِمِينَ ﴿٢٢﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُم بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَابْتِغَاؤُكُم مِّن فَضْلِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٢٣﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ
الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي
ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ أَن تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ۚ ثُمَّ إِذَا
دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنتُمْ تَخْرُجُونَ ﴿٢٥﴾ وَلَهُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلٌّ
لَّهُ قَانِتُونَ ﴿٢٦﴾ وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ

---

رنگوں اور بولیوں کا پیدا ہونا ہے- فی الحقیقت اس میں بڑی ہی نشانیاں ہیں ارباب علم وحکمت کے لیے-[1] (۲۳) اور خدا کی آیات میں تمہارا رات کو سونا اور دن میں خدا کے احسان تلاش کرنا ہے- بلاشبہ اس میں سننے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں-

(۲۴) (دیکھو، قدرت وحکمت کی) نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ وہ بجلی کی کڑک اور چمک نمودار کرتا ہے، اور اس سے تم پر خوف اور امید دونوں حالتیں طاری ہوتی ہیں- اور آسمان سے پانی برساتا ہے اور پانی کی تاثیر سے زمین مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھتی ہے- بلاشبہ اس صورت حال میں ان لوگوں کے لیے، جو عقل وبینش رکھتے ہیں، (حکمت الٰہی کی) بڑی نشانیاں ہیں-[2]

(۲۵) اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں- پھر جونہی کہ وہ تم کو زمین سے پکار کر بلائے گا تو تم سب (پکارتے ہی) اچانک نکل پڑو گے-

(۲۶) اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اسی کا ہے اور سب اسی کے حکم کے تابع اور منقاد ہیں[3]

(۲۷) وہی ہے جو ابتداء مخلوق کو پیدا کرتا ہے، وہی اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لیے آسان تر ہے-

---

کے نزدیک ازدواجی زندگی کی تمام تر بنیاد محبت پر ہے- لیکن یہ محبت کا رشتہ پائیدار نہیں ہو سکتا، اگر رحمت کا سورج دلوں پر نہ چمکے- رحمت سے مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی نہ صرف ایک دوسرے سے محبت کریں بلکہ ایک دوسرے کی خطائیں اور کمزوریاں نظر انداز کر دیں- رحمت کا جذبہ خود غرضانہ محبت کو فیاضانہ محبت میں بدل دیتا ہے- خود غرضی میں انسان اپنی ہستی کو سامنے رکھتا ہے لیکن رحیمانہ محبت میں اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے- رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ دوسرے کی غلطیاں بخش دے، غضب وانتقام کی پرچھائیں دل پر نہ پڑنے دے-

---

(۱) ''الہلال'' ۳؍جون ۱۹۱۴ء ص ۱۳- (۲) ''البلاغ'' ۱۱؍فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۵-

(۳) ''الہلال'' ۴؍دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۶-

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٢٧﴾ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاۗءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۭ
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ
اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۭ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ

---

اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی صفت سب سے بالاتر ہے اور وہ زبردست اور کامل حکمت والا ہے۔ (۲۸) وہ تمہارے لیے خود تمہاری ذات سے ہی ایک مثال بیان کرتا ہے کہ کیا اس مال و متاع میں، جو ہم نے تمہیں دیا ہے، تمہارے غلام تمہارے ساتھ برابر کے شریک ہیں؟

اور تم ان سے اسی طرح ڈرتے ہو جس طرح آپس میں اپنے ہمسروں سے ڈرتے ہو؟ ہم اس طرح توحید کے دلائل ان لوگوں کے سامنے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ [ہے] (۲۹) مگر یہ ظالم بغیر کسی دلیل کے اپنی خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں۔ سو جس کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہو اسے کون راستہ دکھا سکتا ہے؟ اور ایسے گمراہوں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

(۳۰) تم ہر طرف سے منہ پھیر کر "الدین" کی طرف رخ کرو۔ یہی خدا کی بناوٹ (فطرت) ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ [۵]

---

ہے یہاں تک تو آخرت اور توحید کے مشترکہ دلائل تھے۔ اب آیت نمبر ۲۸ سے خالص توحید کے دلائل بیان ہو رہے ہیں۔ (رازی)۔

مشرکین ایک طرف تو زمین و آسمان اور سب چیزوں کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ کو مانتے اور پھر اس کی مخلوق میں سے اس کے شریک بھی ٹھہراتے، ان کے سامنے نذر و نیاز پیش کرتے تو ان کے اس رویہ کی تمثیل بیان فرمائی ہے جس کا منشا یہ ہے کہ خدا کے دیے ہوئے مال میں تمہارے غلام تو شریک قرار نہیں پا سکتے، تو پھر خدا کی پیدا کی ہوئی کائنات میں خدا کی پیدا کردہ مخلوق کیسے شریک بن سکتی ہے؟

۵ گزشتہ آیات میں توحید کے دلائل بیان کرنے کے بعد اب آیت ۳۰ سے بالواسطہ مسلمانوں کو حکم دیا کہ اب تمہیں بھی چاہیے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرو، اور ہر طرف سے رخ پھیر کر دین اسلام کی پیروی کرو۔ یہی وہ فطرت ہے جس پر تمام لوگ پیدا کیے گئے ہیں۔ احادیث میں اس کی تشریح مذکور ہے کہ ہر بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر والدین اسے عیسائی، یہودی یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں۔

لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَ
اتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ
كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ
اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ٙ
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَآ

---

اللہ کی بناوٹ میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی - یہی دین قیم ہے' لیکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے -

(۳۱-۳۲) اسی ایک خدا کی طرف متوجہ رہو' اس کی نافرمانی سے بچو اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ' جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور گروہ بندیوں میں بٹ گئے - ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے' اس میں مگن ہے -[1]

(۳۳) اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کی طرف رجوع ہو کر اسی کو پکارنے لگتے ہیں -

پھر جب (اللہ تعالیٰ) ان کو اپنی طرف سے رحمت کا مزہ چکھا دیتا ہے تو یکا یک ان میں سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے -

(۳۴) تاکہ جو احسان ہم نے ان پر کیا ہے' اس کی ناشکری کریں - سو (چند دن اور) فائدہ اٹھا لو' عنقریب تم کو سب حال معلوم ہو جائے گا (۳۵) کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے کہ خدا کے ساتھ جو شرک یہ کر رہے ہیں' اس (کی صداقت) پر شہادت دیتی ہے؟

---

اس کے بعد فرمایا کہ یہ جتنی فرقہ بندیاں ہیں' دین فطرت سے علیحدہ ہو کر بنائی گئی ہیں - ہر گروہ اپنے خود ساختہ عقیدہ پر نازاں و فرحاں ہے کہ اپنی غلطی کا امکان اس کے تصور میں نہیں آتا - لیکن عقل اور فطرت انسانی کی شہادت صاف طور پر شرک کا رد کرتی ہے:

"قرآن کہتا ہے' یہی راہ عمل نوع انسانی کے لیے خدا کا ٹھہرایا ہوا فطری دین ہے - اور فطرت کے قوانین میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی - یہی "الدین القیم" ہے - یعنی سیدھا اور درست دین' جس میں کسی قسم کی خامی نہیں - یہی دین حنیف ہے' جس کی دعوت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دی تھی - اس کا نام میری اصطلاح میں "الاسلام" ہے - یعنی خدا کے ٹھہرائے ہوئے' قوانین کی فرمانبرداری -"

---

(۱) ترجمان القرآن' جلد اول' ص ۲۰۷-۲۰۸-

أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا ۖ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ
يَقْنَطُونَ ﴿٣٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ
لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٣٧﴾ فَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ
لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٣٨﴾ وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَا
فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوا عِندَ اللَّهِ ۖ وَمَا آتَيْتُم مِّن زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ﴿٣٩﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ۖ
هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٠﴾ ع

---

(۳۶) اور جب ہم لوگوں کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس پر نازاں ہو جاتے ہیں- اور جب ان کے اپنے کیے کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آ جاتی ہے تو ناگہاں وہ ناامید ہو جاتے ہیں-

(۳۷) کیا ان کو معلوم نہیں کہ اللہ جس کے لیے چاہتا ہے' رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے رزق تنگ کر دیتا ہے- اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہیں-

(۳۸) سو (اے مخاطب) تو قرابت دار کو اس کا حق دیا کر اور مسکین اور مسافر کو بھی' یہ ان لوگوں کے لیے بہتر ہے جو رضائے الٰہی کے طلبگار ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں-[9]

(۳۹) اور جو سود تم دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں مل کر زیادہ ہو جائے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا- اور جو صدقہ تم اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے دو گے تو وہی لوگ مال بڑھانے والے ہیں-

(۴۰) اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا' پھر تمہیں رزق دیا' پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے' پھر وہ تمہیں زندہ کرے گا- کیا تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی کام کرتا ہو؟ پاک ہے وہ ذات اور بالاتر ہے اس شرک سے جو یہ کر رہے ہیں-

---

9 آیت نمبر ۳۸ میں مسلمانوں کو حقوق معاشرہ کی طرف متوجہ کیا کہ جب یہ سب نعمتیں اللہ کی دی ہوئی ہیں تو تمہیں چاہیے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے قرابت داروں' مساکین اور مسافروں کے حقوق ادا کرو اور سود سے دولت کی افزائش نہیں ہوتی بلکہ زکوٰۃ ایسا عمل ہے جس سے آخرت میں انسان کو دوہرا اجر ملے گا- اس کے بعد پھر سلسلہ کلام توحید و آخرت کی طرف پھر گیا ہے-

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۚ
كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ﴿۴۲﴾ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَّ لَهُ
مِنَ اللَّهِ ۖ يَوْمَئِذٍ يَصَّدَّعُونَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِأَنْفُسِهِمْ
يَمْهَدُونَ ﴿۴۴﴾ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ﴿۴۵﴾ وَ
مِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ

---

(۴۱) خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کی وجہ سے فساد برپا ہو گیا ہے تا کہ اللہ لوگوں کو ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تا کہ وہ باز آ جائیں ۱؎

(۴۲) آپ کہہ دیجیے کہ "تم لوگ زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں' ان کا انجام کیسا ہوا؟ ان میں سے اکثر لوگ مشرک ہی تھے-

(۴۳) سو آپ خود کو دین قیم پر قائم رکھیے' اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ دن آ جائے جو ٹل نہیں سکتا' اس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے-

(۴۴) جس نے کفر کیا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہے، اور جن لوگوں نے نیک عمل کیے ہیں تو وہ لوگ اپنے ہی لیے (فلاح کا راستہ) ہموار کر رہے ہیں-

(۴۵) تا کہ اللہ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے- یہ واقعہ ہے کہ اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا-

(۴۶) اور اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ وہ خوش خبری دینے والی ہواؤں کو بھیجتا ہے تا کہ وہ تمہیں اپنی رحمت سے لذت اندوز کرے اور تا کہ اس کے حکم سے کشتیاں جاری ہوں اور ........

---

۱؎ آیت نمبر ۴۱ میں بتایا کہ عالم بر و بحر میں جو فتنہ و فساد بپا ہے اور آسمان کے نیچے جو ظلم و ستم ڈھائے جا رہے ہیں یہ سب شرک کی وجہ سے ہیں- جب سے لوگوں نے توحید (دین فطرت) کو چھوڑ کر شرک کی راہیں اختیار کی ہیں' اس وقت سے یہ ظلم و ستم بھی بڑھ گیا ہے، اور شرک جیسے قولی و اعتقادی ہوتا ہے' اسی طرح شرک عملی بھی ہوتا ہے' جو فسق و فجور اور معاصی کا روپ دھار لیتا ہے- شروع سورہ میں ایران و روم کی جس جنگ کا ذکر تھا' اس آیت میں اس سے فتنہ و فساد کے اسباب کی طرف اشارہ فرما دیا ہے-

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ
فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَ كَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ
الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ
یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَاۤ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ
قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ

---

تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور تا کہ تم اس کا شکر بجالاؤ-

(۴۷) بلاشبہ ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبروں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا- سو وہ ان کے پاس روشن دلائل لے کر آئے- پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو جرائم کے مرتکب ہوئے، اور مومنوں کی مدد کرنا ہمارے ذمہ لازم تھا-[۱۱]

(۴۸-۴۹) یہ اللہ ہی کی کارفرمائی ہے کہ پہلے ہوائیں چلتی ہیں- پھر ہوائیں بادل کو حرکت میں لاتی ہیں، پھر وہ (اللہ) جس طرح چاہتا ہے انہیں فضا میں پھیلا دیتا ہے- اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے- پھر تم دیکھتے ہو کہ بادلوں میں سے مینہ نکل رہا ہے-

پھر جن لوگوں کو بارش کی یہ برکت ملنی تھی تو وہ اچانک خوش ہو جاتے ہیں[(1)] گو وہ لوگ اس بارش سے پہلے مایوس ہو رہے تھے-

(۵۰) پس رحمت الٰہی کی نشانیوں کو دیکھو کہ وہ زمین کو موت کے بعد دوبارہ زندگی بخشتا ہے-[۱۲]

---

[۱۱] دنیا میں جن لوگوں نے بھی اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا ہے ان سے ہم نے انتقام لیا ہے اور مومنوں کی مدد کی ہے-
آیت نمبر ۴۷ میں مؤمنین کو تسلی دی اور کفار کو تنبیہ کی ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی دوسرے پیغمبروں کی طرح اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں- پھر جیسے ان کے مخالفین سے انتقام لیا گیا' اسی طرح آپ کے مخالفین سے بھی بدلہ لیا جائے گا-

[۱۲] اوپر ہی رسولوں کے بھیجنے کا تذکرہ تھا اور یہاں بارش بھیجنے کا- اس میں اشارہ ہے کہ رسول کی آمد بھی انسان کی اخلاقی و روحانی زندگی کے لیے ویسی رحمت ہے جیسے اس کی مادی و معاشی زندگی کے لیے بارش کی آمد!

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۳۹-

مَوْتِهَا ۚ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ
مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ
الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ
يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ

بیشک وہ موت کو زندگی سے بدل دینے والا ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔[۱]

(۵۱) اگر ہم کوئی اور ہوا بھیج دیں اور وہ اپنی کھیتی کو زرد پائیں تو یہ اس کے بعد ناشکری کرنے لگیں۔

(۵۲) (اے نبیؐ) یقیناً آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ آپ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں جب کہ وہ پیٹھ پھیرے چلے جا رہے ہوں۔

(۵۳) اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر راہ راست پر لا سکتے ہیں۔ آپ صرف انہی لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں پھر وہ فرمانبردار رہتے ہیں۔

(۵۴) یہ اللہ ہی کی کارفرمائی ہے کہ اس نے تمہیں اس طرح پیدا کیا کہ پہلے ناتوانی کی حالت ہوتی ہے، پھر ناتوانی کے بعد قوت آتی ہے..........................

بارش سے اگر زمین زندہ ہوتی ہے اور لوگوں کی مادی زندگی میں انقلاب کا پیش خیمہ ہوتی ہے تو رسول کی آمد سے بھی انسانوں کے دلوں کی کھیتیاں سرسبز ہو جاتی ہیں۔ اس سے نبوت کی ضرورت پر استدلال ہے کہ جس نے تمہاری جسمانی ضروریات کا بندوبست کیا ہے، اس کی ربوبیت کا تقاضا یہ ہے کہ تمہاری روحانی اصلاح کا بھی بندوبست کرے۔ اور آیت کریمہ (۵۰) میں "انظر" کا کلمہ اللہ تعالیٰ کی قدرت عظیمہ پر تنبیہ کے لیے ہے:

"دنیا میں صرف یہی نہیں کہ پانی موجود ہے بلکہ ایک خاص نظام و ترتیب سے موجود ہے، کیوں یہ سب کچھ ایسا ہی ہوا؟ کیوں ایسا نہ ہوا کہ پانی موجود ہوتا مگر موجودہ انتظام اور ترتیب سے نہ ہوتا؟ قرآن کہتا ہے، اس لیے کہ کائنات ہستی میں ربوبیت کارفرما ہے اور ربوبیت کا مقتضاء یہی ہے کہ پانی اسی ترتیب سے بنے اور اسی ترتیب و مقدار سے تقسیم ہو۔ یہ رحمت و حکمت تھی جس نے پانی پیدا کیا مگر یہ ربوبیت ہے جو اسے اس طرح کام میں لائی کہ پرورش اور رکھوالی کی تمام ضرورتیں پوری ہوگئیں۔

۱۳ آیت ۵۴ میں انسانی زندگی کے ادوار ثلاثہ کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ اور یہ ساری حالتیں اسی کی پیدا کردہ ہیں اور یہ اسی کے علم و قدرت کے کرشمے ہیں۔

(۱) "الہلال" [illegible] ۱۹۱۳ء ص ۶۔

ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ
الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ڏ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۭ كَذٰلِكَ
كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ
اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ۡ فَھٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ لَّا يَنْفَعُ
الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

---

پھر قوت کے بعد ناتوانی اور بڑھاپا ہوتا ہے- وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' وہ علم اور قدرت رکھنے والا ہے- ؎۱۳ (۱)

(۵۵) اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو مجرم قسمیں کھا کھا کر کہیں گے کہ وہ (دنیا میں) ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے- اسی طرح وہ دنیا کی زندگی میں حق سے پھرے ہوئے تھے- ؎۱۴

(۵۶) اور جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا کیا گیا ہے وہ کہیں گے کہ خدا کے نوشتے میں تو تم قیامت تک پڑے رہے ہو' سو یہی قیامت کا دن ہے' لیکن تم جانتے نہ تھے-

(۵۷) پس اس روز نہ تو ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ دے گی اور نہ ان سے اللہ کو راضی کرنے کی خواہش کی جائے گی-

(۵۸) اور بیشک ہم نے لوگوں کو سمجھانے کے لیے اس قرآن میں ہر طرح کی مثال بیان کی ہے- خواہ آپ........

---

اوپر دلائل آفاق کا ذکر تھا، اب یہاں دلائل نفس کی طرف اشارہ فرمادیا ہے (رازی)

"قوموں کی زندگی کا بھی یہی حال ہے کہ قوم پیدا ہوتی ہے' بچپنے کا عہد بے فکری سے کاٹ کر جوانی کی طاقت آزمائیوں میں قدم رکھتی ہے- یہ وقت کاروبار زندگی کا اصلی اور قومی صحت وتندرستی کا عہد نشاط ہوتا ہے- جہاں جاتی ہے' اوج واقبال اس کے ساتھ ہوتا ہے' اور جس طرف قدم اٹھاتی ہے' دنیا اس کے استقبال کے لیے دوڑتی ہے- اس کے بعد جو زمانہ آتا ہے اسے پیری وصد عیب کا زمانہ کہیے- طرح طرح کے اخلاقی وتمدنی عوارض پیدا ہونے لگتے ہیں' جمعیت واتحاد کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اجتماعی قوتوں کا اضمحلال نظام ملت کو کمزور کردیتا ہے-"

؎۱۴ "آخرت کی زندگی انسان پر طاری ہوگی تو وہ تمام مدت جو مرنے کے بعد سے نشاۃ ثانیہ تک گزرتی ہے ایسی محسوس ہوگی جیسے ایک

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۴۰-

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَ لَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾
كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ لَا
يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے آئیں، تب بھی کافر لوگ یہی کہیں گے کہ تم باطل پر ہی ہو (۵۹) اس طرح اللہ ان لوگوں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے جو علم نہیں رکھتے۔

(۶۰) سو (اے پیغمبرؐ) آپ صبر کیجیے، بیشک اللہ کا وعدہ برحق ہے۔ اور جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ آپ کو ہلکی باتوں پر آمادہ نہ کر دیں۔[۱۵]

بہت قلیل مدت کا درمیانی وقفہ گزرا ہو۔ یہ حقیقت قرآن نے مختلف تعبیرات میں بیان کی ہے۔"

[۱۵] سورہ کی آخری آیت میں پھر آنحضرت ﷺ کو صبر و استقامت اور حوصلہ مندی سے کام لینے کی تلقین کی گئی ہے اور حکم دیا ہے کہ دعوت و اصلاح کے کام میں لگے رہیے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ اس لیے آپ ان کی تضحیک و استہزاء کی وجہ سے اپنے مقام سے جنبش نہ کریں۔ گویا دعوت و اصلاح کا کام کرنے والوں کو دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ صبر و تحمل سے تکالیف کو برداشت کرنا چاہیے۔

❋ ❋ ❋

آیاتھا: 34 سُوْرَۃُ لُقْمٰنَ مَکِّیَّۃٌ رکوعاتھا: 4

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۞ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۞ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ
الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۞ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞

---

(۱) الم'' (۲) یہ کتاب حکیم کی آیتیں ہیں- [۱] نیکوکار لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہیں (۴) جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں-

(۵) یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے راہ راست پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں-

---

[۱] یہ سورۃ بھی مکی ہے اور اس کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ العنکبوت اور یہ دونوں سورتیں ایک ہی دور میں نازل ہوئی ہیں-

اس سورہ میں شرک کی تردید اور توحید کی طرف' دلائل کے ساتھ' دعوت دی گئی ہے اور آثار کائنات سے اس پر استدلال کیا گیا ہے- حضرت لقمان کے قصہ سے شہادت پیش کی گئی ہے کہ وہ بھی توحید کے علمبردار تھے اور انہوں نے اپنے پندونصائح میں شرک کو ظلم عظیم قرار دیا ہے- یہ قصہ غالباً اس لیے پیش کیا گیا ہے کہ کفار قریش میں سے بعض لوگ حضرت لقمان کی پندوحکمت کو آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں پیش کرتے اور کہتے کہ اس قسم کی باتیں تو ہم بھی کر سکتے ہیں-

سورہ کی ابتدا میں ہی قرآن مجید کے کتاب حکمت اور ہدایت ورحمت ہونے پر زور دیا ہے- مگر اس سے فائدہ صرف وہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جو حسن کردار کا طریقہ اختیار کرتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں-

ان کے بالمقابل وہ لوگ بھی ہیں جو ''لہو الحدیث'' کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں- اور یہ لفظ اپنے وسیع تر مفہوم کے اعتبار سے گانا بجانا' افسانے' ناول اور ہر قسم کی فحاشی کو شامل ہے-

ایک روایت میں ہے کہ نضر بن حارث عراق گیا اور وہاں سے شاہان عجم کے قصے اور رستم واسفندیار کی داستانیں لاکر قصہ گوئی کی محفلیں لگاکر قرآن کا مقابلہ کرنے لگا-

''قرآن کریم میں ہر جگہ اسلام کے ساتھ منکرین اسلام کے لیے '' ولی '' اور '' اعرض '' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں-''
ولی عن الشئ'' کے معنی اعراض کے ہیں ''تولی عنه ای اعرض عنه'' ہر جگہ پاؤ گے- یعنی کسی چیز کی طرف سے منہ موڑ لینا اور گردن پھیر لینا-

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ
لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ
فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ
وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ
رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۭ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ
كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ
وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ
اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰي وَهْنٍ

(۶) اور انسانوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو غافل کرنے والا کلام خرید کر لاتا ہے، تا کہ لوگوں کو بغیر علم کے اللہ کے راستہ سے بھٹکا دے اور اس (راہ حق) کا مذاق اڑائے۔ ایسے لوگوں کے لیے ذلیل کن عذاب ہے۔ (۷) اور جب ان میں سے کسی منکر کو قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ہیجان و غرور سے اکڑتا ہوا گردن پھیر کر چل دیتا ہے،[1] گویا اس نے سنا ہی نہیں، گویا اس کے کانوں میں ثقل ہے، سو آپ اس کو المناک عذاب کی بشارت سنا دیجیے۔ (۸) البتہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے نعمت کے باغ ہیں، (۹) جن میں ہمیشہ رہیں گے، یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اور وہ زبردست اور کامل حکمت والا ہے۔ (۱۰) اس (اللہ تعالیٰ) نے آسمانوں (اجرام سماویہ) کو پیدا کر دیا اور تم دیکھ رہے ہو کہ کوئی ستون انہیں تھامے ہوئے نہیں[2] اور زمین میں مضبوط پہاڑ ڈال دیے،[ع] تا کہ وہ تمہیں لے کر ڈھلکے نہیں اور اس میں ہر قسم کے حیوانات پھیلا دیے اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اس میں ہر قسم کی چیزیں عمدہ اگائیں (۱۱) یہ سب چیزیں تو اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اب مجھے یہ تو دکھاؤ کہ اس کے سوا اوروں نے کیا پیدا کیا؟ دراصل یہ ظالم صریح گمراہی میں مبتلا ہیں (۱۲) بلاشبہ ہم نے لقمان کو حکمت عطا کی کہ اللہ کا شکر ادا کرتا رہ، اور جو شکر گزار ہوگا تو وہ اپنے ہی بھلے کے لیے شکر کرتا ہے۔ اور جس نے ناسپاسی کی، تو اللہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔[ع] (۱۳) اور یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: ''بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیو، بلاشبہ شرک بڑا ہی ظلم ہے

ع اوپر کی تمہید کے بعد اب آیت نمبر ۱۰ سے اصل مقصد یعنی شرک کی تردید اور توحید کی دعوت کا آغاز ہے۔ عالم افلاک، تاروں اور سیاروں

(۱) ''الہلال'' ۱۱ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۸ (۲) ''ترجمان القرآن جلد اول ص ۱۲.

النصف وَفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿۱۴﴾ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ
بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ
اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ
خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۶﴾
يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ
عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ

---

(۱۴) اور ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں تاکید کی ہے' اس کی ماں نے ضعف پر ضعف برداشت کرتے ہوئے اس کو پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کو دودھ چھوٹنے میں لگے- اس لیے ہم نے اسے تاکید کی ہے کہ (اے انسان) تو میرا اور اپنے والدین کا شکرگزار بن کر رہ' میرے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے (۱۵) اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرے ساتھ شریک ٹھہرا جس کے معبود ہونے کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی بات نہ مان' ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا رہ' اور اس شخص کے راستہ کی پیروی کر جو میری طرف رجوع ہو- پھر تم سب کو لوٹ کر میری طرف آنا ہے' اس وقت میں تمہیں آگاہ کر دوں گا کہ تم کیا عمل کرتے رہے تھے! (۱۶) اے میرے بیٹے' کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر ہو' پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں ہو یا وہ زمین میں ہو تو اللہ اس کو بھی لا حاضر کرے گا- بیشک اللہ نہایت باریک بین اور ہر چیز سے باخبر ہے- (۱۷) اے میرے بیٹے' صلوۃ الٰہی کو قائم رکھ' نیکی کا حکم کر' برائی سے روک، اور اس فرض احتساب کے ادا کرنے میں جو جو تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں ان پر صبر کر' یہ بڑے ہی پختہ ارادے اور اعلیٰ درجے کا کام ہے-(۱) (۱۸) اور لوگوں سے بے رخی کا برتاؤ نہ کر اور نہ زمین پر متکبرانہ انداز سے چلا کر' بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی خود پسند اور فخر جتانے والے کو پسند نہیں کرتا-

---

کا یہ نظام غیر مرئی سہاروں سے قائم ہے- اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان چیزوں کو فضا میں روک رکھا ہے اور زمین پر پہاڑ ڈال دیے تاکہ اس میں توازن قائم رہے- اور اسے نباتات کے قابل بنایا- اب تم ہی بتاؤ کہ اللہ کے سوا جن چیزوں کی تم پوجا کرتے ہو' کیا ان کے تخلیقی کارنامے دکھا سکتے ہو؟ اور اگر ایسا نہیں ہے تو تم کیوں بہک رہے ہو اور ان مورتیوں کو اللہ کا شریک ٹھہرا رہے ہو؟

۲ لقمان کی شخصیت ایک حکیم دانا کی حیثیت سے مشہور و معروف تھی- اہل عرب کے پڑھے لکھے لوگوں کے پاس ''صحیفہ لقمان'' کے نام سے ایک مجموعہ بھی تھا- روایات میں ہے کہ ہجرت سے تین سال پہلے مدینہ کا پہلا شخص' جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متاثر ہوا وہ سوید بن صامت تھا- وہ حج پر گیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطابات سنے' تو کہنے لگا کہ ایسے اقوال میرے پاس بھی موجود ہیں، اور وہ مجلہ لقمان ہے- اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میرے پاس اس سے بہتر کلام ہے'' اور آپ نے اسے قرآن پڑھ کر سنایا-

---

(۱) ''البلاغ'' ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء ص ۷-

مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴿۱۸﴾ وَ اقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَ اغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ
ع ۲ الْحَمِيْرِ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ
نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً ۭ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّ لَا
كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿۲۰﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ
اٰبَآءَنَا ۭ اَوَ لَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۲۱﴾ وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ
وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۭ وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا
يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ۭ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾

---

(۱۹) اور اپنی چال میں اعتدال سے کام لو اور آواز کو پست رکھ- بلاشبہ سب آوازوں سے بری گدھے کی آواز ہے-

(۲۰) کیا تم نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ سب تمہارے لیے خدا نے مسخر کر دیا ہے اور اپنی تمام نعمتیں ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی پوری کر دی ہیں' اور انسانوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں' بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی علم ہو' یا ہدایت' یا کوئی روشن کتاب[1] (۲۱) اور جب اس قسم کے لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کی پیروی کرو' جو اللہ نے نازل کی ہے تو کہتے ہیں' ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے کیا یہ انہی کی پیروی کریں گے' خواہ شیطان ان کو بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف ہی دعوت کیوں نہ دے رہا ہو؟

(۲۲) اور جس کسی نے اپنا منہ اللہ کی طرف جھکا دیا (اپنی گردن اللہ کے حوالے کر دی) اور اعمال حسنہ انجام دیے تو بس دین الٰہی کی مضبوط رسی اس کے ہاتھ آ گئی[2] اور انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے-[3]

(۲۳) اور جو کفر کرتا ہے تو اس کا کفر آپ کو غم میں مبتلا نہ کرے' ان سب کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے- پھر ہم انہیں ان کے اعمال کی حقیقت سے آگاہ کر دیں گے جو وہ کرتے رہے ہیں- بیشک اللہ سینوں کی تمام باتوں سے خوب واقف ہے-

---

لقمان کی شخصیت کے بارے میں مورخین کے اقوال مختلف ہیں- بعض لوگ لقمان کو قوم عاد کا فرد اور یمن کا بادشاہ قرار دیتے ہیں- قوم عاد سے جو لوگ حضرت ہود کے ساتھ بچ گئے تھے' لقمان انہی کی نسل میں سے تھے- لیکن بعض صحابہ و تابعین نے کہا ہے کہ وہ ایک حبشی غلام تھے لیکن ان کی زبان عربی تھی- کیونکہ اصل میں مدین کے رہنے والا تھے- لقمان حکیم کے نام سے بعض مجموعے بھی شائع ہو چکے ہیں-

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۳۷- (۲) "الہلال" ۱۱ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۸- (۳) "ترجمان القرآن" جلد دوم ص ۵۱۲-

نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ إِلَىٰ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٢٤﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ
الْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ۚ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَ
الْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ أَنَّمَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ
يَمُدُّهُ مِن بَعْدِهِ سَبْعَةُ أَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٧﴾ مَا خَلْقُكُمْ

---

(۲۴) ہم تھوڑی مدت انہیں سود مند رکھیں گے پھر انہیں ناچار کر کے سخت عذاب کی طرف لے جائیں گے۔

(۲۵) اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا ہے؟ تو وہ ضرور کہیں گے کہ "اللہ نے!" آپ کہیے سب تعریف اللہ کے لیے ہے، مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔[ھ]

(۲۶) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ موجود ہے وہ اللہ ہی کا ہے۔ بیشک اللہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔

(۲۷) یہ زمین پر (لاکھوں کروڑوں) درخت (جو تم دیکھ رہے ہو)، اگر ان سب (کی شاخوں) کو قلم بنا دیا جائے اور (تمام بے کنار اور بے کراں) سمندروں سے سیاہی کا کام لیا جائے اور وہ بھی اس طرح کو جب سمندر ختم ہو جائیں اور ویسے ہی سات نئے عظیم الشان سمندر ان کی جگہ آ موجود ہوں اور اس طریقے سے اللہ تعالیٰ کے کلمات آیات کو لکھا جائے، پھر بھی یقین کرو کہ وہ کبھی تمام نہ ہوں گے کیونکہ وہ عزیز و حکیم ہے۔[(۱)] (۲۸) تم سب کو پیدا کرنا.........................

---

ع آسمان و زمین کی تمام چیزیں انسان کی مسخر ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسے ضابطوں کا پابند کر دیا ہے اور انسان ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اس طرح انسان اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتوں میں ڈوبا ہوا ہے۔ ظاہر نعمتوں سے مراد مادی اور حسی نعمتیں ہیں، اور باطنی نعمتوں سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو تا حال انسان پر مخفی ہیں۔

لیکن پھر بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی وحدانیت اور اس کے شئون و صفات میں جھگڑا کرتے ہیں جس کی بنیاد کسی ہدایت یا کتابی دلیل پر نہیں ہے بلکہ باپ دادا کی اندھی تقلید ہے۔

ھ قرآن نے توحید کی طرف دعوت دینے اور کفر و شرک کی تردید کے سلسلہ میں مکرر بیان فرمایا ہے کہ جب آسمان و زمین اور کائنات کا خالق اللہ ہے اور مالک بھی ہے تو معبود بھی وہی ہے۔

یہ عالمگیر انسانی گمراہی ہے کہ وہ خالق ارض و سماء تو اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے اور عبادت اللہ کے سوا دوسروں کی کرتا ہے، انہی کو حاجت روا سمجھتا ہے اور سورج چاند اور سیاروں کے سامنے سجدہ کرتا ہے۔

---

(۱) "الہلال" ۱۱ر جون ۱۹۱۳ء ص ۱۰۔

وَلَا بَعۡثُكُمۡ اِلَّا كَنَفۡسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌۢ بَصِيۡرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَ
يُوۡلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ وَ سَخَّرَ الشَّمۡسَ وَ الۡقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجۡرِىۡۤ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا
تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهِ الۡبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ
الۡعَلِىُّ الۡكَبِيۡرُ ﴿۳۰﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ الۡفُلۡكَ تَجۡرِىۡ فِى الۡبَحۡرِ بِنِعۡمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمۡ مِّنۡ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِىۡ ع
ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوۡرٍ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمۡ مَّوۡجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ ۚ
فَلَمَّا نَجّٰٮهُمۡ اِلَى الۡبَـرِّ فَمِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجۡحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوۡرٍ ﴿۳۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا
رَبَّكُمۡ وَاخۡشَوۡا يَوۡمًا لَّا يَجۡزِىۡ وَالِدٌ عَنۡ وَّلَدِهٖ ۖ وَلَا مَوۡلُوۡدٌ هُوَ جَازٍ عَنۡ وَّالِدِهٖ شَيۡـًٔـا ؕ
اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الۡحَيٰوةُ الدُّنۡيَا ٚ وَلَا يَغُرَّنَّكُمۡ بِاللّٰهِ الۡغَرُوۡرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ

اور دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا بس ایسا ہی ہے جیسے ایک متنفس کو (پیدا کرنا اور دوبارہ جلا اٹھانا ہے) یقیناً اللہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ (۲۹) کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے کہ ان میں سے ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے گا- اور اللہ ان تمام کاموں سے باخبر ہے جو تم کرتے ہو (۳۰) یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اللہ کے سوا جن چیزوں کی یہ عبادت کر رہے ہیں وہ سراسر باطل ہیں اور اللہ ہی سب سے برتر اور بڑا ہے (۳۱) کیا تم دیکھتے نہیں کہ کشتی سمندر میں اللہ کے فضل سے چلتی ہے تاکہ وہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائے' بیشک اس میں بہت سی نشانیاں ہیں' ہر اس شخص کے لیے جو صبر اور شکر بجالانے والا ہو- (۳۲) اور جب ان پر سمندر کی موج سائبانوں کی طرح چھا جاتی ہے تو یہ لوگ دین کو خالص اللہ کے لیے کرتے ہوئے پکارتے ہیں- پھر جب وہ انہیں نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو ان میں کچھ ہی راہ راست پر قائم رہتے ہیں اور ہماری نشانیوں کا بس وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو عہد شکن اور ناسپاس ہوں-[٦] (۳۳) اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو اور اس دن سے ڈرو جب کہ باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہ آسکے گا اور نہ بیٹا باپ کے کچھ کام آسکے گا- بلاشبہ اللہ کا وعدہ سچا ہے- سو تم کو دنیوی زندگی دھوکے میں مبتلا نہ کر دے اور نہ دھوکہ باز (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکہ دینے پائے-[۷] (۳۴) بیشک قیامت

٦ انسان اگر اپنے بحری سفر پر غور و فکر کرے تو صبر و شکر کے بہت سے دلائل اخذ کر سکتا ہے- دیکھیے' جب یہ لوگ طوفانی موجوں کے چکر میں پھنس جاتے ہیں تو بڑی عقیدت مندی اور اخلاص سے خدا کو پکارتے ہیں- لیکن جب مصیبت ٹل جاتی ہے تو کچھ لوگ ایسے ہیں جو اعتدال کی راہ پر قائم رہتے ہیں- ورنہ اکثر تو اسے خدا کا فضل و کرم نہیں سمجھتے بلکہ اپنے ٹھہرائے ہوئے آستانوں پر جھکنے لگتے ہیں-

۷ آیت ۳۳ میں اس اصل عظیم کی طرف اشارہ ہے کہ آخرت کی سزائیں دنیا کی سزاوں کی طرح نہیں ہیں کہ لڑکا اپنے باپ یا باپ اپنے

عِندَهُۥ عِلْمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِى ٱلْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌ
مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِى نَفْسٌۢ بِأَىِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌۢ ﴿٣٤﴾ ع ۴

---

کا علم اللہ ہی کے پاس ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ کہ حاملہ عورتوں کے رحموں میں ہے- اور کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی' بیشک اللہ ہی سب باتوں کو جاننے والا اور ہر چیز سے باخبر ہے-[۵]

---

بیٹے کی مدد سے رہائی حاصل کرے' بلکہ ہر انسان اپنے نفس کے لیے جواب دہ ہوگا-

۵ کفار مکہ قیامت کا ذکر سن کر بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے کہ آخر وہ گھڑی کب آئے گی؟ تو اس کے جواب میں فرمایا' اور مزید چار جملے بڑھا دیے کہ ان چیزوں کا جب یقینی علم انسان کو حاصل نہیں ہے تو اس انقلابی حادثے کا علم کیسے ہوسکتا ہے' جس سے کائنات کا موجود نظام بالکل ہی تباہ و برباد ہو جائے گا؟ اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ ہی علیم و خبیر ہے-

احادیث میں ان پانچ چیزوں کو مفاتح الغیب سے تعبیر کیا گیا ہے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے جب ایک سائل کی حیثیت سے آنحضرت ﷺ سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مسئول (یعنی مجھ) کو بھی اس کے متعلق سائل سے زیادہ علم نہیں ہے- ہاں میں اس کی علامات بتا سکتا ہوں- اس کے بعد آپ ﷺ نے علامات قیامت بیان فرمائیں-

❋ ❋ ❋

ایاتها: 30 | سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ | رکوعاتها: 3

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ② اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ
رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ③ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

(۱) الم (۲) اس کتاب کا نازل کیا جانا بلاشبہ رب العالمین کی جانب سے ہے۔[1]

(۳) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو پیغمبرؐ نے خود گھڑ لیا ہے۔ نہیں' بلکہ یہ حق ہے آپ کے رب کی جانب سے' تاکہ آپ ایک ایسی قوم کو آگاہ کریں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی آگاہ کرنے والا نہیں آیا' شاید وہ لوگ ہدایت پر آ جائیں۔[2]

(۴) اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور ..................

[1] یہ سورۃ بھی مکی ہے اور وسطی عہد کی تنزیلات سے ہے۔ اس عہد کی سورتوں میں توحید و رسالت اور آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے اور ان کے متعلق لوگوں کے شبہات کو رفع کیا گیا ہے۔

وحی و رسالت کی حقانیت' کائنات میں آفاقی و انفسی دلائل سے توحید پر استدلال کیا ہے اور آثار کائنات کو دوبارہ زندگی پر بطور استدلال پیش کیا۔ خصوصاً عالم آخرت میں جزاوسزا کا منظر بیان کر کے لوگوں کو برے انجام سے ڈرایا گیا ہے اور گزشتہ اقوام کے وقائع سے عبرت حاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے اور خاتمہ کلام پر آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے اور کفار کو متنبہ کیا ہے کہ آخری فیصلے کے دن کا انتظار کرو، وہ ضرور آ کر رہے گا۔

''کائنات ہستی کے اسرار و غوامض بے شمار ہیں لیکن روح حیوانی کا جوہر ادراک زندگی کا سب سے زیادہ لاینحل عقدہ ہے۔ حیوانات میں کیڑے مکوڑے تک ہر طرح کا احساس و ادراک رکھتے ہیں اور انسانی دماغ کے نہاں خانہ میں عقل و تفکر کا چراغ روشن ہے۔ چیونٹی کو دیکھو' اس کے دماغ کا حجم سوئی کی نوک سے شاید ہی کچھ زیادہ ہو۔ لیکن مادے کے اس حقیر ترین عصبی ذرے میں بھی احساس و ادراک' محنت و استقلال' ترتیب و تناسب' نظم و ضبط اور صنعت و اختراع کی ساری قوتیں مخفی ہوتی ہیں۔ شہد کی مکھی کی کارفرمائیاں ہر روز تمہاری نظروں سے گزرتی رہتی ہیں۔ کون ہے جس نے ایک چھوٹی سی مکھی میں تعمیر و تحسین کی ایسی منتظم قوت پیدا کر دی۔

قرآن کہتا ہے' یہ اس لیے ہے کہ رحمت کا مقتضا جمال تھا اور ضروری تھا کہ جس طرح اس نے جمال ظاہری سے دنیا آراستہ کر دی ہے' اسی طرح جمال معنوی کی آسائشوں سے بھی اسے مالا مال کر دے۔

وَالْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ
لَا شَفِيْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٤﴾ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ
كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿٥﴾ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٦﴾
الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴿٧﴾ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ
مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿٨﴾ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ
الْاَفْـِٕدَةَ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٩﴾ وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ بَلْ

---

زمین کو اور ان تمام چیزوں کو جو ان دونوں کے درمیان ہیں' چھ دن میں پیدا کیا- پھر وہ عرش پر مستوی ہوا- بجز اس کے نہ تمہارا کوئی ساز گار ہے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے' پھر کیا تم سوچتے نہیں؟[۳] (۵) وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر کام کی تدبیر کرتا ہے' پھر ہر کام ایک دن میں' جس کی مقدار تمہارے شمار (کے حساب) سے ایک ہزار سال ہے' اس کے حضور پہنچ جاتا ہے-

(۶-۹) یہ اللہ (تعالیٰ) ہے محسوسات اور غیر محسوسات کا جاننے والا' طاقت والا' رحمت والا' جس نے جو چیز بنائی' حسن و خوبی سے بنائی چنانچہ یہ اسی کی قدرت و حکمت ہے کہ انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی- پھر اس کے توالد و تناسل کا سلسلہ (خون کے) خلاصے سے جو پانی کا ایک حقیر سا قطرہ ہوتا ہے' قائم کر دیا- پھر اس کی تمام قوتوں کی درستی کی اور اپنی روح (میں سے ایک قوت) پھونک دی- اور اس طرح اس کے لیے سننے' دیکھنے اور فکر کرنے کی قوتیں پیدا کر دیں (لیکن افسوس انسان کی غفلت پر) بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت کا شکر گزار ہو-[1] (۱۰) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ "جب ہم مٹی میں مل کر فنا ہو

۲ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل چند پیغمبر اہل عرب میں گزرے تھے جیسے حضرت ہود' حضرت صالح اور پھر حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل (جن کے دین پر ہونے کے کفار قریش مدعی تھے) اور حضرت شعیب علیہم السلام- مگر چونکہ ان پر بہت لمبا عرصہ گزر چکا تھا' اس لیے قرآن نے "مَآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ" کہہ دیا ہے- یعنی آپ سے پہلے قریبی دور میں ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آیا-

۳ اب آیت ۴ سے توحید کا بیان ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کا عرش پر ہونا بیان کیا ہے جو بہت سی احادیث اور آثار سے ثابت ہے- حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس پر سلف کا اجماع ہے- حافظ ابن قیم "اغاثۃ کبیر" میں لکھتے ہیں کہ ارسطو سے پہلے تمام فلاسفہ حدوث عالم کے قائل تھے اور یہ کہ صانع عالم موجود اور عام مخلوق سے الگ- الغرض تمام اہل شریعت اور عقائد اس پر متفق چلے آتے ہیں' صرف معتزلہ نے اس کی نفی کی ہے اور متاخرین اشاعرہ نے ان کے بالتبع آیات "استوىٰ على العرش" کی تاویل کی ہے- اور قرآن نے آسمان و

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۷۵-

هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ
ع تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا
وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا
وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَذُوْقُوْا بِمَا

---

گئے تو کیا ہم از سر نو پیدا کیے جائیں گے؟" اصل بات یہ ہے کہ یہ اپنے رب کی ملاقات کے منکر ہیں۔[ع]

(۱۱) آپ فرما دیجیے کہ "موت کا وہ فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے، تم کو پورا پورا اپنے قبضے میں لے لے گا اور پھر تم اپنے رب کی جانب لوٹائے جاؤ گے"۔

(۱۲) اے پیغمبر! اگر آپ گناہگاروں کو اس وقت دیکھیں جب وہ اپنے رب کے حضور سر جھکائے کھڑے ہوں گے (اس وقت کہہ رہے ہوں گے) اے ہمارے رب! اب ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا۔ سو آپ ہم کو واپس بھیج دیجیے تا کہ ہم نیک عمل کریں اب ہمیں پورا یقین ہو گیا ہے۔

(۱۳) اگر ہم چاہتے تو پہلے ہی ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے لیکن میری وہ بات سچ ہو کر رہی جو میں نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

(۱۴) سو اب تم اس دن............

---

زمین کی خلق اور پھر انسان کی خلق سے اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک اور مدبر کائنات ہونے پر استدلال کیا ہے۔

ع رسالت و توحید کے بعد آخرت پر ان کے اعتراض کی تردید کی۔ اور کفار یہ بات انکار و تعجب کے انداز سے کہتے مگر وہ اس بات پر غور نہ کرتے کہ موت تو روح کے جسم سے الگ ہونے کا نام ہے۔ اس سے انسان معدوم نہیں ہو جاتا بلکہ روح انسانی دوسرے مقام پر منتقل ہو جاتی ہے اور اسے آخرت میں نیا جسم دے دیا جائے گا اور وہ جزا و سزا سے دو چار ہو گی۔

نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۖ إِنَّا نَسِينَاكُمْ ۖ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا
يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿١٥﴾ السجدۃ ۹
تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿١٦﴾
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾ أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا
كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ لَّا يَسْتَوُونَ ﴿١٨﴾ أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوَىٰ
نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾ وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ۖ كُلَّمَا أَرَادُوا أَن

کی ملاقات کو بھول جانے کا مزہ چکھو، ہم نے بھی تمہیں بھلا دیا اور اپنے ان عملوں کے بدلہ میں جو تم کیا کرتے تھے، دائمی عذاب کا مزہ چکھو۔

(۱۵-۱۶) ہماری آیتوں پر تو بس وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو آیات یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی حمد وثنا کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے ہیں اور وہ کسی طرح کا تکبر اور بڑائی نہیں کرتے۔ رات کو جب سوتے ہیں تو ان کے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے۔

اور امید وبیم کے عالم میں کروٹیں لے کر اپنے پروردگار سے دعا مانگتے رہتے ہیں۔[۱] اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(۱۷) پھر جو کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان، ان کے اعمال کی جزا میں، ان کے لیے چھپا کر رکھا گیا ہے، اس کی کسی نفس کو بھی خبر ہے؟

(۱۸) کیا ایک مومن بندے کے اعمال ونتائج ایسے ہو سکتے ہیں جیسے ایک نافرمان اور فاسق کے؟ کیا دونوں برابر ہیں؟[۵] ہر گز نہیں۔

(۱۹) جو لوگ اللہ کے احکام پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کیے، ان کے لیے کامیابیوں اور فتح مندیوں کے شاداب باغ وچمن ہوں گے، جن میں وہ شاد وخرم رہیں گے اور یہ باغ ہائے فتح ومراد ان کے نیک کاموں کا بدلہ ہیں۔ (۲۰) مگر جن لوگوں نے احکام ............

۵ خدا کے حضور میں مجرمین کی پیشی اور اعتراف جرم۔ ان لوگوں نے دنیا کے عیش میں گم ہو کر اس بات کو بھلا دیا تھا کہ اپنے رب کے سامنے بھی جانا ہے۔

ان کے بالمقابل ایک دوسرا گروہ ہے جو رات بھر عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ وہ خوف اور طمع کی حالت میں اپنے رب کو

(۱) "الہلال" ۱۰ دسمبر ۱۹۱۲ء۔

يَخْرُجُوا مِنْهَا أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿٢٠﴾
وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢١﴾ وَمَنْ
أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنْتَقِمُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ ع
آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَائِهِ ۖ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِبَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿٢٣﴾

---

الٰہی کے مقابلے میں سرکشی اختیار کی تو ان کا ٹھکانا تو بس نامرادیوں، ناکامیوں اور اسر و غلامی کی آگ ہوگی- وہ اپنے کاموں اور تلاش نجات میں ایسے گمراہ ہو جائیں گے کہ جب کبھی اس آگ سے نکلنا چاہیں گے تو پھر اس میں لوٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ پاداش عمل کے جس عذاب کو تم جھٹلاتے تھے اب اس کے مزے چکھو-

(۲۱) اور یہ بھی جان لو کہ آنے والے بڑے عذاب سے پہلے ہم ان منکرین کو ایک چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے تاکہ شاید غفلت و سرکشی سے باز آجائیں اور ہماری جانب رجوع کریں-[1]

(۲۲) اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ذریعہ سے نصیحت کی جائے، پھر وہ ان سے منہ موڑے یقیناً ہم ایسے مجرموں سے بدلہ لے کر رہیں گے-

(۲۳) اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی تھی لہٰذا آپ اس کتاب کے ملنے میں کسی قسم کا شک نہ کیجیے اور ہم نے اس تورات کو بنی اسرائیل کے لیے رہنما بنایا تھا-[۲]

---

پکارتے رہتے ہیں- قرآن کہتا ہے، یہ دونوں گروہ برابر نہیں ہو سکتے- نہ دنیا میں اپنے طرز فکر و عمل کے اعتبار سے یکساں ہو سکتے ہیں اور نہ آخرت میں ان کے ساتھ یکساں معاملہ ہوگا، بلکہ فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر!

۲ آیت ۲۳ میں منکرین رسالت کو مخاطب کیا ہے جو قرآن کے وحی ہونے کا انکار کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ قرآن اس (پیغمبر ﷺ) نے خود گھڑ لیا ہے-

اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کو بطور شاہد پیش کیا جس کے کفار مکہ خود معترف تھے بلکہ کہا کرتے تھے "لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو کتاب دی گئی وہ بنی اسرائیل کے لیے ہدایت تھی اور اس پر عمل کرنے اور صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو پیشوائی مل گئی- پھر جب انہوں نے باہم اختلاف اور فرقہ بندی کر کے توراۃ کے احکام سے روگردانی کی تو وہ ایمان و یقین کی دولت سے محروم ہو گئے اور ذلت و نکبت میں گرفتار ہو گئے-

---

(۱) "الہلال" ۳۰ر جولائی ۱۹۱۳ء ص ۴-

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ رَبَّكَ
هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٥﴾ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ
أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِي مَسَاكِنِهِمْ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ ۚ أَفَلَا
الثلثة يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَاءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِ زَرْعًا تَأْكُلُ
مِنْهُ أَنْعَامُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ ﴿٢٨﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُونَ ﴿٢٩﴾
فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ إِنَّهُمْ مُنْتَظِرُونَ ﴿٣٠﴾

---

(۲۴) اور ہم نے بنی اسرائیل میں سے، جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین کیے رہے، پیشوا پیدا کیے جو ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے تھے۔ (۲۵) یہ لوگ جن باتوں میں اختلاف کرتے رہتے ہیں، یقیناً آپ کا رب قیامت کے دن ان کے مابین فیصلہ کر دے گا۔ (۲۶) کیا ان کو اس بات سے ہدایت نہیں ملی کہ ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، جن کے رہنے کی جگہوں میں یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں۔ بلاشبہ اس میں بہت سی نشانیاں ہیں، کیا یہ سنتے نہیں ہیں؟ (۲۷) کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم ایک بے آب و گیاہ زمین کی طرف پانی بہا لاتے ہیں، پھر اس پانی کے ذریعہ سے کھیتی پیدا کرتے ہیں، جس سے ان کے مویشی بھی چرتے ہیں اور وہ خود بھی کھاتے ہیں، کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں؟ (۲۸) اور یہ کہتے ہیں "اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ آخری فیصلہ کب ہوگا؟" (۲۹) آپ فرما دیجیے "آخری فیصلے کے دن، کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ بھی نفع نہیں دے گا اور نہ ہی ان کو مہلت دی جائے گی۔ (۳۰) سو ان سے اعراض برتیے اور انتظار کرتے رہیے۔ یہ لوگ بھی منتظر ہیں۔

---

ے آیت ۲۶ میں کفار قریش کو تنبیہ کی ہے کہ تاریخ کے مسلسل عمل اور تجربے سے سبق حاصل کرو، جس قوم نے بھی اللہ کے رسول کو جھٹلایا ہے وہ دنیا سے مٹ گئی۔ آج تم اپنے پیغمبر سے بار بار عذاب کا مطالبہ کرتے ہو۔ لیکن یاد رکھو کہ جب وہ عذاب آئے گا تو پھر تم کو سنبھلنے کا موقع نصیب نہیں ہوگا اور اس وقت ایمان لانا لاحاصل ہوگا۔ لہٰذا اے پیغمبر! آپ ﷺ ان کی تباہی کا کچھ دیر انتظار کریں جیسا کہ یہ لوگ تمہاری تباہی کے منتظر ہیں۔

اٰیَاتُھَا: 73 سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ مَدَنِیَّۃٌ رُکُوْعَاتُھَا: 9

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ
مِنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ
لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰۗـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَاۗءَكُمْ
اَبْنَاۗءَكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ﴿۴﴾ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَاۗىِٕهِمْ

(۱) اے نبی اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کیجیے' درحقیقت اللہ ہی سب کچھ جاننے والا اور کامل حکمت والا ہے۔[1]

(۲) اور آپ کے رب کی جانب سے جو وحی بھیجی جارہی ہے' اس کا اتباع کیجیے' بیشک اللہ ان تمام کاموں سے باخبر ہے جو تم لوگ کرتے ہو۔

(۳) اور اللہ پر توکل کرو' بیشک اللہ ہی وکیل ہونے کے اعتبار سے کافی ہے (۴) اللہ نے کسی شخص کے پہلو میں دو دل نہیں رکھے[(1)] اور نہ اس نے تمہاری بیویوں کو' جن سے تم ظہار کرلیتے ہو' تمہاری مائیں بنادیا ہے اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنایا ہے۔ یہ صرف تمہارے اپنے منہ کی کہی ہوئی بات ہے' اور اللہ حق بات کہتا ہے اور وہی سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

(۵) منہ بولے بیٹوں کو ان کے باپوں کی نسبت سے پکارو..............

[1] یہ سورۃ مدنی ہے اور اس کے مضامین جن واقعات پر مشتمل ہیں...... یعنی غزوۂ احزاب، غزوۂ بنی قریظہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح...... ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵ھ کے آخر میں اس کا نزول ہے۔

زینب رضی اللہ عنہا کو جب طلاق ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ جاہلی رسم کو توڑنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ زینب رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کرلیں ---- مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخالفین کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے اس میں کچھ تامل فرمارہے تھے کیونکہ زینب رضی اللہ عنہا اس سے قبل آپ کے متبنّٰی (منہ بولے بیٹے) حضرت زید رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جنہوں نے آپ کو نااتفاقی کی بنا پر طلاق دے دی تھی۔ آغاز سورہ میں اسی اندیشہ کو رفع کرنا مقصود ہے یعنی ایک پیغمبر کا منصب یہ ہے کہ وہ بلا تامل وحی کی

(۱) "الہلال" ۲۰ نومبر ۱۹۱۳ء ص ۶۔

هُوَ اَقۡسَطُ عِنۡدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ تَعۡلَمُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِى الدِّيۡنِ وَمَوَالِيۡكُمۡ ؕ وَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ
جُنَاحٌ فِيۡمَاۤ اَخۡطَاۡتُمۡ بِهٖ ۙ وَلٰكِنۡ مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۵﴾ اَلنَّبِىُّ اَوۡلٰى
بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَاَزۡوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ ؕ وَاُولُوا الۡاَرۡحَامِ بَعۡضُهُمۡ اَوۡلٰى بِبَعۡضٍ فِىۡ كِتٰبِ
اللّٰهِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَالۡمُهٰجِرِيۡنَ اِلَّاۤ اَنۡ تَفۡعَلُوۡۤا اِلٰٓى اَوۡلِيٰٓـئِكُمۡ مَّعۡرُوۡفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الۡكِتٰبِ
مَسۡطُوۡرًا ﴿۶﴾ وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيۡثَاقَهُمۡ وَمِنۡكَ وَمِنۡ نُّوۡحٍ وَّاِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى وَعِيۡسَى

---

یہ اللہ کے نزدیک زیادہ منصفانہ بات ہے- اگر تمہیں ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور رفیق ہیں، اور نادانستہ جو بات کہو اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے- لیکن اس بات پر مواخذہ ہوگا جو دل کے ارادہ سے کرو، اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے-[۲]

(۶) نبی تو مومنوں کے لیے ان کی اپنی ذات سے بھی زیادہ عزیز ہے اور نبی کی بیویاں ان کی مائیں ہیں- مگر کتاب اللہ کی رو سے دوسرے مومنین اور مہاجرین' بہ نسبت رشتہ داروں کے' ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں' الا یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ کوئی بھلائی (کرنا چاہو تو) کر سکتے ہو- یہ حکم کتاب الٰہی میں لکھا ہوا ہے-[۳]

(۷) اور (اے نبی) یاد کرو جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد و پیمان لیا' اور آپ سے بھی اور نوحؑ' ابراہیمؑ' موسیٰؑ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی............

---

پیروی کرے اللہ پر توکل کرے اور مخالفین کے طعن و تشنیع کی پروا نہ کرے-

قرآن نے بتایا کہ جس طرح ایک شخص کے سینہ میں دو دل نہیں ہو سکتے اور بیوی کو ماں کہنے (یعنی ظہار کرنے) سے وہ حقیقی ماں نہیں بن جاتی، اسی طرح منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا ہے- لہٰذا مخالفین کا پروپیگنڈہ محض حسد و بغض پر مبنی ہے اور اس کی کوئی قانونی یا اخلاقی اساس نہیں ہے-

۲ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متبنّٰی بنایا تھا اور اس وقت کے جاہلی رواج کے مطابق لوگ انہیں زید بن محمد کہہ کر پکارتے تھے-

اللہ تعالیٰ نے اصلاح فرمائی اور حکم دیا کہ "منہ بولے بیٹوں" کو ان کے حقیقی باپوں کی طرف نسبت کر کے پکارا جائے تاکہ نسب میں اختلاط نہ ہو-

چنانچہ اس کے بعد لوگ ان کو زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کہہ کر پکارنے لگے' جیسا کہ ترمذی' نسائی اور صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے- آیت نمبر ۵ میں اسی حکم کا بیان ہے-

ابْنِ مَرْيَمَ ۪ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۷﴾ لِّيَسْـَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا

ع ۵ اَلِيْمًا ﴿۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا

لَّمْ تَرَوْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۹﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ

الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا

---

اور ان سب سے ہم نے پختہ عہد لیا-

(۸) تا کہ سچے لوگوں سے (ان کا رب) ان کی سچائی کے بارے میں سوال کرے اور اللہ نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے-[۱]

(۹) اے ایمان والو! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو، جو تم پر کیا ہے جب کہ بہت سے لشکر تم پر چڑھ آئے تو ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی اور ایسی فوجیں روانہ کیں جن کو تم نہیں دیکھ رہے تھے (یعنی فرشتے)، اور جو تم کر رہے تھے، اللہ وہ سب کچھ دیکھ رہا تھا-

(۱۰) جب وہ لشکر تمہارے اوپر کی جانب سے اور تمہارے نیچے کی جانب سے تم پر چڑھ آئے تھے اور جب آنکھیں پتھرا رہی تھیں اور دل حلق میں چلے آ رہے تھے، اور تم لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کے گمان کر رہے تھے-

(۱۱) اس وقت مومن خوب آزمائے گئے اور نہایت سختی ..............

---

[۱] آیت نمبر ۶ میں آنحضرت ﷺ کے حقوق واحترام کا بیان ہے کہ آپ مسلمانوں کے لیے ماں باپ اور اولاد سے بھی بڑھ کر عزیز ہیں، اسی طرح ان کے لیے وہ ان کی اپنی ذات سے بھی بڑھ کر خیر خواہ اور شفیق ہیں- بنا بریں ایک امتی کا یہ فرض ہے کہ اپنے والدین اور اولاد سے بھی بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی تعظیم اور محبت بجالائے-

صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّلَدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" کہ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں"-

اسی بنا پر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو حرمت وتعظیم میں مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے اور ان کی تعظیم وتکریم کو واجب قرار دیا ہے اور ان کے ساتھ نکاح حرام- تاہم ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر بھی یہ واجب کر دیا ہے کہ غیر محرموں سے پردہ کریں- مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دختران سے نکاح جائز ہے-

زِلْزَالًا شَدِيدًا ⑪ وَ إِذْ يَقُولُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ
اِلَّا غُرُوْرًا ⑫ وَ اِذْ قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَ يَسْتَاْذِنُ
فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَ مَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ⑬

---

سے ہلائے گئے۔ [۵]

(۱۲) اور جب منافقین اور وہ لوگ، جن کے دلوں میں روگ تھا، کہہ رہے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو وعدہ ہم سے کیا تھا وہ محض فریب تھا۔

(۱۳) جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا: ''اے اہل مدینہ اب یہاں تمہارے ٹھہرنے کا موقع نہیں ہے لہٰذا لوٹ چلو'' اور ان میں سے ایک فریق نبیؐ سے یہ کہہ کر رخصت طلب کر رہا تھا کہ ''ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں'' حالانکہ ان کے گھر کھلے پڑے نہ تھے۔ وہ محض (محاذ جنگ سے) بھاگنا چاہتے تھے۔

---

۴ آیت ۷ میں پانچ پیغمبروں کا ذکر ہے۔ یہ اولوالعزم پیغمبر کہلاتے ہیں۔ اور یہ عہد وہی ہے جو سورۃ الشوریٰ کی آیت ۱۳ میں مذکور ہے کہ اقامت دین کے لیے سعی کرنا اور فرقہ بندیوں کو ختم کر کے متفقہ طور پر اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لینا۔ لہٰذا اس آیت کو سمجھنے کے لیے سورۃ الشوریٰ کی آیت کو سامنے رکھا جائے۔

۵ آیات ۹ تا ۲۷ غزوۂ احزاب اور غزوۂ بنی قریظہ کے واقعات پر مشتمل ہیں۔ لہٰذا ان آیات کو سمجھنے کے لیے ان غزوات کی تفصیلات کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

## غزوۂ احزاب:

جنگ احد (۳ھ) میں چند تیر اندازوں کی غلطی کی وجہ سے لشکر اسلام کو جو عارضی شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا اس کی وجہ سے مخالفین کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ چنانچہ مدینہ منورہ کی ریاست کو اردگرد سے بہت سے خطرات نے گھیر لیا تھا۔ مگر آنحضرت ﷺ کے عزم و تدبر اور صحابہ کرامؓ کے جذبہ فداکاری کی وجہ سے حالات کا رخ تبدیل ہو گیا۔

## اسباب:

جب بنی نضیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی کوشش کی تو اس راز کے فاش ہو جانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ سے جلاوطن کر دیا اور وہ لوگ خیبر، وادی القریٰ اور شام میں چلے گئے۔ اسی طرح اردگرد کے قبائل کے خطرات کو بھی آپؐ نے دبا دیا۔ اس طرح سارے عرب میں اسلامی ریاست کا رعب بیٹھ گیا اور لوگوں نے سمجھ لیا کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بہت بڑے لشکر کی ضرورت ہے۔ ایک دو قبیلے مل کر ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بنی نضیر کے لیڈر، جو جلاوطن ہو کر شام

وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ
كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ
فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ
يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْۗءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۭ وَ لَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ

(۱۴) اور اگر مدینہ کے اطراف سے ان پر کوئی لشکر شہر میں گھس آئے، پھر ان کو فتنہ وفساد کے لیے کہا جائے تو فوراً فتنہ میں شریک ہو جائیں اور ان گھروں میں بہت ہی کم ٹھہریں۔

(۱۵) حالانکہ یہ لوگ اس سے پہلے اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ سے کیے ہوئے عہد کی باز پرس ہوتی ہے۔

(۱۶) اے نبی! آپ ان سے کہہ دیجیے ''اگر تم موت یا قتل سے بھاگتے ہو تو یہ بھاگنا تمہیں ہرگز نفع نہ دے گا۔ اور اس کے بعد صرف تھوڑے ہی دن تمہیں زندگی سے متمتع ہونے کا موقع مل سکے گا۔ (۱۷) اے نبی! آپ فرما دیجیے کہ ''تمہیں اللہ سے کون بچا سکتا ہے اگر وہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے؟ یا تم پر مہربانی کرنا چاہے تو اس کی رحمت کو کون روک سکتا ہے؟ اور یہ لوگ اللہ

اور خیبر میں چلے گئے تھے انہوں نے سارے عرب میں چکر لگایا اور قریش سمیت بہت سے قبائل کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ ایک بڑی جمعیت کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا جائے۔ چنانچہ ۵ ھ میں ایک بہت بڑی جمعیت جس کی تعداد دس بارہ ہزار تھی مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ ہوئی۔

آنحضرت ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ تمام مخالفین مل کر مدینہ پر حملہ آور ہو رہے ہیں تو آپ نے مدینہ کے شمال غربی جانب ایک خندق کھدوائی اور کوہ سلع کو پشت پر لے کر تین ہزار فوج کے ساتھ خندق کی آڑ میں مدافعت کے لیے تیار ہو گئے۔ جس کی وجہ سے لشکر کفار کو طویل محاصرہ کے لیے تیار ہونا پڑا۔ اس اثنا میں کفار نے بنو قریظہ یہودی قبیلے کو غداری پر آمادہ کیا جو مدینہ کے جنوب مشرق میں آباد تھے۔ حالانکہ ان سے مسلمانوں کا حلیفانہ معاہدہ تھا اور اس معاہدہ کی رو سے انہیں مسلمانوں کا ساتھ دینا چاہیے تھا۔ ادھر منافقین نے لشکر اسلام میں بددلی پھیلانی شروع کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ اطلاع ہوئی تو پہلے تو بنی غطفان سے صلح کی بات چیت کی۔ مگر جب انہوں نے صلح کے لیے کڑی شرطیں پیش کیں تو یہ تدبیر سامنے آئی کہ کسی طریق سے بنو قریظہ اور کفار کے لشکر کے مابین پھوٹ ڈال دی جائے۔

چنانچہ نعیم بن مسعود (رضی اللہ عنہ) کو اس مہم پر مقرر کیا گیا اور وہ کفار سے بنو قریظہ کو علیحدہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس طرح وہ خطرہ ٹل گیا جو بنو قریظہ کے پیچھے سے حملہ کرنے کی صورت میں نظر آ رہا تھا اور کفار پچیس دن کے محاصرہ کے بعد اچانک طوفان باد کی وجہ سے میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَ الْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ
اِلَيْنَا ۚ وَ لَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚۖ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ
يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ
سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَ كَانَ
ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا
لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَ لَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا
قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ
وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ

---

کے سوا کوئی حامی اور مددگار نہیں پائیں گے- (۱۸) اللہ تم میں ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو لوگوں کو (جہاد سے) روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں "آؤ ہماری طرف!" اور یہ لوگ لڑائی میں حصہ نہیں لیتے مگر نام گنانے کو (۱۹) تمہارے حق میں بخل کا جذبہ لیے ہوئے، جب کوئی خطرے کا وقت آ جائے تو اس طرح آنکھیں گھما کر آپ کی طرف دیکھتے ہیں جیسے کسی مرنے والے پر غشی طاری ہو رہی ہو- پھر جب خطرہ گزر جاتا ہے تو یہ لوگ مال کے حریص بن کر تیز کلامی کے ساتھ آپ کو طعنے دینے لگتے ہیں- یہ لوگ درحقیقت ایمان ہی نہیں لائے- لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال برباد کر دیے اور ایسا کرنا اللہ کے لیے نہایت آسان ہے- ع ۱۸

(۲۰) ان کا اب تک یہ خیال ہے کہ دشمن کی فوجیں واپس نہیں گئیں اور اگر وہ فوجیں پھر آ جائیں تو ان کی تمنا ہوگی کہ کہیں صحرا میں بدوؤں کے پاس چلے جائیں اور وہیں سے تمہارے حالات پوچھتے رہیں- تاہم اگر یہ تمہارے درمیان رہے بھی تو لڑائی میں کم ہی حصہ لیں گے (۲۱) بے شک رسول اللہ کی زندگی میں ان لوگوں کے لیے (پیروی اور اتباع کا) ایک بہترین نمونہ ہے جو اللہ اور یوم آخرت سے ڈرنے (یا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے) اور اللہ کا بکثرت ذکر کرنے والے ہوں-(۱) ۵

(۲۲) اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے "یہ وہی چیز ہے جس کا اللہ اور اس کے رسولؐ نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا-"

---

غزوۂ خندق سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ نے بنو قریظہ پر ان کی غداری کی بنا پر حملہ کر دیا، اور انہیں محصور کر کے بالآخر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا- جس سے بہت سا سامان حرب مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور یہودی خطرہ سے ہمیشہ کے لیے مامون ہو گئے- آیات میں اسی واقعہ کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا گیا ہے اور منافقین کے کردار پر تنقید کی گئی ہے اور مومنین کے کردار کی تعریف کی ہے-

---

(۱) "الہلال" ۱۲ فروری ۱۹۱۳ء-

وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۝۲۲ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا
عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ۝۲۳ لِّيَجْزِيَ
اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا ۝۲۴ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ۭ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۭ وَ
كَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ۝۲۵ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ
فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ۝۲۶ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ

---

اور اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ فرمایا تھا اور اس واقعہ نے ان کے ایمان اور شیوۂ اطاعت کو اور بڑھا دیا (۲۳) مومنوں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھایا' ان میں سے کوئی اپنی نذر پوری کر چکے اور کوئی وقت آنے کے منتظر ہیں- اور انہوں نے اپنے عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی (۲۴) (یہ سب کچھ اس لیے ہوا) تا کہ اللہ سچے مسلمانوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو چاہے تو عذاب کرے اور چاہے تو ان کی توبہ قبول فرمائے بیشک اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے (۲۵) اور اللہ نے کافروں کو ان کے دل کی جلن کے ساتھ واپس کر دیا کہ وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے اور اللہ مومنوں کے لیے جنگ میں خود ہی کافی ہو گیا اور اللہ بڑی قوت والا نہایت زبردست ہے- (۲۶) اور اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے مشرکین کی مدد کی تھی' اللہ ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار لایا اور ان کے دلوں میں ایسا رعب بٹھا دیا کہ ایک گروہ کو تم قتل کر رہے ہو اور دوسرے کو قید کر رہے ہو (۲۷) اور تم کو ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے ........

---

۵ (ب) آیت ۲۱ میں لڑائی میں پیچھے رہنے والوں پر عتاب ہے اور جنگ کے موقع پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی کو اسوہ قرار دیا ہے- علماء نے لکھا ہے' یہ آیت گو جہاد کے باب میں نازل ہوئی ہے لیکن یہ ہر موقع و محل کے لیے ہے اور مسلمانوں کے لیے جائز نہیں ہے کہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے کسی معاملہ میں اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے مستثنیٰ سمجھیں-

"قرآن کریم میں ایک بڑا حصہ انبیائے سابقین کے قصص و اعمال کا ہے- اس کا عام انداز بیان یہ ہے کہ وہ پہلے ایک خاص تعلیم پیش کرتا ہے' پھر اس کی صداقت کے لیے امم گزشتہ اور اعمال انبیائے سابقہ کے حالات و واقعات سے ایک خطابی استدلال پیش کرتا ہے- لیکن تمام قرآن میں اگر مسلمانوں کے سامنے کوئی کامل زندگی اور کسی زندگی کے ازسرتا پا اعمال بطور نمونہ پیش کیے گئے ہیں اور ان کے اتباع کی دعوت دی گئی ہے تو وہ صرف دو نمونے ہیں- خود شریعت اسلامیہ کے داعی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور ملت حنیفی کے داعی حضرت خلیل اللہ علیٰ نبینا و علیہ السلام" (۱)

اسوہ کا صحیح مطلب سمجھ لینا چاہیے- امام راغب "مفردات" میں لکھتے ہیں:

---

(۱) ملاحظہ ہو سورۃ الممتحنۃ آیت ۴ کہ حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کی زندگی کو مشرک رشتہ داروں سے قطع تعلق کے سلسلہ میں اسوہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے-

ع ۱۹

وَ اَمْوَالَهُمْ وَ اَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۷﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ
كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَ زِیْنَتَهَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا ﴿۲۸﴾ وَ اِنْ كُنْتُنَّ
تُرِدْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۲۹﴾ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ
مَنْ یَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ یُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرًا ﴿۳۰﴾

---

مالوں کا وارث بنا دیا اور اس علاقہ کا بھی جس پر تم نے قدم بھی نہ رکھے تھے' اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔

(۲۸) اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو تو صاف صاف کہہ دو' میں تمہیں اچھے طریقے سے رخصت کر دوں۔

(۲۹) اور اگر تم اللہ' اس کے رسول اور آخرت کی طالب ہو تو (پھر اسی کی ہو رہو) اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والی عورتوں کے لیے بہت بڑا درجہ تیار کر رکھا ہے۔ [1] [۱]

(۳۰) اے نبی کی بیویو' جو تم میں سے صریح فحش حرکت کا ارتکاب کرے گی' تو اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا اور یہ اللہ کے لیے بہت آسان کام ہے۔

---

''اسوہ مثل ''قدوۃ'' کے ہے اور قدوہ اس حالت کو کہتے ہیں جسے کسی دوسرے میں دیکھ کر انسان اس کی پیروی کرے۔ پس اسوہ سے مقصود ایسی پیش نظر حالت ہے' جس کی پیروی اور متابعت کی جائے۔''[۲]

دراصل یہ باب ''اسا یأ سو نصر'' کا مصدر ہے' جس کے اصل معنی زخم کی مرہم پٹی کرنا ہے۔ قرآن مجید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور پیروی کو اسوہ قرار دے کر اشارہ فرمایا ہے کہ تمہارے تمام دکھوں اور دردوں کا علاج آپ کی زندگی میں علیٰ وجہ الاتم موجود ہے۔ بشرطیکہ تمہارے دلوں میں اللہ کا خوف اور یوم آخرت پر ایمان ہو اور اللہ تعالیٰ کا بکثرت ذکر کرنے والے بن جاؤ۔

[1] جنگ احزاب اور بنی قریظہ کے متصل زمانہ میں ہی خانگی طور پر آنحضرت ﷺ کے سامنے یہ مشکل پیش آئی کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن نے کچھ زیب و زینت اور زیورات کے مطالبے شروع کر دیے۔

چنانچہ ایک دن آپ ﷺ اسی مخمصے میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تشریف لے آئے اور انہوں نے واقعات سے باخبر ہو کر اپنی صاحبزادیوں کو زجر و توبیخ شروع کر دی کہ تم آنحضرت ﷺ کو کیوں پریشان کر رہی ہو؟

ایک طرف کفر و اسلام کی جنگیں ہو رہی تھیں اور دوسری طرف گھریلو پریشانی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ملول ہو رہے تھے۔ اس پر آیات ۲۸ تا ۳۵ نازل ہوئیں' جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کو اختیار دیا گیا کہ اگر اسی

---

(۱) ''الہلال'' ۳ رجون ۱۹۱۴ء ص ۵۔ (۲) ''الہلال'' ۲۷ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۵ حاشیہ۔

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿٣١﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ

---

(۳۱) اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار ہوگی اور نیک عمل کرے گی اس کو ہم دوہرا اجر دیں گے اور اس کے لیے ہم نے رزق کریم مہیا کر رکھا ہے۔

(۳۲) اے نبی کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح.........

---

حالت پر قانع رہ کر آپ کے حرم میں رہنا چاہتی ہوں تو 'فیہا' ورنہ انہیں رخصت کر دیا جائے گا۔ اس قسم کے الفاظ کو اسلامی فقہ میں "تخییر" کہا جاتا ہے جس کے معنی تفویض طلاق کے ہیں۔ جس کے احکام سنت میں مذکور ہیں اور محدثین نے اس کی فقہی اہمیت کو واضح کیا ہے۔

اس وقت آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں غالباً پانچ بیویاں تھیں' حضرت سودہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور غالباً حضرت زینب رضی اللہ عنہم۔ ان آیات کے نزول کے بعد سب سے پہلے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو بلایا اور انہیں اختیار دیا۔ لیکن انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کو پسند فرمایا اور طلاق لینے سے انکار کر دیا۔ پھر اسی طریق پر دوسری ازواج مطہراتؓ نے کیا اور یہ نزاع ختم ہو گیا۔ پھر ساتھ ہی قرآن مجید نے پردہ کے احکام بھی بیان فرما دیے اور ازواج مطہراتؓ امہات المومنین کو اس سلسلہ میں خصوصی ہدایات دیں۔

"ازواج مطہراتؓ نے توسیع نفقہ اور طلب اسباب کے لیے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زور ڈالا اور اس مطالبہ میں تمام بیبیاں متفق ہو گئی تھیں۔ حتی کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کر کے ایک ماہ کے لیے ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ایک مرتبہ ہمیشہ کے لیے فیصلہ ہو جائے اور دونوں راستے ان کے آگے پیش کر دیے جائیں۔ یا تو اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں آرام و راحت دنیوی کو بالکل خیر باد کہیں یا دنیا کے نعائم ولذائذ کے لیے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رفاقت ترک کر دیں۔ ازواج کا متفقہ فیصلہ یہ تھا کہ انہوں نے ہر چیز پر اللہ اور اس کے رسول کو ترجیح دی۔

اس حکم کے نزول میں بہت سی مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔ یہ ازواج مطہراتؓ کے لیے بہت بڑی آزمائش تھی۔ دنیا کو دکھلانا تھا کہ جن لوگوں کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں شریک کیا ہے ان کے تزکیہ باطن اور خدا پرستی کا کیا حال ہے؟

حکم اگرچہ صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کے متعلق تھا مگر دراصل اس راہ کے لیے ایک عام بصیرت بھی پوشیدہ ہے۔ خدا تعالیٰ نے ظاہر کیا کہ دو چیزیں ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ جو دل خدا اور اس کے رسول کی محبت و مرضاۃ کے طالب ہوں انہیں چاہیے کہ پہلی ہی

مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَ
قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَ اَطِعْنَ اللّٰهَ وَ
رَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَ اذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى

---

نہیں ہو- اگر تم اللہ (تعالیٰ) سے ڈرنے والی ہو تو غیر مردوں سے) دبی زبان سے بات نہ کیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ جس کے دل میں خرابی ہے (کسی غلط) لالچ میں نہ پڑ جائے اور صاف سیدھی بات کرو-

(۳۳) اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پہلے دور جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو، اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو-

اے اہل بیت نبی! اللہ تو چاہتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی آلودگی کو دور کرے اور تمہیں خوب پاک صاف رکھے-[ے]

(۳۴) اور اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں جو............

---

نظر میں دنیا اور اہل دنیا کی طرف سے دست بردار ہو جائیں"-[(۱)]

ے "تبرج" کے اصل معنی نمایاں طور پر ظاہر ہونے کے ہیں- یہاں پر "تبرج جاہلیت" سے مراد یہ ہے کہ عورت اس طرح بناؤ سنگھار کر کے نمایاں ہو کر نکلے کہ نظریں اس پر جم کر رہ جائیں-

علماء نے لکھا ہے کہ عورت کا اپنے محاسن کا اس طرح اظہار کرنا کہ دیکھنے والوں کے جنسی جذبات بیدار ہو جائیں "تبرج" میں داخل ہے- قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں چست اور نیم عریاں لباس پہن کر، میک اپ کر کے عورتیں نکلا کرتی تھیں- قرآن مجید نے اسے جاہلی رسم قرار دیا- جسے آج ہم "ثقافت" کے نام سے رائج کر رہے ہیں-

یہاں پر آیت ۳۲ میں "ازواج مطہرات" کو "اہل البیت" کہہ کر پکارا ہے- ہماری زبان میں اس کے معنی "گھر والوں" کے ہیں- اور قرآن مجید میں متعدد مقامات پر کسی مرد کی زوجہ کو اہل البیت کہا گیا ہے-

یوں تو آنحضرت ﷺ نے اپنی ایک دعا میں علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کو بھی اپنے اہل بیت میں شامل کیا ہے مگر قرآن میں یہ لفظ صرف زوجہ کے لیے استعمال ہوا ہے-

---

(۱) "الہلال" ۳ر جون ۱۹۱۳ء-

ع فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَ الْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ۟۳۴ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمٰتِ
وَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْقٰنِتِيْنَ وَ الْقٰنِتٰتِ وَ الصّٰدِقِيْنَ وَ الصّٰدِقٰتِ وَ الصّٰبِرِيْنَ
وَالصّٰبِرٰتِ وَ الْخٰشِعِيْنَ وَ الْخٰشِعٰتِ وَ الْمُتَصَدِّقِيْنَ وَ الْمُتَصَدِّقٰتِ وَ الصَّآئِمِيْنَ وَ الصّٰٓئِمٰتِ
وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً
وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ۟۳۵ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ
الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۟۳۶ وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ
اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ
مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا
لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ
وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۟۳۷ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ

---

تمہارے گھروں میں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو بیشک اللہ تعالیٰ نہایت باریک بین اور ہر چیز سے باخبر ہے (۳۵) بلاشبہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' مومن مرد اور مومن عورتیں' فرمانبردار مرد اور فرماں بردار عورتیں' راست باز مرد اور راست باز عورتیں' صابر مرد اور صابر عورتیں' عاجزی کرنے والے مرد اور عاجزی کرنے والی عورتیں' صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں' روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں' اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو یاد کرنے والی عورتیں' ان سب کے لیے اللہ (تعالیٰ) نے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

(۳۶) کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر ان کو اپنے معاملہ میں اختیار حاصل رہے۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو یقیناً وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔ (۳۷) اے نبی! وہ واقعہ یاد کیجیے' جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اور آپ نے احسان کیا تھا کہ اپنی بیوی کو نہ چھوڑ' اور اللہ سے ڈر اور اپنے جی میں وہ بات چھپا رہے تھے جسے اللہ ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ اور آپ لوگوں سے ڈر رہے تھے، حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔ پھر جب زید نے اس (بیوی) سے اپنی حاجت پوری کر لی تو ہم نے اس (مطلقہ) کو آپ کے نکاح میں دے دیا' تاکہ مومنوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے معاملہ میں کوئی تنگی نہ رہے جب کہ وہ ان سے اپنی حاجت پوری کر چکے ہوں، اور اللہ کا یہ حکم تو ہو کر ہی رہنے والا تھا۔ ۵

(۳۸) نبی پر کسی ایسے کام کے کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جو اللہ نے اس کے لیے مقرر کر دیا ہو۔ اللہ کی یہی سنت

اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ
اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ
اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ ع

---

ان سب انبیاء میں چلی آئی ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں- اور اللہ کا حکم تو پہلے سے طے شدہ فیصلہ ہوتا ہے- (۳۹) (وہ پہلے پیغمبر) جو اللہ کے پیغام پہنچایا کرتے تھے وہ اسی (اللہ) سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور اللہ حساب لینے کے لیے کافی ہے- (۴۰) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر ہاں وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں- اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے (۴۱) اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو-

---

۸ آیت ۳۷ میں ''اس شخص'' سے مراد زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ ہیں جن کا اصل تعلق قبیلہ کلب سے تھا- اور ان کی والدہ ''سعدیٰ بنت ثعلبہ'' قبیلہ طے کی شاخ بنی معن سے تھیں- حضرت زید کو آٹھ سال کی عمر میں بنی قین نے اٹھا لیا اور طائف کے میلہ عکاظ میں لے جا کر فروخت کر دیا جسے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے حکیم بن حزام نے خرید لیا- انہوں نے مکہ لا کر اپنی پھوپھی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دے دیا- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا تو حضرت زید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے مختص ہو گئے- اس وقت ان کی عمر پندرہ سال کی تھی- کچھ مدت کے بعد ان کے باپ اور چچا کو پتہ چلا تو وہ حضرت زید کا فدیہ لے کر مکہ آئے تا کہ انہیں چھڑا کر لے جائیں- مگر آپ نے فدیہ لینے سے انکار کر دیا اور حضرت زید کو اختیار دیا کہ اگر وہ اپنے خاندان میں جانا چاہیں تو ان پر کوئی پابندی نہیں ہے-

مگر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنا پسند کر لیا- اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کے رواج کے مطابق مجمع عام میں انہیں بیٹا بنا لینے کا اعلان کر دیا- اس بنا پر لوگ انہیں زید بن محمد کہہ کر پکارنے لگے- اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عمر تیس سال تھی- انہوں نے حضرت ابوبکر، حضرت خدیجہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ اسلام قبول کر لیا-

۴ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی کی لڑکی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت زید کا نکاح کر دیا مگر ان کے تعلقات استوار نہ ہو سکے- بالآخر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے انہیں طلاق دے دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے خود نکاح کر لیا- قرآن مجید نے اس نکاح کو ''زوجنکھا'' سے تعبیر فرمایا ہے کہ ''ہم نے اسے تیری زوجیت میں دے دیا'' مگر عرب سوسائٹی میں اپنے پروردہ کی مطلقہ بیوی سے نکاح بہت معیوب تھا- اس بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہچکچا رہے تھے- مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننے بغیر چارہ بھی نہ تھا- تذبذب کی اسی کیفیت کی طرف قرآن مجید نے ''وتخشی الناس واللہ احق ان تخشٰہ'' کے الفاظ سے اشارہ کیا ہے اور آیندہ کے لیے ایسے رشتہ کو قانونی تحفظ دیا ہے- اور پھر آیت ۴۰ میں تو تمام اعتراضات کو ختم کر دیا ہے- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت اور آپ کے فریضہ دعوت کی وضاحت کرنے کے بعد آیت ۴۸ میں اس سورہ کی پہلی آیت کا مفہوم دوہرا کر اس مضمون کو ختم کر دیا ہے-

اس کے بعد طلاق قبل از مسیس کا حکم مذکور ہے اور پھر محللات کا بیان ہے- اور یہ آیات پہلے مضمون کے ساتھ مربوط

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ښ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ
شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ
بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ
مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا

---

(۴۳) وہ اللہ ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے‘ اور اس کے فرشتے تمہارے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں تا کہ اللہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکال لائے‘ اور اللہ ایمان والوں پر نہایت مہربان ہے۔ (۴۴) جس دن مومن خدا سے ملیں گے تو ان کا استقبال سلام سے ہوگا اور ان کے لیے اللہ نے بڑا باعزت صلہ تیار کر رکھا ہے۔ (۴۵-۴۶) اے پیغمبر! بیشک ہم نے تمہیں شہادت دینے والا‘ بشارت سنانے والا اور (ظلم وعصیان کے نتائج سے) ڈرانے والا‘ (انسانوں کی غلامی سے بغاوت) اور اللہ کی (وفاداری کی) طرف دعوت دینے والا‘ (مختصر یہ کہ ہر طرح کی تاریکیوں کو مٹانے کے لیے) ایک روشن ومنور چراغ بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا ہے۔ [9] [(1)] (۴۷) اور مومنوں کو بشارت دے دو کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہے۔ (۴۸) اور کفار اور منافقین کا کہنا نہ مانیے اور نہ ان کی اذیت رسانی کا خیال کیجیے‘ اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھیے اور اللہ کارساز ہونے کے لحاظ سے کافی ہے۔ (۴۹) اے ایمان والو! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو اور پھر انہیں ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو تمہاری طرف سے ان پر کوئی عدت نہیں ہے جس کے پورا ہونے کا تم مطالبہ کر سکو۔ لہٰذا انہیں کچھ مال دو اور خوش اسلوبی سے انہیں رخصت کر دو۔

---

ہیں اور اجنبی (بے جوڑ) نہیں ہیں۔ زید رضی اللہ عنہ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو طلاق قبل از مسیس ہی دی تھی۔ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کے نکاح پر کفار اور منافقین اعتراض کر رہے تھے‘ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن بھی تھیں۔ لہٰذا مضمون وہی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اور اس کے متعلقات ہی ہیں۔ پھر یہاں پر کچھ ایسے احکام بھی بیان فرمائے ہیں جن کا تعلق خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

9 آیت ۴۵-۴۶ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ اور تبلیغی حیثیت کی وضاحت کی ہے کہ آپ نے اپنے قول وعمل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دی اور قیامت کے دن اپنی امت کے گواہ ہوں گے‘ کہ آپ نے ان کو اللہ کا پیغام بے کم وکاست پہنچا دیا تھا‘ بلکہ دوسری امتوں کی بھی گواہی دیں گے کہ ان کے انبیا علیہم السلام نے ان تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا تھا‘ جیسے سورۃ البقرہ کی آیت ۱۴۳ میں گزر چکا ہے۔

---

(۱) ”الہلال“ ۶ نومبر ۱۹۱۲ء۔

جَمِيلًا ﴿٤٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَ مَا مَلَكَتْ
يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَ بَنٰتِ عَمِّكَ وَ بَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَ بَنٰتِ خَالِكَ وَ بَنٰتِ
خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَ امْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ
اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ
اَزْوَاجِهِمْ وَ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٠﴾
تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَ تُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَ مَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَ لَا يَحْزَنَّ وَ يَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿٥١﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَ
لَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿٥٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ ع

(۵۰) اے نبی! آپ کی تمام بیویاں جن کے مہر آپ ادا کر چکے ہیں، ہم نے آپ کے لیے حلال کی ہیں اور وہ عورتیں جو مال غنیمت سے آپ کی ملکیت میں آئی ہیں- اور تمہارے چچا' پھوپھی' ماموں اور خالہ کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہے- اور کوئی مومن عورت اگر اپنے آپ کو نبی کے لیے ہبہ کر دے اور نبی اسے اپنے نکاح میں لینا چاہے- (یہ آخری رعایت) خالصتاً آپ کے لیے ہے، دوسرے مومنوں کے لیے نہیں- بیشک ہم نے عام مومنوں پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے جو احکام فرض کیے ہیں وہ ہم کو معلوم ہیں (اے نبی! بعض احکام آپ کے ساتھ اس لیے خاص کیے ہیں) تاکہ آپ کے اوپر کسی قسم کی تنگی نہ رہے اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے- (۵۱) (آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ) آپ اپنی بیویوں میں سے جسے چاہیں مؤخر کر دیں اور جسے چاہیں اپنے پاس جگہ دیں، اور جن کو الگ کیا ہے ان میں سے کسی کو طلب کریں تو بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں ہے- اس رعایت میں زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور آزردہ خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دے دیں گے اس پر سب خوش رہیں گی- اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حلم والا ہے- (۵۲) اس کے بعد آپ کے لیے اور عورتیں حلال نہیں ہیں اور نہ اس کی اجازت ہے کہ ان کی جگہ اور بیویاں لے آؤ خواہ ان کا حسن آپ کو کتنا ہی بھلا معلوم ہو- مگر ہاں لونڈیوں کی اجازت ہے- اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہے-

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ اور عظمت بیان کرنے سے مقصود مخالفین کو تنبیہ ہے- اور ساتھ ہی اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایذا پہنچانے پر وعید فرمائی ہے- سورۃ الاسراء میں آپ کے اس مقام و مرتبہ کو مقام محمود سے تعبیر فرمایا ہے-

لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ
فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ ۖ وَاللَّهُ
لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ
لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ
مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ﴿٥٣﴾ إِنْ تُبْدُوا شَيْئًا أَوْ تُخْفُوهُ فَإِنَّ اللَّهَ
كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٥٤﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِي آبَائِهِنَّ وَلَا أَبْنَائِهِنَّ وَلَا إِخْوَانِهِنَّ وَلَا
أَبْنَاءِ إِخْوَانِهِنَّ وَلَا أَبْنَاءِ أَخَوَاتِهِنَّ وَلَا نِسَائِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ ۗ وَاتَّقِينَ
اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ﴿٥٥﴾ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ

---

(۵۳) اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر یہ کہ تمہیں کھانے کے واسطے آنے کی اجازت دی جائے' نہ کھانے کی تیاری کا انتظار کرتے رہو' بلکہ جب تمہیں بلایا جائے تو آ جاؤ- پھر جب کھانا کھا چکو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھے رہا کرو کیونکہ تمہاری یہ بات نبی کو تکلیف دیتی ہے- مگر وہ تم سے شرم کرتے ہیں اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا- اور نبی کی بیویوں سے اگر تم نے ضرورت کی کوئی چیز مانگنی ہو تو وہ پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ تمہارے اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا بہتر طریقہ ہے- اور تمہارے لیے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ اللہ کے رسول کو تکلیف دو- اور نہ تم کو یہ جائز ہے کہ نبی کی بیویوں سے ان کے بعد کبھی نکاح کرو- یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے- (۵۴) تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے- (۵۵) اور ازواج نبی پر کچھ گناہ نہیں ہے کہ ان کے باپ' ان کے بیٹے' ان کے بھائی' ان کے بھتیجے، ان کے بھانجے' ان سے میل جول رکھنے والی عورتیں اور ان کی لونڈیاں ان کے گھروں میں آئیں- اے نبی کی بیویو' خدا سے ڈرتی رہو' بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگاہ رکھنے والا ہے- (۵۶) بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں، اے ایمان والو' تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجا کرو-[1] (۵۷) بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں، اللہ نے دنیا اور آخرت دونوں میں ان پر لعنت کی ہے اور

---

"مقام محمود سے مقصود ایسا درجہ ہے جس کی عام طور پر ستائش کی جائے- حسن و کمال کا ایسا مقام جہاں پہنچ کر محمودیت خلائق کی عالمگیر اور دائمی مرکزیت حاصل ہو جائے گی- کوئی عہد ہو' کوئی ملک ہو اور کوئی نسل ہو لیکن کروڑوں دلوں میں اس کی ستائش ہو گی- یہ مقام انسانی عظمت کی انتہا ہے- اس سے زیادہ اونچی جگہ اولاد آدم میں سے کسی اور کو نہیں مل سکی- انسان کی سعی و ہمت ہر طرح کی بلندیوں تک اڑ کر جا سکتی ہے لیکن یہ بات نہیں پا سکتی کہ روحوں کی ستائش اور دلوں کی مداحی کا مرکز بن جائے-

اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿٥٧﴾ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا
اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٥٨﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ
يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٩﴾
لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ
لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٠﴾ مَّلْعُوْنِيْنَ ۛ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي
الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٦٢﴾ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا
عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ

ان کے لیے ذلت بخش عذاب تیار کر دیا گیا۔[1] (۵۸) جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر اس کے کہ انہوں نے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہو تکلیف دیتے ہیں تو بلاشبہ وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں (۵۹) اے نبی! آپ اپنی بیویوں' بیٹیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر اپنی چادریں اوڑھ کر ان کا کچھ حصہ نیچے لٹکا لیا کریں۔ یہ طریقہ ان کی پہچان کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ اور وہ ستائی نہ جائیں گی، اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔[2] (۶۰) اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے۔ پھر وہ آپ کے ساتھ اس شہر میں چند روز کے سوا نہیں رہ سکیں گے (۶۱) ان پر ہر طرف سے لعنت ہوگی' جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور خوب قتل کیے جائیں۔ (۶۲) جو لوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں ان کے لیے اللہ کی سنت یہی رہی ہے (اللہ کے قوانین واحکام کا دستور یہی رہا ہے) اور اللہ کی سنت میں تم کبھی ردوبدل نہیں پاؤ گے۔[3] (۶۳) اے نبی! یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ قیامت کا علم تو بس اللہ ہی کے پاس ہے۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ شاید وہ گھڑی قریب ہی آ گئی ہو؟ (۶۴) بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے ..........

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام کا ایک مشہود وہ معاملہ ہوگا جو قیامت کے دن پیش آئے گا جب اللہ کی حمد و ثنا کا آپ علم بلند کریں گے۔ اور بلاشبہ محمودیت کا مقام دنیا اور آخرت دونوں کے لیے ہے جو ہستی یہاں محمود خلائق ہے وہاں بھی محمود و ممدوح ہوگی۔''

[1] یہاں پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دینے سے تعبیر فرمایا ہے اور اللہ کے رسول کو طعن کرنا بھی ان کو اذیت پہنچانا ہے۔

[2] آیت ۵۹ میں حجاب یعنی پردہ کے احکام بیان فرمائے ہیں جو تمام مسلمان عورتوں کے لیے یکساں طور پر واجب ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اپنے اوپر ڈال

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۲۲۔

سَعِيرًا ﴿٦٤﴾ خٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ۖ لَّا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿٦٥﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُولُونَ
يٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا اللّٰهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴿٦٦﴾ وَقَالُوا رَبَّنَآ إِنَّآ أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ﴿٦٧﴾
رَبَّنَآ ءَاتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ﴿٦٨﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ ع
ءَاذَوْا مُوسٰى فَبَرَّأَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ عِندَ اللّٰهِ وَجِيهًا ﴿٦٩﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ ءَامَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا
قَوْلًا سَدِيدًا ﴿٧٠﴾ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمٰلَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُۥ فَقَدْ

---

بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ (٦٥) جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہ اپنا کوئی حامی اور مددگار نہیں پائیں گے (٦٦) جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کیے جائیں گے وہ اس وقت کہیں گے کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی! (٦٧) اور کہیں گے اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی سو انہوں نے ہمیں سیدھی راہ سے گمراہ کر دیا۔ (٦٨) اے ہمارے پروردگار ان کو دوہرا عذاب دے اور ان پر بڑی لعنت کر! (٦٩) اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ بن جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو اذیت پہنچائی تھی پھر اللہ نے ان کو اس تہمت سے بری کر دیا جو انہوں نے ان پر لگائی تھی اور وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے ذی مرتبہ تھے۔[14] (٧٠) مسلمانو! خدا سے ڈرو اور سچی بات کہو (٧١) تاکہ خدا تمہارے اعمال کو صالح کر دے اور تمہارے گناہ بخش دے۔[(1)] اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو............

---

کر اپنا منہ چھپا لیا کریں اور صرف آنکھیں کھلی رکھیں۔ جمہور صحابہ و تابعین نے اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔

آیت کریمہ میں وبنٰتك بلفظ جمع ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی متعدد بیٹیاں تھیں جیسا کہ احادیث اور سیرت کی کتابوں میں ہے کہ آپ کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ سب سے بڑی کا نام زینب، پھر رقیہ، اس سے چھوٹی فاطمہ اور سب سے چھوٹی کا نام ام کلثوم رضی اللہ عنہم ہے۔ حضرت خدیجہؓ کی پہلے دو خاوندوں سے ایک لڑکی ہند اور دوسرا لڑکا ہند بن ابو ہالہ تھے۔

۱۳ آیت ۶۲ میں جس سنت الٰہی کا بیان ہے وہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ یعنی ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ اسلامی معاشرہ میں اوباش اور بدمعاش قسم کے لوگوں کو پنپنے کا موقع نہیں دیا جاتا' بلکہ پہلے تو انہیں اپنی روش بدلنے پر تنبیہ کی جاتی ہے اور پھر طاقت کے ذریعہ سے ان کا علاج کیا جاتا ہے۔ اور تورات میں یہ بھی تقید ہے کہ مفسدوں کو اپنے اندر سے باہر کر دو۔

قرآن کہتا ہے کہ کائنات ہستی کے ہر گوشے کی طرح قوموں اور جماعتوں کے لیے بھی خدا کا قانون سعادت و شقاوت ایک ہی ہے۔ ہر عہد اور ملک میں ایک ہی طرح کے احکام و نتائج رکھتا ہے۔ اس کے احکام میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اگر ماضی میں شہد ہمیشہ شہد کا خاصہ رکھتا آیا ہے اور سنکھیا کی تاثیر سنکھیا ہی کی رہی ہے تو مستقبل میں بھی شہد ہمیشہ شہد ہی رہے گا اور سنکھیا کی تاثیر سنکھیا ہی کی ہوگی۔"

۱۴ آنحضرتؐ سے عموماً منافقین اور کفار سوال کرتے کہ قیامت کب بپا ہوگی؟ وہ یہ سوال بطور استہزاء کرتے۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ

---

(۱) "الہلال" ۲۹ اپریل ۱۹۱۴ء۔

فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۱﴾ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا
وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ
وَالْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ وَ يَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی (۷۲) ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی' لیکن سب نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا اور اس بارگراں کے متحمل نہ ہو سکے' لیکن انسان (آگے بڑھا اور اس) نے اسے (بلا تامل) اٹھالیا- کچھ شک نہیں کہ وہ اپنے اوپر سخت ظلم کرنے والا اور سرگشتۂ نادانی ہے-[۱۵] [(۱)]

(۷۳) اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو سزا دے گا اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کی توبہ قبول کرے گا- اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت مہربان ہے-

نے تنبیہ فرمائی اور قیامت کے دن کا منظر پیش کر دیا- اور پھر مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ تم آنحضرت ﷺ سے ایسا طرز عمل اختیار نہ کرو جیسا کہ یہود نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اختیار کیا تھا-

[۱۵] اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر جو فطرۃً ہدایت کی قوت ودیعت کی ہے' وہ کسی دوسری مخلوق میں نہیں- انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے جو بالفعل عدل و علم کے اوصاف کے ساتھ متصف نہ بھی ہو مگر اس میں عدل و علم کے ساتھ متصف ہونے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے- اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہی اس امانت (خلافت ارضی) کا فریضہ تفویض کیا تاکہ نفاق و بغاوت کی صورت میں اللہ کے غضب اور اطاعت و فرمانبرداری کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے غفران و رحمت کا مظہر بن سکے-

انسان نے اس بار عظیم کی ذمہ داری تو لے لی' مگر اسے نبھایا نہیں- یہی اس کی بڑی بیباکی اور نادانی ہے- یہ بات نوع انسانی کے اکثر افراد کے لحاظ سے فرمائی گئی ہے' جنہوں نے اپنی فطرت سلیمہ یا ذمہ داری قبول کرنے کے تقاضے ٹھکرا دیے-

❋ ❋ ❋

(۱) "الہلال" ۱۲ نومبر ۱۹۱۳ء-

| رکوعاتھا: 6 | سُورَۃُ سَبَإٍ مَکِّیَّۃٌ | ایاتھا: 54 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِیْمُ
الْخَبِیْرُ ① یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا
وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ② وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِیْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتَاْتِیَنَّكُمْ
عٰلِمِ الْغَیْبِ لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ

---

(۱) سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہر چیز کا مالک ہے اور آخرت میں بھی وہی تعریف کا مستحق اور وہی کمال حکمت کا مالک اور ہر چیز سے باخبر ہے۔[1]

(۲) اللہ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں چڑھتی ہے۔ اور وہی نہایت مہربانی کرنے والا، بڑا بخشنے والا ہے۔

(۳) اور کافر کہتے ہیں "ہم پر قیامت نہیں آئے گی" آپ کہہ دیجیے "کیوں نہیں، قسم ہے میرے رب عالم الغیب کی، وہ ضرور تم پر آئے گی۔[2] اس (اللہ) سے ذرہ برابر کوئی چیز نہ آسمانوں میں چھپی ہوئی ہے اور نہ زمین میں۔ اور نہ ذرہ کی مقدار سے کوئی چیز چھوٹی اور نہ..........

---

۱ یہ سورۃ مکی ہے اور متوسط دور کی تنزیلات سے ہے۔ جب کہ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کو دبانے کے لیے جھوٹے الزامات تراش رہے تھے اور اس دعوت کو بے اثر کرنے کے لیے تضحیک واستہزاء سے کام لے رہے تھے۔ مکی سورتوں میں عموماً توحید و آخرت پر ایمان کی دعوت دی گئی ہے اور کفار کے الزامات اور شبہات کا جواب دیا گیا ہے اور ضمناً انہیں کفر وانکار کے برے نتائج سے ڈرایا بھی گیا ہے۔ اور اسی سلسلے میں حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام اور قوم سبا کے قصے بیان کیے گئے ہیں کہ ایک طرف تو دو شکر گزار بادشاہ اور برگزیدہ پیغمبر ہیں اور دوسری طرف عیش وتنعم میں غرق شدہ قوم ہے جو اپنی مادی طاقت کے نشہ میں آخرت کو بھول گئی اور بالآخر اس طرح پارہ پارہ ہوگئی کہ اس کے بس افسانے ہی رہ گئے۔

۲ منکرین آخرت ازراہ مذاق یہ بات کہتے کہ تم (محمدؐ) ہمیں قیامت سے ڈراتے ہو مگر "ایں خیال است ومحال است وجنوں!...... یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب سارے انسان مر کر مٹی ہوجائیں گے تو دوبارہ زندہ ہو کر جمع ہوجائیں؟"

قرآن مجید نے اس شبہ کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور ہر چیز اس کے دفتر میں موجود ہے۔ لہٰذا اس پر کوئی مشکل نہیں ہے کہ انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھالائے۔ اور مکافات عمل کے لیے ایسا کرنا ضروری بھی ہے۔

اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳﴾ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ
رِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۴﴾ وَ الَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۵﴾ وَيَرَى
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَ يَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ
الْحَمِيْدِ ﴿۶﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ
لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۷﴾ اَفْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي
الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيْدِ ﴿۸﴾ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ
نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ
مُّنِيْبٍ ﴿۹﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۭ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَ الطَّيْرَ ۚ وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ﴿۱۰﴾ اَنِ ع

اس سے بڑی مگر وہ کتاب مبین میں موجود ہے (۴) (اس قیامت کا وقوع اس لیے ضروری ہے) تا کہ اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے' ان کا صلہ عطا فرمائے- یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے مغفرت اور عزت کا رزق ہے (۵) اور جو لوگ ہماری آیات کو نیچا دکھانے کے لیے دوڑ دھوپ کرتے پھرے تو یہ وہ لوگ ہیں جن کو سخت قسم کا دردناک عذاب ہونے والا ہے- (۶) اور وہ لوگ جن کو صحیح علم دیا گیا ہے' وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ تیرے رب کی جانب سے تم پر نازل کیا گیا ہے، وہ سراسر حق ہے اور خدا کا راستہ دکھاتا ہے جو بڑا زبردست اور ستودہ صفات ہے- (۷) اور کافر کہتے ہیں: "بھلا ہم تمہیں ایسا آدمی بتائیں جو تم کو خبر دیتا ہے کہ جب تم مر کر ریزہ ریزہ ہو گئے تو تم نئے سرے سے پیدا کیے جاؤ گے!" (۸) اس شخص نے اللہ پر بہتان باندھا ہے یا اس کو کوئی جنون ہے (ان میں سے کوئی بات بھی نہیں ہے) بلکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ عذاب میں مبتلا ہونے والے ہیں اور پرلے درجے کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں- (۹) کیا انہوں نے آسمان اور زمین پر نظر نہیں ڈالی جو ان کے آگے اور پیچھے موجود ہے- اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا آسمان کے کچھ ٹکڑے ان پر گرا دیں- بلاشبہ اس میں ہر اس بندے کے لیے نشانی ہے جو خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہے- (۱۰) اور ہم نے داؤد کو اپنی جانب سے برتری عطا کی (اور ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا) کہ اے پہاڑو! تم داؤد کے ساتھ تسبیح میں موافقت کرو اور پرندوں کو بھی (یہی حکم دیا) اور ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا-

ع حضرت داؤد علیہ السلام قبیلہ یہوداہ کے ایک نوجوان تھے- ایک معرکہ میں جالوت کو قتل کر کے انہوں نے ناموری حاصل کر لی اور تدریجاً بنی اسرائیل کے بادشاہ منتخب ہو گئے- انہوں نے یروشلم کو فتح کر کے اسے دولت اسرائیل کا پایہ تخت بنایا' جس سے بنی اسرائیل کی ریاست کو وسعت حاصل ہو گئی اور ساحل بحر تک تمام ملک ان کے قبضہ میں آ گیا' لیکن پھر بھی بنی اسرائیل میں نظم و اطاعت کی روح پیدا نہ ہوئی-

یہاں پر حضرت داؤد علیہ السلام پر جن انعامات کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے وہ پہاڑوں اور پرندوں کی حضرت داؤد کے ساتھ مل کر تسبیح کرنا

اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَ لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا
شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَ اَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَ مَنْ
يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَ تَمَاثِيْلَ
وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَ قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْۤا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾

---

(۱۱) (اور ہدایت کی کہ اے) داؤد زرہیں بنا اور حلقے ٹھیک انداز سے رکھ- اور (اے آل داؤد) نیک کام کرو بیشک جو کچھ تم کرتے ہو میں وہ سب دیکھ رہا ہوں (۱۲) اور سلیمان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا- اس ہوا کا صبح کو چلنا ایک مہینے کی مسافت اور شام کو چلنا بھی ایک مہینے کی مسافت تک تھا- اور ہم نے اس کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور جنات میں سے بعض وہ تھے جو سلیمان کے رب کے حکم سے اس کے سامنے کام کرتے تھے- اور ان میں سے جو ہمارے حکم سے سرتابی کرتا تو ہم اسے دہکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھاتے- (۱۳) وہ سلیمان کے لیے وہ چیزیں بنایا کرتے جو وہ چاہتے (مثلاً) بلند و بالا عمارتیں، تصویریں، بڑے بڑے لگن جیسے حوض اور بڑی بڑی دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں- اے آل داؤد (ان نعمتوں کے) شکر کے طور پر نیک عمل کرو اور میرے بندوں میں کم شکر گزار ہیں- ؎

---

ہے- اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں- ایک وہ جو "ان من شیء الا یسبح بحمدہ" سے ظاہر ہے- دوسرا یہ کہ جب حضرت داؤدؑ حمد الٰہی کے نغمے گاتے تو سماں بندھ جاتا تھا اور چٹانیں تک وجد میں آ جاتی تھیں-

حضرت داؤد علیہ السلام خوش آواز تھے، جس کی تائید احادیث اور روایات سے بھی ہوتی ہے- وہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے عبرانی موسیقی مرتب کی اور مصری اور بابلی مزامیر کو ترقی دے کر نئے نئے آلات ایجاد کیے- جب وہ پہاڑیوں کی چوٹیوں پر بیٹھ کر حمد الٰہی کے ترانے گاتے اور اپنا بربط بجاتے تو شجر و حجر جھومنے لگتے تھے- اسی طرح پرندوں کی تسخیر کو بھی دونوں باتوں پر محمول کیا جا سکتا ہے- کتاب زبور دراصل انہی نظموں کا مجموعہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام نے الہام الٰہی سے نظم کی تھیں-

اور حضرت داؤد علیہ السلام کی لوہے پر قدرت اور جنگی اغراض کے لیے زرہ بافی کو بھی قرآن مجید نے خاص طور پر ذکر کیا ہے- جب تک آتشیں اسلحہ ایجاد نہ ہوئے تھے جنگ میں حفاظت کا بڑا ذریعہ آہنی لباس کا استعمال تھا- حضرت داؤدؑ نے اسے فروغ دیا اور طرح طرح کی نئی ایجادات کیں- تاریخی آثار سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے- ایک ہزار سال قبل مسیح تک زرہ کا استعمال قوموں میں دکھائی نہیں دیتا- لیکن اس کے بعد سے زرہ و خود کا استعمال شروع ہو جاتا ہے- یہی زمانہ تقریباً داؤد علیہ السلام کا ہے- اس کے بعد دوسری چیزیں بھی استعمال ہونے لگتی ہیں- یہاں تک کہ سکندر کے عہد میں یونانی اور ایرانی دونوں سرتاپا آہن پوش ہو گئے تھے- اور پھر ادوم کے علاقہ میں کھدائی سے بکثرت ایسی جگہوں کے آثار ملے ہیں جہاں لوہا پگھلانے کی بھٹیاں لگی ہوئی تھیں- عقبہ اور ایلہ کے متصل حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد کی بندرگاہ "عصیون جابر" کے آثار قدیمہ میں جو بھٹی ملی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس میں بعض وہ آلات استعمال کیے گئے ہیں جو آج جدید ترین دور میں استعمال ہوتے ہیں-

؎ حضرت سلیمان علیہ السلام کو مزید ایک بڑی نعمت سے نوازا کہ سمندر کی بادتندان کے لیے مسخر کر دی تھی- قدیم عہد میں حضرت سلیمانؑ پہلے شخص ہیں جنھوں نے جہازوں سے اس طرح کام لینا شروع کیا کہ ہندوستان اور مغربی جزائر تک بحری آمد و رفت کا منظم سلسلہ قائم ہو گیا-

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا
خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿١٤﴾ لَقَدْ كَانَ
لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ۚ
بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿١٥﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ
بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا
كَفَرُوْا ۭ وَ هَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿١٧﴾ وَ جَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا
قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَ اَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا
بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ

---

(۱۴) پھر جب سلیمانؑ پر ہم نے موت کا فیصلہ صادر کر دیا تو جنوں کو ان کی موت پر ایک گھن کے کیڑے کے سوا کسی نے آگاہ نہ کیا جو اس کے عصا کو کھا رہا تھا- پھر جب سلیمان گر پڑے، تب جنوں پر یہ حقیقت کھلی کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت آمیز عذاب میں مبتلا نہ رہتے-[5] (۱۵) بلاشبہ اہل سبا کے لیے ان کے وطن (مآرب) میں بڑی نشانی موجود تھی' دائیں اور بائیں دو باغ' اپنے رب کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور اس کا شکر بجالاؤ' عمدہ اور پاکیزہ شہر ہے اور رب ہے معاف کرنے والا (۱۶) مگر انہوں نے اعراض کیا- آخر کار ہم نے ان پر بند توڑ کا سیلاب بھیج دیا اور ان کے دو باغوں کے بدلے میں دو باغ اور دے دیے، جن میں بدمزہ پھل اور جھاڑ اور قدرے بیری کے درخت تھے- (۱۷) یہ ہم نے ان کو ان کی ناشکری کی سزا دی اور ہم ناشکروں کے سوا کسی کو ایسا بدلہ نہیں دیتے-[6] (۱۸) اور ہم نے اہل سبا اور ان بستیوں کے درمیان' جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی' بڑی نمایاں بستیاں بسا دی تھیں اور ان میں سفر کے لیے خاص فاصلہ مقرر کر رکھا تھا کہ تم لوگ ان میں کئی کئی رات اور دن امن سے سفر کرو- (۱۹) مگر انہوں نے (زبان حال سے) کہا "اے ہمارے رب! ہمارے سفروں کی مسافتیں لمبی کر دے، اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا- آخر کار ہم نے ان کو قصہ پارینہ بنا کر رکھ دیا اور ان کو بالکل تتر بتر کر دیا- بیشک اس واقعہ میں........

---

توراۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تجارتی بیڑہ وقت کا سب سے طاقتور بیڑہ تھا- بحر احمر میں اس کا مرکز ترسیس تھا جو خلیج عقبہ میں واقع تھا اور بحر متوسط میں صور طائر یافہ کی بندرگاہیں- ادوم کے علاقہ عربہ میں خام لوہے اور تانبے کی کانیں تھیں- اندازہ ہے کہ یہیں سے خام تانبا لا کر بھٹی میں گلایا جاتا اور پھر کام میں لایا جاتا "واسلنا له عين القطر" کا غالباً یہی مفہوم ہے-

5 آیت ۱۱-۱۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھے جو ان کے لیے مختلف خدمات سرانجام دیتے تھے، اور

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ مَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ

---

ہر صبور و شکور شخص کے لیے (بڑی عبرت آموز) نشانیاں ہیں۔ ے (۲۰) بلاشبہ ان کے معاملہ میں ابلیس نے اپنا گمان صحیح پایا، بجز اہل ایمان کے تھوڑے سے گروہ کے، سب اس کے پیچھے ہو لیے (۲۱) اور لوگوں پر سوائے اس کے شیطان کا......

---

ان جنوں کے متعلق مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ وہ غیب جانتے ہیں۔ مولانا آزاد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"یہاں پر جنات اور شیاطین سے مراد فلسطین اور شام کی وہ شریر قومیں ہیں جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں مطیع و منقاد ہو گئی تھیں اور انہوں نے ہیکل کی تعمیر میں تیرہ برس تک ہر طرح کی سخت خدمتیں سرانجام دی تھیں۔"(۱)

مگر قرآن مجید کے الفاظ میں اس کی تاویل کی قطعاً گنجائش نہیں۔ ہاں یہ تاویل توراۃ کے مطابق ہے۔ چنانچہ تورات کی کتاب سلاطین اول سے معلوم ہوتا ہے کہ تیس ہزار آدمی تیرہ برس تک کام میں لگے رہے تب کہیں جا کر عمارت تیار ہوئی۔

۶ قوم سبا کا قصہ بھی مکافات عمل پر بہت بڑی دلیل ہے اور اس قصہ کو آیت کہنا بایں معنی بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کی انسان شکرگزاری کرے تو اللہ کی طرف سے مزید نوازشات ہوتی ہیں۔ اور اگر کفران نعمت پر اتر آئے تو یہ گویا عذاب الٰہی کو دعوت دینا ہے۔ اور قصہ قوم سبا اس پر بڑی شہادت ہے۔

**سیل العرم:** عرم کے معنی بند کے ہیں۔ اور سیل العرم سے مراد وہ سیلاب ہے جو بند ٹوٹنے کی وجہ سے آیا تھا۔ سبا کے لوگوں نے پہاڑوں کے درمیان بند باندھ باندھ کر نہریں جاری کی ہوئی تھیں اور آب پاشی کے اس نظام کی وجہ سے وہ علاقہ جنت نظیر بنا ہوا تھا۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا تو وہ بند ٹوٹ گیا اور سارا نظام درہم برہم ہو گیا۔ باغات کے بجائے وہ علاقہ خودرو جنگلی درختوں سے بھر گیا اور اس میں کھانے کے قابل اگر کوئی چیز باقی رہ گئی تو وہ محض جھاڑی بوٹی کے بیر تھے۔

"قری ظاھرۃ" یعنی وہ بستیاں جو شاہراہ عام پر واقع تھیں۔ یا مطلب یہ کہ وہ بستیاں متصل تھیں۔ ایک کے بعد دوسری بستی نظر آنے لگتی تھی۔ ان کی سفر کی منزلیں مقرر تھیں اور راستہ کے آباد ہونے کی وجہ سے کسی قسم کا خطرہ نہ تھا۔ لیکن جب انہوں نے ناشکری کی تو ہم نے ان کو قصہ پارینہ بنا دیا۔ مختلف قبیلے اپنا وطن چھوڑ کر عرب کے مختلف علاقوں میں جا بسے۔ غسانیوں نے اردن اور شام کا رخ کیا، اوس اور خزرج کے قبیلے مدینہ (یثرب) میں چلے آئے، بنوخزاعہ نے جدہ کے قریب تہامہ میں سکونت اختیار کر لی۔ اسی طرح دوسرے قبائل نے مختلف مقامات کا رخ اختیار کیا۔ حتیٰ کہ سبا نام کی کوئی مستقل قوم اس دنیا میں باقی نہ رہی۔

"اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" کے استثناء سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم سبا میں کچھ لوگ موحد بھی تھے۔ موجودہ دور میں عصری تحقیقات سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

ے سبا جنوبی عرب کی ایک بہت بڑی قوم کا نام ہے جو چند بڑے قبائل پر مشتمل تھی اور قدیم زمانہ سے دنیا میں اس کا شہرہ تھا۔ بائبل میں

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد دوم۔

سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ وَ رَبُّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

حَفِيْظٌ ﴿٢١﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَ ع ۲ ۸

لَا فِي الْاَرْضِ وَ مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّ مَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿٢٢﴾ وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ

عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓي اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿٢٣﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَ اِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ

---

کوئی تسلط نہ تھا کہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ کون آخرت کو ماننے والا ہے اور کون اس کے متعلق شک میں پڑا ہوا ہے، اور آپ کا رب ہر چیز پر نگران ہے۔ (۲۲) آپ ان سے کہہ دیجیے ”جن کو تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھے بیٹھے ہو ان کو پکارو وہ نہ آسمانوں میں ذرہ برابر چیز کے مالک ہیں اور نہ زمین میں اور نہ آسمان وزمین میں ان کی کوئی شرکت ہے اور نہ ہی ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔[۵] (۲۳) اور اللہ کے حضور کوئی شفاعت بھی کسی کے لیے نافع نہیں ہو سکتی، بجز اس کے جس کے لیے اللہ نے شفاعت کی اجازت دی ہو حتی کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو گی تو وہ پوچھیں گے کہ ”تمہارے رب نے کیا فرمایا؟“ وہ جواب دیں گے ”حق بات کا حکم فرمایا اور وہی بلند اور بڑا ہے!“ (۲۴) آپ ان سے پوچھیے کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے کون روزی دیتا ہے؟ آپ فرما دیجیے کہ وہ اللہ ہے۔ اور بلاشبہ ہم یا تم ..........

---

کثرت سے اس کا ذکر ملتا ہے۔ یہ قوم یمن کے علاقہ میں سکونت پذیر تھی اور ۱۱۰۰ ق م سے اس کے عروج کا دور شروع ہوتا ہے۔ آغاز میں یہ ایک کتاب پرست قوم تھی۔ جب اس کی ملکہ حضرت سلیمان علیہ السلام (۹۶۵-۹۲۶ ق م) کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئی تو ممکن ہے کچھ دوسرے لوگ بھی توحید پرست بن گئے ہوں، مگر اکثریت مشرک ہی چلی آ رہی تھی اور وہ بہت سے دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے۔ مورخین کے مطابق ۶۵۰ ق م سے پہلے اس کے بہت سے بادشاہ ہوئے ہیں جن کا لقب مکرب سبا ہوتا تھا۔ غالباً اسی زمانہ میں سد مآرب کی بنیاد رکھی گئی اور یکے بعد دیگرے ہونے والے بادشاہ اسے وسعت دیتے رہے۔

پھر ۶۵۰ ق م کے بعد ان کا پایہ تخت مآرب بنا جو کہ سمندر سے ۳۹۰۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے اور صنعا یمن سے ۶۰ میل جانب مشرق میں واقع ہے۔

پھر اس کے بعد ۱۱۵ ق م سے ۳۰۰ء تک کے دور کو ہم تیسرا اس قوم کا دور قرار دے سکتے ہیں۔ اس دور میں قبیلہ حمیر برسراقتدار تھا جو قوم سبا کا ایک قبیلہ تھا۔ انہوں نے مآرب کو چھوڑ کر ”ریدان“ کو پایہ تخت بنالیا جو بعد میں ظفار کے نام سے مشہور ہوا، اور اسی دور میں اس قوم کا زوال شروع ہوتا ہے۔

۳۰۰ء کے بعد سے آغاز اسلام تک کا دور قوم سبا کی ہلاکت اور تباہی کا دور ہے۔ اس دور میں ان کے ہاں مسلسل خانہ جنگیاں ہوئیں، تجارت برباد ہو گئی، زراعت نے دم توڑ دیا اور آخرکار آزادی تک کا خاتمہ ہو گیا۔ پہلے حبشیوں نے قبضہ کیا، ان سے آزادی حاصل ہوئی تو سد مآرب میں رخنے پڑنے شروع ہو گئے۔ حتی کہ ۴۵۰ء، ۴۵۱ء میں بند ٹوٹنے سے وہ عظیم سیلاب آیا جسے قرآن مجید نے سیل العرم کے نام

لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّاۤ اَجْرَمْنَا وَ لَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾
قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَ هُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ
اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ
بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ
صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّ لَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ قَالَ ع
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ لَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ

---

راہ راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔ (۲۵) اے پیغمبر! آپ فرما دیجیے کہ ''جو اعمال ہم نے کیے ہیں' ان کی پرسش تم سے نہیں کی جائے گی' اور جو اعمال تم نے کیے ہیں اس کی جواب طلبی ہم سے نہیں ہوگی۔ (۲۶) آپ کہہ دیجیے کہ ہمارا رب ہم سب کو جمع کرے گا' پھر ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا' اور وہی فیصلہ کرنے والا اور سب کی حالت کو جاننے والا ہے۔ (۲۷) آپ ان سے کہہ دیجیے' بھلا مجھے وہ شریک دکھاؤ تو سہی جن کو تم نے خدا کے ساتھ ملا رکھا ہے' ہرگز نہیں بلکہ وہ اللہ ہی ہے جو زبردست اور دانا ہے۔ (۲۸) اے نبی! ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ (۲۹) اور یہ لوگ کہتے ہیں' اگر تم سچے ہو تو بتاؤ' قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا؟ (۳۰) آپ کہہ دیجیے کہ تمہارے لیے ایک دن کا وعدہ مقرر ہے کہ اس سے نہ ایک گھڑی پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو۔ (۳۱) کفار کہتے ہیں [9] کہ ہم ہرگز اس قرآن کو نہیں مانیں گے اور نہ اس سے پہلے کی کتابوں کو تسلیم کریں گے' کاش آپ اس وقت ان کا حال دیکھیں' جب یہ ظالم ......

---

سے ذکر کیا ہے۔ اگرچہ اس کے بعد ابرہہ کے زمانہ تک اس بند کی مرمتیں ہوتی رہیں مگر آبپاشی کا نظام بحال نہ ہو سکا۔

۵۲۳ء میں یمن کے یہودی بادشاہ ذونو اس نے نجران کے عیسائیوں پر ظلم و ستم ڈھائے، جسے قرآن مجید نے ''اصحاب الاخدود'' کے نام سے ذکر کیا ہے' اس کے نتیجے میں حبش کی عیسائی سلطنت نے یمن کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد یمن کے حبشی وائسرائے ابرہہ نے عرب کے پورے مغربی علاقہ کو رومی حبشی اثر میں لانے کے لیے ۵۷۱ء میں مکہ معظمہ پر حملہ کیا اور اس کی فوج (اصحاب الفیل) پر تباہی آئی۔ بالآخر ۵۷۵ء میں یمن پر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا اور وہ قبضہ ۶۲۸ء میں ختم ہوا جب کہ ایرانی گورنر باذان نے اسلام قبول کر لیا۔

8 گزشتہ دو رکوع میں آخرت کے متعلق بحث تھی۔ اب آیت ۲۲ سے تردید شرک کا موضوع شروع ہو رہا ہے۔ اس کے بعد آیت ۲۸ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کے عالمگیر ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

9 پیروان باطل کی پیروی کرنے کا حسرت انگیز نتیجہ جو ان بدقسمت پیروؤں کے حصہ میں آئے گا' آیت نمبر ۳۱ تا ۳۳ سے ظاہر ہے۔ اللہ کے حضور پہنچ کر جماعتوں کے کمزور افراد اپنے سرداروں اور لیڈروں پر الزام دیں گے کہ انہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔

مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ
اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ
صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا
لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ نَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَ
اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا
مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ مَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ
كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ

---

اپنے رب کے حضور کھڑے کیے جائیں گے' ان میں سے ایک دوسرے پر بات کو ٹالتا ہوگا- جو لوگ دنیا میں کمزور بنا دیے گئے وہ بڑے بننے والے لوگوں سے کہیں گے "اگر تم نہ ہوتے تو ہم یقیناً مومن ہوتے!"

(۳۲) یہ بڑے بننے والے کمزور لوگوں کو جواب دیں گے "کیا ہم نے تمہیں اس ہدایت سے روکا تھا جو تمہارے پاس آ چکی تھی؟ نہیں بلکہ تم خود ہی مجرم تھے!"

(۳۳) کمزور لوگ بڑے بننے والوں سے کہیں گے "نہیں بلکہ تمہاری شب و روز کی فریب کاری نے ہمیں روکا تھا' جب تم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہرائیں-" اور جب یہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو اپنی پشیمانی کو چھپائیں گے- اور ہم ان لوگوں کی گردنوں میں' جو کفر کرتے رہے' طوق ڈال دیں گے اور ان کو بس وہی سزا دی جائے گی جو وہ عمل کرتے رہے ہیں-

(۳۴) اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر اس بستی کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ "جو پیغام تم لے کر آئے ہو ہم اس کے منکر ہیں-"

(۳۵) اور انہوں نے ہمیشہ یہی کہا "ہم مال و اولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم کبھی عذاب دیے جانے والے نہیں"

(۳۶) آپ ان سے کہہ دیجیے "میرا رب جسے چاہتا ہے' کشادہ رزق دیتا ہے.............

---

مگر لیڈر کہیں گے "نہیں' بلکہ یہ تمہاری اپنی اختیار کردہ گمراہی تھی' ورنہ ہم کون تھے جو تمہیں گمراہ کرتے" (سورۂ ابراہیم ۲۱-۲۲)

ع الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ
بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا
عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ
مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ وَ مَآ اَنْفَقْتُمْ
مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ

---

اور جسے چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے-'' مگر اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے-

(۳۷) تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایسے نہیں ہیں کہ تمہیں ہمارا مقرب بنا دیں- مگر ہاں جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے' تو ایسے لوگوں کو ان کے اعمال کی دوہری جزا ملے گی اور وہی بلند و بالا عمارتوں میں امن و چین سے رہیں گے-[۱۰]

(۳۸) جو لوگ ہماری آیات کو نیچا دکھانے کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں' یہ لوگ عذاب میں حاضر کیے جائیں گے-

(۳۹) آپ کہہ دیجیے کہ میرا رب اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے' کشادہ رزق دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے نپا تلا دیتا ہے- اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو گے' وہ اس کی جگہ تمہیں اور عطا فرما دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے-

(۴۰) جس روز اللہ سب انسانوں کو جمع کرے گا پھر فرشتوں سے فرمائے گا- ''کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟''[۱۱]

---

۱۰ انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا مقابلہ سب سے پہلے خوش حال طبقوں نے کیا ہے- کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر دعوت حق کامیاب ہو گئی تو ان کے ظالمانہ اختیارات کا خاتمہ ہو جائے گا- یہ لوگ اپنی دولت واقتدار کے نشے میں یہ کہہ کر انبیاء علیہم السلام کی دعوت ٹھکراتے رہے ہیں کہ ہم تم سے زیادہ اللہ کے ہاں پسندیدہ ہیں- اگر اللہ ہم سے راضی نہ ہوتا تو ان نعمتوں سے ہمیں کیوں نوازتا- لہٰذا ہم آخرت میں عذاب میں مبتلا نہیں ہوں گے- قرآن مجید نے متعدد مقامات پر دنیا پرستوں کی اس گمراہی اور غلط فہمی کی تردید کی ہے-

۱۱ تاریخ کے مختلف ادوار میں ''مشرکین'' فرشتوں کو دیوی اور دیوتا قرار دے کر ان کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں- قیامت کے دن عام لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے یہ سوال کریں گے- آیت ۱۷ میں گزر چکا ہے کہ یہ سوال ان تمام ہستیوں سے کیا جائے گا جن کی لوگ دنیا میں پوجا کرتے تھے-

سورۃ المائدہ آیت ۱۱۰-۱۱۱ میں ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے بھی یہی سوال ہوگا اور حضرت مسیح علیہ السلام اس سے براءت کا اظہار کریں گے-

أَهٰؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ
أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا
مَا هٰذَآ إِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ أَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ إِلَّآ إِفْكٌ
مُّفْتَرًى ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ
مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ
وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ قُلْ إِنَّمَآ أَعِظُكُمْ ع ۹
بِوَاحِدَةٍ ۚ أَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۣ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ۭ إِنْ هُوَ إِلَّا
نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۭ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا
عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ إِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ

---

(۴۱) فرشتے عرض کریں گے' تیری ذات پاک ہے' ہمارا کارساز تو ہے نہ کہ یہ لوگ' بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ جنوں کی پرستش کیا کرتے تھے اور ان کی اکثریت انہی پر ایمان رکھتی تھی۔ (۴۲) پس آج تم میں سے کوئی نہ کسی کو فائدہ پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان' اور ہم ظالموں سے کہہ دیں گے "اس آگ کے عذاب کا مزہ چکھو جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے۔ (۴۳) اور جب ان پر ہماری صاف صاف آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں "یہ کچھ نہیں' محض ایک آدمی ہے جو تمہیں ان معبودوں سے روکنا چاہتا ہے جن کی پرستش تمہارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔" اور کہتے ہیں یہ "(قرآن) محض ایک جھوٹ ہے گھڑا ہوا" اور ان کافروں کے پاس جب حق پہنچا' تو انہوں نے کہا "یہ تو صریح جادو ہے"۔ (۴۴) اور کفار کو نہ تو ہم نے کوئی آسمانی کتابیں دی ہیں جن کو یہ پڑھتے پڑھاتے ہوں' اور نہ آپ سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا بھیجا تھا (۴۵) جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں' انہوں نے بھی تکذیب کی تھی اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا تھا' ان کے عشر عشیر کو بھی یہ لوگ نہیں پہنچے۔ مگر جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو دیکھ لو میرے انکار کا نتیجہ ان کے حق میں کیسا ہوا؟ (۴۶) اے پیغمبر! آپ ان سے کہیے "میں تم کو صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں' وہ یہ کہ تم دو دو اور اکیلے اکیلے اللہ کے واسطے کھڑے ہو جاؤ' پھر غور کرو کہ تمہارے پیغمبر کو کچھ جنون ہے؟ وہ تو صرف ایک سخت عذاب کی آمد سے پہلے تمہیں ڈرانے والے ہیں" (۴۷) آپ ان سے کہہ دیجیے "اگر میں نے تم سے کوئی اجر مانگا ہے' تو وہ تمہارے لیے ہے' میرا اجر تو بس اللہ ہی کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے" (۴۸) آپ کہہ دیجیے "میرا رب مجھ پر حق کا القاء کرتا ہے' وہ غیب کی سب باتوں کا جاننے والا ہے۔"

جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ ﴿٤٩﴾ قُلْ اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰى نَفْسِيْ ۚ
وَاِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوْحِيْٓ اِلَيَّ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ ﴿٥٠﴾ وَ لَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ
وَ اُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٥١﴾ وَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖ ۚ وَ اَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾
وَّقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ يَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿٥٣﴾ وَ حِيْلَ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ
مَا يَشْتَهُوْنَ كَمَا فُعِلَ بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿٥٤﴾ ع

(۴۹) آپ فرمادیں ”دین حق آ پہنچا ہے اور باطل نہ تو پیدا کرسکتا ہے اور نہ پھیر کر لاسکتا ہے۔“

(۵۰) آپ کہہ دیجیے ”اگر میں گمراہ ہوگیا ہوں تو میری گمراہی کا وبال مجھ پر ہے اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو اس وحی کی بنا پر جو میرا رب مجھ پر نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ بڑا سننے والا اور قریب ہی ہے۔“

(۵۱) کاش آپ ان کو اس وقت دیکھیں جب یہ گھبرا رہے ہوں گے اور کہیں بچ کر نہ جاسکیں گے اور قریب ہی سے پکڑ لیے جائیں گے۔

(۵۲) اس وقت یہ کہیں گے کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ اور اب دور جگہ سے ایمان کو کیسے پکڑا جاسکتا ہے؟

(۵۳) حالانکہ یہ لوگ اس سے پہلے اس حق کے منکر تھے اور دور دراز جگہ سے اندھیرے میں تیر پھینکا کرتے تھے۔

(۵۴) اس وقت ان کے اور ان کی خواہش کے درمیان روک کردی جائے گی جس طرح اس سے پہلے ان کے پیش رووں کے ساتھ کیا گیا ہے۔ بیشک یہ لوگ سخت شکوک وشبہات میں پڑے ہوئے تھے۔ [۱۳]

---

۱۲ شرک وکفر اور انکار آخرت کی بنیاد سراسر جہالت اور آباؤ اجداد کی کورانہ تقلید پر مبنی ہے۔ ورنہ اس سے پہلے نہ تو اللہ کی طرف سے کوئی کتاب ایسی آئی ہے اور نہ کسی رسول ہی نے یہ تعلیم دی ہے کہ اللہ کے سوا ہماری یا دوسروں کی بھی پوجا کرو' بلکہ ہر پیغمبر نے اپنے بشر ہونے کا دعوی کیا اور کہا ہے کہ میں تمہارے جیسا انسان ہوں' تاہم اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے' اس کے سوا میں کچھ نہیں ہوں۔

۱۳ آج جو لوگ کفر کررہے ہیں' پیغمبروں کی تکذیب کررہے ہیں اور ان پر طرح طرح کے الزام لگارہے ہیں' قیامت کے دن یہ لوگ اپنے ایمان کا اظہار کریں گے' حالانکہ اب ایمان کیسا؟ وہ موقع نکل گیا جب ایمان لاکر اپنے آپ کو بچاسکتے تھے۔ یہ موقع تو دنیا میں حاصل تھا۔ قیامت کے دن ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوگی۔

❋ ❋ ❋

آیاتھا: 45 | سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَّكِّيَّةٌ | رُکوعاتھا: 5

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ
وَرُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ① مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ
مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
الْحَكِيْمُ ② يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ
مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ③ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ
رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ④ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا

(۱) سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے،[لے] جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں- وہ اپنی مخلوق کی بناوٹ میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے- یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے-

(۲) اللہ اپنی رحمت کا دروازہ بندوں پر کھول دے تو کوئی نہیں جو اسے بند کر سکے- اور اگر اس کا دروازۂ رحمت بند ہو جائے تو کوئی نہیں جو اسے کھول سکتا ہو، اور وہ عزیز و حکیم ہے-

(۳) اے افرادِ انسانی، اللہ تعالیٰ نے اپنی جن نعمتوں سے تمہیں فیضیاب کیا ہے، ان پر غور کرو، کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان و زمین کی بخشائشوں سے رزق دے رہا ہے؟ نہیں کوئی معبود مگر اس کی ذات، تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو؟[ئے][(1)] (۴) اب اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلاتے ہیں (تو یہ کوئی نئی بات نہیں) کیونکہ آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جا چکے ہیں اور تمام امور اللہ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے-[سے] (۵) اے لوگو! بلاشبہ اللہ کا وعدہ برحق ہے لہٰذا.......

لے یہ سورۃ مکی ہے اور عہدِ وسطیٰ کی تنزیلات سے ہے- اس کا دوسرا نام سورۃ الملائکہ ہے- اس سورۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر تنبیہ کی گئی ہے اور ناصحانہ انداز میں فہمائش بھی- آخرت کے ثبوت کے طور پر دلائل پیش کیے گئے ہیں اور خود انسان کی بدءِ خلق سے اس کے اعادہ کے امکان پر استدلال کیا گیا ہے-

سلسلہ کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے جیسا کہ مکی سورتوں کا انداز ہے اور بتایا ہے کہ آپ کا کام ان کو سمجھانا ہے سو وہ فریضہ آپ نے ادا کر دیا ہے- اب آپ ان کے رویے پر غمگین نہ ہوں اور ان کو راہِ راست پر لانے کی فکر میں اپنی جان نہ گھلائیں- علاوہ ازیں ایمان قبول کرنے والوں کو بشارتیں دی ہیں تا کہ ان کے دل مضبوط ہوں اور وہ راہِ حق میں ثابت قدم رہیں-

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۵۶-

تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۗ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۵ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا
يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۶ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
ع ۲ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۷ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ
مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۸
وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۹ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ
الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ
اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۱۰ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا

---

دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ اللہ کے بارے میں تمہیں بڑا دھوکے باز دھوکے میں ڈال دے۔

(۶) بلاشبہ شیطان تمہارا دشمن ہے اس لیے تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ وہ اہل دوزخ میں شامل ہو جائیں۔

(۷) جن لوگوں نے کفر کا ارتکاب کیا ان کے لیے سخت عذاب ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ (۸) بھلا وہ شخص جس کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا اور وہ اسے اچھا سمجھ رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ پس (اے نبیؐ) ان کافروں پر حسرتیں کھا کر کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے، جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ خوب جانتا ہے۔[ع]

(۹) وہ اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ بادل اٹھاتی ہیں پھر ہم اس بادل کو کسی خشک علاقے کی طرف لے جاتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے مری پڑی زمین کو جلا اٹھاتے ہیں اسی طرح لوگوں کا جی اٹھنا ہوگا۔

(۱۰) جو لوگ عزت کے بھوکے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ تمام عزت بخشیاں اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں، تمہارے اعمال صالحہ اس کی درگاہ تک پہنچتے ہیں اور وہی نیک عمل کرنے والوں کے درجے بلند کرتا ہے۔[1] اور جو لوگ برائیوں کے لیے مکر و سازش کر رہے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر خود ہی نابود ہو جائے گا (۱۱) اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر

---

ع سورۃ کی تمہیدی آیات توحید و صفات کے بیان پر مشتمل ہیں اور قرآن مجید عموماً توحید ربوبیت پر استدلال کرتے ہوئے اللہ کی نعمتوں کا ذکر کرتا ہے۔

---

(۱) "الہلال" ۱۲ مارچ ۱۹۱۳ء ص ۳۔

تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَ مَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ

كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَ مَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖۗ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ

وَ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَ مِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى

الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ

النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ۖ ؗ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ

الْمُلْكُ ؕ وَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ؕ ﴿۱۳﴾ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا

دُعَآءَكُمْ ۚ وَ لَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ

خَبِيْرٍ ﴿۱۴﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ

---

نطفے سے' پھر تمہیں جوڑا جوڑا بنایا' کوئی مادہ حاملہ نہیں ہوتی اور نہ وہ وضع حمل کرتی ہے' مگر وہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوتا ہے- اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر ملتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے مگر یہ سب کچھ کتاب میں لکھا ہوا ہے' بلاشبہ یہ سب کام اللہ پر (نہایت) آسان ہیں- (۱۲) اور دونوں دریا (کیفیت میں) مساوی نہیں ہیں' ایک میٹھا' پیاس بجھانے والا' پینے میں خوشگوار ہے- اور ایک کھاری کڑوا ہے- اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زینت کا وہ سامان نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو- اور (اے مخاطب!) تم پانی میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ اس کا سینہ چیرتی ہوئی چلی جاتی ہیں تا کہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو- (۱۳) وہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے کہ ان میں ہر ایک مقررہ وقت تک چلتا رہے گا- یہی اللہ تمہارا رب ہے' اسی کی بادشاہی ہے اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ ذرہ بھر بھی اختیار نہیں رکھتے- (۱۴) اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری پکار سن نہیں سکتے- اور اگر سن بھی لیں تو اس کا تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکتے اور وہ قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کر دیں گے اور حقیقت حال کی صحیح خبر تمہیں خدائے خبیر کے سوا کوئی نہیں دے سکتا- ۵ (۱۵) اے لوگو! تم اللہ کے دروازے کے فقیر اور سائل ہو' اللہ تو تمہاری مدد سے بے نیاز ہے (۱۶-۱۷) اگر وہ چاہے تو تم سے اپنا رشتہ.........

---

''قرآن' اس نظام ربوبیت سے توحید الٰہی پر استدلال کرتا ہے کہ جو رب العالمین تمام کائنات کی پرورش کر رہا ہے اور جس کی ربوبیت کا اعتراف تمہارے دل کے ایک ایک ریشے میں موجود ہے' اس کے سوا کون اس کا مستحق ہو سکتا ہے کہ بندگی و نیاز کا سر اس کے آگے جھکایا جائے؟

ع آیت ۴ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ ان کی تکذیب پر دل برداشتہ نہ ہوں کیونکہ یہ تو پہلے سے مشرکین کی سنت چلی آ رہی ہے- قیامت تو برحق ہے لیکن دنیا کی زندگی اور شیطان نے لوگوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے-

ع اوپر کی آیات میں عوام الناس کو خطاب تھا' اب آیت ۸ سے وہ لوگ مخاطب ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں پورا زور

وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٦﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ ﴿١٧﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ۚ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلٰى
حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۗ إِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَأَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۚ
وَمَنْ تَزَكّٰى فَإِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۚ وَإِلَى اللّٰهِ الْمَصِيرُ ﴿١٨﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ﴿١٩﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ
وَلَا النُّورُ ﴿٢٠﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُورُ ﴿٢١﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَآءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ
يَّشَآءُ ۚ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُورِ ﴿٢٢﴾ إِنْ أَنْتَ إِلَّا نَذِيرٌ ﴿٢٣﴾ إِنَّآ أَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَّ
نَذِيرًا ۚ وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ﴿٢٤﴾ وَإِنْ يُّكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ

---

کاٹ لے اور ایک دوسری مخلوق پیدا کر دے' اور اس کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں۔ ۵ (۱) (۱۸) اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا- اور اگر کوئی گراں بار کسی دوسرے کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے پکارے گا تو اس کے بوجھ سے کچھ نہ ہٹایا جائے گا خواہ وہ پکارنے والا قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو- اے نبی! آپ صرف انہی لوگوں کو متنبہ کر سکتے ہیں جو بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں- اور جو شخص بھی پاکیزگی اختیار کرتا ہے وہ اپنی ہی بھلائی کے لیے کرتا ہے اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے- ۶ (۱۹) اندھا اور بینا برابر نہیں ہو سکتے (۲۰) اور نہ تاریکیاں اور روشنی یکساں ہیں (۲۱) اور نہ سایہ اور روشنی کی تپش دونوں برابر ہیں (۲۲) اور نہ زندے اور مردے دونوں مساوی ہیں' اللہ جس کو چاہتا ہے' سنوا دیتا ہے- مگر (اے نبی!) آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں مدفون ہیں- (۲۳) آپ صرف ڈرانے والے ہیں! (۲۴) یقیناً ہم ہی نے آپ کو حق دے کر بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے- اور کوئی قوم دنیا کی ایسی نہیں جس میں (بدعملیوں کے نتائج سے) متنبہ کرنے والا کوئی رسول نہ گزرا ہو-(۲) (۲۵) اور اگر یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں وہ بھی جھٹلا چکے ہیں- ان کے پاس ان کے

---

صرف کر رہے تھے-

۵ آیت ۱۴ میں قیامت کے دن ان معبودوں کی بے بسی بیان کی ہے کہ قیامت کے دن ان کے یہ معبود ان کے شرک کی تردید کریں گے اور اپنی عبادت کرنے والوں سے بیزاری کا اعلان کریں گے' جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ مزعومہ رب اور دیوتا سب باطل ہیں-

۶ انسان ہر آن اپنے وجود و بقا میں ذات باری تعالیٰ کا محتاج ہے اور ذات باری تعالیٰ نے باوجود بے پروا ہونے کے "انسان کے لیے زندگی کے اسباب فراہم کیے- لہٰذا یہ مت خیال کرو کہ تم فنا ہو گئے تو اس کی عظمت و سلطنت میں کچھ فرق آ جائے گا- ہر گز نہیں اگر وہ چاہے تو تمہیں فنا کر کے دوسری نئی مخلوق لے آئے-

---

(۱) "الہلال" ۱۳ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۱۱- (۲) "ترجمان" جلد اول ص ۱۸۱-

جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَ بِالۡكِتٰبِ الۡمُنِيۡرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذۡتُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَكَيۡفَ
كَانَ نَكِيۡرِ ﴿۲۶﴾ اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا ؕ وَ مِنَ
الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيۡضٌ وَّ حُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهَا وَ غَرَابِيۡبُ سُوۡدٌ ﴿۲۷﴾ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الۡاَنۡعَامِ
مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخۡشَى اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ غَفُوۡرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ
الَّذِيۡنَ يَتۡلُوۡنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرۡجُوۡنَ
تِجَارَةً لَّنۡ تَبُوۡرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمۡ اُجُوۡرَهُمۡ وَ يَزِيۡدَهُمۡ مِّنۡ فَضۡلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوۡرٌ شَكُوۡرٌ ﴿۳۰﴾ وَ
الَّذِيۡۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ مِنَ الۡكِتٰبِ هُوَ الۡحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيۡرٌۢ
بَصِيۡرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا مِنۡ عِبَادِنَا ۚ فَمِنۡهُمۡ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ ۚ
وَ مِنۡهُمۡ مُّقۡتَصِدٌ ۚ وَ مِنۡهُمۡ سَابِقٌۢ بِالۡخَيۡرٰتِ بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَضۡلُ الۡكَبِيۡرُ ﴿۳۲﴾

---

رسول واضح دلائل اور صحیفے اور روشن کتاب لے کر آئے (۲۶) پھر ہم نے ان لوگوں کو جو کفر کے مرتکب ہوئے تھے پکڑ لیا- سو دیکھ لو کہ میرے انکار کا نتیجہ کیسا نکلا؟ (۲۷) کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ آسمان سے پانی نازل کرتا ہے پھر اس کے ذریعہ سے ہم گونا گوں رنگ کے پھل نکالتے ہیں- اور اسی طرح پہاڑوں میں ہم نے مختلف رنگوں کے طبقات پیدا کیے، کوئی سفید کوئی لال' بعض کالے سیاہ ہیں- (۲۸) اور اسی طرح آدمیوں' جانوروں اور چارپایوں کی رنگتیں بھی کئی طرح کی ہیں' جن میں اللہ نے بڑی حکمتیں رکھی ہیں- اللہ کا خوف اس کے بندوں میں سے علماء ہی کو ہو سکتا ہے (یعنی انہی دلوں میں پیدا ہو سکتا ہے' جنہوں نے کائنات کے ان حقائق و اسرار کا مطالعہ کیا ہے اور اس کے علم و حکمت سے بہرہ اندوز ہیں) یقیناً اللہ عزیز و غفور ہے-[1] (۲۹) جو لوگ کتاب الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے رات دن خرچ کرتے ہیں وہ ایک ایسی تجارت کی امید لگائے ہوئے ہیں' جس کو کبھی خسارہ نہیں ہوگا- (۳۰) تاکہ اللہ ان کے اجر پورے کے پورے ان کو دے اور اپنے فضل سے ان کو مزید عطا فرمائے' بیشک وہ بڑا بخشنے والا قدر دان ہے- (۳۱) اور جو کتاب ہم نے آپ کی طرف بذریعہ وحی بھیجی ہے وہ سراسر برحق ہے' وہ اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے' بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال سے باخبر اور دیکھنے والا ہے- (۳۲) (پھر پچھلی قوموں کے بعد) ہم نے اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو کتاب الٰہی (قرآن) کا وارث ٹھہرایا جنہیں ہم نے اپنی خدمت کے لیے اختیار کر لیا (یعنی مسلمانوں کو) پس ان میں سے ایک گروہ تو ان کا ہے جو اپنے نفوس پر (ترک اعمال حسنہ وارتکاب معاصی سے) ظلم کر رہے ہیں' دوسرا (ان کا جنہوں نے معاصی کو ترک اور اعمال حسنہ کو اختیار کیا ہے- خدا پرستی اور ترک نفسانیت میں ان کا درجہ درمیانہ اور) متوسطین کا ہے' تیسرے وہ جو اذن الٰہی سے تمام اعمال حسنہ و صالحہ میں اوروں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں- اور یہ خدا کا بہت ہی بڑا فضل والا ہے-[2]

---

(۱) "الہلال" ۲۴ جون ۱۹۱۴ء ص ۶ (۲) "الہلال" ۳ دسمبر ۱۹۱۳ء ص ۸-

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَ لِبَاسُهُمْ فِیْهَا حَرِیْرٌ ﴿۳۳﴾ وَ قَالُوا
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ
لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا یُقْضٰى
عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ وَ هُمْ یَصْطَرِخُوْنَ
فِیْهَا ۚ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا یَتَذَكَّرُ فِیْهِ مَنْ
ع ۱۶ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِیْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ ﴿۳۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ
وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ
فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَ لَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَ لَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ

(۳۳) ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے، وہاں انہیں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشم کا ہوگا۔ (۳۴) اور کہیں گے تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ یقیناً ہمارا رب بخشنے والا اور بڑا قدر دان ہے (۳۵) کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو دائمی قیام گاہ میں اتارا۔ اب یہاں ہمیں نہ کوئی کلفت پیش آتی ہے اور نہ کسی قسم کی تکان لاحق ہوتی ہے۔ (۳۶) اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے دوزخ کی آگ ہے۔ نہ ان کا کام تمام کیا جائے گا کہ مر جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی (کسی وقت) ان سے ہلکا کیا جائے گا۔ ہم ہر ناسپاس کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ (۳۷) اور منکرین آخرت دوزخ میں چلاتے رہیں گے "خدایا! ہم کو جہنم سے نکال کہ صالح اعمال بجا لائیں۔ وہ نہیں جنھیں پہلے (صالح کام سمجھ کر) کرتے تھے (بلکہ وہ جو فی الحقیقت صالح ہیں)"[1] (جواب ملے گا) کیا ہم نے تمہیں دنیا میں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اگر کسی کو سوچنا منظور ہوتا تو وہ اس میں سوچ لیتا۔ اور علاوہ ازیں تمہارے پاس ڈرانے والے بھی آئے، سو اب تمہاری سزا یہی ہے کہ اپنے کیے کا بدلہ چکھتے رہو اب ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ (۳۸) بیشک اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ چیز سے واقف ہے۔ وہ تو سینوں کے چھپے ہوئے راز تک سے خوب واقف ہے۔ (۳۹) وہی تو ہے جس نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔ اب جو کفر کی روش اختیار کرے گا تو اس کے کفر کا وبال اسی پر ہوگا اور کافروں کا کفران کے رب کے ہاں اس کا غضب بڑھانے کا ہی موجب ......

"خدا تعالیٰ اپنے کلمہ توحید کی حفاظت کے لیے مسلمانوں کی اعانت کا محتاج نہیں بلکہ ہم اس کے فضل کے محتاج ہیں۔ جو قوم فرض الٰہی ادا کرتی ہے تاج اقبال اور سریر عظمت پر اس کا قبضہ رہتا ہے۔ جب احکام الٰہیہ کی سرکشی اور نافرمانی میں مبتلا ہو جاتی ہے تو خدا اپنی دنیا کو حکم دے دیتا ہے کہ اس کی فرمانبرداری سے سرکش و متمرد ہو جائے۔ جو اپنے حاکم کا مطیع نہیں اسے کیا حق ہے کہ اس کے ماتحت اس کی اطاعت کریں"۔

ے مکہ معظمہ میں جو لوگ اسلام قبول کر رہے تھے ان سے ان کے مشرک رشتہ دار کہتے کہ تم ہمارے کہنے سے اس نئے دین کو اختیار نہ کرو اور

(1) "البلاغ" ۱۱ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۷۔

إِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ أَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ
الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ أَمْ آتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ إِن يَعِدُ
الظّٰلِمُونَ بَعْضُهُم بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا ﴿۴۰﴾ إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ أَن تَزُولَا ۚ وَلَئِن
زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِّن بَعْدِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴿۴۱﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ
لَئِن جَآءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدٰى مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿۴۲﴾
اسْتِكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا

---

ہوتا ہے۔ (۴۰) آپ ان سے کہیے: بھلا دیکھو تو جن خود ساختہ شریکوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، مجھے بھی بتاؤ کہ انہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے؟ یا آسمانوں کے بنانے میں ان کی کس قدر شرکت ہے؟ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے جس کی بنا پر وہ کوئی واضح سند رکھتے ہیں؟

بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) ظالم ایک دوسرے کو نرے فریب کے وعدے دے رہے ہیں (۴۱) یقیناً اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین کو ٹل جانے سے روکے ہوئے ہے، اور اگر وہ اپنے مرکز سے ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی نہیں جو انہیں روک سکے۔ بے شک وہ بڑا حلیم، بڑی مغفرت کرنے والا ہے۔

(۴۲) اور یہ لوگ اللہ کی پرزور قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے، اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آ گیا تو یہ دنیا کی ہر ایک قوم سے بڑھ کر راست رو ہوں گے۔ پھر جب ان کے پاس ڈرانے والا آ گیا تو ان کی حق سے نفرت میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا (۴۳) زمین میں ان کی سرکشی بڑھ گئی اور بری چالیں چلنے لگے۔ اور بری چال کا وبال اس کے کرنے والے پہ لوٹ آتا ہے۔[11] تو پھر یہ لوگ کس بات کی راہ تک رہے ہیں؟

---

آبائی دین پر قائم رہو۔ تمہارا عذاب تو اب ہماری گردن پر۔ قرآن مجید نے وضاحت فرمائی کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہو گا اور کسی پر دوسرے کا بوجھ ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جب قیامت آئے گی تو ہر ایک کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوں گے۔ کوئی کسی کا ذرہ برابر بوجھ بھی اپنے اوپر لینے کے لیے تیار نہ ہو گا۔

۸ آیت ۲۷، ۲۸ میں بتایا کہ اس کائنات میں ہر مرحلہ پر اختلاف اور تنوع پایا جاتا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات کو کسی زبردست حکیم نے پیدا کیا ہے۔ پھر خاص انسانی طبائع اور اذہان کے اختلاف پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں ہے بلکہ حکمت تخلیق کا شاہکار ہے۔

۹ اہل ایمان کے تین طبقے قرار دے کر مولانا آزاد رحمہ اللہ اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) "جو نفوس پر ظلم کر رہے ہیں کیونکہ خدا سے غافل اور اس کے رشتے کی عزت کو بھولے ہوئے ہیں، دلوں میں اعتقاد اور حسن ایمانی تو ضرور رکھتے ہیں پر ایمانی قوت میں ضعف بدرجہ کمال ہے اور عمل مفقود۔

سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَلَمْ
يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ
قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾
وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ
اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ ع

کیا اس سنت کی جو اگلے لوگوں کی رہ چکی ہے؟ تو یاد رکھو، تم اللہ کی سنت کو کبھی بدلتا ہوا نہیں پاؤ گے اور نہ کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کی سنت کے احکام پھیر دیے جائیں (۴۴) پھر کیا یہ غافل زمین پر چلتے پھرتے نہیں کہ گزشتہ قوموں کے آثار و حالات کا مطالعہ کریں اور سوچیں کہ ان قوموں اور طاقتوں کو غفلت و زیادتی کا کیسا نتیجہ بھگتنا پڑا- حالانکہ وہ قوت و تعداد میں ان سے بڑھی ہوئی تھیں- یاد رکھو اللہ تعالیٰ کو (جو حق کا حامی اور زیادتی کا انصاف کرنے والا ہے) دنیا کی کوئی طاقت بھی عاجز نہیں کر سکتی' وہ سب کے حالات سے واقف اور ہر بات کی قدرت رکھنے والا ہے-[1]

(۴۵) اگر وہ لوگوں کو ان کے ظلم و زیادتی کی پاداش میں فوراً پکڑتا تو روئے زمین پر کسی جاندار ہستی کو باقی نہ چھوڑتا- لیکن (یہ اس کا قانون ہے کہ وہ اپنے ہر کام کو اسباب و عمل کی ترتیب اور طبعی تدریج کے ساتھ انجام دیتا ہے- اس لیے) وہ ایک مقررہ وقت تک ظالموں کو مہلت دیتا ہے...... پھر جب ان کا وقت آ پہنچے گا تو (تم خود بخود انقلاب حالت دیکھ لو گے) بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں (کے ہر نیک و بد عمل) کو دیکھ رہا ہے-[2]

(ب) درمیانی طبقہ جو غفلت سے متنبہ ہوا' اعمال حسنہ اختیار کیے اور امر الٰہی کے آگے سر اطاعت خم کیا-

(ج) اعلیٰ ترین طبقہ جو نہ صرف خیرات و محاسن کا انجام دینے والا ہے بلکہ ان میں اوروں سے پیش رو بھی ہے- اور نیکی کی صفوں میں سب سے آگے بڑھنے والا''-

الغرض یہ تیسرا طبقہ وارثین کتاب میں صف اول کے لوگ ہیں-

اور یہ صحابہ کرام میں مہاجرین و انصار میں السابقون الاولون لوگ ہیں جن میں سرفہرست بالترتیب خلفائے اربعہ اور عشرہ مبشرہ شامل ہیں-

بعض علماء نے اس آیت کو سورۂ واقعہ کی آیت کا ہم معنی قرار دیا ہے اور اپنی جان پر ظلم کرنے والوں سے منافق اور کافر مراد لیے ہیں- مگر یہ تفسیر سیاق قرآن کے خلاف ہے- کیونکہ یہاں تین گروہوں کا ذکر فرما کر ان کا جنتی ہونا بیان کیا ہے اور اس کے بعد اہل دوزخ کا ذکر فرمایا ہے- لہٰذا یہاں پر ''ظالم لنفسہ'' سے گنہگار مسلمان مراد ہیں- جو بالآخر جنت میں چلے جائیں گے جیسا کہ متعدد آثار صحابہ رضی اللہ عنہم

(۱) ''ترجمان القرآن'' جلد اول ص ۴۲۱- (۲) ''الہلال'' ۲۱ جنوری ۱۹۱۴ء ص ۴-

سے ثابت ہے اور جمہور مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے- اور حدیث "**شفاعتی لاهل الکبائر من امتی**" سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے- واللہ اعلم!

۱۰ ان وارثین کتاب کے بالمقابل ایک دوسرا گروہ جن کا انجام آیت ۳۶-۳۷ میں بیان فرمایا ہے- اس کے بعد پھر توحید کا بیان اور شرک کی تردید آخر سورۃ تک چلی گئی ہے-

۱۱ آیت ۴۳-۴۴ میں قانون فطرت کے تحت پاداش عمل پر تنبیہ کی ہے کہ اگر یہ لوگ اپنی روش سے باز نہیں آئیں گے تو پچھلے کافروں کی طرح ان پر بھی عذاب الٰہی نازل ہو کر رہے گا- ان کے بارے میں اللہ کی سنت تبدیل نہیں ہو سکتی-

"جس طرح ہر بات کے لیے فطرت کے مقررہ قانون ہوئے اسی طرح قوموں اور جماعتوں کی سعادت و شقاوت اور حیات و ممات کا بھی ایک قانون ہوا- اور جس طرح فطرت کے تمام قوانین یکساں عالمگیر اور غیر مبدل ہیں اسی طرح یہ قانون بھی ہمیشہ ایک ہی طرح رہا ہے- قوانین فطرت میں تبدیلی نہیں- یہ طبیعت انسانی کا وجدانی اذعان ہے- یہ اعتقاد کہ آگ جلاتی ہے انسان کو صرف اتنی ہی بات سے حاصل ہو گیا کہ آگ نے ایک مرتبہ جلایا تھا-

طبیعت انسانی کا یہی وجدانی تاثر ہے جس نے ہمارے ذہن میں استقراء کا اعتقاد پیدا کیا- یعنی جزئیات کا تجربہ کرنا اور اس کے ذریعہ سے کلیات تک پہنچنا- اب ہمارے تمام علوم کا سنگ بنیاد ہی یہی ہے-

قرآن کہتا ہے کہ اعمال انسانی کے سلسلے میں یہ حقیقت معطل نہیں ہوگئی- پہلے بھی بے شمار قومیں اسی زمین میں گزر چکی ہیں- ان کی بھی آبادیاں تھیں قوتیں تھیں شوکتیں تھیں دنیا کی سیر کرو مٹی ہوئی نشانیوں کا کھوج لگاؤ پھر دیکھو سعادت و شقاوت کے قانون کا کیسا عمل درآمد ہو چکا ہے-"

۱۲ یعنی اگر بنی آدم کے اعمال پر فوری گرفت ہوتی تو کوئی متنفس بھی زمین پر باقی نہ رہتا- لیکن اللہ تعالیٰ نے ڈھیل دے رکھی ہے اور جزائے اعمال کے لیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے-

"اگر تدریج و امہال کی یہ فرصتیں اور بخششیں نہ ہوتیں تو دنیا میں ایک وجود بھی فرصت حیات سے فائدہ نہ اٹھا سکتا- ہر غلطی ہر کمزوری ہر نقصان ہر فساد اچانک بیک دفعہ بربادی و ہلاکت کا باعث ہو جاتا- واللہ اعلم!"

❋ ❋ ❋

| | | |
|---|---|---|
| اٰیاتُہا: 83 | سُوْرَۃُ یٰسٓ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُہا: 5 |

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

یٰسٓ ۝١ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ۝٢ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝٣ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝٤ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ
الرَّحِیْمِ ۝٥ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُھُمْ فَھُمْ غٰفِلُوْنَ ۝٦ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ
لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝٧ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِھِمْ اَغْلٰلًا فَھِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَھُمْ مُّقْمَحُوْنَ ۝٨ وَجَعَلْنَا مِنْ
بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِھِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ۝٩ وَسَوَآءٌ عَلَیْھِمْ
ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝١٠ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ
بِالْغَیْبِ ۚ فَبَشِّرْہُ بِمَغْفِرَۃٍ وَّاَجْرٍ کَرِیْمٍ ۝١١ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ ۭ
وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ۝١٢ وَاضْرِبْ لَھُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَۃِ ۘ اِذْ جَآءَھَا ع ۱

(۱) یٰس (۲) قسم ہے قرآن حکیم کی (۳) کہ آپ یقیناً رسولوں سے ہیں (۴) آپ سیدھی راہ پر ہیں (۵) یہ قرآن عزیز ورحیم کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔[1] (۶) تا کہ ان لوگوں کو جن کے آباواجداد (کسی پیغمبر کی زبانی) متنبہ نہیں کیے گئے اور اس لیے غفلت میں پڑے ہوئے ہیں' آپ ان کو متنبہ کردیں۔[(1)] (۷) ان میں سے اکثر پر کلمہ عذاب ثابت ہو چکا ہے سو وہ ایمان نہیں لائیں گے (۸) ہم نے گمراہی اور شیطان کی غلامی کے طوق ان کی گردنوں میں ڈال دیے جو اُن کی ٹھوڑیوں تک آگئے ہیں اور ان کے سر پھنس کر رہ گئے ہیں۔[2] (۹) ہم نے ایک دیوار ان کے آگے کھڑی کر دی ہے اور ایک ان کے پیچھے اس طرح انہیں ڈھانک دیا ہے لہٰذا وہ کچھ نہیں دیکھتے (۱۰) اور ان کے لیے یکساں ہے آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں' یہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے (۱۱) آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت کی پیروی کرے اور بن دیکھے خدائے رحمٰن سے ڈرے' سو ایسے شخص کو مغفرت اور باعزت اجر کی خوشخبری سنا دیجیے۔ (۱۲) ہم یقیناً مردوں کو زندہ کریں گے اور جو افعال انہوں نے کیے اور جو آثار پیچھے چھوڑ جاتے ہیں وہ سب ہم لکھ رہے ہیں اور ہر شے کو اس کتاب واضح میں ہم نے جمع کر دیا ہے۔[(3)] (۱۳) آپ مثال کے طور پر ان کو اس بستی والوں کا قصہ سنائیے جب کہ اس میں کئی......

ل یہ سورہ بھی مکی ہے اور عہد وسطیٰ کی تنزیلات سے ہے۔ اس سورہ میں کفار قریش کو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر ایمان نہ لانے اور ظلم وستم سے اس کا مقابلہ کرنے کے انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ تاہم دوسری مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی تینوں امور پر استدلال کیا گیا ہے جن کا

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۸۸۔ (۲) "الہلال" ۱۳ اگست ۱۹۱۲ء ص ۵۔ (۳) "الہلال" ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۶۔

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾
قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا

---

رسول آئے-[۳] (۱۴) جب پہلے ہم نے ان کے پاس دو رسول بھیجے تو انہوں نے ان کی تکذیب کی' پھر ہم نے تیسرے سے ان کی تائید کی' اور انہوں نے کہا "بلاشبہ ہم تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں"-

(۱۵) بستی والوں نے جواب دیا "تم کچھ نہیں مگر ہم جیسے انسان ہو اور خدائے رحمان نے کوئی چیز نازل نہیں کی' تم محض جھوٹ بولتے ہو-"[۴] (۱۶) ان رسولوں نے کہا: "ہمارا رب............

---

تعلق بنیادی عقائد سے ہے-

(الف) آثار کائنات سے توحید پر استدلال-(ب) آخرت پر استدلال (ج) رسالت محمدی پر استدلال- کہ انبیاء اپنی تبلیغ پر کچھ اجرت طلب نہیں کرتے اور ان کی دعوت عقل سلیم کو اپیل کرتی ہے لہٰذا وہ سچے نبی ہیں-

۲ یعنی طوقوں کی وجہ سے نہ سر نیچے جھکا سکتے ہیں اور نہ ادھر ادھر پھیر سکتے ہیں- اس لیے وہ اپنے سر اٹھائے کھڑے ہیں- مراد ضد اور ہٹ دھرمی ہے-

"انسان کے تمام کاموں کی جڑ یقین و اعتقاد کا استحکام ہے- اسی کو شریعت "ایمان" کے لفظ سے تعبیر کرتی ہے- خدا کا تصور یا تو انسان کو محبت کی شکل میں اپنی طرف کھینچتا ہے یا خوف کی عظمت و ہیبت دکھلا کر اپنے آگے جھکا لیتا ہے- لیکن جن کے گلوں میں نفس و شیطان کے طوق پڑ گئے ہیں' ان کی فطرت کو عبودیت الٰہی سے گویا اجنبیت ہو گئی ہے-"

۳ اس بستی سے مراد شام کا شہر انطاکیہ ہے اور رسولوں سے مراد وہ رسول ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ کے لیے بھیجے تھے- نیز بیان کیا گیا ہے کہ اس زمانہ میں انطیخش اس علاقے کا بادشاہ تھا- مگر تاریخی حیثیت سے یہ قصہ بے بنیاد ہے کیونکہ انطاکیہ میں ان بادشاہوں (یعنی سلوقی خاندان) کا دور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے ختم ہو چکا تھا-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں انطاکیہ رومیوں کے زیر تسلط تھا اور کسی عیسائی روایت سے بھی ثابت نہیں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس شہر میں مبلغ بھیجے ہوں- اور پھر بائبل کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انطاکیہ وہ پہلا شہر ہے جہاں کثرت سے غیر اسرائیلیوں نے مسیحیت کو قبول کیا' حالانکہ قرآن مجید کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے انبیاء کی دعوت کو رد کر دیا اور بالآخر عذاب الٰہی میں گرفتار ہو گئے-

اس قصہ سے مقصد قریش کو تنبیہ کرنا ہے کہ تم ہٹ دھرمی سے باز آ جاؤ ورنہ تمہارا انجام بھی وہی ہو گا جو ان لوگوں کا ہوا-

۴ مشرکین اور اہل ضلالت زمانہ قدیم سے اس گمراہی میں مبتلا چلے آئے ہیں کہ بشر (انسان) اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا- اس مفروضہ کی بنا پر انہوں نے تمام انبیاء علیہم السلام کی دعوت کو یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ تم تو ہماری طرح انسان ہو' ہماری طرح کھانے پینے کے محتاج ہو اور بازاروں میں چلتے پھرتے ہو' گویا نبوت و رسالت اور بشریت' یہ دونوں متضاد ہیں' (دیکھیے سورۃ الفرقان: ۷-۲۰' الانبیاء: ۳-۷-۸'

يَعۡلَمُ اِنَّاۤ اِلَيۡكُمۡ لَمُرۡسَلُوۡنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيۡنَاۤ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِيۡنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَيَّرۡنَا
بِكُمۡ‌ۚ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَهُوۡا لَنَرۡجُمَنَّكُمۡ وَلَيَمَسَّنَّكُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوۡا طَآئِرُكُمۡ
مَّعَكُمۡ‌ؕ اَئِنۡ ذُكِّرۡتُمۡ‌ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنۡ اَقۡصَا الۡمَدِيۡنَةِ رَجُلٌ
يَّسۡعٰى قَالَ يٰقَوۡمِ اتَّبِعُوا الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا يَسۡـَٔـلُكُمۡ اَجۡرًا وَّهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۲۱﴾

---

خوب جانتا ہے کہ یقیناً ہم تمہاری طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں۔

(۱۷) اور ہمارے ذمہ تو صاف صاف پہنچا دینا ہے'' (۱۸) بستی والوں نے کہا: ''ہم تمہیں اپنے لیے منحوس سمجھتے ہیں، اگر تم باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کر ڈالیں گے اور ہم سے تمہیں دردناک سزا ملے گی۔''[۵]

(۱۹) رسولوں نے جواب دیا ''تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہے، تم کو جو نصیحت کی گئی، تو لگے تم نصیحت کرنے والے کو منحوس کہنے، اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ حد سے بڑھ گئے ہو۔''

(۲۰) (اتنے میں) شہر کے پرلے کنارے سے ایک آدمی دوڑتا ہوا بڑھا، اس نے کہا: ''اے میری قوم سچائی کے ان رسولوں کے حکموں کو مان لو۔

(۲۱) ایسے لوگوں کی اطاعت کرو جو گمراہی سے تمہیں نجات بخشتے ہیں، پھر اپنی محنت اور خدمت کا کچھ بدلہ نہیں مانگتے، اور وہ خود سیدھی راہ چل رہے ہیں۔[۶]

---

المومنون: ۲۴-۳۳-۳۴، ابراہیم: ۱۰-۱۱-التغابن: ۶، بنی اسرائیل: ۹۴-۹۵)

۵ آیندہ آیت ۱۸ میں جس طعن کا ذکر ہے، اس قسم کی جہالت کا اظہار قدیم زمانہ سے لوگ اپنے انبیاء کے متعلق کرتے چلے آئے ہیں۔ (دیکھیے: الاعراف: ۱۳۰، النمل: ۴۷) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی کفار اور منافقین نے ایسی ہی بات کہی (النساء: ۷۷)

۶ انبیاء کی دعوت ذاتی مفاد سے بالا اور بے لوث ہوتی ہے اور پھر ان کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہوتا۔ یہی ان کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔۔ مولانا آزاد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''اب سے اٹھارہ سو برس پہلے رومیوں کے عظیم الشان شہر انطاکیہ کے کنارے سے دعوت حق کی صدا اٹھی تھی، وہ ایک پاک روح تھی جس نے لوگوں کو نبیوں اور رسولوں کے اتباع کی طرف بلایا تھا اور کہا تھا کہ ''ان بتوں کی پوجا چھوڑ دو جو تمہیں کچھ بھی نفع و ضرر نہیں پہنچا سکتے۔'' اس کے سچے رسولوں کی پیروی میں بڑی بڑی سزاؤں اور جسمانی عقوبتوں کی پروا نہ کی، حتی کہ اس راہ میں شہید ہو گیا۔''

مگر ہم نے اپنے حواشی قرآن (اشرف الحواشی) میں توضیح کی ہے کہ اس بستی سے انطاکیہ مراد نہیں بلکہ دوسری کوئی بستی مراد ہے۔ ملاحظہ ہو سورہ یٰس وضاحت نمبر ۲۔ واللہ اعلم!

منزل ۵

وَمَا لِيَ لَآ أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٢﴾ ءَأَتَّخِذُ مِنْ دُونِهِ آلِهَةً إِنْ يُرِدْنِ
الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَ لَا يُنْقِذُونِ ﴿٢٣﴾ إِنِّي إِذًا لَّفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ﴿٢٤﴾
إِنِّي آمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُونِ ﴿٢٥﴾ قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ بِمَا
غَفَرَ لِي رَبِّي وَ جَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ﴿٢٧﴾ وَ مَآ أَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهِ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ
مِّنَ السَّمَآءِ وَ مَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ﴿٢٨﴾ إِنْ كَانَتْ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَإِذَا هُمْ خٰمِدُونَ ﴿٢٩﴾
يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٣٠﴾ أَلَمْ يَرَوْا
كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ ﴿٣١﴾ وَ إِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَّدَيْنَا
مُحْضَرُونَ ﴿٣٢﴾ وَ آيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚ أَحْيَيْنٰهَا وَ أَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ﴿٣٣﴾

وقف غفران — ع ۲

(۲۲) اور مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں ایسی کھلی اور صریح تعلیم سے آنکھیں بند کرلوں اور جس پروردگار نے مجھے پیدا کیا ہے اس کی پرستش سے انکار کردوں' حالانکہ تم سب لوٹ کر اسی کی طرف جاؤ گے۔ (۱)

(۲۳) کیا میں اسے چھوڑ کر ایسے معبود بنالوں کہ خدائے رحمٰن مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ ان کی شفاعت میرے کام آسکتی ہے اور نہ یہ مجھے چھڑا ہی سکتے ہیں (۲۴) اگر میں ایسا کروں' تب تو میں صریح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا (۲۵) میں تمہارے رب پر ایمان لاچکا ہوں' سو تم میری بات سن لو"

(۲۶) (آخر کار ان لوگوں نے اسے شہید کر دیا) پس بشارت ملی کہ جنت طیبہ میں داخل ہو جاؤ' اس وقت اس نے کہا" کاش میری قوم جانتی (۲۷) کہ میرے پروردگار نے مجھے کس طرح بخش دیا اور اپنے نوازے ہوؤں میں شامل کرلیا"۔ (۲)

(۲۸) اس کے بعد اس کی قوم پر ہم نے آسمان سے کوئی فوج نہیں اتاری اور نہ ہم فوج بھیجنے والے تھے (۲۹) صرف ایک ہولناک آواز تھی' تو یکا یک وہ سب بجھ کر رہ گئے (۳۰) کیا ہی افسوس ہے بندوں کے حال پر کہ کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کا انہوں نے مذاق نہ اڑایا ہو۔

(۳۱) کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں کہ وہ ان کے پاس لوٹ کر نہیں آئے؟

(۳۲) اور یہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جائیں گے (۳۳) اور لوگوں کے لیے مردہ زمین ایک نشانی ہے کہ ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس سے اناج نکالا پھر اس اناج میں سے لوگ کھاتے ہیں۔

ے یہاں تک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا مرسل ہونے کا بیان تھا۔ اور اصحاب القریہ کا قصہ بیان کر کے گویا کفار مکہ کو ان کے انکار

(۱) "الہلال" ۲۹ جولائی ۱۹۱۲ء ص ۷
(۲) ایضاً۔

وَ جَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ
ثَمَرِهٖ ۙ وَ مَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا
تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ اٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا
هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَ الْقَمَرَ

(۳۴) اور ہم نے اس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے اور ہم نے اس میں چشمے جاری کیے (۳۵) تاکہ لوگ اللہ کے عطا کردہ پھل میں سے کھائیں' اور یہ سب کچھ ان کے ہاتھوں کا بنایا ہوا نہیں ہے' تو پھر شکر کیوں نہیں بجالاتے؟ (۳۶) پاکی اور بزرگی ہے اس ذات کے لیے' جس نے زمین کی پیداوار میں اور انسان میں اور ان تمام مخلوقات میں' جن کا انسان کو علم نہیں' دو دو اور متقابل چیزیں پیدا کیں۔ ۸ [1] (۳۷) ان کے لیے ایک اور نشانی رات ہے' اس پر سے ہم دن کو اتار لیتے ہیں تو وہ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ (۳۸) اور دیکھو سورج کے لیے جو قرارگاہ ٹھہرا دی گئی ہے وہ اسی پر چلتا ہے۔ یہ عزیز و علیم خدا کی اس کے لیے تقدیر ہے۔ [2]

وتکذیب اور مخالفت حق کے رویہ پر ملامت کی ہے۔ اب یہاں آیت ۳۳ سے توحید و آخرت کا مضمون شروع ہو رہا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کے مابین باعث نزاع بنا ہوا تھا۔

۸ قرآن مجید نے ہر مقام پر توحید و آخرت کے اثبات میں ان حقائق کو پیش کیا ہے جو شب و روز ان کے مشاہدہ میں آتے ہیں مثلاً مردہ زمین سے نباتات کا ظہور' رات دن کا اختلاف اور اس میں نظام شمسی کی کارفرمائی' جو نہایت احکام اور باقاعدگی سے اپنا کام کر رہا ہے۔ پھر یہ نظام شمسی اپنی عظمت اور حیرت انگیزی کے باوجود ایک بہت بڑی کہکشاں کا ایک حصہ ہے۔ اور جس کہکشاں میں ہمارا یہ نظام شمسی شامل ہے اس میں تقریباً تین ہزار ملین آفتاب پائے جاتے ہیں۔ یہ سارا کائناتی نظام کسی عزیز و حکیم کی قدرت و علم کے بغیر وجود میں نہیں آ سکتا ہے' اور یہ تمام نظام ربوبیت جس طرح اللہ تعالیٰ کی ہستی پر زبردست دلیل ہے' اسی طرح توحید و آخرت پر بھی بہت بڑی دلیل ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم نے ان حقائق کی طرف "آیت محکم" فرما کر انسان کو متوجہ کیا ہے۔

آیت نمبر ۳۶: "کائنات میں وہ قانون بھی کارفرما ہے جسے قرآن مجید نے قانون تزویج سے تعبیر کیا ہے۔ ہم اسے قانون تثنیہ بھی کہہ سکتے ہیں یعنی ہر چیز کے دو دو ہونے یا متقابل یا متماثل ہونے کا قانون۔ کائنات خلقت کا کوئی گوشہ بھی دیکھو' تمہیں کوئی چیز یہاں اکہری اور طاق نظر نہیں آئے گی۔ ہر چیز میں جفت اور دو دو ہونے کی حقیقت کام کر رہی ہے۔ رات کے لیے دن ہے' صبح کے لیے شام ہے' نر کے لیے مادہ ہے' مرد کے لیے عورت ہے' زندگی کے لیے موت ہے۔" [1]

نظام کائنات اس قدر محکم بنایا ہے کہ تمام سیارے اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔ اسے مولانا آزاد حقیقت اسلامی سے تعبیر کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

"حقیقت اسلامی کی اطاعت و انقیاد نے ہر مخلوق کو اپنے اپنے دائرہ عمل میں محدود کر دیا ہے۔ اور ہر وجود سر جھکائے ہوئے اپنا اپنا فرض

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۸۳۔ (۲) "الہلال" ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۷۔ (۳) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۴۲۔

قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا
الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ
الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ
وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ
اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا
عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى

---

(۳۹) اور چاند کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں' یہاں تک کہ آخر میں وہ کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح رہ جاتا ہے (۴۰) نہ تو آفتاب کے اختیار میں ہے کہ چاند کو جا لے اور نہ ہی (۳) رات ہی کے بس میں ہے کہ دن سے پہلے ظاہر ہو جائے اور تمام اجرام سماویہ اپنے اپنے دائروں کے اندر پھر رہے ہیں۔ (۱) (۴۱) اور ان کے لیے نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا (۴۲) اور ہم نے اسی جیسی اور کشتیاں بھی پیدا کیں جن پر یہ سوار ہوتے ہیں۔ ۹ (۴۳) اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں' پھر نہ کوئی ان کا فریاد رس ہو اور نہ کسی اور طرح بچائے جا سکیں۔ (۴۴) مگر یہ ہماری رحمت ہی ہے (جو انہیں پار لگاتی ہے) اور ایک وقت معین تک ان کو زندگی سے متمتع ہونے کا موقع دیتا ہے۔ (۴۵) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم اس (عذاب) سے بچو جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے (تو وہ کچھ پروا نہیں کرتے)۔ (۴۶) اور ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ان کے سامنے نہیں آتی مگر یہ لوگ اس سے روگردانی کر جاتے ہیں۔ (۴۷) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو کافر لوگ مومنوں سے کہتے ہیں: کیا ہم ان کو کھانا کھلائیں جن کو اگر اللہ چاہتا تو خود کھانے کو دیتا' تم لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو'' (۴۸) اور یہ لوگ کہتے ہیں ..........

---

انجام دینے میں مشغول ہے۔ تمام ستاروں کا باہمی جذب محیط ہمیشہ اس تسویہ و میزان کے ساتھ قائم ہے کہ عظیم الشان قوتوں کے پہاڑ آپس میں نہیں ٹکراتے۔ ان کی حرکت و سیر کی مقدار اور اوقات مقررہ میں طلوع و غروب ایک ایسا غیر ممکن التبدیل قانون ہے' جس میں کبھی کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔''

---

۹ آیت ۴۱ کے تحت' بھاری جہازوں کا سمندر کو پار کرنا مذکور ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اور اس پر انسان کے معاشی اسباب و ذرائع کا انحصار ہے۔

۱۰ دلائل توحید کے بعد اب آخرت کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ پہلے آخرت کا منظر پیش کیا ہے اور اس کے بعد آخر سورہ میں اس کے دلائل ذکر کیے ہیں جو آیت ''اولم یروا'' سے شروع ہوتے ہیں۔

---

(۱) ''الہلال'' ۴ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۷۔

هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ
يَخِصِّمُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّ لَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٥٠﴾ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا
هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿٥١﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا
وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿٥٢﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا
مُحْضَرُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّ لَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٥٤﴾ اِنَّ
اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿٥٥﴾ هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿٥٦﴾
لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿٥٧﴾ سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿٥٨﴾ وَامْتَازُوا
الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٩﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ
عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٠﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۣ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ

---

اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ یہ (قیامت کا) وعدہ آخر کب پورا ہوگا؟ (۴۹) یہ لوگ صرف ایک ہولناک عذاب کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کو آ پکڑے گا، جب یہ لوگ (اپنے دنیوی معاملات میں) لڑ جھگڑ رہے ہوں گے۔

(۵۰) پھر اس وقت نہ وصیت ہی کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ سکیں گے (۵۱) اور ایک صور میں پھونکا جائے گا تو یکا یک یہ قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف تیزی سے چلنے لگیں گے (۵۲) کہیں گے "ہائے خرابی ہماری! ہم کو کس نے ہماری خواب گاہوں سے اٹھا دیا"؟ (جواب دیا جائے گا) "یہ وہی چیز ہے جس کا خدائے رحمان نے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے سچ فرمایا تھا" (۵۳) بس وہ ایک ہی زور کی آواز ہوگی جس سے وہ یکا یک ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے (۵۴) اس روز کسی پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا اور تم کو صرف انہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ (۵۵) بیشک اہل جنت اس روز مزے کرنے میں مشغول ہوں گے (۵۶) وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسندوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ (۵۷) ان کے لیے جنت میں ہر قسم کے میوے ہوں گے اور جو وہ طلب کریں گے ان کے لیے حاضر ہوگا (۵۸) رب رحیم کی طرف سے ان کو سلام کہا جائے گا (۵۹) (اور کہا جائے گا) اے مجرمو! تم آج مومنوں سے الگ ہو جاؤ (۶۰) اے اولاد آدم! کیا ہم نے تم سے اس کا عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی پوجا سے باز رہو کیونکہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے؟[11] (۶۱) اور صرف ہماری ہی عبادت کرو کہ یہی ہدایت کی حقیقی

---

(۱۱) شیطان کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنے کو اس کی عبادت کہا ہے:

"یہاں شیطان کی اطاعت کو بندگی اور عبادت سے تعبیر کیا اور عبادت الٰہی کے اس میثاق کو یاد دلایا جو "الست بربکم" کے سوال کے جواب میں تمام بنی آدم سے لیا جا چکا ہے۔ پس حقیقت اسلامی چاہتی ہے کہ انسان قوت شیطانی سے باغی ہو کر صرف خدا تعالیٰ کا ہو جائے۔"

اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ
تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا
یَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى یُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ
نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤى اَعْیُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى یُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى
مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِیًّا وَّ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِی الْخَلْقِ اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾ ع
وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿۶۹﴾ لِّیُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَیًّا وَّ یَحِقَّ الْقَوْلُ
عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَ ذَلَّلْنٰهَا

---

راہ ہے[(۱)]

(۶۲) (مگر اس کے باوجود) اس نے تم میں سے گروہ کثیر کو گمراہ کر دیا تو کیا تم سمجھتے نہ تھے؟

(۶۳) اب یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا تھا (۶۴) جو کفر تم کرتے رہے ہو اس کی پاداش میں آج اس میں داخل ہو جاؤ۔ (۶۵) اس روز ہم ان کے مونہوں پر مہریں کر دیں گے اور جو کچھ یہ لوگ کرتے رہے ہیں اس کی بابت ان کے ہاتھ بولیں گے اور پاؤں گواہی دیں گے۔

(۶۶) اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھیں مٹا دیں، پھر یہ راستے کی طرف دوڑیں، لیکن وہ اس کو کہاں سے دیکھ سکیں گے؟

(۶۷) اگر ہم چاہیں تو ان کو ان کے مقام پر ہی اس طرح مسخ کر دیں کہ یہ لوگ آگے نہ چل سکیں اور نہ پیچھے ہی لوٹ سکیں (۶۸) اور جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں تو اس کی ساخت کو ہم الٹا کر دیتے ہیں۔ کیا یہ (اس کے بعد بھی) سمجھتے نہیں؟ (۶۹) اور ہم نے اس پیغمبر کو نہ شعر گوئی سکھلائی ہے اور نہ شاعری اس کے لائق ہے، بس یہ تو ایک نصیحت اور نہایت واضح قرآن ہے (۷۰) تاکہ وہ ہر اس شخص کو ڈرائے جو زندہ ہو اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔[۱۲]

(۷۱) کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لیے مواشی پیدا کیے ہیں۔ پھر یہ لوگ ان کے مالک ہیں۔

---

(۱۲) آیت ۶۹۔۷۰ میں کفار کے الزامات کی تردید ہے۔ کفار قریش کو آپ کی دعوت کو رد کرنے کے لیے کوئی اور بہانہ نہ ملتا تو آپ کی باتوں کو شاعرانہ تخیل قرار دے کر بے وقعت ٹھہرانے کی کوشش کرتے۔ ان کے جواب میں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت و

---

(۱) "الہلال" ۱۱ دسمبر ۱۹۱۲ء۔

لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوا
مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُحْضَرُونَ ﴿٧٥﴾
فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٦﴾ أَوَلَمْ يَرَ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ
نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُبِينٌ ﴿٧٧﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ ۖ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ
رَمِيمٌ ﴿٧٨﴾ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنْشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ﴿٧٩﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ
مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ ﴿٨٠﴾ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ

(۷۲) اور ہم نے انہیں اس طرح ان کا مطیع کر دیا ہے کہ ان میں سے بعض پر سوار ہوتے ہیں اور بعض کا گوشت کھاتے ہیں۔ (۷۳) اور ان مویشیوں میں ان کے لیے بہت سے فوائد اور پینے کی چیزیں (دودھ وغیرہ) بھی ہیں' پھر یہ لوگ کیوں شکر بجا نہیں لاتے؟ (۷۴) اور انہوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا لیے ہیں' شاید کہ ان سے کچھ مدد کیے جائیں؟ (۷۵) لیکن وہ معبود ان کی کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ اور حال یہ ہے کہ یہ لوگ ان کے حاضر باش لشکر بنے ہوئے ہیں۔

(۷۶) سو اے نبی! ان کی باتیں آپ کے لیے موجب رنج نہ ہوں' بلاشبہ جو کچھ یہ ظاہر کر رہے ہیں اور جو کچھ چھپا رہے ہیں' ہم سب جانتے ہیں۔

(۷۷) کیا انسان دیکھتا نہیں کہ ہم نے اسے ایک نطفہ سے پیدا کیا' پھر ناگہاں وہ صریح جھگڑالو بن گیا (۷۸) اور ہماری شان میں مثالیں بیان کرتا ہے اور اپنی اصل پیدائش کو بھول گیا ہے' کہتا ہے' ان ہڈیوں کو' جب کہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں' کون زندہ کرے گا؟

(۷۹) آپ کہہ دیجیے کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا اور وہ ہر قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے (۸۰) اور دیکھو، وہ کارفرمائے قدرت جس نے سرسبز درخت سے تمہارے لیے آگ پیدا کی اور اب تم اس سے (اپنے چولھوں کی) آگ سلگا لیتے ہو۔ (1)

(۸۱) اور کیا جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے' وہ اس پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسے پیدا کر دے؟ کیوں نہیں! وہ

رسالت کے جس مقام پر فائز ہیں' شاعری کو اس سے کوئی مناسبت نہیں۔ شاعری کا حسن اور کمال تو جھوٹ' مبالغہ آرائی' بلند خیالی' بلند پروازی اور فرضی نکتہ آفرینی ہے۔ جب کہ نبی علیہ السلام کی شان ان چیزوں سے بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ہی ایسی بنائی تھی کہ باوجود خاندان عبدالمطلب سے ہونے کے' جس کا ہر فرد فطرۃ شاعر ہوتا' پوری عمر میں کوئی شعر نہ

(1) "الہلال" ۱۵ر جنوری ۱۹۱۳ء۔

وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰی ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ
یَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

ماہر خلاق' ہر چیز کو جاننے والا ہے

(۸۲) بس اس کی شان تو یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا' وہ فوراً ہو جاتی ہے۔

(۸۳) پس وہ ذات پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے!

---

کہا۔ یوں رجز وغیرہ کے موقع پر زبان مبارک سے کبھی کوئی مقفیٰ عبارت ایسی نکل گئی جو شعر کا سا وزن رکھتی تھی' تو وہ الگ بات ہے۔ اسے شعر یا شاعری نہیں کہا جا سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تو کیا شعر کہتے' کسی دوسرے شاعر کا کوئی شعر یا مصرع تک اس کے ٹھیک وزن پر ادا نہ کر پاتے (یا نہیں کیا کرتے) تھے۔

٭٭٭

اٰیَاتُهَا: 182 | سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰتِ مَكِّیَّةٌ | رُكُوْعَاتُهَا: 5

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ﴿۲﴾ فَالتّٰلِیٰتِ ذِكْرًا ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾ رَبُّ
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا وَ رَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾ اِنَّا زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِزِیْنَةِ
الْكَوَاكِبِ ﴿۶﴾ وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿۷﴾ لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ
یُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ
فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ
مِّنْ طِیْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَ یَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ اِذَا ذُكِّرُوْا لَا یَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِذَا رَاَوْا
اٰیَةً یَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ قَالُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا

---

(۱) قسم ہے[1] (مجاہدین کے) ان (گھوڑوں) کی جو (دشمنوں سے لڑنے کے لیے) صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں (۲) پھر (مجاہدین) اپنے گھوڑوں کو زور سے للکارتے اور دشمنوں پر حملے کرتے ہیں (۳) پھر (لڑائی سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ذکر الٰہی (اور تلاوت قرآن مجید) میں مشغول ہو جاتے ہیں۔[(۱)] (۴) بلاشبہ تم سب کا معبود ایک ہی ہے (۵) وہ آسمانوں اور زمین کا' اور جو کچھ ان دونوں کے مابین ہے' ان سب کا وہ رب ہے، اور وہ رب ہے سارے مشرقوں کا[2] (۶) ہم نے آسمان دنیا کو تاروں کی زینت سے آراستہ کیا ہے (۷) اور ہر سرکش شیطان سے اسے محفوظ کر دیا ہے۔[3] (۸-۹) یہ شیاطین ملأ اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے اور ہر طرف سے دور ہٹانے کو مارے جاتے ہیں اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔ (۱۰) مگر ہاں جو شیطان اچک کر کوئی خبر لے بھاگے تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔ (۱۱) اب ان کافروں سے پوچھیے کہ "ان کی پیدائش زیادہ مشکل ہے یا جن کو ہم پیدا کر چکے ہیں؟" ان کو ہم نے لیس دار گارے سے پیدا کیا ہے۔ (۱۲) بلکہ آپ تعجب کرتے ہیں اور یہ مذاق اڑاتے ہیں۔ (۱۳) اور جب ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو وہ قبول نہیں کرتے۔ (۱۴) اور جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ہنسی کرتے ہیں۔ (۱۵) اور کہتے ہیں یہ تو صریح جادو ہے۔

---

[1] یہ سورہ بھی مکی ہے اور عہد وسطیٰ کی تنزیلات سے ہے۔ اس کا موضوع بھی توحید و آخرت اور رسالت ہے۔ کفار قریش ان تینوں کے منکر تھے۔ اور جب آپ توحید و آخرت کی طرف دعوت دیتے تو مخالفین اسے شاعری یا جنون کہہ کر ٹال دیتے اور تمسخر و استہزاء سے اس دعوت کا مقابلہ کرتے۔ اس سورہ میں ان کو تنبیہ کی گئی اور صاف صاف خبردار کر دیا گیا کہ جس پیغمبر کا تم مذاق اڑا رہے ہو وہ تم پر غالب آ کر رہے گا۔
تنبیہ کے ساتھ ساتھ تفہیم و ترغیب کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ توحید و آخرت پر دلائل کے ساتھ عقیدہ شرک کی لغویت بیان کی ہے اور اس

ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ۝۱۶ اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ۝۱۷ قُلۡ نَعَمۡ وَ اَنۡتُمۡ دَاخِرُوۡنَ ۝۱۸ فَاِنَّمَا هِىَ
زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ ۝۱۹ وَ قَالُوۡا يٰوَيۡلَنَا هٰذَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ۝۲۰ هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ
الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ۝۲۱ اُحۡشُرُوا الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا وَ اَزۡوَاجَهُمۡ وَ مَا كَانُوۡا يَعۡبُدُوۡنَ ۝۲۲ مِنۡ ع ۱ ۲۱ ۵
دُوۡنِ اللّٰهِ فَاهۡدُوۡهُمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡجَحِيۡمِ ۝۲۳ وَقِفُوۡهُمۡ اِنَّهُمۡ مَّسۡـُٔوۡلُوۡنَ ۝۲۴ مَا لَـكُمۡ لَا
تَنَاصَرُوۡنَ ۝۲۵ بَلۡ هُمُ الۡيَوۡمَ مُسۡتَسۡلِمُوۡنَ ۝۲۶ وَ اَقۡبَلَ بَعۡضُهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ يَّتَسَآءَلُوۡنَ ۝۲۷
قَالُوۡۤا اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ تَاۡتُوۡنَنَا عَنِ الۡيَمِيۡنِ ۝۲۸ قَالُوۡا بَلۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ۝۲۹ وَ مَا كَانَ لَنَا
عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ‌ ۚ بَلۡ كُنۡتُمۡ قَوۡمًا طٰغِيۡنَ ۝۳۰ فَحَقَّ عَلَيۡنَا قَوۡلُ رَبِّنَاۤ ‌ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوۡنَ ۝۳۱

---

(۱۶) بھلا جب ہم مرگئے اور مٹی اور (بوسیدہ) ہڈیاں ہوگئے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے؟ (۱۷) اور کیا ہمارے اگلے آباواجداد بھی (اٹھائے جائیں گے)؟ (۱۸) آپ کہہ دیجیے: ہاں اور تم ذلیل ہوگے۔[۴] (۱۹) وہ تو بس ایک ہی جھڑکی ہوگی تو یکا یک یہ دیکھنے لگیں گے۔ (۲۰) اور یہ کہیں گے "ہائے خرابی یہ تو جزا کا دن ہے!" (۲۱) یہ وہی فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ (۲۲-۲۳) (حکم ہوگا) گھیر لاؤ سب ظالموں اور ان کے ساتھیوں کو اور ان کو بھی جن کی یہ لوگ اللہ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے، پھر ان سب کو دوزخ کی راہ دکھاؤ۔[۵] (۲۴) اور انہیں ٹھہراؤ کہ ان سے پوچھا جائے گا (۲۵) کیا ہوگیا تمہیں اب تم ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ (۲۶) بلکہ وہ سب اس دن سر جھکائے کھڑے ہوں گے (۲۷) اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر سوال و جواب کریں گے (۲۸) ماتحت لوگ سرداروں سے کہیں گے "تم ہم پر سیدھے رخ سے چڑھ آتے تھے۔" (۲۹) وہ کہیں گے "نہیں بلکہ تم خود ہی مومن نہ تھے۔ (۳۰) ہمارا تم پر کوئی زور نہ تھا بلکہ تم خود ہی سرکش لوگ تھے۔ (۳۱) آخرکار ہم سب پر ہمارے رب کا فرمان ثابت ہوگیا کہ ہم عذاب کا مزہ چکھنے والے ہیں۔[۶]

---

کے برے نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اہل ایمان کو خوشخبری دی ہے اور اس سلسلہ میں تاریخی وقائع ذکر کیے ہیں۔

۲ شروع سورہ میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ جو اس کائنات کا خالق و مالک ہے وہی اصل معبود ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ خالق و مالک اور مربی تو کوئی اور ہستی ہو، اور الٰہ (مستحق عبادت) کوئی اور ہو۔

۳ عرب میں کہانت کا بہت چرچا تھا اور کاہن غیب کی خبریں دیتے رہتے تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ جن و شیاطین ہمارے قبضہ میں ہیں اور وہ انہیں ہر طرح کی خبریں لاکر دیتے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تو کفار مکہ نے آپ پر بھی کہانت کا الزام لگایا۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ملأ اعلیٰ تک شیاطین کی رسائی ممکن نہیں اگر وہ ملأ اعلیٰ سے کوئی خبر سننے کی کوشش کرتے ہیں تو شہاب ثاقب ان کا تعاقب کرتا ہے۔ اس طرح ملأ اعلیٰ کے اس نظام میں شیاطین کی دخل اندازی ممکن نہیں۔

۴ آخرت کے بارے میں کفار یہ شبہ پیش کرتے کہ آخرت ممکن نہیں۔ اس لیے مرنے کے بعد انسان کا جی اٹھنا محال ہے۔ ان کے جواب میں فرمایا کہ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے۔ پھر جس نے پہلی مرتبہ انسان کو مٹی سے پیدا کیا ہے وہ اسے دوبارہ بھی پیدا کرسکتا ہے۔

فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿٣٢﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ
نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٤﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَ
يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣٧﴾
اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿٣٨﴾ وَ مَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِلَّا عِبَادَ
اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿٤١﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَ هُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٤٢﴾ فِيْ
جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٤٣﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿٤٤﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿٤٥﴾ بَيْضَآءَ
لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿٤٦﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

---

(۳۲) سو ہم نے تمہیں گمراہ کیا اور ہم خود بھی گمراہ تھے" (۳۳) اس طرح وہ سب اس روز عذاب میں شریک ہوں گے (۳۴) بلاشبہ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔ (۳۵) یہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو یہ تکبر کا اظہار کرتے (۳۶) اور کہا کرتے تھے "کیا ہم ایک دیوانے شاعر کے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟" (حالانکہ وہ شاعر اور دیوانہ نہیں ہے) (۳۷) بلکہ سچا دین لے کر آیا تھا اور اس نے سب رسولوں کی تصدیق کی تھی (۳۸) بیشک تم سب کو دردناک عذاب کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ (۳۹) اور تمہیں وہی بدلہ دیا جا رہا ہے جو تم کرتے رہے ہو (۴۰) مگر ہاں اللہ کے چیدہ چیدہ بندے (۴۱) کہ ان کے لیے مقرر شدہ رزق ہے (۴۲) ہر طرح کے میوے...... اور ان کا اعزاز و اکرام کیا جائے گا۔ (۴۳-۴۴) وہ نعمت کے باغوں میں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ (۴۵) ان پر (شراب طہور کے) چشموں سے ساغر بھر بھر کر پھرائے جائیں گے۔ (۴۶) جو سفید رنگ کی ہوگی اور پینے والوں کے لیے لذیذ ہوگی (۴۷) نہ اس میں کوئی ضرر ہوگا اور نہ وہ (پینے والے) اس سے عقل کھو بیٹھیں گے۔[۷] (۴۸) اور اہل جنت کے پاس نگاہیں نیچی رکھنے والی، خوبصورت آنکھوں والی......

---

۵ "وما یعبدون من دون اللہ" سے مراد اصنام و شیاطین وغیرہ ہیں۔ نیز فرشتے، انبیاء اور صالحین جن کی لوگ پوجا کرتے ہیں، اس سے مستثنیٰ نہیں۔

۶ قیامت کے دن پیروؤں اور پیشواؤں کا مباحثہ ہوگا۔ کمزور اپنے پیشواؤں سے کہیں گے کہ تم نے ہمیں گمراہ کیا، ان کے پیشوا جواب دیں گے کہ تم ہم پر الزام رکھتے ہو، ہمارا تم پر کیا زور تھا، تم نے خود ہی عقل و انصاف کی راہ چھوڑ دی تھی اور ہمارے بہکاوے میں آ گئے تھے، سو آج ہم سب کو اپنی اپنی غلط کاریوں کا مزہ چکھنا ہے۔

۷ اب یہاں سے اہل جنت کا منظر پیش کیا جا رہا ہے۔ جنت کی نعمتوں میں خصوصیت کے ساتھ شراب کا ذکر کیا ہے، جو ہر قسم کی جسمانی اور

عِينٌ ﴿٤٨﴾ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ﴿٤٩﴾ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٥٠﴾ قَالَ
قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ﴿٥١﴾ يَقُولُ أَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ﴿٥٢﴾ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا
تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَدِينُونَ ﴿٥٣﴾ قَالَ هَلْ أَنتُم مُّطَّلِعُونَ ﴿٥٤﴾ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ
الْجَحِيمِ ﴿٥٥﴾ قَالَ تَاللَّهِ إِن كِدتَّ لَتُرْدِينِ ﴿٥٦﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿٥٧﴾
أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ﴿٥٨﴾ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿٥٩﴾ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٠﴾
لِمِثْلِ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ ﴿٦١﴾ أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ﴿٦٢﴾ إِنَّا جَعَلْنَاهَا
فِتْنَةً لِّلظَّالِمِينَ ﴿٦٣﴾ إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ﴿٦٥﴾ فَإِنَّهُمْ

---

عورتیں ہوں گی (۴۹) وہ گویا چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہیں۔

(۵۰) وہ (اہل جنت) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر باہم دریافت کریں گے (۵۱) ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا دنیا میں ایک ساتھی تھا۔ (۵۲) وہ (طنزاً) کہا کرتا تھا' کیا تم بھی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو؟'' (۵۳) کیا واقعی جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو ہمیں جزا و سزا دی جائے گی؟ (۵۴) وہ جنتی کہے گا'' کیا تم جھانک کر اسے دیکھنے والے ہو؟ (۵۵) پھر وہ خود ہی جھانکے گا تو اسے وسط دوزخ میں پڑا ہوا دیکھے گا۔ (۵۶) وہ جنتی اس سے کہے گا'' بخدا تو تو مجھے تباہ ہی کر دینے والا تھا!

(۵۷) اگر اللہ کا فضل میرے شامل حال نہ ہوتا تو میں بھی گرفتار شدگان میں سے ہوتا۔ (۵۸) پھر یہ جنتی اپنے ساتھیوں سے (وفور مسرت سے) کہے گا'' کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ پہلی موت کے سوائے اب ہم کو مرنا نہیں ہے اور نہ ہم کبھی عذاب دیے جانے والے ہیں؟ (۵۹) بیشک یہ بڑی کامیابی ہے۔ (۶۰) ایسی ہی کامیابی حاصل کرنے کے لیے عمل کرنے والوں کو چاہیے کہ عمل کریں۔ (۶۱) بھلا یہ مہمانی بہتر ہے یا زقوم کا درخت؟ (۶۲) ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لیے موجب فتنہ بنایا ہے۔ (۶۳) وہ درخت جہنم کی تہ سے نکلتا ہے۔ (۶۴) اور اس کے شگوفے شیطان کے سر جیسے ہیں۔ (۶۵) بے شک وہ اہل جہنم

---

روحانی ضرر رسانی سے پاک ہوگی۔ اور اہل جنت سرور حاصل کرنے کے لیے اس کے جام پییں گے۔ اور اس کے بعد دوزخ اور دوزخیوں کے عذاب کا ذکر ہے۔ دوزخ میں جانے کی سب سے بڑی وجہ جو بیان کی گئی ہے کہ ہم نے ان میں منذر (ڈرانے والے) بھیجے لیکن وہ اپنے باپ دادا کی روش پر چلتے رہے۔

لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ
لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ
اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ
ع اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾
وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۱﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۸۲﴾
وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ
مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾

---

اس سے کھائیں گے (۶۶) اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔ (۶۷) پھر ان کے اوپر سے انہیں گرم ملاوٹ کا پانی ملے گا۔ (۶۸) پھر ان کی باز
گشت جہنم کی طرف ہوگی (۶۹) بیشک انہوں نے اپنے باپ داداؤں کو گمراہ پایا (۷۰) پھر یہ بھی انہی کے نقش قدم پر دوڑے چلے گئے (۷۱)
بلاشبہ ان سے پہلے بہت سے لوگ گمراہ ہو چکے ہیں (۷۲) ان لوگوں میں بھی ہم نے ڈرانے والے بھیجے تھے (۷۳) سو دیکھو کہ ان ڈرائے
گئے لوگوں کا انجام کیسا ہوا؟ (۷۴) مگر ہاں اللہ کے بندے جو برگزیدہ تھے (وہ محفوظ رہے) (۷۵) بلاشبہ (اس سے پہلے) ہم کو نوح نے
پکارا تھا تو دیکھو، کیسے جواب دینے والے تھے؟ (۷۶) اور ہم نے نوح اور اس کے متعلقین کو کرب عظیم سے بچالیا (۷۷) اور ہم نے نوح
کی ذریت کو بقا دی کیونکہ وہی ایک صالح قوم پیدا ہوئی تھی (۷۸) اور (اسی طرح) بعد میں آنے والی قوموں اور نسلوں کے لیے دعوت نوحی
ہی کو وسیلہ ہدایت قرار دیا (۷۹) پس تمام جہانوں، قوموں اور تمام نسلوں میں سلام ہے نوح کے لیے! (جن کا وجود تمام عالم کی دعوت و
ہدایت کا مرکز تھا)۔ [1] بلاشبہ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ [8] (۸۱) بالتحقیق نوح ہمارے نیک بندوں میں سے تھا
(۸۲) پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو غرق کر دیا (۸۳) اور نوح ہی کی جماعت میں سے ابراہیم بھی ہیں۔ [9] (۸۴) جب کہ وہ اپنے پروردگار
کے حضور قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوئے [2] (۸۵) جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا "یہ کیا چیزیں ہیں جن کی تم پوجا کر رہے
ہو؟ (۸۶) کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ گھڑے ہوئے معبودوں کو چاہتے ہو؟ (۸۷) آخر اللہ رب العالمین کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟"

---

۸ آیت ۷۵ سے ان منذرین کا اجمالاً ذکر کیا ہے: (ا) حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو دعوت دینے کے بعد جب مایوس ہو گئے تو اللہ
تعالیٰ سے دعا کی کہ "میں مغلوب ہو گیا ہوں، اب ان سے میرا انتقام لے!" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اس کرب عظیم یعنی
طوفان سے نجات دی اور تمام کفار کو غرق کر دیا۔

---

(۱) "البلاغ" ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء ص ۲۰۔
(۲) "البلاغ" ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء ص ۲۱۔

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ﴿٨٨﴾ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾ فَرَاغَ إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ
فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ﴿٩٢﴾ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ﴿٩٣﴾ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ
يَزِفُّونَ ﴿٩٤﴾ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ﴿٩٥﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوا لَهُ
بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿٩٧﴾ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿٩٨﴾ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ
إِلَىٰ رَبِّي سَيَهْدِينِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ
مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ

---

(۸۸) پھر ابراہیم نے تاروں پر ایک نگاہ ڈالی (۸۹) اور کہا "میں بیمار ہوں" (۹۰) اس پر وہ لوگ اسے چھوڑ کر چلے گئے- (۹۱) ان کے بعد وہ چپکے سے ان کے معبودوں میں جا گھسا اور کہا "تم کھاتے کیوں نہیں؟ (۹۲) تم کو کیا ہوا کہ تم بولتے بھی نہیں؟" (۹۳) پھر وہ ان پر پل پڑا اور پوری قوت سے انہیں ضربیں لگائیں (۹۴) اس کے بعد قوم کے لوگ ابراہیم کے پاس دوڑتے ہوئے آئے- (۹۵) ابراہیم نے کہا "کیا تم ان بتوں کو پوجتے ہو جن کو تم خود ہی تراشتے ہو؟ (۹۶) حالانکہ تم کو اور جو تم بناتے ہو سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے- (۹۷) قوم کے لوگوں نے کہا "ابراہیمؑ کے لیے ایک عمارت بناؤ پھر اس کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو-" (۹۸) غرض انہوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ ایک برائی کا ارادہ کیا مگر ہم نے انہیں نیچا دکھا دیا-[ب] (۹۹) (ابراہیم نے کہا) میں ہر طرف سے کٹ کر اپنے پروردگار کا رخ کرتا ہوں وہ میری ہدایت کرے گا-[1] (۱۰۰) اے میرے رب! مجھ کو کوئی سعادت مند لڑکا عطا فرما (۱۰۱) اس پر ہم نے اسے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دی (۱۰۲) جب اسمٰعیل ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے تو انہوں نے (ایک دن اسمٰعیلؑ سے) کہا "میں نے خواب میں دیکھا' گویا تمہیں (راہ حق میں) ذبح کر رہا ہوں' (میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟) تم اس پر غور کرو کہ اب کیا کرنا چاہیے؟" بیٹے نے (بلا تامل) کہا (اس خواب سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک اشارہ ہے) پس آپ حکم الٰہی.......

---

(ب) حضرت نوح علیہ السلام کی نسل ہی دنیا میں باقی رہ گئی' باقی سب ہلاک ہو گئے- یا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نسل تو باقی رہ گئی اور مخالفین نیست و نابود کر دیے گئے-

"سورۃ الصافات میں حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرہ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ ان کے سلام کے ساتھ "فی العالمین" کا لفظ فرمایا- لیکن اور انبیاء کی نسبت صرف سلام پر اکتفا کیا- یہ دراصل اسی کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت نوح کی دعوت کسی خاص نسل اور قوم کے زندہ کر دینے کے لیے نہ تھی بلکہ اقوام و ملل کی ہر نسل اس کے دامن میں پناہ لے سکتی ہے-"

۹ یہاں پر حضرت ابراہیم کو حضرت نوح علیہما السلام کا شیعہ قرار دیا ہے:

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۱۷۶-

افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّاۤ اَسۡلَمَا وَ تَلَّہٗ لِلۡجَبِیۡنِ ﴿۱۰۳﴾
وَ نَادَیۡنٰہُ اَنۡ یّٰۤاِبۡرٰہِیۡمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا ۚ اِنَّا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ
ہٰذَا لَہُوَ الۡبَلٰٓـؤُا الۡمُبِیۡنُ ﴿۱۰۶﴾ وَ فَدَیۡنٰہُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَ تَرَکۡنَا عَلَیۡہِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾ ۖ
سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ ﴿۱۰۹﴾ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّہٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۱۱﴾ وَ بَشَّرۡنٰہُ
بِاِسۡحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۱۲﴾ وَ بٰرَکۡنَا

کو پورا کیجیے، مجھے آپ ان شاء اللہ صبر کرنے والوں اور (ثابت قدموں) میں پائیں گے۔[11] (۱۰۲-۱۰۳-۱۰۴) جب باپ اور بیٹا دونوں خدا کے آگے جھک گئے اور باپ نے ذبح کرنے کے لیے بیٹے کو زمین پر پچھاڑا تو اس وقت ہم نے آواز دی "اے ابراہیم! (بس کرو) تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا، ہم صاحبان احسان کو اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔[12] (۱۰۵) یہ دراصل بہت بڑی قربانی تھی (جس کی تعمیل کے لیے تم تیار ہو گئے تھے)۔[(1)] (۱۰۶) اور ذبیح (اسمٰعیل) کے فدیے میں ہم نے ایک بہت بڑی قربانی دے دی (یعنی سنت ابراہیمی کی یادگار میں تا قیامت جاری رہنے والی قربانی) (۱۰۷) اور تمام آنے والی اُمت میں اس واقعہ عظیم کا ذکر قائم کر دیا۔[(2)] (۱۰۸) پس سلام ہو (حقیقت اسلامی کے مطابق قربانی کرنے والے) ابراہیم پر (۱۰۹) ہم مقام احسان تک پہنچنے والوں کو (بقائے دوام کا) ایسا ہی بدلہ عطا فرماتے ہیں (۱۱۰) بیشک وہ ہمارے حقیقی مومن بندوں میں سے تھا۔[13] [(3)] (۱۱۲) اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی، ایک نبی صالحین میں سے......

"قرآن میں (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے علاوہ) کسی نبی کو نوح کا شیعہ یا متبع نہیں کیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ ہی کو ان کی طرف منسوب کیا کیونکہ حضرت نوحؑ نے نئی قوم کی بنیاد رکھی تھی اور یہی مشن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا۔"

چونکہ سب انبیاء علیہم السلام کا مشن ایک ہی ہوتا ہے اس لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ وہ بھی حضرت نوح علیہ السلام کے طریق پر چلنے والے تھے۔

۱۰ قرآن مجید کے مختلف مقامات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ قوم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں پھینک دیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں معجزانہ طور پر بچا لیا۔ اس طرح مشرکین کو نیچا دکھا دیا۔

۱۱ انبیاء علیہم السلام کا خواب چونکہ ایک قسم کی وحی ہوتا ہے، اس بنا پر حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کی قربانی کے لیے تیار ہو گئے اور بیٹے کو کنپٹی کے بل لٹا دیا جیسا کہ ذبیحہ کو لٹایا جاتا ہے۔ بعض علماء نے جبین کا ترجمہ پیشانی کیا ہے۔ یعنی اسے اوندھے منہ لٹا دیا تا کہ ذبح کرتے وقت بیٹے کا چہرہ دیکھ کر شفقت ومحبت پدری ہاتھ میں لرزش پیدا نہ کردے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی یہ تفسیر منقول ہے۔ واللہ اعلم!

۱۲ تو نے خواب سچ کر دکھایا کیونکہ خواب میں صرف یہ دکھایا گیا تھا کہ ذبح کر رہے ہو، یہ نہیں کہ تم نے ذبح کر دیا ہے۔ اس سے مقصود تمہارا

(۱) "البلاغ" ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء (۲) "الہلال" ۲ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۵ (۳) "الہلال" ۲۷ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۶۔

عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿١١٣﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى ع
وَهٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾
وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي
الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا

---

(۱۱۳) اور ہم نے اسے اور اسحاق کو برکت دی اور ان دونوں کی نسل سے کوئی محسن ہے اور کوئی اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا ہے (۱۱۴) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ اور ہارون پر احسان کیا (۱۱۵) اور ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑی مصیبت سے نجات دی (۱۱۶) اور ہم نے ان کی مدد کی تو آخر کار وہی غالب رہے۔ (۱۱۷) اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب عطا کی (۱۱۸) اور انہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت کی (۱۱۹) اور ہم نے بعد کی نسلوں میں ان کی تعریف چھوڑ دی (۱۲۰) موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو (۱۲۱) ہم نیک روش پر قائم رہنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں (۱۲۲) بیشک وہ دونوں ہمارے مومن بندوں سے تھے (۱۲۳) بیشک الیاس بھی رسولوں میں سے تھا۔ ۱۴ (۱۲۴) جبکہ اس نے اپنی قوم سے کہا "تم لوگ خدا سے ڈرتے نہیں؟ (۱۲۵) کیا تم بعل نامی بت.........

---

امتحان لینا تھا۔ یہ مقصد نہیں تھا کہ تمہارے ہاتھ سے بچے کو ذبح کرا دیا جائے۔ یہاں پر جس بڑی قربانی کا فدیہ مذکور ہے اس سے مراد مینڈھا ہے، جیسا کہ روایات میں مذکور ہے۔ اور بائبل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ اس طریقہ سے قیامت تک کے لیے قربانی کی سنت جاری ہو گئی کہ اسی تاریخ کو تمام اہل ایمان دنیا بھر میں جانور ذبح کر کے اس عظیم الشان واقعہ کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ اس لیے اسے بڑی قربانی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

"جب حقیقت اسلامی کی آخری مگر اصلی آزمائش کا وقت آیا تو وہ "اسلام" ہی تھا جس نے حضرت ابراہیم کے ہاتھ میں چھری دی تا کہ فرزند عزیز کو ذبح کر کے محبت ماسویٰ اللہ کی قربانی کرے۔ اور اسلام ہی تھا جس نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن جھکا دی تا کہ اپنی جان عزیز کو اس کی راہ میں قربان کر دے۔ جب باپ نے بیٹے کو مینڈھے کی طرح پکڑ کر زمین پر گرا دیا تو وہ اسلام ہی کا ہاتھ تھا جو حضرت ابراہیمؑ کے اندر کام کر رہا تھا۔ اور جب بیٹے نے ذوق و شوق کے ساتھ' جو مدتوں کے پیاسے کو آب شیریں سے ہوتا ہے' اپنی گردن مضطرب ہو کر چھری سے قریب کر دی تو وہ حقیقت اسلامی ہی کی محویت کا استیلاء تھا جس نے نفس اسماعیلؑ کو فنا کر دیا تھا اور اسی فنا سے مقام ایمان کو بقا ہے۔

(۱۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس لڑکے کی قربانی پیش کی اور جنہوں نے خود کو قربانی کے لیے پیش کیا، وہ کون تھے؟...... تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے۔ بائبل میں اکلوتے بیٹے کی قربانی کا ذکر ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وہ اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہو سکتے ہیں، نہ کہ حضرت اسحاق' کیونکہ بائبل میں ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت اسحاق علیہ السلام سے چودہ برس بڑے تھے۔ جب حضرت اسماعیل پیدا ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر چھیاسی برس کی تھی اور حضرت اسحاق کی پیدائش کے وقت سو سال کے ہو چکے تھے۔ پھر حضرت اسحاق اکلوتے بیٹے کیسے ہو سکتے ہیں؟

وَتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٢٧﴾
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٢٩﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿١٣٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ
نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣١﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٢﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٣٣﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ
وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٣٤﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٣٥﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٣٦﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ

---

کو پوجتے ہو اور سب سے بہتر پیدا کرنے والے کو چھوڑ دیتے ہو؟ (۱۲۶) یعنی اس اللہ کو جو تمہارا اور تمہارے اگلے آباو اجداد کا بھی رب ہے۔" (۱۲۷) مگر انہوں نے الیاس کی تکذیب کی...... تو وہ یقیناً سزا کے لیے پیش کیے جائیں گے (۱۲۸) مگر ہاں جو اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ (۱۲۹) اور الیاس کا ذکر خیر ہم نے بعد کی نسلوں میں باقی رکھا (۱۳۰) الیاسین پر سلام ہو (۱۳۱) بیشک ہم اسی طرح نیکو کار لوگوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں (۱۳۲) فی الواقع وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ (۱۳۳) بیشک لوط پیغمبروں میں سے تھا (۱۳۴) جبکہ ہم نے اسے اور اس کے سب متعلقین کو عذاب سے بچالیا (۱۳۵) سوائے ایک بڑھیا☆ کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی (۱۳۶) پھر دوسروں کو ہم نے تہس نہس کر ڈالا (۱۳۷-۱۳۸) اور تم (مکہ والو) شب و روز ان پر سے گزرتے

---

اس مسئلہ میں گو ہمارے مفسرین نے دونوں قول نقل کیے ہیں، مگر اصح یہی ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی تھے۔

(ا) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے جواب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت دی گئی اور انہیں "غلام حلیم" کہا۔ اور پھر اس لڑکے کے متعلق فرمایا: "فلما بلغ معه السعی قال یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحك فانظر ما ذا تری" مگر حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری حضرت سارہ کو دی گئی اور قرآن مجید نے انہیں "غلام علیم" کہا۔ اور ظاہر ہے کہ ذبح کا حکم "غلام حلیم" کے لیے ہے نہ کہ "غلام علیم" کے لیے!
(ب) حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت دیتے وقت یہ بھی فرمایا کہ ان کے ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوں گے۔ جیسا کہ سورہ ہود آیت ۷۱ میں ہے تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے ذبح کا حکم کیونکر دیا جا سکتا ہے؟ (ج) قرآن مجید نے ذبح کا سارا قصہ بیان کرنے کے بعد حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ "نبیا من الصالحین" ہوگا۔ تو پھر انہیں ذبح کرنے کا حکم کیسے دیا جا سکتا ہے؟ (د) معتبر روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جو مینڈھا ذبح کیا گیا تھا اس کے سینگ خانہ کعبہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک محفوظ رہے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ خانہ کعبہ (مکہ) میں پیش آیا تھا نہ کہ شام میں۔ اور خانہ کعبہ کی تعمیر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام شریک تھے۔ حافظ ابن کثیر مندرجہ دلائل کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذبح ہونے کے متعلق جس قدر بھی آثار ہیں وہ سب کعب احبار سے منقول ہیں جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے اور لوگوں کو اسرائیلیات سنایا کرتے تھے۔ لہٰذا یہ آثار قابل اعتماد نہیں ہو سکتے۔

☆ حضرت الیاسؑ کا شمار انبیائے بنی اسرائیل میں ہوتا ہے۔ ان کا زمانہ ۸۷۵ اور ۸۵۰ ق م کے درمیان متعین کیا گیا ہے۔ وہ جلعاد کے رہنے والے تھے جو کہ دریائے یرموک کے جنوب میں واقع تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد شمالی فلسطین میں جو اسرائیلی ریاست قائم ہوئی اس میں شرک و بت پرستی اور فسق و فجور روز افزوں ہوتا گیا۔ حتیٰ کہ اسرائیل کے بادشاہ اخیاب نے سامریہ (صدر

عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ
اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ
كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا
عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾
فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ
اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ ۣ
كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾

ع ۵ ۸ الصّٰفّٰت

---

ہوتو پھر بھی تم کو عقل نہیں آتی - (۱۳۹) اور بے شک یونس بھی پیغمبروں میں سے تھا[۱۵] (۱۴۰) جب کہ وہ بھاگ کر ایک بھری ہوئی کشتی میں پہنچا (۱۴۱) پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوا اور مغلوب ٹھہرا (۱۴۲) پھر اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ ملامت زدہ تھا (۱۴۳) پھر اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا (۱۴۴) تو روز قیامت تک اس مچھلی کے پیٹ میں پڑا رہتا (۱۴۵) بالآخر ہم نے اسے ایک چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار و ناتواں تھا (۱۴۶) اور ہم نے اس پر ایک بیلدار درخت اگا دیا (۱۴۷) اور اسے ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا (۱۴۸) سو وہ اس پر ایمان لے آئے تو ہم نے ان کو ایک خاص وقت تک بہرہ مند کیا - (۱۴۹) اے نبی! آپ ان سے دریافت کیجیے "کیا آپ کے رب کے لیے تو بیٹیاں ہوں اور ان کے لیے بیٹے؟" (۱۵۰) کیا ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا ہے اور یہ دیکھ رہے تھے؟ (۱۵۱-۱۵۲) خوب سن لو یہ لوگ اپنی بہتان طرازی سے یہ بات کہتے ہیں کہ اللہ کے لیے اولاد ہے، اور بلاشبہ یہ لوگ سراسر جھوٹے ہیں (۱۵۳) کیا اللہ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیوں کو پسند کیا ہے؟ (۱۵۴) تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم کیسا حکم لگاتے ہو؟ (۱۵۵-۱۵۶) کیا تم غور و فکر سے کام نہیں لیتے یا تمہارے پاس (ان باتوں کے لیے) کوئی واضح دلیل ہے؟ (۱۵۷) اگر سچے ہو تو اپنی کتاب لا کر پیش کرو۔[۱۶]

---

مقام) میں بعل کا مندر اور مذبح تعمیر کیا اور اس کی پرستش شروع کر دی اور اس بت کے نام پر قربانیاں دی جانے لگیں - ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت الیاس کو مبعوث کیا - حضرت الیاس نے بتوں کی مذمت کی اور ایک اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دی - اس پر قوم دشمن ہو گئی -

حضرت الیاس علیہ السلام ملک چھوڑ کر کوہ سینا کے دامن میں پناہ گزیں ہو گئے - اور پھر چند سال تک تبلیغی مہم جاری رکھی مگر قوم راہ راست پر نہ آئی - آخر حضرت الیاسؑ کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے اٹھا لیا -

۱۵ حضرت یونس علیہ السلام کا عبرانی نام یوناہ تھا جو عربی میں یونس ہو گیا - یہ بھی انبیائے بنی اسرائیل میں سے ہیں - ان کا زمانہ ۸۶۰ء ۸۷۴ء ق م بتایا جاتا ہے - اور عہد عتیق کے نوشتوں میں سے ایک نوشتہ ان کے نام سے بھی ہے - اس نوشتہ سے معلوم ہوتا ہے - کہ انہوں نے اہل نینوی کو اطلاع دی تھی کہ چالیس دن کے بعد تمہارا شہر تباہ ہو جائے گا - یہ سن کر وہ بجائے سرکشی کے توبہ و استغفار کرنے لگے اور تباہی سے بچ گئے - (سورۂ یونس: ۹۸)

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا
عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ
الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنْ
كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ
فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ
جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا
يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾
وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى
الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع

---

(۱۵۸) اور انہوں نے اللہ اور جنات کے مابین نسب کا رشتہ بنا رکھا ہے، حالانکہ جنات خوب جانتے ہیں کہ وہ (جنات) مجرم کی حیثیت سے حاضر کیے جائیں گے (۱۵۹) اللہ پاک ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں (۱۶۰) ماسوا اللہ کے مخلص بندوں کے (کہ وہ ایسی باتیں نہیں کرتے) (۱۶۱-۱۶۲) سو تم اور تمہارے معبود (شریر جنات) کسی شخص کو اللہ سے پھیر کر فتنے میں نہیں ڈال سکتے (۱۶۳) مگر ہاں اسی کو جو جہنم میں جانے والا ہے (۱۶۴) اور (ہمارا مقرب فرشتوں کا حال تو یہ ہے کہ) ہم میں سے ہر ایک کا مقام متعین ہے (۱۶۵) اور ہم تو صف بستہ کھڑے ہونے والے ہیں (۱۶۶) اور ہم (اللہ کی) تسبیح میں لگے ہوئے ہیں۔ (۱۶۷) اور بلاشبہ (نزول قرآن سے پہلے) یہ کافر کہا کرتے تھے (۱۶۸) اگر ہمارے پاس بھی پہلے لوگوں کی سی کوئی نصیحت آمیز کتاب آتی (۱۶۹) تو یقیناً ہم اللہ کے برگزیدہ بندے ہوتے (۱۷۰) مگر (جب وہ ذکر آ گیا تو) انہوں نے اس کتاب کا انکار کر دیا ہے، سو عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا۔ (۱۷۱-۱۷۲) اور ہم نے اپنے جن بندوں کو ارشاد و ہدایت کے لیے لوگوں کی طرف بھیجا' ان کی نسبت پہلے ہی ان سے کہہ دیا تھا کہ ہماری تائید و نصرت سے یقیناً وہی فتح یاب و مظفر ہونے والے ہیں (۱۷۳) اور بیشک ہماری ہی فوج سب پر غالب آ کر رہے گی۔[1] (۱۷۴) سوائے پیغمبر! آپ کچھ مدت کے لیے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے (۱۷۵) اور دیکھتے رہیے' عنقریب یہ خود بھی دیکھ لیں گے (۱۷۶) کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی مچا رہے ہیں (۱۷۷) پھر جب وہ ان کے گھروں کے صحنوں میں آ اترے گا تو وہ وقت ان کے لیے بہت برا ہوگا جن کو ڈرایا جا چکا ہے۔ (۱۷۸) پس ذرا کچھ مدت کے لیے ان سے تعارض نہ کیجیے اور دیکھتے رہیے' یہ خود بھی عنقریب اپنا انجام دیکھ لیں گے (۱۸۰) پاک ہے آپ کا رب' کمال عزت کا مالک' ان باتوں سے جو یہ لوگ بنا رہے ہیں (۱۸۱) اور سلام ہو تمام پیغمبروں پر (۱۸۲) اور ساری تعریف اللہ رب العلمین کے لیے ہے۔

نینوئی شہر جو آشوریوں کا مرکز تھا' دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر موصل شہر کے عین بالمقابل واقع تھا اور اس کا محیط ساٹھ میل تھا جس سے اس شہر کی وسعت کا پتہ چلتا ہے- اس پر حضرت یونس علیہ السلام حکم خداوندی کے بغیر دوڑ کر کشتی میں سوار ہو گئے- کشتی گنجائش سے زیادہ بھری ہوئی تھی- اثنائے سفر میں مسافروں کو بچانے کے لیے ایک شخص کا دریا میں اتارنا ضروری تھا چنانچہ قرعہ اندازی میں حضرت یونس علیہ السلام کا نام نکل آیا اور وہ سمندر میں پھینک دیے گئے اور ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا- ان تاریکیوں میں پہنچ کر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا اور تسبیح کرنے لگے- اس مچھلی نے ان کو ساحل پر اگل دیا اور حضرت یونس علیہ السلام معجزانہ طور پر زندہ نکل آئے- ساحل چونکہ چٹیل میدان تھا' اللہ تعالیٰ نے اس پر بیل اگا دی- اس کے پتوں نے حضرت یونس علیہ السلام پر سایہ کا کام دیا اور اس کے پھل سے غذا حاصل کرتے رہے- بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک لاکھ سے زائد آبادی کی طرف مبعوث کیا اور وہ حضرت یونس علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لے آئے اور ایک وقت تک انہیں مہلت دے دی گئی-

چنانچہ حضرت "یوناہ" کے بعد ۶۹۰ ق م میں ان کا ظلم و فساد پھر حد سے گزر گیا اور ایک اسرائیلی نبی "ناموم" نامی نے انہیں پیش آنے والی تباہی کی خبر دی- اس انذار و تبشیر کے ستر برس بعد اہل بابل نے ان پر حملہ کیا اور دجلہ کے سیلاب سے نینوئی کی چار دیواری میں دراڑیں پڑ گئیں اور حملہ آوروں کے لیے کوئی روک باقی نہ رہ گئی- چنانچہ آشوری تمدن کا یہ مرکز اس طرح نابود ہوا کہ ۲۰۰ ق م میں اس کا جائے وقوع بھی لوگوں کو معلوم نہ تھا-

۱۶ آیت نمبر ۱۴۹ میں اہل مکہ سے سوال کیا گیا تھا "فاستفتھم" اب یہاں دوسرا سوال ہے- اس طرح سورہ کے مضمون میں ربط پیدا ہو گیا ہے- اس سوال سے مقصود اہل مکہ کو ان کی جہالت پر متنبہ کرنا مقصود ہے-

(ا) روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض قبائلی عربوں کا عقیدہ یہ تھا کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں- قرآن مجید نے بتلایا کہ ملائکہ کو "بنات اللہ" قرار دینے کی اساس یہی ہو سکتی ہے کہ یا تو دعویٰ کرنے والے نے مشاہدہ کیا ہو اور یا پھر اس کے پاس کوئی کتابی دلیل ہو جس سے معلوم ہوتا ہو کہ ملائکہ اللہ کی بیٹیاں ہیں- پھر جب یہ دونوں چیزیں نہیں ہیں تو ایسا دعویٰ کرنا سراسر جہالت ہے-

(ب) یہاں پر "الجنۃ" سے مراد ملائکہ بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ بعد کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے-

(ج) "اللہ کے لشکر غالب ہیں" پیغمبروں نے جو حقائق پیش کیے ہیں وہ باقی ہیں اور انسان کے خودساختہ فلسفے ختم ہو گئے- پس یہاں پر غلبہ سے مراد دلیل و برہان کا غلبہ اور ان کا اخلاقی تفوق ہے- اب رہا سیاسی غلبہ تو یہ ضروری نہیں ہے-

❋ ❋ ❋

(۱) "الہلال" ۹ر جولائی ۱۹۱۳ ص ۱۰-

| اٰیَاتُھَا: 88 | سُوْرَۃُ صٓ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُھَا: 5 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ؕ ۝۱ بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ شِقَاقٍ ۝۲
كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۝۳ وَ عَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ
مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ؗ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ اِنَّ
هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝۵ وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَ اصْبِرُوْا عَلٰۤى اٰلِهَتِكُمْ ۖۚ اِنَّ هٰذَا
لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۖۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷ ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ
الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ

---

(۱) ص، قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے لبریز ہے (کہ پیغمبر کی نسبت جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں، صحیح نہیں ہے) (۲) بلکہ یہ کفار اپنے تکبر اور مخالفت میں مبتلا ہیں۔[1] (۳) ہم ان سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں، (جب عذاب آیا) تو انہوں نے چیخ پکار کی مگر وہ بچنے کا وقت نہیں تھا۔ (۴) اور لوگوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آ گیا۔ اور کافروں نے کہا "یہ جادوگر ہے، سخت جھوٹا (۵) کیا اس نے بہت سے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود بنا دیا ہے؟ بلاشبہ یہ بڑی عجیب بات ہے۔" (۶) اور ان کے سردار یہ بات کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ چلو اور اپنے معبودوں پر ڈٹے رہو، یہ بات تو ضرور کسی غرض کے لیے کہی جا رہی ہے۔ (۷) یہ بات ہم نے قریب کے کسی دین میں نہیں سنی، کچھ نہیں، یہ محض من گھڑت بات ہے۔ (۸) کیا ہم سب میں سے اسی پر ذکر الٰہی نازل کیا گیا ہے؟ دراصل یہ میرے ذکر کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں بلکہ (یہ سب کچھ اس لیے کہہ رہے ہیں کہ) انہوں نے میرا عذاب چکھا نہیں ہے۔[2] (۹) کیا آپ کے ......

---

[1] یہ سورہ بھی مکی ہے اور اعلان دعوت کے بعد یہ سورہ نازل ہوئی ہے۔ جو کہ تقریباً ۴ھ بعثت کے بعد ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو طالب کے مرض الموت کے زمانہ میں یہ سورہ نازل ہوئی جو کہ ۱۰-۱۱ بعثت ہے۔ اس کا موضوع بھی توحید و نبوت ہے اور ضمناً آخرت کا ذکر بھی آ گیا۔ جب آنحضرت ﷺ نے دعوت توحید کا آغاز فرمایا اور برملا طور پر بتوں کی مذمت شروع کی تو قریش کے سردار جمع ہو کر سردار ابو طالب کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے بتوں کی مذمت نہ کرے اور ہمیں ہماری حالت پر چھوڑ دے، تو ہم اسے اس کے دین پر چھوڑ دیتے ہیں اور اس سے کچھ تعارض نہیں کریں گے۔ اس پر ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور سرداران قریش کا فیصلہ سنایا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"چچا جان! میں تو ان کے سامنے ایسا کلمہ پیش کرتا ہوں کہ اگر یہ اسے مان لیں تو عرب ان کا تابع فرمان اور عجم ان کا باج گزار ہو جائے۔"

خَزَآئِنُ رَحۡمَةِ رَبِّكَ الۡعَزِيۡزِ الۡوَهَّابِ ﴿۹﴾ اَمۡ لَهُمۡ مُّلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا
بَيۡنَهُمَا ۟ فَلۡيَرۡتَقُوۡا فِى الۡاَسۡبَابِ ﴿۱۰﴾ جُنۡدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهۡزُوۡمٌ مِّنَ الۡاَحۡزَابِ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتۡ
قَبۡلَهُمۡ قَوۡمُ نُوۡحٍ وَّ عَادٌ وَّ فِرۡعَوۡنُ ذُو الۡاَوۡتَادِ ﴿۱۲﴾ وَ ثَمُوۡدُ وَ قَوۡمُ لُوۡطٍ وَّ اَصۡحٰبُ
لۡـَٔيۡكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الۡاَحۡزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنۡ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَ مَا يَنۡظُرُ ع
هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيۡحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنۡ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾ وَ قَالُوۡا رَبَّنَا عَجِّلۡ لَّنَا قِطَّنَا قَبۡلَ يَوۡمِ
الۡحِسَابِ ﴿۱۶﴾ اِصۡبِرۡ عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ وَ اذۡكُرۡ عَبۡدَنَا دَاوٗدَ ذَا الۡاَيۡدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا
سَخَّرۡنَا الۡجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحۡنَ بِالۡعَشِىِّ وَ الۡاِشۡرَاقِ ﴿۱۸﴾ وَالطَّيۡرَ مَحۡشُوۡرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾

---

زبردست بخشش کرنے والے رب کی رحمت کے خزانے ان کے پاس ہیں؟ (۱۰) کیا یہ آسمانوں' زمین اور جو کچھ ان کے مابین ہے' ان سب کے مالک ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ان کو چاہیے کہ رسیاں تان کر آسمان پر چڑھ جائیں (۱۱) من جملہ دیگر مخالف جماعتوں کے یہ کفار مکہ کا بھی ایک معمولی سا لشکر ہے جو وہاں شکست دے دیا جائے گا۔ (۱۲) ان سے پہلے بھی قوم نوح' عاد اور میخوں والا فرعون۔ اور ثمود اور قوم لوط اور ایکہ والے تکذیب کر چکے ہیں۔ یہی لوگ (انبیاء کے مخالفین کے) جتھے تھے (۱۳) ان میں سے ہر ایک نے رسولوں کو جھٹلایا تو ان پر میرے عذاب کا فیصلہ ثابت ہو گیا۔ (۱۴) یہ لوگ بھی بس ایک ہولناک آواز کے منتظر ہیں جس کے لیے بیچ میں دم لینا نہیں ہے۔ (۱۵) اور یہ لوگ کہتے ہیں "اے ہمارے رب' یوم حساب سے پہلے ہی ہمارے عذاب کا حصہ ہمیں جلدی سے دے دے۔" (۱۶) اے پیغمبر یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں' اس پر آپ ذرا صبر کیجیے اور ہمارے بندے داؤد کا قصہ بیان کیجیے جو بڑا صاحب قوت تھا۔ بلاشبہ وہ اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والا تھا۔[۳] (۱۷) اور ہم نے داؤد نبی کے لیے پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ صبح و شام خدا کی تسبیح کریں[(۱)] (۱۸) اور پرندوں کو بھی تابع کر دیا جو (داؤدؑ کے پاس) جمع ہو جاتے' یہ سب کے سب اس کے سامنے رجوع رہتے۔

---

اس پر انہوں نے کہا "ایک نہیں' ہم ایسے دس کلمے کہنے کو تیار ہیں مگر بتاؤ تو سہی کہ وہ کلمہ کیا ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" یہ سن کر وہ سب یکبارگی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور وہ باتیں کہنے لگے جن کا اس ابتدائی سورہ میں ذکر ہے۔

۲ "دراصل یہ میرے ذکر کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں" یعنی یہ لوگ دراصل آپؐ کو نہیں جھٹلا رہے ہیں' بلکہ میرے کلام کی تکذیب کر رہے ہیں۔ نبوت ایک وہبی چیز ہے اور اللہ جس کو چاہے عطا کر دے۔ لہٰذا ان کا یہ کہنا فضول ہے کہ "کیا تمہارے درمیان یہی ایک شخص رہ گیا ہے جس پر اللہ کا ذکر نازل کیا گیا۔" یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے نبی بنانا ہوتا تو قریش کے سرداروں میں سے کسی ایک کو نبی بنا دیتا۔

۳ آیت ۱۷ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کی تلقین کی اور حضرت داؤد کا اسوہ سامنے رکھنے کی ہدایت فرمائی کہ انہوں نے طالوت

---

(۱) "البلاغ" ۱۷/۲۴ دسمبر ۱۹۱۵ء ص ۲۲۔

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ
تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى
بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ

---

(۱۹) اور ہم نے اس کی سلطنت کو خوب مضبوط کیا تھا اور ہم نے اس کو حکمت اور فیصلہ کن خطاب کرنے کی صلاحیت عطا کی تھی-

(۲۱) بھلا آپ کو ان مقدمہ والوں کی کچھ خبر بھی پہنچی ہے جب وہ بالا خانے کی دیوار پھاند کر اندر چلے گئے-

(۲۲) جب وہ داؤد کے پاس پہنچے تو وہ انہیں دیکھ کر گھبرا گیا- وہ کہنے لگے آپ ڈریئے نہیں، ہم ایک مقدمہ کے دو فریق ہیں جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے- سو آپ حق کے ساتھ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیجیے اور بے انصافی نہ کیجیے اور راہ راست

---

کے عہد حکومت میں بہت صبر کیا- آخر حکومت انہیں ملی اور مخالفین زیر ہوئے- یا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام پر مخالفین نے الزام لگائے حالانکہ وہ بری تھے اسی طرح یہ لوگ آپ پر الزام لگا رہے ہیں-

یہاں پر حضرت داؤد علیہ السلام کو "ذا الاید" فرمایا ہے- یعنی جسمانی لحاظ سے آپ نہایت قوی تھے-

بائبل میں حضرت داؤد علیہ السلام پر زنا کرنے اور پھر اوریاہ حتی کو ایک جنگ میں قصداً مروا کر اس کی بیوی سے نکاح کر لینے کا صاف صاف الزام ہے- مگر قرآن مجید نے اس واقعہ کو کنایتاً ذکر کیا ہے، جس سے یہ تو احساس ہوتا ہے کہ حضرت داؤد سے کوئی غلطی ہوئی ہو گی، لیکن اس کی تصریح نہیں ہے- ہمارے بعض غیر محتاط مفسرین نے تو اسرائیلی قصہ کو جوں کا توں تسلیم کر لیا ہے اور بعض نے انکار کر کے رد کر دیا ہے-

حافظ ابن کثیر بائبل میں مذکور قصہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: " قد ذکر المفسرون ھنا قصه اکثرھا ماخوذ من الاسرائیلیات و لم یثبت فیھا عن المعصوم حدیث یجب اتباعه-" اسی طرح حافظ ابن حزم نے "الفصل" میں ان کی تردید کی ہے-

دراصل اس قصہ میں قرآن مجید نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلاشبہ حضرت داؤد علیہ السلام اوریاہ کی بیوی پر مائل ہوئے اور طلاق کا مطالبہ کیا- اگر اسرائیلی شریعت میں بھی طلاق کو مان لیا جائے- مگر یہ مطالبہ کوئی کبیرہ گناہ نہ تھا- تاہم نبی اور بادشاہ کی شان کے شایان بھی نہ تھا- جب کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے حرم میں پہلے ہی متعدد بیویاں تھیں- اس پر حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس دو شخص دنبیوں کا قضیہ لے کر آئے اور وہ بھی دیوار پھاند کر آئے جب کہ عدالت کا وقت ختم ہو چکا تھا-

حضرت داؤدؑ نے ان کے درمیان صحیح صحیح فیصلہ تو کر دیا مگر ساتھ ہی انہیں متنبہ ہوا کہ اوریاہ سے میرا مطالبہ بھی تو اسی طرح ناحق ہی ہے، چنانچہ انہوں نے اپنے مطالبہ سے رجوع کر لیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ بجا لائے-

إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ
فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ نِعَاجِهِ
وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
السجدة وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۗ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ ﴿٢٤﴾
فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۖ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٢٥﴾ يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً
فِي الْأَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ
ع ٢ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾
وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَوَيْلٌ

---

کی طرف ہماری رہنمائی کیجیے- (۲۳) یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے- سو یہ کہتا ہے کہ تو اپنی ایک دنبی بھی میرے حوالے کردے اور اس نے گفتگو میں مجھے دبالیا ہے- (۲۴) داؤدؑ نے جواب دیا اس نے اپنی دنبیوں میں تیری دنبی ملا لینے کا مطالبہ کر کے تم پر ظلم کیا ہے، اور بہت سے ساجھے کام کرنے والے ایک دوسرے پر زیادتی کرتے ہیں- مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کیے، تو ان کا شیوہ عدل اور دیانتداری ہے البتہ ایسے لوگ تھوڑے ہیں- اور داؤد سمجھ گیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے چنانچہ اس نے اپنے رب سے معافی مانگی اور سجدے میں گر پڑا اور رجوع ہوا- (۲۵) تب ہم نے اس کی وہ بات اسے معاف کردی اور یقیناً ہمارے ہاں اس کے لیے بڑا قرب اور بڑی اچھی بازگشت ہے (۲۶) اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں حکمران بنایا ہے لہٰذا لوگوں کے مابین انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا کر اور خواہش کی پیروی نہ کر کہ وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی- جو لوگ خدا کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں یقیناً ان کے لیے سخت عذاب ہے کہ انہوں نے یوم حساب کو فراموش کر رکھا تھا- (۲۷) اور ہم نے آسمان اور زمین اور اس کو جو کچھ ان کے درمیان ہے، بیکار پیدا نہیں کیا- یہ خیال تو منکرین کا ہے، سو کافروں کے لیے آگ کی بربادی ہے-ؔ

---

قرآن مجید نے جس انداز سے یہ قصہ بیان کیا ہے اس سے نہ تو نبی کی عصمت مجروح ہوتی ہے اور نہ حضرت داؤد علیہ السلام ہی کے مقرب الٰہی ہونے میں فرق آتا ہے- مگر بائبل میں یہود کی حضرت سلیمان علیہ السلام سے دشمنی نے اس قصہ کو طول دے دیا ہے کہ ایک تو حضرت داؤد علیہ السلام پر زنا کی تہمت ہے اور دوسری طرف حضرت سلیمان علیہ السلام کو معاذ اللہ زنا کا نطفہ بتایا ہے حالانکہ قرآن مجید نے حضرت سلیمان کو اللہ تعالیٰ کی بخشش قرار دیا ہے-

ؔ اب یہاں آیت ۲۷ سے جزا و سزا کی ضرورت اور اس کے وقوع پر دلیل دی جارہی ہے، جسے قرآن مجید نے متعدد مقامات پر پیش کیا ہے- یعنی آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، محض کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا گیا کہ اس پر کوئی برا یا بھلا نتیجہ مرتب نہ ہو- بلکہ یہ تخلیق باحکمت اور مقصد کے تحت ہے- اور نیک و بد یکساں نہیں ہو سکتے-

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿٢٧﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ
فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ
وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٩﴾ وَ وَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ اِذْ
عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿٣١﴾ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ
حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿٣٢﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَ الْاَعْنَاقِ ﴿٣٣﴾ وَ لَقَدْ
فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَ اَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿٣٤﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ هَبْ لِيْ
مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ
اَصَابَ ﴿٣٦﴾ وَ الشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ﴿٣٧﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ

---

(۲۸) کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے' ان کے برابر کر دیں گے جو ملک میں فساد برپا کرتے پھرتے ہیں' یا پرہیز گاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے؟ (۲۹) یہ (قرآن مجید) ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے کہ لوگ اس کی آیات پر غور کریں اور اہل دانش نصیحت حاصل کریں (۳۰) اور ہم نے داؤدؑ کو سلیمانؑ عطا کیا' بہترین بندہ' اور رب کی طرف بہت رجوع رہنے والا تھا (۳۱) (سلیمانؑ کا وہ واقعہ قابل ذکر ہے) جب کہ شام کے وقت اس کے روبرو اصیل تیز رو گھوڑے پیش کیے گئے (۳۲) تو سلیمان نے کہا "میں نے مال کی محبت اپنے رب کے ذکر کی وجہ سے اختیار کی ہے" حتیٰ کہ وہ گھوڑے نظر سے اوجھل ہو گئے (۳۳) (تو اس نے حکم دیا کہ) ان کو میرے پاس واپس لاؤ' تو ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگا (۳۴) ہم نے سلیمان کو آزمائش میں ڈالا اور اس کی کرسی پر ایک جسد لا کر ڈال دیا' پھر سلیمانؑ نے رجوع کیا۔

(۳۵) اور کہا "اے میرے رب میرے قصور معاف کر دے اور مجھے ایسی سلطنت عطا کر جو میرے بعد اور کسی کے لیے مناسب نہ ہو' بیشک تو بڑا ہی دینے والا ہے"۔[۵] (۳۶) تب ہم نے ہوا کو اس کے لیے مسخر کر دیا۔ وہ ہوا' اس کے حکم سے جہاں وہ جانا چاہتا' نرم رفتار سے چلتی (۳۷) اور ہر طرح کے معمار اور غوطہ خور شیاطین کو اس کے زیر فرمان کر دیا (۳۸) اور دوسرے شیاطین کو جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے (۳۹) (ہم نے اسے کہا) یہ ہماری بخشش ہے' تو جسے چاہے عطا کر......

---

۵ **قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام:**

جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی تعریف کے بعد ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے' اسی طرح حضرت سلیمانؑ کی تعریف کے بعد اس فتنہ کا ذکر کیا ہے' جس میں وہ مبتلا ہوئے۔ اور پھر اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر انہوں نے معافی مانگ لی اور اپنے رب کی طرف رجوع ہوئے۔

اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَ حُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَاۤ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ
نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ﴿٤١﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ
شَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿٤٣﴾ وَ خُذْ
بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ ۗ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ۗ نِعْمَ الْعَبْدُ ۗ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿٤٤﴾ وَاذْكُرْ

---

اور جس سے چاہے روک لے' تجھ پر کوئی محاسبہ نہیں ہے (۴۰) اور یقیناً اس کے لیے ہمارے ہاں بڑا قرب اور بڑی اچھی بازگشت ہے- (۴۱) اے نبیؐ! ہمارے بندے ایوبؑ کا ذکر کیجیے جب کہ اس نے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھے سخت تکلیف اور عذاب میں ڈال دیا ہے- (۴۲) (ہم نے اسے حکم دیا) اپنا پاؤں زمین پر مار' یہ نہانے اور پینے کے لیے ٹھنڈا پانی ہے (۴۳) ہم نے اس کو اس کے اہل وعیال دیے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کیے- یہ ہماری طرف سے رحمت تھی اور اہل عقل کے لیے درس عبرت ہے (۴۴) (اور ہم نے اس سے کہا) تنکوں کا ایک مٹھا لے' پھر اس سے (اپنی بیوی کو) مارلے اور اپنی قسم نہ توڑ' بیشک ہم نے اسے (ایوب کو) صابر پایا' بہترین بندہ تھا' (اور وہ) اپنے رب کی طرف بہت رجوع کرنے والا تھا-

---

حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق قرآن مجید نے مختصر الفاظ میں جو واقعہ بیان فرمایا ہے- اس کے پس منظر میں بعض نے لمبا چوڑا افسانہ ذکر کیا ہے- اسرائیلی روایات میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جس انگوٹھی کی بدولت حکمرانی کرتے تھے وہ کسی نہ کسی طرح شیطان نے چھین لی اور وہ حکمران بن بیٹھا- آیت میں "القینا علی کرسیه جسدا ثم اناب" کا یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے- حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"رویت هذه القصة مطولة عن جماعة من السلف رضی الله عنهم و کلها متلقاة من قصص اهل الکتاب والله اعلم بالصواب!"

بعض نے بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز قسم کھائی کہ آج رات اپنی ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا اور ہر ایک سے مجاہد پیدا ہوگا مگر وہ ان شاء اللہ کہنا بھول گئے- اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صرف ایک بیوی حاملہ ہوئی اور ان سے بھی ایک ادھورا بچہ پیدا ہوا جو دائی نے لاکر حضرت سلیمان علیہ السلام کی کرسی پر ڈال دیا- یہ دیکھ کر حضرت سلیمانؑ ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے اور ان شاء اللہ نہ کہنے پر استغفار کیا-

یہ واقعہ مختلف طرق سے مروی ہے مگر بعض جدت پسند مفسرین نے صحت سند کے باوجود اس لیے اس کی تکذیب کی ہے کہ اس کا مضمون صریح عقل کے خلاف ہے- پھر انہوں نے توراۃ کی رو سے آیت کی تاویل پیش کی ہے کہ دراصل حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لڑکے رحبعام کو اپنا وارث بنانا چاہتے تھے لیکن وہ نالائق ثابت ہوا- اسی کو اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے حق میں فتنہ قرار دیا ہے- اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام متنبہ ہوئے اور بالآخر اللہ تعالیٰ سے دعا کی جو قرآن مجید میں مذکور ہے- اس کے بعد حضرت سلیمانؑ نے اپنی جانشینی کے لیے نہ وصیت کی اور نہ کسی کی اطاعت کے لیے لوگوں کو پابند کیا- حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد اعیان سلطنت نے رحبعام کو تخت پر بٹھایا- مگر کچھ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ بنی اسرائیل کے دس قبیلے شمالی فلسطین کا علاقہ لے کر الگ ہوگئے اور صرف یہوداہ کا قبیلہ بیت المقدس کے تخت سے وابستہ رہ گیا-

عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَ الْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ
ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَ اِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَ اذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ ذَا
الْكِفْلِ ؕ وَ كُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ
الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّ شَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ

---

(۴۵) اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کا ذکر کیجیے جو بڑی قوت اور بصیرت والے لوگ تھے- (۴۶) ہم نے ان کو خالص وصف کی بنا پر برگزیدہ کیا تھا اور وہ آخرت کی یاد تھی- (۴۷) اور یقیناً وہ ہمارے ہاں برگزیدہ اور بہتر لوگوں میں سے ہیں- (۴۸) اور آپ اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کا بھی ذکر کیجیے، اور یہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے-[6] (۴۹) یہ ایک تذکرہ تھا، اور (سنو کہ) متقین کے لیے یقیناً بہترین ٹھکانا ہے، (۵۰) ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن کے دروازے ان کے لیے کھلے ہوں گے- (۵۱) وہ ان میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے- وہ وہاں بہت سے میوے اور مشروبات طلب کر رہے ہوں گے (۵۲) اور ان کے پاس نیچی نظر رکھنے والی.....

---

٦ عہد عتیق میں ایوب کے نام سے ایک صحیفہ ہے اور اس میں اس نام کے ایک راست باز اور صابر انسان کی سرگزشت لکھی ہے- آیت ۴۱ میں اس کی طرف اشارہ ہے اور چند الفاظ میں سارے صحیفہ کے مضمون کو سمیٹ دیا گیا ہے-

مولانا آزاد رحمہ اللہ نے "ترجمان القرآن" جلد دوم کے آخر میں ان کی سرگزشت پر بہت کچھ لکھا ہے اور ان کو عربی نژاد قرار دیا ہے اور پھر عربی زبان کی قدامت پر تاریخی شہادتیں پیش کی ہیں- جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ عربی زبان ویدوں کی زبان سے قدیم تر ہے- زیادہ سے زیادہ ہم رگ وید کی تدوین کو عربی کا معاصر قرار دے سکتے ہیں- اور قرآن مجید کا اپنے آپ کو "عربی مبین" کہنا وسیع تر معنی کے اعتبار سے ہے جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں- (ملخصاً)

صاحب تفہیم القرآن سورۂ انبیاء کے توضیحی نوٹ ۷۶ میں پہلے تو مولانا آزاد رحمہ اللہ کے بعلقہ سفر ایوب کو نا قابل اعتماد قرار دیتے ہیں اور پھر لکھتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ قابل اعتماد شہادت اگر کوئی ہے تو وہ یہ ہے کہ یسعیاہ نبی اور حزقیل نبی کے صحیفوں میں ان کا ذکر آیا ہے- اور یہ صحیفے تاریخی حیثیت سے مستند ہیں- اور یہ دونوں بالترتیب آٹھویں صدی اور چھٹی صدی قبل مسیح میں گزرے ہیں- اس لیے یہ امر یقینی ہے کہ ایوب علیہ السلام نویں صدی یا اس سے پہلے کے بزرگ ہیں- اب رہی قومیت' تو سورۂ نساء اور سورۂ انعام میں جس طرح ان کا ذکر آیا ہے اس سے گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل ہی میں سے تھے- مگر وہب بن منبہ کا یہ بیان بھی کچھ بعید از قیاس نہیں کہ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بیٹے عیسو کی نسل سے تھے- واللہ اعلم!

حضرت ایوب علیہ السلام کے اس قصہ کو قرآن مجید نے اس انداز سے بیان فرمایا ہے گویا حضرت ایوب علیہ السلام صبر کا مجسمہ تھے- مگر بائبل میں انہیں شاکی اور بے صبر انسان کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے-

ے انبیائے کرام علیہم السلام کے سلسلے میں حضرت الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کا نام مذکور ہے- حضرت الیسعؑ بنی اسرائیل کے اکابر انبیاء علیہم السلام سے تھے- دریائے اردن کے کنارے ایک مقام ابیل محولہ کے رہنے والے تھے اور حضرت الیاسؑ کے پروردہ تھے- تقریباً بارہ سال حضرت

اَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هٰذَا مَا تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾ هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ
لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ
اَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ۭ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۣ لَا مَرْحَبًۢا

الملائکۃ

---

ہم سن بیویاں ہوں گی۔

(۵۳) یہ ہیں وہ نعمتیں جو یوم حساب کو دینے کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے (۵۴) یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔

(۵۵) (یہ تو متقیوں کا صلہ ہے) اور سرکشوں کا برا ٹھکانا ہے۔

(۵۶) جہنم جس میں وہ جھلسے جائیں گے، سو بہت بری آرام گاہ ہے۔

(۵۷) یہ ہے ان کے لیے، پس اس کا مزہ چکھیں، کھولتا ہوا پانی اور پیپ (۵۸) اور اسی قسم کی دوسری چیزیں ہیں۔

(۵۹) یہ ایک اور لشکر تمہارے ساتھ گھسا چلا آ رہا ہے، کوئی خوش آمدید ان کے لیے نہیں ہے، بیشک وہ جہنم میں داخل ہو رہے ہیں۔

(۶۰) وہ جواب دیں گے، نہیں بلکہ خوش آمدید نہ ہو تم ہی تو یہ عذاب ہمارے آگے لائے ہو، سو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

---

الیاس کے زیر تربیت رہے۔ پھر جب ان کو اللہ تعالیٰ نے اٹھا لیا تو یہ ان کی جگہ مقرر ہوئے۔ شمالی فلسطین کی اسرائیلی ریاست جب شرک و بت پرستی اور اخلاقی برائیوں میں غرق ہو گئی تو انہوں نے ایک بادشاہ کی مدد سے بت پرستی کا خاتمہ کیا۔ لیکن حضرت الیسع علیہ السلام کی وفات کے بعد وہی برائیاں پھر لوٹ آئیں۔

علامہ آلوسی ''روح المعانی'' میں لکھتے ہیں کہ یہودیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ حزقیال (حزقی ایل) نبی ہیں جو بنی اسرائیل کی اسیری کے دوران میں ۵۷۹ ق م کے زمانہ میں نبوت سے سرفراز ہوئے اور نہر خابور کے کنارے ایک بستی میں فرائض نبوت سرانجام دیتے رہے۔

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی رحمہ اللہ ''تفہیم القرآن'' میں لکھتے ہیں کہ بائبل کے صحیفہ حزقی ایل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعی صابر وصالح تھے، جیسا کہ قرآن مجید نے ان کے اوصاف بیان کیے ہیں۔

بخت نصر نے عراق میں اسرائیلی قیدیوں کی ایک نوآبادی دریائے خابور کے کنارے قائم کر دی تھی جس کا نام ''تل ابیب'' تھا۔ اسی مقام پر ۵۹۴ ق م میں حزقی ایل نبوت سے سرفراز ہوئے۔ اور مسلسل بائیس سال تک تبلیغی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بائبل کا صحیفہ حزقی ایل پڑھ کر واقعی یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ الہامی کلام ہے۔!

بِكُمْ ۭ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ
عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾
اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾
قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ڰ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ
الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ
بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ
كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ
تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِيْ

---

(۶۱) پھر وہ کہیں گے "اے ہمارے رب، جو یہ مصیبت ہمارے آگے لایا ہے اسے جہنم میں دگنا عذاب دے!" (۶۲) اور اہل جہنم آپس میں کہیں گے "ہم یہاں ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جن کو ہم شر پسندوں میں شمار کرتے تھے۔

(۶۳) کیا ہم نے ان کا مذاق بنا رکھا تھا یا ہماری نظریں ان سے خطا کر رہی ہیں" (۶۴) یقیناً یہ دوزخیوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا ایک حقیقت ہے (۶۵) آپ کہہ دیجیے کہ میں صرف ڈرانے والا ہی ہوں اور سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے جو واحد اور سب پر غالب ہے۔

(۶۶) وہی آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، ان سب کا رب ہے، زبردست اور بڑی بخشش کرنے والا ہے۔ (۶۷) آپ کہہ دیجیے کہ وہ ایک بہت بڑی خبر ہے (۶۸) جس سے تم اعراض کر رہے ہو (۶۹) مجھے تو ملأ اعلیٰ کے متعلق کوئی علم نہیں ہے جب کہ وہ جھگڑ رہے تھے (۷۰) میری طرف تو صرف اس لیے وحی کی جا رہی ہے کہ میں خدا کی جانب سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں (۷۱) جب کہ آپ کے رب نے فرشتوں سے کہا کہ "میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں (۷۲) سو جب میں اسے پوری طرح درست کر لوں اور اس میں اپنی طرف سے روح پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جانا۔

(۷۳) چنانچہ سب کے سب فرشتے آدم کے سامنے سجدہ میں گر گئے۔ (۷۴) بجز ابلیس کے کہ اس نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور وہ کافروں میں سے ہو گیا۔! (۷۵) رب نے فرمایا "اے ابلیس! تجھے کس چیز نے اسے سجدہ کرنے سے روکا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے؟ کیا تو نے اپنے آپ کو بڑا سمجھا ہے یا تو واقعی اونچے درجے کے لوگوں میں سے ہے؟" (۷۶) اس نے جواب

مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْۤ اِلٰى
يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى
يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾
قَالَ فَالْحَقُّ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾
قُلْ مَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾
وَ لَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾ ع

---

دیا" میں اس سے بہتر ہوں کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو مٹی سے!" (۷۷) فرمایا "اچھا یہاں سے نکل جا، یقیناً تو مردود ہے!" (۷۸) اور بیشک تجھ پر قیامت کے دن تک میری لعنت ہے-!"

(۷۹) اس نے کہا "میرے رب! (یہ بات ہے) تو پھر اس وقت تک کے لیے مہلت دے دے جب یہ لوگ (دوبارہ قبروں سے) اٹھائے جائیں گے!" (۸۰) رب نے فرمایا "اچھا تجھے مہلت ہے"

(۸۱) اس دن تک جس کا وقت معلوم ہے!" (۸۲) ابلیس نے کہا "تیری عزت کی قسم، میں ان سب لوگوں کو گمراہ کر کے رہوں گا" (۸۳) بجز تیرے ان بندوں کے جو مخلص اور برگزیدہ ہیں!"

(۸۴) رب نے فرمایا "تو یہ حق ہے- اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں" (۸۵) کہ میں تجھ سے اور ان لوگوں سے جو تیری پیروی کریں گے ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا!" (۸۶) اے نبی! آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں اس قرآن کی تبلیغ پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں- (۸۷) یہ تو تمام جہان والوں کے لیے ایک نصیحت ہے (۸۸) اور تھوڑی ہی مدت کے بعد تمہیں اس کی حقیقت حال معلوم ہو جائے گی!

* * *

---

ے اب آیت ۶۵ سے پھر وہی مضمون شروع ہو رہا ہے جس سے اس سورۃ کا افتتاح ہوا تھا- یعنی نبوت و وحی کی صداقت اور آخرت پر استدلال- نبوت و رسالت پر کفار کے اعتراض کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں- پہلا جواب یہ دیا کہ اللہ کی رحمت کے خزانوں کے تم مالک نہیں ہو- اب آخری آیات میں سرداران قریش کو متنبہ کیا ہے کہ ابلیس کی طرح تم حسد و بغض اور تکبر سے کام لے رہے ہو- اور پھر پیغمبروں کی صداقت پر قرآن مجید نے بار بار اس دلیل کو ذکر کیا ہے کہ انبیائے کرامؑ ذاتی اغراض سے پاک ہوتے ہیں اور وہ تبلیغ و دعوت کے اجر کے طالب نہیں ہوتے-

## اٰیَاتُهَا: 75 — سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ — رُكُوْعَاتُهَا: 8

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ
مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا
نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا
يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ
يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَ يُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ
لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا
زَوْجَهَا وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا

---

(۱) اس کتاب کی تنزیل اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے جو زبردست اور کمال حکمت کا مالک ہے۔[ا] (۲) یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف نازل کی ہے۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیجیے، اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔[ا] (۳) خبردار دین خالص اللہ ہی کے لیے سزاوار ہے۔ اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے اولیاء بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ''ہم ان بتوں کی پرستش صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ہمارے لیے وسیلہ شفاعت ہیں اور تاکہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں''۔[(۱)] اللہ یقیناً ان لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں اختلاف کر رہے ہیں۔ بیشک اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور سخت ناسپاس ہو۔[ا] (۴) اگر اللہ کسی کو اپنی اولاد قرار دینا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا منتخب کر لیتا۔ پاک ہے وہ ذات' وہ اللہ ہے جو یکتا اور سب پر غالب ہے۔[ا] (۵) اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اس نے رات اور دن کے اختلاف و ظہور کا ایسا انتظام کر دیا کہ رات دن پر لپٹی جاتی ہے اور دن رات پر لپٹا آتا ہے۔ اور سورج اور چاند دونوں کو اس کی قدرت نے مسخر کر رکھا ہے اور سب اپنے مقررہ وقت تک کے لیے گردش کر رہے ہیں۔[(۲)] آگاہ رہو وہ زبردست اور بڑا بخشنے والا ہے۔[ا]
(۶) اس نے تم کو اکیلی جان (آدم) سے پیدا کیا۔ پھر اسی سے اس کا جوڑا بنا دیا اور اسی نے تمہارے لیے مویشیوں میں آٹھ نر اور

---

ا آیت ۱۰ میں ہجرت حبشہ کی طرف اشارہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت ہجرت حبشہ سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ دوسری مکی سورتوں کی طرح اس سورہ میں بھی توحید آخرت کا بیان ہے اور پیغمبر علیہ السلام کو صبر و ثبات کی تعلیم دی گئی ہے کہ کفار کے ظلم و ستم کے مقابلہ میں

---

(۱) ''الہلال'' ۲۲ر اکتوبر ۱۹۱۳ء ص ۵ (۲) ''ترجمان القرآن'' جلد اول ۳۸۔

مِّنۡۢ بَعۡدِ خَلۡقٍ فِیۡ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ لَہُ الۡمُلۡکُ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ فَاَنّٰی
تُصۡرَفُوۡنَ ﴿۶﴾ اِنۡ تَکۡفُرُوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنۡکُمۡ ۟ وَ لَا یَرۡضٰی لِعِبَادِہِ الۡکُفۡرَ ۚ وَ اِنۡ
تَشۡکُرُوۡا یَرۡضَہُ لَکُمۡ ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰی ؕ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمۡ مَّرۡجِعُکُمۡ فَیُنَبِّئُکُمۡ
بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ؕ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ ﴿۷﴾ وَ اِذَا مَسَّ الۡاِنۡسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّہٗ

---

مادہ پیدا کیے- وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں تین تاریک پردوں میں ایک شکل کے بعد دوسری شکل دیتا چلا جاتا ہے- یہی اللہ تمہارا رب ہے' اسی کی سلطنت ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' تو پھر تم کہاں سے کہاں پھرائے جا رہے ہو؟[ل] (۷) اگر تم کفر کرو تو اللہ تم سے بے نیاز ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا- اور اگر شکر بجالاؤ تو اس کو تمہارے لیے پسند کرے گا- اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا- آخر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے- پھر وہ تمہیں بتادے گا کہ تم دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہو- بلاشبہ وہ سینوں کے راز تک کو خوب جانتا ہے- (۸) اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو پوری طرح رجوع

---

وطن چھوڑا جا سکتا ہے' مگر اس دعوت سے دست بردار نہیں ہوا جا سکتا-

ع قرآن کی حقانیت بیان کرنے کے بعد دعوت اسلامی کے مقصد اصلی کی نشان دہی کی ہے- یعنی اللہ کی عبادت کرنا اور دین کو اسی کے لیے خالص کرنا-

ع کفار کا عقیدہ تھا کہ خالق تو اللہ ہی ہے اور وہی اصل معبود ہے- لیکن اس کی بارگاہ بہت بلند ہے' اس تک بلاواسطہ ہماری رسائی نہیں ہو سکتی- اس لیے ہم بزرگ ہستیوں کو ذریعہ بناتے ہیں تاکہ یہ ہماری دعائیں اور التجائیں اللہ تک پہنچا دیں- یہی بات بالعموم دنیا بھر کے مشرکین کہتے آئے ہیں- آیندہ آیت ۳ میں مشرکین کے اسی عقیدہ کی تردید کی طرف اشارہ کیا گیا ہے-

ع پھر کچھ مشرک ایسے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے تھے- فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے- بعض انبیاء (عیسیٰ- عزیر علیہما السلام) کو ابن اللہ کہتے- یہاں پر اسی عقیدہ کی تردید ہے-

ع آیت ۵ میں واضح کیا کہ کائنات کا یہ نظام حق پر قائم ہے اور صاف شہادت دے رہا ہے کہ ایک خدا اس کا خالق ہے اور ایک ہی خدا اس کا مالک و مدبر ہے- اس کے برعکس اگر کوئی شخص یہ فرض کرتا ہے کہ اس دنیا کا کوئی خالق نہیں ہے' یا فرض کرتا ہے کہ یہاں بہت سے خدا ہیں تو ان مفروضات کی بدولت حقیقت تبدیل نہیں ہوگی-

ل قرآن مجید بار بار "توحید ربوبیت" سے "توحید الوہیت" پر استدلال فرماتا ہے- یعنی جب وہی کائنات کا خالق اور مالک ہے تو عبادت بھی اسی کی کرنی چاہیے- لیکن معلوم نہیں کہ انسان کیسے بہک رہا ہے؟

مُنِيبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْٓا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَ جَعَلَ لِلّٰهِ
اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖۗ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ﴿۸﴾ اَمَّنْ هُوَ
قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ
يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۹﴾ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ ع ۹ ۱۵
لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ
حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾

---

ہو کر اپنے رب کو پکارنے لگتا ہے- پھر جب وہ اس کو اپنی طرف سے نعمت عطا کر دیتا ہے تو جس مصیبت کو دور کرنے کے لیے وہ اس سے پہلے اسے پکارتا رہا تھا اسے بھول جاتا ہے اور دوسروں کو اللہ کے لیے ہمسر بنالیتا ہے تا کہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو گمراہ کرے- اے نبی آپ ایسے شخص سے کہہ دیجیے کہ اپنے کفر سے تھوڑی مدت فائدہ اٹھالو، یقیناً تو اہل جہنم میں سے ہے[۷] (۹) بھلا وہ شخص جو رات کے اوقات تنہائی و خلوت میں ہر طرف سے کٹ کر خدا کے سامنے جھک گیا' کبھی جوش اضطراب سے اس کے سامنے سجدے میں گر جاتا ہے اور کبھی اس کے آگے ہاتھ باندھ کر غلاموں اور مجرموں کی طرح کھڑا ہو جاتا ہے- کبھی آخرت کی منزلوں کے تصور سے ڈرنے لگتا ہے اور کبھی اس کی شان کریمی و رحمت کو یاد کر کے امیدوار بخشش ہو جاتا ہے' تو بتلاؤ کہ ایسا شخص اور سرشاران غفلت و حجاب برابر ہیں؟ پھر کیا صاحبان علم اور گم گشتگان جہل' دونوں کا ایک ہی درجہ ہے[۱] اور نصیحت وہی مانتے ہیں جو دانشمند ہیں-[۸] (۱۰) اے نبی! آپ کہہ دیجیے" اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو' اپنے رب سے ڈرتے رہو' جن لوگوں نے اس دنیا میں نیک رویہ اختیار کیا' ان کے لیے (آخرت میں) بھلائی ہے' اور اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے- صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا"- (۱۱) آپ فرما دیجیے" مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس کی عبادت کروں (۱۲) اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلے میں خود مسلمان

---

[۷] آیت ۸ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ رنج و مصیبت کی حالت میں انسان کے اندر وجدانی طور پر ولولہ اٹھتا ہے کہ ایک بالاتر ہستی موجود ہے جو میرے دکھ درد دور کر سکتی ہے- اور اسی کو پکارنا چاہیے- لیکن جب مصیبت دور ہو جاتی ہے تو پھر عیش و راحت کی غفلتوں میں پڑ کر اسے بھول جاتا ہے اور دوسرں کو اللہ کے ہمسر بنانے لگ جاتا ہے- قرآن مجید نے جا بجا اس فطری حالت سے استشہاد کیا ہے کہ انسانی فطرت اپنے اندرونی ادراک میں خدا کی ہستی کا ادراک رکھتی ہے اور اعراض و غفلت اور شرک کی حالت وجدانی نہیں' بلکہ خارجی اثرات کا نتیجہ ہے-

[۸] "جو جانتے ہیں" یعنی اللہ و رسول کی بتائی ہوئی باتوں کو مانتے ہیں" اور جو نہیں مانتے" یہ دونوں کب برابر ہو سکتے ہیں؟

"یاد رہے کہ یہ ایک نہایت اہم اور بصیرت طلب آیت کریمہ ہے- ایک ایسے قانت و منقطع شخص کی مثال دے کر فرمایا "هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون" غور کیجیے' بہ ظاہر اسے علم و جہل سے کیا تعلق تھا؟ اصل یہ ہے کہ جو حالت اس شخص (قانت و منقطع)

---

(۱) "الہلال" ۱۴؍مئی ۱۹۱۳ء ص ۸-

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾
فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ
تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا
الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ
يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا
الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ
اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ
الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا
مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ ع

بنوں!" (۱۳) آپ کہہ دیجیے "اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔" (۱۴) آپ کہہ دیجیے کہ "میں اپنے
دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اسی کی عبادت کروں گا! (۱۵) تم اس کے سوا جس کی عبادت چاہے کرتے پھرو۔" آپ کہہ دیجیے "حقیقتاً نقصان
اٹھانے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے روز اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو خسارے میں ڈال دیا۔ آگاہ رہو یہ خسارہ ہی کھلا خسارہ ہے!"
(۱۶) ان کے اوپر آگ کے سائبان ہوں گے اور ان کے نیچے بھی آگ کے سائبان ہوں گے۔ یہ وہ عذاب ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا
ہے۔ اے میرے بندو! مجھ سے ڈرتے رہو! (۱۷) اور جن لوگوں نے طاغوت کی عبادت سے اجتناب کیا اور انہوں نے اللہ کی جانب رجوع کر لیا ان
کے لیے خوشخبری ہے پس اللہ کی طرف سے بشارت ہے ان بندوں کے لیے (۱۸) جو کلام حق کو کان لگا کر سنتے ہیں اور اس کی اچھی باتوں پر عمل
کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے ہدایت کے لیے کھول دیا ہے اور یہی لوگ عقل سلیم رکھنے والے ہیں۔[1] (۱۹) بھلا جس شخص
پر عذاب کا حکم ثابت ہو چکا ہو تو کیا آپ اس شخص کو آگ سے بچا سکتے ہیں جو آگ میں گر چکا ہو؟ (۲۰) البتہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے تو
ان کے رہنے کے لیے منزل بہ منزل بنی ہوئی بلند عمارتیں ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کی خلاف
ورزی نہیں کرتا (۲۱) کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر زمین میں اس کے چشمے رواں ہو گئے۔ پھر اسی پانی سے رنگ برنگ کی
کھیتیاں لہلہا اٹھیں۔ پھر ان کی نشو ونما میں ترقی ہوئی اور پوری طرح پک کر تیار ہو گئیں پھر ترقی کے بعد زوال طاری ہوا اور تم دیکھتے ہو کہ ان پر زردی
چھا جاتی ہے۔ پھر وہ خشک ہو کر چورا چورا ہو جاتی ہیں۔ بلاشبہ دانش مندوں کے لیے اس صورت حال میں بڑی ہی عبرت ہے![2] ع

(۲) تشریح کے لیے دیکھیے "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۴۱۔

(۱) "الہلال" ۱۸ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۱۱۔

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ
أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿۲۲﴾ اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ
الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ
مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ أَفَمَن يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ
وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ
مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۲۵﴾ فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ

(۲۲) اور جس کا دل اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا گیا ہو' وہ اپنے پروردگار کی روشن کی ہوئی مشعل ہدایت اپنے سامنے پاتا ہو (تو کہیں یہ سنگ دل شخص کی طرح ہو سکتا ہے؟) پس صد افسوس اور صد حسرت ان دلوں پر جو ذکر الٰہی کی طرف سے بالکل سخت ہو گئے اور یہی لوگ ہیں جو کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔[1] (۲۳) اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے' ایک ایسی کتاب جس کے مضامین ملتے جلتے بار بار دہرائے گئے ہیں۔ اس کتاب کو سن کر ان لوگوں کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ کتاب اللہ کی ہدایت ہے۔ وہ اس کے ذریعہ سے جس کو چاہتا ہے، ہدایت فرما دیتا ہے۔ اور جسے اللہ گمراہ گردان دے اسے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ (۲۴) بھلا جو شخص قیامت کے دن بدترین عذاب سے اپنے چہرہ کے ذریعے سے بچے گا (اس کی بدحالی کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟) اور ظالموں سے کہہ دیا جائے گا ''تم جو کمائی کرتے رہے ہو' اب اس کے وبال کا مزہ چکھو!'' (۲۵) ان سے پہلے بھی بہت سے لوگ تکذیب کرنے کا شیوہ اختیار کر چکے ہیں' پھر ان پر عذاب ایسی جہت سے آیا جدھر سے انہیں احساس تک نہ تھا۔ (۲۶) سو اللہ نے انہیں دنیا ہی کی زندگی میں ذلت و رسوائی کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب تو اس سے.....

کی بیان کی گئی ہے' وہی فی الحقیقت علم و حکمت حقیقیہ کا انتہائی مرتبہ ہے اور وہی حالت ہے جسے علم کا اصلی نتیجہ یقین کرنا چاہیے۔''

(۹) آیت ۲۱ میں ایک قانون قدرت کی طرف اشارہ کیا ہے جو سب میں یکساں جاری و ساری ہے۔ یعنی بارش سے کھیتی کا اگنا اور مختلف مدارج طے کرنے کے بعد اس کا فنا ہو جانا۔ اس کو عقلمندوں کے لیے نصیحت فرمایا۔ کیونکہ خود انسان کی بھی یہی حالت ہے۔ پہلے بچہ ہوتا ہے' پھر جوان ہوتا ہے' پھر پختہ ہو کر بوڑھا ہو جاتا ہے اور آخر کار دنیا سے سدھار جاتا ہے۔

اور یہی حال دنیا کا ہے۔ اس کی سب زینتیں عارضی اور چند روزہ ہیں، اور آخر کار اس کی ہر چیز کو فنا ہے۔ اس کے ہر کمال کو انحطاط ہے اور ہر عروج کو زوال ہے:

(۱) ''الہلال'' ۱۲/اگست ۱۹۱۴ء ص ۴۔

أَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ مِن كُلِّ مَثَلٍ وقف لازم
لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا
رَّجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَاكِسُونَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيَانِ مَثَلًا ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ ۚ
بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٩﴾ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴿٣١﴾ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ۚ ع
أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ ۙ أُولَٰئِكَ هُمُ
الْمُتَّقُونَ ﴿٣٣﴾ لَهُم مَّا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٤﴾ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ

کہیں بڑھ کر ہے' کاش یہ لوگ جانتے! (۲۷) ہم نے انسان کو سمجھانے کے لیے اس قرآن میں سب طرح کی مثالیں بیان کر دیں تا کہ لوگ نصیحت پکڑیں۔ [1] (۲۸) جو عربی زبان میں ہے اور اس میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں ہے تا کہ یہ لوگ برے انجام سے بچیں۔ (۲۹) اللہ نے ایک مثال بیان کی کہ ایک شخص تو وہ ہے جس کی ملکیت میں چند لوگ شریک ہیں اور وہ ایک دوسرے کے مخالف اور کج خلق ہیں۔ اور دوسرا شخص پورے کا پورا ایک ہی شخص کا غلام ہے۔ کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے؟ الحمد للہ! مگر اکثر لوگ جانتے نہیں! (۳۰) اے پیغمبر! آپ کو بھی مرنا ہے اور یقیناً انہیں بھی مرنا ہے (۳۱) پھر قیامت کے روز تم سب اپنے رب کے حضور اپنا اپنا معاملہ پیش کرو گے! (۳۲) پھر اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ بولے اور جب سچائی اس کے سامنے آئی تو اس کی تکذیب کر دی' کیا ایسے کافروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہوگا؟ (۳۳) اور جو لوگ سچائی لے کر آئے اور جنہوں نے اس کی تصدیق کی، یہی لوگ عذاب سے بچنے والے ہیں۔ (۳۴) انہیں اپنے رب کے ہاں ہر وہ چیز ملے گی جس کی وہ خواہش کریں گے۔ یہ نیکوکار لوگوں کی جزا ہے۔ (۳۵) تا کہ ان لوگوں نے جو بد ترین عمل کیے تھے انہیں .........

''نظام ربوبیت کی یہ یکسانی اور ہم آہنگی ہر وجود اور گوشے میں نظر آتی ہے۔ انسان کا بچہ' درخت کا پودا' تمہاری نظر میں کتنی ہی بے جوڑ چیزیں ہیں۔ لیکن اگر ان کی نشوونما کا کھوج لگاؤ گے تو دیکھ لو گے کہ قانون پرورش کی یکسانی نے دونوں کو ایک ہی رشتے میں منسلک کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ ہر وجود اپنے سن کمال تک پہنچ جاتا ہے۔ اور جب سن کمال تک پہنچ گیا تو از سر نو ضعف و انحطاط کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اس دور کا خاتمہ بھی سب کے لیے ایک ہی طرح کا ہے۔ کسی دائرے میں اسے مرجانا کہتے ہو' کسی میں مرجھا جانا اور کسی میں پامال ہو جانا۔''

(1) ''الہلال'' ۸ر ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۶۔

عَنۡهُمۡ اَسۡوَاَ الَّذِیۡ عَمِلُوۡا وَ یَجۡزِیَهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ الَّذِیۡ کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ ﴿۳۵﴾ اَلَیۡسَ اللّٰهُ
بِکَافٍ عَبۡدَهٗ ؕ وَ یُخَوِّفُوۡنَکَ بِالَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ ؕ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَ مَنۡ یَّهۡدِ
اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ مُّضِلٍّ ؕ اَلَیۡسَ اللّٰهُ بِعَزِیۡزٍ ذِی انۡتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَهُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَ الۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلۡ اَفَرَءَیۡتُمۡ مَّا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلۡ
هُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوۡ اَرَادَنِیۡ بِرَحۡمَةٍ هَلۡ هُنَّ مُمۡسِکٰتُ رَحۡمَتِهٖ ؕ قُلۡ حَسۡبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَیۡهِ
یَتَوَکَّلُ الۡمُتَوَکِّلُوۡنَ ﴿۳۸﴾ قُلۡ یٰقَوۡمِ اعۡمَلُوۡا عَلٰی مَکَانَتِکُمۡ اِنِّیۡ عَامِلٌ ۚ فَسَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۹﴾ مَنۡ
یَّاۡتِیۡهِ عَذَابٌ یُّخۡزِیۡهِ وَ یَحِلُّ عَلَیۡهِ عَذَابٌ مُّقِیۡمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالۡحَقِّ ۚ فَمَنِ
اهۡتَدٰی فَلِنَفۡسِهٖ ۚ وَ مَنۡ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیۡهَا ۚ وَ مَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡهِمۡ بِوَکِیۡلٍ ﴿۴۱﴾ اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ ع

---

اللہ تعالیٰ ان سے دور کر دے اور انہیں ان کے بہترین اعمال کا صلہ عطا فرمائے' جو وہ کیا کرتے تھے۔(۳۶) کیا اللہ (کے خزائن) اس کے بندے کے لیے کافی نہیں کہ وہ اسے دوسروں کے دروازے پر بھیجے؟[1] اور یہ لوگ اللہ کے سوا دوسروں سے تجھے ڈراتے ہیں حالانکہ جسے اللہ گمراہ گردان دے تو اسے کوئی راستہ دکھانے والا نہیں! (۳۷) اور جسے وہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں' کیا اللہ زبردست اور انتقام لینے والا نہیں ہے۔(۳۸) اے پیغمبر! اگر آپ ان مشرکین سے پوچھیں کہ کون ہے جس نے ان آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟ تو ضرور اس کے جواب میں کہیں گے کہ ''اللہ نے!'' پھر اگر آپ ان سے کہیں کہ اگر اللہ مجھے تکلیف پہنچانا چاہے تو تمہارے وہ معبود' جنہیں تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو' میری تکلیف دور کر سکتے ہیں؟ یا اللہ اگر مجھ پر اپنا فضل کرنا چاہے تو کیا وہ اسے روک سکتے ہیں؟'' اے پیغمبر! ان سے کہہ دیجیے کہ میرے لیے تو بس وہی خدا بس کرتا ہے (جس کے وجود سے تم بھی انکار نہیں کر سکتے)۔ اور بھروسا کرنے والے اسی پر بھروسا کرتے ہیں۔[2] (۳۹) کہہ دیجیے' اے لوگو' تم بھی اپنی جگہ کام کیے جاؤ اور میں بھی کر رہا ہوں اور عنقریب جان جاؤ گے (کہ اللہ کی نصرت کس کے ساتھ ہے اور کسے اخروی کامیابی نصیب ہوتی ہے)[3] (۴۰) اور کسے عذاب آ کر اسے رسوا کرتا ہے اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوتا ہے۔(۴۱) اے نبی! ہم نے سب انسانوں کی بھلائی کے لیے یہ کتاب برحق آپ پر نازل کر دی ہے۔ سو اب جو ہدایت کی راہ اختیار کرے گا تو اپنی جان کے لیے کرے گا اور جو گمراہی اختیار کرے گا تو اس گمراہی کا وبال اسی پر ہوگا اور آپ ان کے ذمہ دار نہیں ہیں۔(۴۲) اللہ ہی روحوں کو

---

(۱) ''الہلال'' ۲۲/اکتوبر ۱۹۱۳ء ص ۵۔ (۲) ''الہلال'' ۲۵/دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۷۔
(۳) ''الہلال'' ۱۲/ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۳۔

حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى
اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَاۗءَ ۭ قُلْ
اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ۭ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۭ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ
وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ
لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْۗءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ

---

ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور جس کے مرنے کا وقت نہیں آیا اس کی روح سوتے میں قبض کر لیتا ہے- پھر ان روحوں کو جن پر موت کا حکم صادر کر چکا ہے ان کو روک لیتا ہے اور دوسری روحیں ایک وقت مقررہ کے لیے بھیج دیتا ہے- بلاشبہ اس میں غور و فکر سے کام لینے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں-[10] (۴۳) کیا انہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو شفیع سمجھ رکھا ہے؟ آپ کہیے (کیا یہ شفاعت کریں گے؟) اگرچہ ان کو کسی چیز کا اختیار نہ ہو اور نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں؟ (۴۴) آپ ان سے کہہ دیجیے سفارش تو تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے، تمام آسمانوں اور زمین کی حکومت کا وہی مالک ہے، پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے- (۴۵) اور جب خدائے واحد کا ذکر کیا جاتا ہے تو جن لوگوں کو حیات اخروی پر (کامل) ایمان نہیں، تو ان کے دل نفرت کرنے لگتے ہیں- اور خدا تعالیٰ کے سوا دوسروں کا ذکر کیا جاتا ہے تو یکایک ان میں خوشی پیدا ہو جاتی ہے-[11] (۴۶) اے نبی! آپ کہیے "اے اللہ! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے، چھپے اور کھلے کے جاننے والے، تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں- (۴۷) اگر ان ظالموں کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے اور اتنا ہی اور بھی ہو تو یہ لوگ قیامت کے دن برے

---

۱۰ آیت ۴۲ میں دراصل انسان کو یہ احساس دلایا ہے کہ موت اور زیست اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے- نیند کی حالت میں روحوں کے قبض سے مراد احساس و شعور، فہم و ادراک اور ارادہ کی قوتوں کا معطل کر دینا ہے- اسی بنا پر مثل مشہور ہے- النوم اخو الموت- اگر انسان نوم و یقظہ کی اس حالت پر غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وسعت قدرت سے مردوں کو بھی زندہ کر سکتا ہے-

۱۱ آیت ۴۵ میں مشرک کی حالت بیان کی ہے کہ گو یہ لوگ زبان سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور محبت کا اعتراف کرتے ہیں، مگر اکیلے خدا کی حمد و ثنا پر خوش نہیں ہوتے- جب تک کہ دوسرے پیروں فقیروں اور دیوتاؤں کی کرامات کا ذکر نہ کیا جائے- آج کل بھی خالص توحید کا وعظ کہنے والوں کو منکر اولیاء سمجھا جاتا ہے- اور واعظ بھی سامعین کو خوش کرنے کے لیے ادھر ادھر کی گپیں ہانکنا ضروری خیال کرتے ہیں- الغرض اس آیت کے مضمون کی میزان پر ہر شخص اپنے ایمان اور عقیدہ توحید کو تول سکتا ہے!

وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ
مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٤٨﴾ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ
اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ۭ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٩﴾ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ
اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ
سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٥١﴾ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا
تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٥٣﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ
وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

---

عذاب سے بچنے کے لیے سب کچھ فدیہ میں دینے کو تیار ہو جائیں گے اور وہاں اللہ کی طرف سے ان کے سامنے وہ کچھ آئے گا' جس کا وہ وہم وگمان بھی نہ رکھتے تھے- (۴۸) اور وہاں ان کی کمائی کے برے نتائج ان کے سامنے آ جائیں گے اور وہی چیز ان کو آ گھیرے گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے (۴۹) پھر جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہمیں پکارنے لگتا ہے- پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی خاص نعمت عطا کرتے ہیں' تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو مجھ کو میرے علم کی بنا پر ملا ہے- نہیں بلکہ یہ ایک آزمائش ہے- مگر ان میں سے اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں- (۵۰) یہی بات ان لوگوں نے بھی کہی جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں' مگر جو کچھ وہ کرتے رہے' ان کے کچھ بھی کام نہ آیا (۵۱) پھر ان تمام بداعمالیوں کا وبال ان پر آ پڑا- اور ان لوگوں میں سے بھی جو ظالم ہیں' ان کی کمائی کا وبال بھی عنقریب ان پر پڑنے والا ہے- اور یہ لوگ ہمیں عاجز کر دینے والے نہیں ہیں (۵۲) اور کیا انہیں معلوم نہیں کہ اللہ جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے- بیشک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں (۵۳) اے پیغمبر! کہہ دیجیے اے میرے بندو! (گناہوں میں ڈوب کر) تم نے اپنے اوپر سخت زیادتیاں کی ہیں (خواہ تم کیسے ہی غرق معصیت ہو مگر پھر بھی اس محبت فرمائے رحمت سے ناامید نہ ہو! یقیناً وہ تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا' بیشک وہ درگزر کرنے والا ہے اور اس کی بخشش رحم عام ہے-[1] (۵۴) (اے وہ لوگو کہ اپنے پروردگار کی نافرمانیوں میں ڈوبے ہوئے ہو) اس کی طرف رجوع کرو اور اس کے حکم کے آگے اپنی گردن جھکا دو قبل اس کے کہ تم پر (آخری) عذاب نازل ہو اور کسی طرف سے تمہیں مدد نہ ملے-[2] (۵۵) اور اللہ کی طرف سے جو بہترین احکام و مواعظ بھیجے گئے ہیں ان کی پیروی کرو-......

---

(۱) "الہلال" ۴ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۸- (۲) ایضاً-

مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ
يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ
هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ
الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَ اسْتَكْبَرْتَ وَ كُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى
لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَ يُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَ لَا هُمْ
يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۫ وَّ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۶۲﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْ ع

اس وقت سے پہلے جبکہ یکا یک تم کو (آخری ناکامیوں اور نامرادیوں کا) عذاب آ گھیرے گا اور تم بالکل بے خبر ہو گے۔

(۵۶) اور کہیں ایسا نہ ہو کہ (تم اس وقت حسرت وندامت کے ساتھ وقت فرصت کو یاد کرو)...... اور تم میں سے کوئی کہے آہ! آہ! صد حسرت وافسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے اپنے پروردگار کے احکام کی تقدیس کرنے میں کی۔ اے افسوس کہ مجھے حکم الٰہی سنایا جاتا تھا مگر میں تمسخر کرتا تھا۔ (۵۷) یا کہے کہ اگر خدا میری ہدایت فرماتا تو آج پرہیزگاروں میں سے ہوتا حالانکہ اس تمام حجت کے لیے آج ہدایت کی صدائے دعوت بلند کی جارہی ہے (۵۸) یا پھر جب وہ آنے والا عذاب آموجود ہو تو اسے دیکھ کر حسرت سے کہے کہ اے کاش، مجھے دی گئی ہوئی مہلت اور گزرا ہوا وقت دوبارہ مل جاتا تو میں بھی نیک بن کر نیکوں کی جماعت میں شامل ہو جاتا۔ (۵۹) لیکن اس وقت صدائے الٰہی اٹھے گی کہ ہاں میں نے تو اپنا حکم بھیجا تھا اور اپنی نشانیاں تجھے دکھلائی تھیں، پر تو نے ان کو جھٹلایا اور ان کے آگے جھکنے کی جگہ مغرور ہو گیا' میرے حکموں سے انکار کرنے والوں میں تو بھی تھا اب تیرے لیے حسرت ونامرادی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ (۱)

(۶۰) اور جن لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے قیامت کے دن آپ دیکھیں گے کہ ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا ان متکبروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے؟ (۶۱) اور جن لوگوں نے یہاں تقویٰ کی راہ اختیار کی، ان کی کامیابی کی وجہ سے اللہ انہیں نجات دے گا نہ انہیں کسی طرح کی تکلیف پہنچے گی اور نہ وہ کبھی غمگین ہوں گے۔

(۶۲) اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے (۶۳) آسمانوں اور زمین کے خزانے کی کنجیاں اسی کے اختیار میں ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں تو یہی لوگ خسارہ اٹھانے والے ہیں (۶۴) اے نبی آپ ان سے کہہ

اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ
لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَ كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَ مَا
قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَ الْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ
بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾
وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِيَ
بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَ وُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا
يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ ع

---

دیجیے: اے جاہلو! کیا اب بھی مجھے کہتے ہو کہ میں غیر اللہ کی عبادت کرنے لگوں۔

(۶۵) بلاشبہ میری طرف اور مجھ سے پہلے پیغمبروں کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے تمام اعمال نیست و نابود ہو جائیں گے اور تم یقیناً خسارے میں پڑ جاؤ گے۔

(۶۶) بلکہ تم اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر گزار بندوں میں سے ہو جاؤ (۶۷) اور انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جو اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔ حالانکہ یہ ساری زمین قیامت کے دن اس کے قبضہ میں ہوگی اور تمام آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ پاک ہے وہ ذات اور بالاتر ہے وہ اس شرک سے جو یہ لوگ کر رہے ہیں۔

(۶۸) اور صور میں پھونکا جائے گا تو وہ سب بیہوش ہو کر گر پڑیں گے جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں، سوائے ان کے جن کو اللہ چاہے۔ پھر اس صور میں دوسری مرتبہ پھونک ماری جائے گی تو یکایک یہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے! (۶۹) اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور عملوں کی کتاب لا کر رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائیں گے اور لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور ان کی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ (۷۰) اور ہر شخص کو اس کے عملوں کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور جو کچھ لوگ کرتے رہے ہیں اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

(۷۱) اور جو لوگ کفر کرتے رہے ہیں وہ دوزخ کی طرف گروہ در گروہ ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہ دوزخ پر پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور......

قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ يُنْذِرُوْنَكُمْ
لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا
اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ
اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ
طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿۷۳﴾ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ
نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۷۴﴾ وَ تَرَى الْمَلٰۗىِٕكَةَ حَاۗفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ
الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۸

اس کے خازن ان سے کہیں گے کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیات پڑھ کر سنایا کرتے اور تم کو اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے؟ وہ جواب دیں گے کیوں نہیں آئے تھے- لیکن عذاب کا فیصلہ کافروں پر پورا ہو کر رہا!''

(۷۲) ان سے کہا جائے گا '' دوزخ کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ' اب اس میں ہمیشہ رہو گے' سو وہ کتنا ہی برا ٹھکانا ہے تکبر کرنے والوں کے لیے!''

(۷۳) اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے، ان کو گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائے گا- یہاں تک کہ جب وہ وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوں گے اور جنت کے خازن ان سے کہیں گے '' تم پر سلام ہو! تم خوش حال رہو! سو جنت میں ہمیشہ رہنے کے لیے اس میں داخل ہو جاؤ-''

(۷۴) اور وہ (جنت میں داخل ہو کر) کہیں گے '' سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے اپنا وعدہ ہم کو سچ کر دکھایا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں سکونت اختیار کریں- پس عمل کرنے والوں کا اجر کتنا عمدہ ہے!'' (۷۵) اور آپ دیکھیں گے کہ فرشتے عرش کے گرد حلقہ بنائے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کر رہے ہوں گے اور تمام لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہہ دیا جائے گا کہ سب خوبیاں اللہ رب العالمین کے لیے ہی زیبا ہیں!

۞ ۞ ۞

اٰيَاتُهَا : 85 سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ رُكُوْعَاتُهَا : 9

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ② غَافِرِ الذَّنْبِ
وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ مَا
يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ④ كَذَّبَتْ
قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَ
جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ⑤ وَكَذٰلِكَ
حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ⑥ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ

(۱) حم (۲) اس کتاب کی تنزیل اللہ کی جانب ہے جو زبردست' سب کچھ جاننے والا ہے۔[1] (۳) گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا' سخت سزا دینے والا' بڑا صاحب فضل' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (۴) اللہ کی آیات میں صرف وہی لوگ جھگڑا کرتے ہیں جنہوں نے کفر کا شیوہ اختیار کر رکھا ہے' سو ملکوں میں ان کا چلنا پھرنا تمہیں کسی دھوکے میں نہ ڈال دے۔[2] (۵) ان لوگوں سے پہلے قوم نوح اور ان کے بعد بہت سے گروہ پیغمبروں کی تکذیب کر چکے ہیں اور ہر قوم نے اپنے رسول کے ساتھ یہی ارادہ کیا کہ اسے گرفتار کرے، اور بے اصل باتوں کا سہارا لے کر جھگڑا کرتے رہے کہ حق کو اس کی جگہ سے ہٹا دیں' آخر کار میں نے ان کو پکڑ لیا' پھر دیکھ لو کہ میری سزا کیسی ہوئی؟ (۶) اسی طرح ان کافروں پر بھی تیرے رب کا فیصلہ ثابت ہو چکا ہے کہ یہ اہل دوزخ ہیں (۷) وہ فرشتے جو عرش الٰہی کے حامل ہیں

[1] اس سورہ کے تین نام ہیں: سورۂ مومن، سورۂ غافر اور سورۂ طول۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس کا نزول سورۂ زمر کے بعد ہے۔ اس سورہ کے مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور میں کفار مکہ ایک طرف تو بحث و مباحثہ اور الزام تراشیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے تھے اور قرآن مجید پر مختلف قسم کے اعتراضات کر رہے تھے اور دوسری طرف آپ کو (معاذ اللہ) قتل کر دینے کے منصوبے بنا رہے تھے، اور اس کے لیے فضا ہموار کر رہے تھے۔

اس سورہ میں مومن آل فرعون کا قصہ "اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ" اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ جس میں تنبیہ و سرزنش کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کو صبر و ثبات اور ان ظالموں سے اللہ کی پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ مکی سورتوں میں توحید و آخرت کے دلائل دیے گئے ہیں اور بتایا ہے کہ عنقریب فیصلے کا دن قریب آ رہا ہے' ہر چیز کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا۔

وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ
شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا وَ
اَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ
اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۸﴾ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ
الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ
تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا
بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ
يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ۭ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ
السَّمَاۗءِ رِزْقًا ۭ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ

---

اور جو اس کے گرداگرد ہیں یہ سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح میں لگے ہوئے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں" کہ اے ہمارے رب' تو اپنی رحمت اور علم سے ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔ سو ان لوگوں کو بخش دے جنھوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور ان کو جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ۔ (۸) اے ہمارے رب' ان کو ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں داخل فرما' بیشک تو ہی زبردست کمال حکمت کا مالک ہے (۹) اور ان کو برائیوں کی پاداش سے بچالے' اور جس کو تو نے قیامت کے دن برائیوں کی پاداش سے بچالیا تو اس پر واقعی تو نے رحم کیا اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے" (۱۰) جن لوگوں نے کفر کیا ان کو (قیامت کے دن) پکار کر کہا جائے گا کہ آج جتنا شدید غصہ تمھیں اپنے آپ پر آ رہا ہے اللہ تم پر اس سے بھی زیادہ غضبناک ہوتا تھا جب تمھیں ایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم کفر کرتے تھے۔ (۱۱) یہ لوگ کہیں گے" اے ہمارے رب' تو نے دو بار ہمیں موت دی اور دو بار زندہ کیا، سو اب ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں! پھر یہاں سے نکلنے کی کیا کوئی سبیل ہے؟ (۱۲) یہ سزا تمھیں اس لیے مل رہی ہے کہ جب صرف تنہا اللہ کا نام لیا جاتا تھا تو تم کفر کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تو تم مان لیتے تھے۔ بس فیصلہ اللہ ہی کا ہے جو سب سے بلند اور بڑا ہے۔ (۱۳) وہ اللہ ہی ہے جو تمھیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے اور آسمان سے تمھارے لیے رزق اتارتا ہے۔ اور ان باتوں سے صرف وہی نصیحت حاصل کرتا ہے جو اللہ کی طرف رجوع ہونے والا ہو (۱۴) پس اللہ کے لیے اپنے دین کو خالص کر کے اسی کی عبادت کرو۔ خواہ کافر لوگ کتنا ہی برا مانیں۔

---

۲ آیت ۴ میں جھگڑے کی مذمت کی ہے اس سے کج بحثیاں مراد ہیں، ورنہ قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے بحث کرنا ممدوح اور اہل علم کا مشغلہ چلا آیا ہے۔

الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ
لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ
لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۭ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ
حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ
بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ ع ۲
اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْا هُمْ
اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ
وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ قَوِيٌّ

---

(۱۵) وہ بلند درجوں والا صاحب عرش ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ ملاقات کے دن سے ڈرائے (۱۶) جس دن کہ سب لوگ میدان حشر کی طرف نکل کھڑے ہوں گے، ان کی کوئی بات اللہ پر مخفی نہ ہو گی (اس وقت کہا جائے گا) آج کے دن کس کی بادشاہی ہے؟ کسی کی نہیں، صرف خدائے واحد وقہار کی! (۱۷) آج ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے گا، آج کے دن کسی پر ظلم نہیں ہوگا، بیشک اللہ بہت حساب کرنے والا ہے۔ (۱۸) اے نبی! آپ ان لوگوں کو اس قریب آنے والے دن کی مصیبت سے ڈرایئے، جس دن کلیجے منہ کو آرہے ہوں گے اور لوگ غم کے گھونٹ پی رہے ہوں گے۔ اس دن ظالموں کا نہ کوئی ہمدردی کرنے والا دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات مان لی جائے (۱۹) اللہ خیانت کرنے والی آنکھ کو جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جو سینوں نے چھپا رکھی ہیں۔ (۲۰) اور اللہ ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گا۔ اور وہ معبود جن کو (یہ مشرکین) اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں وہ کسی طرح کا فیصلہ نہیں کر سکتے، بلاشبہ اللہ ہی سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ (۲۱) کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان لوگوں کا انجام دیکھتے جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں وہ قوت میں ان سے زیادہ تھے اور زمین میں آثار چھوڑنے کے اعتبار سے بھی ان سے بڑھے ہوئے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا اور اللہ سے کوئی بھی ان کو بچانے والا نہ تھا (۲۲) ان پر یہ گرفت اس بنا پر ہوئی کہ ان کے رسول ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آتے

---

۳ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہیں انہیں چاہیے کہ گزشتہ اقوام کے وقائع سے عبرت حاصل کریں وہ لوگ ان سے زیادہ طاقتور تھے مگر جب انہوں نے اللہ کے رسول کو جھٹلایا تو وہ اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکے۔

شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿٢٢﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٣﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ
وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿٢٤﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ
اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٢٥﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ
رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿٢٦﴾ وَ قَالَ مُوْسٰۤى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ
وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٢٧﴾ وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖۗ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ ع ۸

رہے، مگر وہ کفر وانکار ہی کرتے رہے، پھر اللہ نے ان کو پکڑ لیا، بیشک اللہ بڑی قوت اور سخت عذاب دینے والا ہے۔[۳] (۲۳) بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور واضح دلیل دے کر بھیجا۔ (۲۴) فرعون اور ہامان اور قارون کی طرف، مگر انہوں نے اسے ''جادوگر'' اور ''جھوٹا'' بتایا۔[۴] (۲۵) غرض جب وہ ان کے پاس ہماری طرف سے حق لے کر پہنچا تو ان لوگوں نے کہا ''جو لوگ موسیٰ کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو اور ان کی عورتوں کو زندہ چھوڑ دو'' مگر کافروں کی یہ تدبیر اکارت ہی گئی۔[۵] (۲۶) اور فرعون نے کہا مجھے چھوڑ دو کہ موسیٰ کو قتل کردوں اور وہ اپنے خدا کو اپنی مدد کے لیے بلائے، میں ڈرتا ہوں کہ وہ تمہارا دین نہ بدل دے یا یہ کہ زمین میں فساد نہ پھیلائے![1] (۲۷) اور موسیٰ نے کہا ''میں تو ہر متکبر سے جو یوم حساب پر ایمان نہ رکھتا ہو، اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لے چکا ہوں!'' (۲۸) اتنے میں آل فرعون میں سے ایک مومن شخص جو اپنا ایمان چھپائے......

---

۴ قارون بنی اسرائیل میں سے سب سے زیادہ مالدار تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فرعونی سیاست سے وابستہ تھا اور ہامان فرعون کا درباری اور وزیر تھا۔ اور یہ ہامان وہ نہیں ہے جو ایران کے بادشاہ اخسویرس کے دربار میں امیر تھا۔ جیسا کہ بعض مستشرقین نے اعتراض کیا ہے۔

۵ قرآن مجید نے بیان کیا ہے کہ ہم نے موسیٰ کو آیات اور ''سلطان مبین'' دے کر بھیجا۔ اور عطف سے ظاہر ہے کہ یہ ''سلطان مبین'' آیات کے علاوہ ہے۔ اس لیے علماء نے اس کی مختلف تاویلیں بیان کی ہیں۔

ممکن ہے کہ آیات سے مراد عام معجزات ہوں اور ''سلطان مبین'' خاص قسم کی تائید ربانی کا نام ہو جو پیغمبروں کے چہرے پر نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث ہو کر آئے اور آپ نے معجزات اور نشانیاں دکھا کر ثابت کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تو فرعون نے بالآخر بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل اور لڑکیوں کو جیتا چھوڑ دینے کا حکم نامہ جاری کر دیا، تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حامیوں کو خوفزدہ کر دیا جائے اور وہ ڈر کے مارے ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔

---

(1) ''البلاغ'' ۱۱ر فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۵۔

اِیْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ یَّكُ
كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ
هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ
بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰی وَ مَاۤ اَهْدِیْكُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾
وَ قَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ
نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ

---

ہوئے تھا[6] آ کر کہنے لگا'' کیا تم ایک شخص کو محض اس بنا پر قتل کر ڈالو گے کہ وہ کہتا ہے، میرا رب اللہ ہے؟ حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا ہے' اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا- اور اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب کا وہ تمہیں وعدہ دے رہا ہے' اس میں سے کچھ نہ کچھ تو تمہیں پہنچ کر رہے گا- بلاشبہ اللہ ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گزر جانے والا اور بہت جھوٹا ہو-

(۲۹) میری قوم کے لوگو! آج تو تمہاری سلطنت ہے' اس ملک میں تم غالب اور حکمران ہو' لیکن اگر ہم پر اللہ کا عذاب آ پڑا تو اس عذاب میں کون ہماری مدد کرے گا؟''[7] فرعون نے کہا'' میں تو تم کو وہی رائے دیتا ہوں جس کو میں خود صحیح سمجھتا ہوں اور میں اسی راستہ کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا ہوں جو بالکل ٹھیک ہے!'' (۳۰) اور اس مومن نے کہا'' میری قوم کے لوگو! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم کو بھی دوسری قوموں کی طرح روز بد نہ دیکھنا پڑے-

(۳۱) اور تمہارا بھی وہی حشر نہ ہو جو قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد دوسری قوموں کا ہوا- اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا ہے (۳۲) اے قوم! مجھے......

---

[6] ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ظہور پذیر ہونے والے حیرت انگیز معجزات دیکھ کر فرعون کے اعیان سلطنت میں سے کوئی شخص دل ہی دل میں ایمان لے آیا ہو اور فرعون کو ان کے قتل پر آمادہ دیکھ کر ضبط نہ کر سکا ہو' مگر مغربی مستشرقین اس شخص کے کردار سے انکار کرتے ہیں اور قرآن مجید کی روشن صداقتوں پر خاک ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں-

[7] فرعون نے جب دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت سے کسی طور انکار ممکن نہیں تو اس نے ایک سیاسی چال چلی، اور کہنے لگا کہ یہ شخص تمہارا انتظام حکومت تبدیل کر کے ملک میں فساد برپا کرنا چاہتا ہے- اس لیے تحفظ امن عامہ کے تحت اسے گرفتار کر کے قتل کر دینا چاہیے-
مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ان دھمکیوں کا ذرہ برابر بھی اثر نہ ہوا-

اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ
مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ
شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۖ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۚ كَذٰلِكَ
يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۚ
كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾
وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ
فَاَطَّلِعَ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى وَ اِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۚ وَ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ صُدَّ عَنِ
السَّبِيْلِ ۚ وَ مَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ وَ قَالَ الَّذِيْۤ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ ع

ڈر ہے کہ کہیں تم پر چیخ پکار کا دن نہ آ جائے۔

(۳۳) جس دن کہ تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے اس دن تمہیں اللہ سے کوئی بھی بچانے والا نہ ہو گا۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے، اسے پھر کوئی راستہ دکھانے والا نہیں ہوتا۔

(۳۴) بلاشبہ اس سے پہلے یوسفؑ بھی تمہارے پاس واضح دلائل لے کر آئے تھے، مگر تم اس کے لائے ہوئے دلائل میں ہمیشہ شک میں پڑے رہے۔

یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہا اب ان کے بعد اللہ کوئی رسول نہ بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ ان لوگوں کو گمراہی میں ڈال دیتا ہے جو حد سے گزرنے والے اور شکوک و شبہات میں رہنے والے ہیں۔

(۳۵) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل آئی ہو، یہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کے نزدیک نہایت ہی مبغوض ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور بڑے جابر کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔

(۳۶) اور فرعون نے کہا "اے ہامان! میرے لیے ایک بلند عمارت بنا تاکہ میں ان راستوں پر پہنچ سکوں (۳۷) جو راستے آسمانوں تک پہنچانے والے ہیں، پھر موسیٰ کے خدا کی طرف جھانک سکوں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ میں تو اسے جھوٹا سمجھتا ہوں۔ اس طرح فرعون کے لیے اس کی بد عملی مزین کر دی گئی اور اسے سیدھی راہ سے روک دیا گیا۔ اور فرعون کی چال ہی تباہ و برباد ہونے والی تھی۔

(۳۸) اور اس مرد مومن نے کہا "میری اتباع کرو، میں تمہیں صحیح راہ بتاتا ہوں۔ میری قوم! یہ دنیا کی زندگی محض چند روزہ

سَبِيلَ الرَّشَادِ ﴿٣٨﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿٣٩﴾
مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٤٠﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى
النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿٤١﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ
وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿٤٢﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي
الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿٤٣﴾
فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٤٤﴾
فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿٤٥﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ
عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿٤٦﴾

---

فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور اصل قرار گاہ تو دار آخرت ہی ہے۔ (۳۹) جو شخص کسی برائی کا مرتکب ہوگا تو اس کو اسی برائی کے برابر بدلہ دیا جائے گا۔ اور جو نیک عمل کرے گا' خواہ وہ مرد ہو یا عورت' بشرطیکہ وہ مومن ہو' تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے' جس میں ان کو بے حساب رزق دیا جائے گا۔ (۴۱) اور میری قوم کے لوگو! آخر یہ بات کیا ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف دعوت دیتے ہو؟ (۴۲) تم مجھے دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہراؤں' جن کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں ہے' اور میں تمہیں اس خدا کی طرف بلاتا ہوں جو زبردست اور مغفرت کرنے والا ہے۔ (۴۳) یہ بات یقینی ہے کہ جس کی طرف تم مجھے دعوت دے رہے ہو وہ نہ دنیا میں دعوت دینے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ آخرت میں۔ اور ہم سب کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے' اور جو لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں وہی اہل جہنم ہیں۔ (۴۴) سو جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں تم لوگ میری اس بات کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں' بلاشبہ اللہ ہی سب بندوں کا نگہبان ہے۔" (۴۵) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو ان لوگوں کی شرارت آمیز چالوں سے بچا لیا۔ اور فرعون کے ساتھی بدترین عذاب کے پھیر میں آ گئے۔ (۴۶) یہ لوگ صبح و شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس روز قیامت قائم ہوگی (اس دن ارشاد ہوگا) کہ آل فرعون کو نہایت سخت عذاب میں داخل کر دو![۵]

---

۵ آیت ۴۶ سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ عالم برزخ (قبر) میں کفار کو عذاب ہو رہا ہے۔ قرآن مجید کی دوسری آیت میں بھی

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ
اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿٤٧﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ
قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ
عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ قَالُوْا بَلٰى ۭ
قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰۗؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ع
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ
اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْۗءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾

---

(۴۷) اس وقت کو یاد کرو جب یہ لوگ جہنم میں جھگڑ رہے ہوں گے، پھر دنیا میں جو لوگ کمزور تھے وہ بڑا بننے والوں سے کہیں گے ''ہم دنیا میں تمہارے تابع تھے' تو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی حصہ ہٹا سکتے ہو؟'' (۴۸) متکبرین جواب دیں گے ''ہم سب ہی آگ میں پڑے ہیں' فی الواقع اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ کر دیا ہے!'' (۴۹) اور اہل جہنم حفاظت کرنے والے فرشتوں سے کہیں گے ''تم اپنے رب سے دعا کرو' وہ ہمارے عذاب میں کسی دن تو تخفیف کر دے!'' (۵۰) وہ فرشتے جواب دیں گے ''کیا تمہارے پاس تمہارے رسول معجزات لے کر نہیں آئے تھے؟'' اہل جہنم کہیں گے ''کیوں نہیں!'' اس پر فرشتے کہیں گے ''تو بس تم خود ہی دعا کرو!''......اور کافروں کی دعا بے سود ہی ہے! (۵۱) بے شک ہم اپنے رسولوں اور مومنین کی مدد دنیا کی زندگی میں بھی کرتے ہیں اور اس دن بھی کریں گے جس دن کہ گواہ کھڑے ہوں گے- (۵۲) جس روز کہ ظالموں کو ان کا کوئی عذر بھی فائدہ نہ دے گا اور ان پر لعنت پڑے گی اور ان کے لیے برا ٹھکانا ہوگا- (۵۳) بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو ہدایت (کتاب) عطا فرمائی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنا دیا-

---

اس قسم کے اشارات ملتے ہیں- اور حدیث میں بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ موت کے بعد ہر آدمی کو اس کا ٹھکانا جنت یا جہنم میں صبح وشام دکھایا جاتا ہے اور اس کی دلیل میں یہی آیت تلاوت فرمائی- (شوکانی)

یہ آیت مکی ہے اور متعدد طرق سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت میرے پاس آئی اور دوران گفتگو اس نے کہا: وَقَاكِ اللّٰهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (کہ اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب قبر سے محفوظ رکھے!) مجھے تعجب ہوا اور میں نے آنحضرت ﷺ کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے فرمایا: كذبت اليهودية کہ ''اس عورت نے جھوٹ کہا ہے'' مگر چند روز کے بعد آنحضرت ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! عذاب قبر سے پناہ مانگا کرو، بیشک عذاب قبر برحق ہے!

علماء نے لکھا ہے کہ آیت اور حدیث میں تعارض نہیں- آیت سے صرف ارواح کا صبح وشام معذب ہونا ثابت ہوتا ہے اور احادیث سے ''روح مع الجسد'' کا، جس کا علم بذریعہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں اس یہودیہ کے واقعہ کے بعد ہوا- علمائے

هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ
رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ
صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ۬
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ
فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ ع
لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

---

(۵۴) جو اہل عقل کے لیے ہدایت اور موجب نصیحت تھی۔

(۵۵) پس (اے نبی!) صبر کیجیے، اللہ کا وعدہ برحق ہے اور اپنی غلطی کے لیے مغفرت طلب کیجیے اور شام اور صبح اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرتے رہیے۔ (۵۶) بیشک جو لوگ کسی سند اور دلیل کے بغیر، جو ان کے پاس آئی ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑ رہے ہیں، ان کے دلوں میں تکبر ہی ہے، جس تک وہ پہنچنے والے نہیں ہیں۔ سو آپ ان کے شر سے بچنے کے لیے اللہ سے پناہ مانگتے رہیے، بلاشبہ وہی سننے اور دیکھنے والا ہے۔

(۵۷) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے سے یقیناً بڑا کام ہے، مگر اکثر لوگ یہ جانتے نہیں ہیں۔ (۵۸) اور اندھا اور بینا برابر نہیں ہوتے۔ اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، اور بدکار برابر ٹھہریں، تم لوگ بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

(۵۹) یقیناً قیامت آنے والی ہے، اس کی آمد میں کسی طرح کا بھی شک نہیں، مگر اکثر ایمان نہیں رکھتے۔ (۶۰) اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا مانگو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بلاشبہ جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

(۶۱) اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی کہ اس میں آرام حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا، بیشک اللہ لوگوں پر

---

سنت کے نزدیک عذاب قبر برحق ہے اور اس کا انکار بدعت ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ شرح الصدور میں ان تمام احادیث کو یک جا کر دیا ہے۔ اس مسئلے سے متعلق ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بھی شرح مشکوٰۃ میں مفصل بحث کی ہے۔

يَشْكُرُوْنَ ﴿٦١﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٦٢﴾ كَذٰلِكَ
يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ
بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ
رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ
الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٥﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ
رَّبِّيْ ۡ وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ
نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَ
مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ

---

بڑا فضل کرنے والا ہے' لیکن اکثر لوگ شکر گزاری سے کام نہیں لیتے۔

(۶۲) یہ ہے اللہ رب تمہارا' ہر چیز کا خالق' اس کے سوا کوئی معبود نہیں' پھر تم کدھر بہکائے جا رہے ہو؟ (۶۳) اسی طرح وہ سب لوگ بہکائے جاتے رہے' جو اللہ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔ (۶۴) اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو قرار گاہ اور آسمان کو چھت بنا دیا اور اس نے تمہاری صورتیں بنائیں' سو بہترین صورتیں بنائیں اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا' وہ اللہ تمہارا رب ہے' سو اللہ بہت ہی برکتوں والا ہے' جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (۶۵) وہی زندہ ہے' اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے' سو تم اسی کے لیے اپنے دین کو خالص کر کے اس کو پکارو' سب تعریف اسی کو سزاوار ہے' جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

(۶۶) آپ کہہ دیجیے ''مجھے ان کی عبادت سے منع کر دیا گیا ہے' جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو' جبکہ میرے پاس میرے رب کی جانب سے واضح دلائل پہنچ چکے ہیں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں رب العالمین کا فرمانبردار رہوں۔

(۶۷) وہ پروردگار جس نے تمہارا وجود مٹی سے پیدا کیا' پھر نطفہ سے' پھر علقہ سے (یعنی جونک کی شکل کی ایک چیز سے) پھر ایسا ہوتا ہے کہ تم کو طفولیت کی حالت میں ماں کے شکم سے نکالتا ہے' پھر بڑے ہوتے ہو اور سن تمیز تک پہنچتے ہو' اس کے بعد تمہارا جینا اس لیے ہوتا ہے کہ بڑھاپے کی منزل تک پہنچو' پھر تم میں سے کوئی تو ان منزلوں سے پہلے مر جاتا ہے اور (کوئی چھوڑ دیا جاتا ہے) تا کہ اپنے مقررہ وقت تک زندگی بسر کرلے [1] اور تا کہ تم عقل و فکر سے کام لو۔

---

(۱) [illegible] ۸۴-۸۵

ع وَ يُمِيتُ ۚ فَإِذَا قَضٰى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ﴿٦٨﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ
فِي آيٰتِ اللّٰهِ ۖ أَنّٰى يُصْرَفُونَ ﴿٦٩﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتٰبِ وَ بِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا ۖ
فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٧٠﴾ إِذِ الْأَغْلٰلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَ السَّلٰسِلُ ۖ يُسْحَبُونَ ﴿٧١﴾ فِي الْحَمِيمِ ۙ ثُمَّ
فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾ مِن دُونِ اللّٰهِ ۖ قَالُوا
ضَلُّوا عَنَّا بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُوا مِن قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾ ذٰلِكُم
بِمَا كُنتُمْ تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ بِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿٧٥﴾ ادْخُلُوا أَبْوَابَ
جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٦﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا

---

(۶۸) وہی ہے جو زندگی عطا کرتا ہے اور موت دیتا ہے- پھر جب وہ کسی کام کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس اتنا کہہ دیتا ہے کہ ہو جاؤ' پس وہ ہو جاتا ہے (۶۹) تم نے ان لوگوں کے حال پر نظر نہیں کی جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑا کرتے ہیں- یہ لوگ کہاں سے پھرائے جا رہے ہیں؟[9] (۷۰) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس کتاب کی اور تمام کتابوں کی تکذیب کی جنہیں ہم نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا تھا' سو یہ لوگ عنقریب جان لیں گے-

(۷۱-۷۲) جبکہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی- ان کو کھینچ کر گرم پانی میں' پھر آگ میں جھونک دیا جائے گا- (۷۳-۷۴) پھر ان سے پوچھا جائے گا "اب کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا شریک بناتے تھے؟" وہ جواب دیں گے کہ "وہ ہم سے غائب ہو گئے بلکہ در حقیقت اس سے پہلے ہم کسی کو بھی نہیں پوجتے تھے" اسی طرح اللہ تمام کافروں کو گمراہ کرتا ہے-

(۷۵) یہ عذاب اس لیے ہے کہ تم دنیا میں ناحق اترایا کرتے تھے اور تم اسی "ناحق" پر نازاں تھے-

(۷۶) اب جاؤ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ' اس میں ہمیشہ رہو گے' سو وہ بہت بری قرارگاہ ہے تکبر کرنے والوں کی-

(۷۷) پس اے نبی! صبر سے کام لیجیے' بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے' پھر جس عذاب کے وعدے ہم ان سے کر رہے ہیں اس کا کچھ تمہیں

---

9 آیت ۶۹-۷۰ میں اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرنے والوں اور ان کی تکذیب کرنے والوں کا انجام ذکر کیا گیا ہے جبکہ آنحضرت ﷺ کو صبر کی تلقین کی گئی ہے-

نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٧٧﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا
مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ
لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٧٨﴾
اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٧٩﴾ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا
عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿٨٠﴾ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ
تُنكِرُونَ ﴿٨١﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا
أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ

---

دکھادیں یااس سے قبل ہی آپ کواس دنیا سے اٹھالیں' بہر حال انہیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

(۷۸) اور اے پیغمبر! آپ سے پہلے ہم نے کتنے ہی پیغمبر مبعوث فرمائے! ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے حالات آپ کو سنائے ہیں' اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات آپ کو نہیں سنائے (یعنی قرآن مجید میں ان کا ذکر نہیں کیا گیا) اور کسی رسول کو یہ مقدور نہ تھا کہ اللہ کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لے آتا' پھر جب وہ وقت آ گیا کہ حکم الٰہی صادر ہو تو (خدا کا) فیصلہ حق نافذ ہو گیا اور اس وقت ان لوگوں کے لیے جو برسر باطل تھے' تباہی ہوئی ہے ؂۱

(۷۹) اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے مویشی جانور پیدا کیے تا کہ ان میں سے بعض پر تم سواری کرو' اور کچھ ایسے ہیں جن کا تم گوشت کھاتے ہو۔

(۸۰) تمہارے لیے ان میں اور بھی فائدے ہیں اور تا کہ تم ان پر سوار ہو کر جہاں جانے کا ارادہ ہو وہاں پہنچ سکو' اور تم ان چوپایہ جانوروں اور کشتیوں پر سوار کیے جاتے ہو۔

(۸۱) اور اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے' آخر تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے؟

(۸۲) کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ ان لوگوں کو ان کا انجام نظر آتا جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں' وہ لوگ تعداد میں ان سے زیادہ تھے اور زمین میں آثار چھوڑنے کے اعتبار سے بھی ان سے بڑھے ہوئے تھے' ان کے کسب و ہنر ان کے کچھ بھی کام نہ آئے۔

---

؂۱ کفار مکہ آنحضرت ﷺ سے مطالبہ کرتے کہ اگر آپ اللہ کے سچے رسول ہیں تو ہمیں فلاں فلاں معجزہ دکھا دیجیے' یہاں آیت ۷۸ سے ان کے اسی مطالبے کے متعدد جوابات دیے جا رہے ہیں:

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾
فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ
ع اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

---

(۸۳) جب ان کے رسول واضح دلائل لے کر ان کے پاس آئے تو انہوں نے اپنے علم پر ناز کیا اور اسی عذاب کے پھیرے میں آ گئے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

(۸۴) جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے' ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جن کو ہم خدا کا شریک ٹھہراتے تھے' ان سب کا ہم نے انکار کیا۔

(۸۵) لیکن ہمارا عذاب دیکھ لینے کے بعد ان کا یہ ایمان کب سود مند ہو سکتا تھا؟ اللہ کا یہی دستور مقرر ہے' جو ہمیشہ اس کے بندوں میں چلا آیا ہے' اور اس وقت کافر سخت نقصان میں رہ گئے۔ !!

---

(ا) کوئی نبی از خود معجزہ دکھانے پر قدرت نہیں رکھتا' بلکہ اس کے لیے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اذن و امر ہونا ضروری ہے۔

(ب) یہ معجزہ کوئی کھیل تماشا نہیں ہوتا' بلکہ اس کے ظاہر ہو جانے کے بعد اگر کوئی قوم انکار کی راہ اختیار کرے تو پھر اس پر عذاب الٰہی ٹوٹ پڑتا ہے' اس لیے تم خود ہی سوچ لو کہ کس چیز کو دعوت دے رہے ہو۔

(ج) اگر تم واقعی حق طلبی کے لیے معجزہ طلب کر رہے ہو تو زمین پر اللہ تعالیٰ کی بہت سی نشانیاں ہیں جو تمہاری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں' ان پر غور کر کے تم اپنا اطمینان کر سکتے ہو۔

!! اس سورہ کے خاتمہ پر کفار مکہ کو گزشتہ اقوام کے وقائع اور ان کے انجام پر غور کر کے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دلائی کہ وہ تم سے زیادہ دنیوی جاہ و جلال کے مالک تھے اور انہیں اپنے علم و فلسفہ پر بہت ناز تھا' جس کے گھمنڈ میں آ کر انہوں نے انبیاء کے لائے ہوئے علوم کو جھٹلا دیا' تو اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو گئے اور پھر ان کی توبہ و انابت نے بھی انہیں کچھ فائدہ نہ دیا۔

❋ ❋ ❋

اٰیاتُهَا: 54

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ

رُکُوْعَاتُهَا: 6

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ﴿١﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٢﴾ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ
يَّعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿٤﴾ وَ قَالُوْا قُلُوْبُنَا
فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَ فِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّ مِنْۢ بَيْنِنَا وَ بَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا
عٰمِلُوْنَ ﴿٥﴾ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ
وَ اسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَ وَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦﴾ الَّذِيْنَ لَا

(۱) حم (۲) یہ اس خدا کی طرف سے نازل کیا گیا ہے جو نہایت مہربان اور بے حد رحم کرنے والا ہے۔
(۳) یہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں کھول کھول کر بیان کی گئی ہیں- عربی زبان میں پڑھی جانے والی ان لوگوں کے لیے جو علم رکھتے ہیں- (۴) بشارت دینے والی اور ڈرانے والی' پھر بھی ان میں سے اکثر نے روگردانی کی اور وہ سنتے ہی نہیں- (۵) اور کہتے ہیں "تمہاری دعوت کے لیے نہ تو ہمارے دلوں میں کوئی جگہ ہے' نہ کانوں میں سماعت' ہمارے اور تمہارے درمیان مخالفت کی ایک دیوار کھڑی ہوگئی ہے کہ ہم تمہاری بات سننے والے نہیں (۱) سو تو اپنا کام کیے جا' ہم اپنا کام کیے جاتے ہیں" (۶) اے پیغمبر! آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں بھی تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں' میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے' سو تم سیدھے اسی کی طرف چلو اور اس سے معافی چاہو اور مشرکوں کے لیے بڑی خرابی ہے (۷) وہ لوگ جو

ل یہ سورہ بھی مکی عہد کی سورتوں سے ہے اور اس کا زمانہ نزول حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بعد اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے پہلے ہے- علمائے سیرت نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ عتبہ بن ربیعہ کفار مکہ کے مشورہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مفاہمت کی متعدد صورتیں پیش کیں اور سرداران قریش کی طرف سے پیش کش کی کہ ہم آپ کو اپنا لیڈر بنا لیتے ہیں بشرطیکہ آپ اس تحریک سے دست بردار ہو جائیں- اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کی ابتدا سے ۳۸ آیات سنائیں اور عتبہ نے متاثر ہو کر اپنی قوم سے کہا' بخدا! یہ کلام نہ شعر ہے اور نہ سحر و کہانت ہے- اس کی تاثیر کچھ عجیب سی ہے اس لیے میری بات مانو اور اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کی حالت پر چھوڑ دو- اس سورہ کے مضمون پر غور کرنے سے یہ چیز سامنے آتی ہے کہ کفار نہایت ہٹ دھرمی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی مخالفت کر رہے تھے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب قرآن مجید سنانے کے لیے کھڑے ہوتے تو ہنگامہ بپا کر دیتے تاکہ قرآن کی آواز کسی کے کان میں نہ پڑے-

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول طبع دوم ص ۳۰۸.

يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ⑦ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ⑧ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ ع ١٥
تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ⑨ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ
فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ⑩ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ
دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ⑪ فَقَضٰهُنَّ
سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ
وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ⑫ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً

---

زکوۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہیں- (۸) یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لیے اجر ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگا- (۹) آپ ان سے کہہ دیجیے: کیا تم اس سے منکر ہو جس نے زمین دو دن میں بنائی اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک و ہم پایہ بناتے ہو- یہی خدا رب العلمین ہے- (۱۰) اور رکھے اس (زمین) میں بھاری پہاڑ اوپر سے اور اس میں برکتیں رکھ دیں- اور زمین پر رہنے والوں کے لیے اس میں سب مانگنے والوں کے لیے ٹھیک انداز سے خوراک کے سامان مہیا کر دیے اور یہ سب کام چار دن میں ہو گئے- (۱۱) پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا، اور وہ دھواں ہو رہا تھا- سو اس سے اور زمین سے کہا 'وجود میں آ جاؤ' خوشی سے یا زبردستی سے' تو انہوں نے کہا 'ہم آ گئے فرمانبردار بن کر (۱۲) تو اس نے دو دن میں سات آسمان بنا دیے- اور ہر آسمان میں اس کے مناسب حال حکم وحی کر دیا- اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کیا اور اسے خوب محفوظ کر دیا- یہ سب کچھ ایک زبردست ہر چیز کو خوب جاننے والی ہستی کا مقرر کردہ نظام ہے (۱۳) اس پر بھی وہ اگر روگردانی اختیار کریں تو آپ ان سے کہہ دیجیے: میں تم کو اسی طرح کے اچانک ٹوٹ پڑنے والے عذاب سے ڈراتا ہوں-

---

"عام مشرکین عرب' جن کے پاس ایمان و خدا پرستی کی کوئی تعلیم موجود نہ تھی' محض رسوم واوہام کے پجاری اور تقلید آباء واجداد کی مخلوق تھے- ان میں اکثر کی طبیعتیں گمراہی و فساد کی پختگی سے اس درجہ مسخ ہو گئی تھیں کہ کتنی ہی اچھی بات کہی جائے' ماننے والے نہ تھے!"

پھر قرآن مجید کی باتوں کو الٹے معنی پہناتے اور عجیب عجیب قسم کے اعتراضات کرتے- مثلاً وہ کہتے کہ قرآن مجید عربی زبان میں پڑھنا آپ کا کوئی معجزہ نہیں ہے- یہ معجزہ تو جب ہوتا کہ کسی دوسری زبان میں یہ قرآن اترا ہوتا- وغیرہ- اس سورہ میں ان کی کچھ اسی قسم کی مخالفت کے جوابات دیے گئے ہیں اور ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر اور اخلاق حسنہ سے پیش آنے کی تلقین کی ہے-

ے قرآن مجید نے متعدد مقامات پر تصریح فرمائی ہے کہ تمام کائنات ایک ہی دم ظہور میں نہیں آ گئی بلکہ تخلیق کے مختلف دور یکے بعد دیگرے ظاہر ہوئے اور یہ دور کل چھ تھے-[1] اس لیے یہاں پر "اربعة ایام" کا مطلب یہ ہوگا کہ زمین کی تخلیق دو دوروں میں ہوئی- پھر زمین کی سطح کی درستی' پہاڑوں کی نمود اور قوت نشو و نما کی تکمیل دو دوروں میں اور باقی دو دنوں میں آسمان کی خلق اور تسویہ ہوا- اس طرح آسمان و زمین کی پیدائش میں چھ دن صرف ہوئے- جیسا کہ دوسری آیات میں تصریح پائی جاتی ہے-

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد دوم صفحہ ۱۷۵-

مِثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿١٣﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا
اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي
الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ
قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿١٥﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ
عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿١٦﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ
فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿١٧﴾
وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿١٨﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٩﴾ ع ١٦
حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٠﴾

---

جیسا کہ عاد اور ثمود پر نازل ہوا تھا (۱۴) جبکہ ان کے پاس پیغمبران کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے آئے اور انہیں سمجھایا کہ تم ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ مگر انہوں نے جواب دیا "اگر ہمارے رب کو منظور ہوتا تو فرشتے نازل فرما دیتا۔ لہٰذا جو چیز دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے ساتھ کفر کرتے ہیں" (۱۵) چنانچہ عاد تو زمین میں بڑے بن بیٹھے اور کہنے لگے "کون ہے ہم سے زیادہ طاقتور؟" کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ طاقتور ہے؟ اور وہ ہماری آیتوں کا انکار ہی کرتے رہے۔ (۱۶) آخر کار ہم نے چند منحوس دنوں میں ان پر سخت طوفانی ہوا بھیج دی تا کہ انہیں اس دنیا کی زندگی ہی میں ذلت و رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھا دیں' اور آخرت کا عذاب اس سے کہیں زیادہ رسوا کن ہے اور وہاں ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی[3] (۱۷) اور باقی رہی قوم ثمود تو اسے بھی ہم نے راہ حق جتلا دی تھی' لیکن اس نے ہدایت کی راہ چھوڑ کر اندھے پن کا شیوہ پسند کیا۔ آخر کار ان کے کرتوتوں کی بدولت ان کو رسوا کن عذاب کے کڑاکے نے آ پکڑا (۱۸) اور جو لوگ ایماندار اور پرہیزگار تھے ان کو ہم نے بچا لیا[4] (۱۹) اور اس دن کو یاد کرو' جس دن کہ اللہ کے دشمنوں کو آگ کی طرف لے جانے کے لیے اکٹھا کیا جائے گا' پھر ان اگلوں کو پچھلوں کے آنے تک روکا جائے گا[5] (۲۰) یہاں تک کہ جب وہ سب دوزخ کے قریب پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی کھالیں ان کے خلاف گواہی دیں گی کہ وہ دنیا میں کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔

---

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش ایک ایسے مادہ سے ہوئی جسے قرآن مجید نے "دخان" سے تعبیر فرمایا ہے۔ یعنی مادہ کی وہ ابتدائی حالت جس میں وہ کائنات کی تخلیق سے قبل فضا میں بھاپ کی شکل میں پھیلا ہوا تھا۔ ممکن ہے یہ وہی مادہ ہو جسے موجودہ سائنس دان "سحاب" سے تعبیر کرتے ہیں۔

یہ مادۂ دخانیہ ابتدا میں ملا ہوا تھا، پھر اس کے مختلف حصے ایک دوسرے سے الگ کر دیے گئے اور ان سے اجرام سماویہ کی پیدائش ظہور

وَقَالُوا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ۭ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ
وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ
وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ

(۲۱) وہ لوگ اپنی کھالوں سے کہیں گے "تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟" وہ جواب دیں گی "جس اللہ نے ہر چیز کو قوت گویائی بخشی ہے، اسی نے ہم کو بھی گویا کر دیا اور اس نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا اور تم اسی کی طرف واپس لائے گئے ہو۔

(۲۲) تم دنیا میں جرائم کرتے وقت جب چھپتے تھے تو تمہیں یہ خیال نہیں تھا کہ کبھی تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں تمہارے خلاف گواہی دیں گی، بلکہ تم نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ تمہارے بہت سے اعمال کی اللہ کو خبر بھی نہیں ہے۔

(۲۳) اور تمہارے اسی گمان نے جو تم نے اپنے رب کے متعلق.......

---

میں آئی، جیسا کہ فرمایا: "اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا" (۲۱:۳۰)

گویا یہ کائنات بیک مرتبہ ظہور میں نہیں آئی، بلکہ اس پر یکے بعد دیگرے چھ دور گزرے۔ جسے قرآن مجید نے "ستة ایام" سے تعبیر فرمایا ہے۔ ان میں دو دور وہ ہیں جن میں سات ستاروں کی تکمیل ہوئی، اور دو دوروں میں زمین کی پیدائش، پھر سطح زمین کی درستی، پہاڑوں کی نمود اور قوت نشو و نما کی تکمیل دو دوروں میں مکمل ہوئی۔ اس طرح اس ساری کائنات کی تکمیل کے چھ دور بنتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں اجرام سماویہ کی ابتدائی تخلیق اور کرہ ارضی کی نشو و نما کے جو نظریے تسلیم کر لیے گئے ہیں، قرآن مجید کے اشارات سے بظاہر ان کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن نظریات بہر حال نظریات ہیں، جو جزم و یقین کا کام نہیں دے سکتے۔ اس بنا پر ان کی روشنی میں قرآن مجید کے مجمل اشارات کی تفسیر کرنا صحیح نہ ہوگا، فرض کیجیے آج ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ "دخان" سے مراد وہ منتشر الاجزاء مادہ کی حالت ہے جسے موجودہ دور کے سائنس دان سحابیے سے تعبیر کرتے ہیں مگر کل کو یہ نظریہ تبدیل ہو جاتا ہے تو پھر قرآن مجید کی اس تفسیر کا کیا حشر ہوگا؟

دراصل ان اشارات سے قرآن مجید کا مقصد تخلیق عالم کی شرح و تحقیق نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی طرف انسان کی توجہ دلانا اور توحید و آخرت پر استدلال کرنا ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے کائنات کی تخلیق کا ذکر کرنے کے معاً بعد فرمایا: "فَاِنْ اَعْرَضُوْا" یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی ان نشانیوں کو دیکھ کر بھی اگر یہ لوگ توحید کا اقرار نہیں کرتے تو آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں تم کو اچانک آ جانے والے عذاب سے ڈراتا ہوں!"

"آسمان کی خلق ایسے مادہ سے ہوئی جسے قرآن مجید نے "دخان" سے تعبیر کیا ہے۔ اس دھوئیں سے قدیم مفسرین نے پانی کے بخارات مراد لیے ہیں اور اسی کو موجودہ سائنس دان "سدیم" یا "سحابیہ" سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی بادلوں کے منتشر اجزاء۔ تمام اشارات کا ماحصل بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں مادہ دخانی تھا پھر اس میں انقسام ہوا یعنی بہت سے ٹکڑے ہو گئے۔ پھر ہر ٹکڑے نے ایک قرص کی شکل اختیار کر لی۔ پھر زمین نے کوئی ایسی شکل اختیار کر لی کہ "دخانیت" کی جگہ "مائیت" نے لے لی۔ یعنی پانی پیدا ہو گیا۔ پھر خشکی کے قطعات درست ہوئے، پھر پہاڑوں کے سلسلے نمایاں ہوئے، پھر زندگی کا نمو شروع ہوا اور نباتات ظہور میں آ گئیں۔

أَرْدٰىكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَإِنْ يَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَإِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا
هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ أَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ
عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع
وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَسْوَأَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ أَعْدَآءِ اللّٰهِ

---

قائم کر رکھا تھا، تمہیں تباہ کر دیا، اسی وجہ سے تم خسارے میں پڑ گئے۔ (۲۴) پھر اگر یہ لوگ صبر کریں تب بھی ان کا ٹھکانا آگ ہے اور اگر معذرت کرنا چاہیں گے تو انہیں معذرت کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ (۲۵) اور ہم نے ان کے ایسے ہم نشین مقرر کر دیے ہیں جو انہیں ان کے آگے اور ان کے پیچھے ہر چیز خوشنما کر کے دکھاتے تھے، اور آج ان کے حق میں عذاب کا فیصلہ ثابت ہو گیا جیسا کہ ان سے پہلے جنوں اور انسانوں کے گروہوں کے حق میں ثابت ہوا تھا۔ کیونکہ وہ سب زیاں کار تھے۔ (۲۶) اور یہ کافر ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو، اور جب سنایا جائے تو اس میں شور مچا دیا کرو، امید ہے کہ اس طرح تم غالب آ جاؤ گے۔ ع (۲۷) سو ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے اور یقیناً ہم ان کو ان بدترین اعمال کا بدلہ دیں گے جو وہ کرتے رہے ہیں۔ (۲۸) اور اللہ کے دشمنوں کا بدلہ وہ آگ ہے......

---

لیکن یہ معاملہ علم غیب سے تعلق رکھتا ہے، جس کی حقیقت ہم اپنے علم و ادراک سے نہیں معلوم کر سکتے۔ اور قرآن کا مقصود ان اشارات سے تخلیق عالم کی شرح و تحقیق نہیں، بلکہ خدا کی قدرت و حکمت کی طرف انسان کو توجہ دلانا ہے۔ پیدائش عالم کے بارے میں مفسرین نے بہت سی روایات نقل کر دی ہیں جن کی صحت ثابت نہیں!" (۱)

۳ قوم عاد کو طوفانی ہوا سے ہلاک کر دیا گیا جو مسلسل سات رات اور آٹھ دن چلتی رہی اور لوگوں کو اٹھا کر زمین پر اس طرح پچھاڑ دیا جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے گرے پڑے ہوں۔

۴ قوم ثمود کا مرکزی شہر "الحجر" تھا جو اب "مدائن صالح" کے نام سے مشہور ہے، اور وہاں اس قوم کے تباہ شدہ آثار اب بھی موجود ہیں۔ یہ علاقہ شہر "العلا" سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ حجاز سے جو قافلے شام جاتے ہیں وہ لازماً اس سے گزر کر جاتے ہیں۔ اور یہ اس ریلوے لائن کا ایک اسٹیشن بھی ہے، جو مدینہ سے دمشق کو جاتی ہے۔

"قوم ثمود عرب کے اس حصے میں آباد تھی جو حجاز اور شام کے درمیان وادی القری تک چلا گیا ہے۔ اسی مقام کو دوسری جگہ "الحجر" سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔" (۲) (گویا "الحجر" اس علاقہ کا نام ہے)

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد دوم سورۂ اعراف۔ (۲) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۱۷۹۔

النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ
اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا
وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ
وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿۳۲﴾ ع ۱۸

---

جس میں ان کا دائمی مقام ہے- یہ بدلہ ان کو اس بنا پر دیا جائے گا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کیا کرتے تھے- (۲۹) اور کافر کہیں گے" اے ہمارے رب' ہم کو وہ جن اور انسان دکھایے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا' ہم ان کو پاؤں تلے روند ڈالیں گے تا کہ وہ خوب ذلیل ہوں"

(۳۰) جن لوگوں نے اقرار کیا کہ صرف اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے' پھر (اپنے کاموں کے اندر اس اعتقاد کا ثبوت دے کر) درجہ استقامت حاصل کر لیا ماسوا کی طرف سے ان پر طمانیت وسکینت کے فرشتے نازل ہوں گے اور ان کو مطمئن کر دیں گے کہ نہ تو کسی طرح کا خوف اپنے دلوں میں لاؤ اور نہ غمگین ہو' اور اس جنت کی زندگی میں رہو' جس کا تم (ایسے استقامت والے مومنوں) سے وعدہ کیا گیا تھا- (۳۱) دنیا کی زندگی میں بھی ہم تمہارے مددگار ہیں اور آخرت میں بھی (تمہیں طاقت واختیار بخش دیا گیا) جس چیز کو تمہارا جی چاہے' تمہارے لیے مہیا ہے' اور جو چیز تم (اللہ سے) مانگو' تمہیں مل جائے گی- (۳۲) یہ درجہ تمہیں خدائے غفور و رحیم کی طرف سے مرحمت ہوا ہے-

۵ آیت ۱۹ سے ۲۵ تک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عالم آخرت محض ایک روحانی عالم نہیں ہوگا بلکہ انسان وہاں اپنے جسم و روح کے ساتھ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور انہی اجسام کے ساتھ زندہ ہوں گے جن میں وہ اب رہتے ہیں-
اس دن اجزائے جسم انسان کے خلاف شہادت دیں گے' مطلب یہ کہ قرآن مجید جس حشر (دوبارہ زندگی) کا ذکر کرتا ہے وہ حشر اجساد ہے-

۶ آیت ۲۶ میں کافروں کے اس منصوبے کا ذکر ہے جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وتبلیغ کے کام کو روکنے کے لیے کام میں لا رہے تھے کہ قرآن نہ خود سنو اور نہ کسی دوسرے کو سننے دو- اس طرح کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جب قرآن سنانا شروع کریں تو شور وشغب سے آپ کی آواز دبانے کی کوشش کرو-

۷ گزشتہ آیات میں اہل ایمان کی ہمت بندھائی ہے اور انہیں ثابت قدم رہنے کی تلقین کی ہے- اب یہاں آیت نمبر ۳۳ سے اہل ایمان کو اس طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ خود نیک عمل کرو اور دوسروں کو بھی اس کی دعوت دو اور مخالفین سے کہہ دو کہ ہم مسلمان ہی ہیں-

---

(۱) "الہلال" ۸ر جولائی ۱۹۱۴ء

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۳۳ وَلَا
تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ
عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ۝۳۴ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ
عَظِيْمٍ ۝۳۵ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۳۶
وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ
خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝۳۷ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ
وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ۝۳۸ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ
اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا

(۳۳) اور اس شخص سے بڑھ کر اور کس شخص کی بات ہو سکتی ہے کہ جو لوگوں کو خدا کے نام کی دعوت دے نیز اعمال صالحہ انجام دے اور اس کا دعویٰ صرف اتنا ہی ہو کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔ ے[1] (۳۴) (اور دیکھو) نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتی (اگر کوئی برائی کرے) تو برائی کا جواب ایسے طریقے سے دو جو اچھا طریقہ ہو اگر تم نے ایسا کیا تو تم دیکھو گے کہ جس شخص میں تمہاری عداوت تھی یکایک تمہارا دلی دوست ہو گیا۔ (۳۵) البتہ یہ مقام ایسا ہے جو اسی کو مل سکتا ہے جسے (بدسلوکی کی) برداشت ہو اور (نیکی و سعادت کا) حصہ وافر ملا ہو۔ ۵[1] (۳۶) اگر شیطانی وسوسہ آپ کو کسی وقت ابھارے تو آپ اللہ کی پناہ طلب کیا کریں۔ بلاشبہ وہی (اللہ) سب کچھ سننے والا ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ (۳۷) رات اور دن اور سورج اور چاند اس کی نشانیوں میں سے ہیں تم نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا اگر تم فی الواقع اسی کی عبادت کرنے والے ہو۔ (۳۸) پھر اگر یہ لوگ سرتابی کریں تو پروا نہ کیجئے جو فرشتے تیرے رب کے مقرب ہیں وہ شب و روز اس کی تسبیح کر رہے ہیں اور وہ تھکتے نہیں۔ (۳۹) اور اس کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ تم زمین کو دیکھتے ہو کہ وہ دبی پڑی ہوتی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو یکایک وہ تروتازہ ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے۔ یقیناً جس خدا نے اس زمین کو زندہ کیا ہے وہ مردوں کو بھی زندہ کرنے والا ہے کچھ شک نہیں کہ وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ (۴۰) بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کج روی اختیار کرتے ہیں......

۵ ایسی صورت میں جب کہ دعوت حق کا مقابلہ سخت ہٹ دھرمی سے ہو رہا تھا اور مخالفین نے اخلاق اور انسانیت کی تمام حدیں توڑ دی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر ہر قسم کی الزام تراشیاں جاری تھیں ایسے وقت میں ایک بہت بڑا اخلاقی اصول بتایا جس پر عمل کرنے سے بدترین دشمن جگری دوست بن جائیں گے۔ اور وہ ہے برائی کا مقابلہ نیکی اور خوش خلقی سے کیا جائے۔

(1) "ترجمان القرآن" حصہ اول ص ۱۰۳۔

لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِى النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِىْۤ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا
شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ
عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ مَا
يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾
وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِىْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ

---

وہ ہم سے چھپے ہوئے نہیں ہیں- بھلا جو شخص آگ میں ڈالا جانے والا ہو وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن مامون ہو کر حاضر ہوگا' تم جو چاہو کیے جاؤ' تم جو کچھ کر رہے ہو اس سب کو اللہ دیکھ رہا ہے- (۴۱) بیشک یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس جب نصیحت آئی تو انہوں نے اس کے ماننے سے انکار کر دیا' حالانکہ وہ بڑی باعزت کتاب ہے- (۴۲) کہ نہ تو اس کے آگے باطل جم سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے اسے جگہ مل سکتی ہے' وہ خدائے حکیم و مجید کا اتارا ہوا ہے پھر باطل کا یہاں کیا گزر ہو؟[1]

(۴۳) اے نبی! آپ کی شان میں وہی کچھ کہا جا رہا ہے جو آپ سے پہلے رسولوں کے حق میں کہا گیا ہے' بیشک تیرا رب بڑی مغفرت کرنے والا اور (اس کے ساتھ) دردناک سزا دینے والا بھی ہے- (۴۴) اگر ہم اس کو عجمی قرآن بنا کر بھیجتے تو یہ لوگ کہتے کہ اس کی آیتیں مفصل کیوں نہیں بیان کی گئیں؟ یہ عجیب بات ہے کہ کلام عجمی اور پیغمبر عربی' آپ کہہ دیجیے کہ ایمان والوں کے لیے یہ قرآن ہدایت اور شفا ہے- مگر جو لوگ ایمان نہیں رکھتے' ان کے کانوں میں ثقل ہے' اور یہ ان کے حق میں تاریکی ہے- یہ لوگ

---

اور اس پر عمل کو حوصلہ مندی اور صبر و برداشت قرار دیا ہے- نیز بتایا ہے کہ جو لوگ اللہ کے ہاں بلند مرتبہ اور اعلیٰ صفات کے مالک ہیں وہی اس اصول پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں- ورنہ یہ ہر کہ و مہ کا کام نہیں-

"قرآن مجید نے صرف یہی نہیں کہا کہ دشمنوں کے شدائد صبر کے ساتھ تحمل کرو' یہ بھی کہا' تحمل کرو اور احسان کرو' برائی کو انگیز کرو اور اس کی جزا نیکی کے ساتھ دو کہ حصول امن کا ذریعہ اور کسب صلح و سلام کی تدبیر ہے-

لیکن یہ عفو و حلم اور تحمل و انگیز کب تک؟ اس وقت تک جب تک اس شر اور بدی کا اثر شخص واحد تک محدود ہو اور صرف ایک ذات خاص کے منافع خصوصیہ میں محصور ہو (ہیئت اجتماعیہ پر اثر انداز ہونے والے جرائم و معاصی کے لیے فرد کو حق عفو نہیں دیا جا سکتا) دنیا میں دو چیزیں ہیں' اخلاق اور قانون- اخلاق کا تعلق انسان کی ذات سے ہے' قانون کا تعلق حکومت اور مجمع انسانی سے' عفو و درگزر انسان کا بہترین وصف ہے- لیکن ہیئت اجتماعیہ میں گناہ عظیم' جرأت آموز جرائم ہے اور برہم کن امن انسانی!"

---

يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿٤٤﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ
ع ۱۹ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ
اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٤٦﴾ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ
ربع اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا
اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ ﴿٤٧﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ
مَّحِيْصٍ ﴿٤٨﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَىِٕنْ

ایسے ہیں جن کو کسی دور افتادہ مقام سے پکارا جا رہا ہو۔

(۴۵) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی پھر اس میں بھی اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ اگر تیرے رب نے پہلے ہی سے ایک بات طے نہ کر لی ہوتی تو ان کے مابین فیصلہ ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ بھی اس کی طرف سے ایک ترددانگیز شک میں مبتلا ہیں۔

(۴۶) اور جس نے نیک کام کیا تو اپنے لیے کیا۔ اور جس نے برائی کی تو خود اس کے آگے آئے گی۔ اور ایسا نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا ہو۔(۱)

(۴۷) قیامت کا علم تو صرف خدا ہی کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے۔ اور کوئی پھل اپنے شگوفوں سے نہیں نکلتے اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ بچے کو جنم دیتی ہے مگر یہ اس کے علم میں ہوتا ہے۔ اور جس روز وہ ان لوگوں سے پکار کر کہے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں؟ تو یہ جواب دیں گے کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہم میں سے کوئی بھی اس کی گواہی دینے والا نہیں ہے۔

(۴۸) اور جن معبودوں کو اس سے پہلے یہ لوگ پکارا کرتے تھے وہ سب ان سے غائب ہو جائیں گے اور یہ لوگ یقین کر لیں گے کہ اب ان کے لیے کہیں بھی جائے فرار نہیں ہے۔

(۴۹) انسان بھلائی کی دعا سے کبھی تھکتا نہیں اور اگر اس کو کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو ناامید ہو کر آس توڑ بیٹھتا ہے (۵۰) مگر جونہی ہم اس کو........

(۱) ”ترجمان القرآن“ جلد اول ص ۱۱۷۔

اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ
رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ
عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ
دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۢ
بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ
ع اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴿۵۴﴾

---

تکلیف کا وقت گزر جانے کے بعد' اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو کہنے لگتا ہے' میں اس کا مستحق ہوں' اور میں نہیں خیال کرتا کہ قیامت کبھی قائم ہوگی' لیکن اگر میں اپنے رب کی طرف لوٹایا بھی گیا تو میرے لیے اس کے ہاں بہتری ہے۔ سو ہم کفر کرنے والوں کو ضرور بتا دیں گے کہ وہ کیا عمل کرتے رہے ہیں' اور ہم انہیں سخت ترین عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ (۵۱) اور جب انسان کو ہم کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو اعراض کر لیتا اور اکڑ جاتا ہے۔ اور جب کسی مصیبت اور شر میں مبتلا ہو جاتا ہے تو اس وقت (اپنی سرکشی اور غفلت کو بھول جاتا ہے اور) لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔[1] (۵۲) آپ ان سے کہہ دیجیے "بھلا یہ تو بتاؤ' اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے آیا ہو' پھر تم اس کا انکار کرو تو اس شخص سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہوگا جو مخالفت میں دور تک چلا گیا ہو؟" (۵۳) ہم اپنی نشانیاں عالم کائنات کے مختلف اطراف و جوانب میں بھی دکھائیں گے' اور انسان کے نفس کے اندر بھی' یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے گا کہ یہ دین الٰہی برحق ہے۔[9] [2] کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ تیرا رب ہر چیز پر شاہد ہے؟ (۵۴) آگاہ رہو کہ یہ لوگ اپنے رب کے روبرو حاضر ہونے سے شک و شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ یاد رکھو کہ اس نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے!

---

9 آیت ۵۳ میں "انه الحق" کی ضمیر قرآن اور پیغمبر کے لیے بھی ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے بھی' پہلی صورت میں آیات سے مراد فتوحات ہوں گی اور مطلب یہ ہوگا کہ عنقریب ہی' جب گرد و پیش کے ممالک' اور خود ان (قریش) پر فتوحات حاصل ہوں گی (جو آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عہد میں حاصل ہوئیں)' تب انہیں یقین ہو جائے گا کہ قرآن یا پیغمبر برحق تھے' اور یہ ناحق ان کی تکذیب کرتے رہے' اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ان دلائل پر غور کریں جو خود ان کے اندر اور باہر آفاق میں پائے جاتے ہیں تو ان کو اللہ تعالیٰ کے یکتا اور خالق و مالک ہونے کا یقین ہو جائے۔ پہلے مطلب کو ابن جریر نے اختیار کیا ہے۔ اور دوسری توجیہ بعض تابعین سے منقول ہے۔۔۔!

❋ ❋ ❋

---

(۱) "الہلال" ۱۵ر جولائی ۱۹۱۴ء ص ۱۱۔ (۲) "الہلال" ۴ر دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۷۔

ایاتھا: 53 | سُوۡرَۃُ الشُّوۡرٰی مَکِّیَّۃٌ | رکوعاتھا: 5

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

حٰمٓ ① عٓسٓقٓ ② كَذٰلِكَ يُوۡحِیۡۤ اِلَيۡكَ وَ اِلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۙ
اللّٰهُ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ③ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ؕ وَهُوَ الۡعَلِىُّ الۡعَظِيۡمُ ④ تَكَادُ
السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡ فَوۡقِهِنَّ وَالۡمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوۡنَ بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَيَسۡتَغۡفِرُوۡنَ لِمَنۡ فِى
الۡاَرۡضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ⑤ وَالَّذِيۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيۡظٌ
عَلَيۡهِمۡ ۖ وَمَاۤ اَنۡتَ عَلَيۡهِمۡ بِوَكِيۡلٍ ⑥ وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ قُرۡاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنۡذِرَ اُمَّ الۡقُرٰى وَمَنۡ
حَوۡلَهَا وَتُنۡذِرَ يَوۡمَ الۡجَمۡعِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ فَرِيۡقٌ فِى الۡجَنَّةِ وَفَرِيۡقٌ فِى السَّعِيۡرِ ⑦ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمۡ

(۱) حم (۲) عسق [1] (۳) اسی طرح اللہ زبردست اور کمال حکمت کا مالک آپ پر اور آپ سے پہلے اور رسولوں پر وحی بھیجتا رہا ہے۔ [2] (۴) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ اور وہی سب سے برتر اور عظمت والا ہے۔ (۵) قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں۔ آگاہ رہو کہ اللہ ہی بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ [3] (۶) اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے اللہ ان پر نگران ہے، اور آپ ان پر مختار کار نہیں ہیں۔ [4] (۷) اور اسی طرح ہم نے قرآن عربی آپ کی طرف وحی کیا ہے، تاکہ آپ بستیوں کے مرکز (شہر مکہ) اور اس کے گرد و پیش کے لوگوں کو خبردار کر دیں اور انہیں سب کے جمع ہونے کے دن (قیامت) سے ڈراویں، جس کی آمد میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس دن ایک فریق جنت میں ہوگا، اور دوسرا فریق دوزخ میں۔ [5] (۸) اور اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا، لیکن

---

1 یہ سورہ بھی مکی ہے اور حم السجدۃ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ قریش کے سردار آنحضرت ﷺ کی اندھی بہری مخالفت کر رہے تھے۔ مگر آنحضرت ﷺ صبر و تحمل اور حسن اخلاق سے ان کا مقابلہ کر رہے تھے۔ سورہ حم السجدہ میں کفار کو تنبیہ کی گئی، اور اس سورہ میں تفہیم کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ گویا دونوں سورتیں ایک ہی مقصد کے تحت نازل ہوئی ہیں۔

2 ابتدائے سورہ میں بتایا کہ آنحضرت ﷺ کوئی نرالی بات پیش نہیں کر رہے ہیں اور نہ ہی یہ وحی کا معاملہ دنیا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ پیش آیا ہے۔ بلکہ اس طرح کی ہدایات پہلے انبیاء پر بھی نازل ہو چکی ہیں اور وہ لوگوں کے سامنے نظریہ توحید پیش کرتے رہے ہیں۔

3 شرک کا نظریہ اس قدر شنیع اور برا نظریہ ہے کہ عجب نہیں اس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑے۔

4 انبیاء لوگوں کی قسمتوں کے مالک نہیں ہوتے۔ وہ تو صرف لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لیے بھیجے جاتے ہیں اور وہ قوم کے خیرخواہ ہوتے ہیں۔

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۸﴾

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۹﴾

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَاِلَيْهِ ع

اُنِيْبُ ﴿۱۰﴾ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ

اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۱۱﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾

---

وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے- اور ظالموں کا نہ کوئی یار ہوگا اور نہ مددگار- (۹) کیا انہوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو کارساز بنا رکھا ہے' حالانکہ کارساز تو اللہ ہی ہے- اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے- (۱۰) اور جس چیز میں تم اختلاف کرو' اس کا فیصلہ کرنا اللہ کے سپرد ہے' وہی اللہ میرا رب ہے' میں نے اسی پر بھروسہ کر رکھا ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں- (۱۱) آسمانوں اور زمین کو بنانے والا' اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنا دیے (مرد کے لیے عورت' اور عورت کے لیے مرد) اسی طرح چوپایہ جانوروں میں بھی جوڑے پیدا کر دیے[1] وہ اس طریق سے تمہیں پھیلاتا اور بڑھاتا ہے- اس کی مثل کوئی شے نہیں (کسی شے سے بھی تم اسے مشابہ نہیں ٹھہرا سکتے)[2] اور وہ سننے والا' دیکھنے والا ہے-[3] (۱۲) آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے اختیار میں ہیں، وہ جس کی چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کی روزی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے' بلاشبہ وہی ہر چیز سے پوری طرح واقف ہے-[۶]

---

۵ دین اسلام یا دین محمدی کیا ہے؟ یہی کہ اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور مالک حقیقی ہے اور انسانوں کے درمیان حق اور ناحق کا فیصلہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے- اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو شارع بننے کا حق نہیں ہے- جس طرح تمام تکوینی امور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں' اسی طرح تشریعی اختیارات بھی اسی کو حاصل ہیں- اس لیے اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے انسان کے لیے ایک دین مقرر کر دیا ہے اور اسی دین کی طرف دعوت دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء مبعوث فرمائے ہیں-

۶ آیت ۹ سے ۱۲ تک جن حقائق کا ذکر ہے' ان کے ضمن میں توحید و آخرت کے دلائل پیش کیے ہیں اور ہدایت سے اعراض کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے-

---

(۱) ''ترجمان القرآن'' جلد اول ص ۸۳ (۲) ''ترجمان القرآن'' جلد اول ص ۱۵۶

(۳) ''ترجمان القرآن'' جلد دوم ص ۵۱۵-

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ
اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا
تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا
مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَ لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى
لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۴﴾ فَلِذٰلِكَ
فَادْعُ ۚ وَ اسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَ قُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ
وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ؕ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؕ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا
وَبَيْنَكُمْ ؕ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ وَ الَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ
لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ عَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ

(۱۳) تمہارے لیے دین کا وہی راستہ ٹھہرایا ہے جس کے لیے نوحؑ کو وصیت کی گئی تھی' اور اے پیغمبر اسلام جس کے لیے ہم نے تم پر وحی کی ہے- نیز یہ وہی راستہ ہے جس کے لیے ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو بھی وصیت کی تھی کہ دین الٰہی قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو-(۱) یہی بات مشرکوں پر شاق گزرتی ہے جس کی طرف تم ان کو دعوت دے رہے ہو' اللہ جسے چاہتا ہے' اپنے لیے چن لیتا ہے- اور جو رجوع کرتا ہے' اس کی اپنی طرف رہنمائی کرتا ہے-ے (۱۴) اور لوگوں میں تفرقہ پیدا نہیں ہوا' مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا تھا- اور وہ تفرقہ اس بنا پر ہوا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنا چاہتے تھے- اور اے نبی! اگر آپ کے رب کی طرف سے ایک وقت معین تک کی بات پہلے سے طے شدہ نہ ہوتی تو ان کے مابین کبھی کا فیصلہ کر دیا گیا تھا اور وہ لوگ جو ان کے بعد کتاب الٰہی کے وارث بنائے گئے وہ اس کتاب کی طرف سے بڑے تردد انگیز شک میں پڑے ہوئے ہیں- (۱۵) (اے پیغمبر!) تو ان کو دعوت دے اور جو حکم دیا گیا ہے' اس پر قائم ہو جا اور ان کی خواہشوں پر نہ چل- اور ان کو کہہ دے کہ تمام اتری ہوئی کتابوں پر میرا ایمان ہے اور مجھے حکم ملا ہے کہ عدل کروں' وہی اللہ ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے' ہمارا عمل ہمارے لیے اور تمہارا عمل تمہارے لیے' جھگڑنے کی کوئی بات نہیں' اللہ ہم سب کو ایک جا جمع کر دے گا اور سب کو اسی کی طرف جانا ہے-(۲) (۱۶) جو لوگ اللہ کے دین کے معاملہ میں جھگڑا کرتے ہیں' اس کے بعد کہ وہ (لوگوں میں) مقبول ہو چکا ہے' ان کی کٹ حجتی ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر خدا کا غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے (۱۷) وہ اللہ ہی ہے جس نے

ے آیت ۱۳ میں پانچ اولوالعزم پیغمبروں کا نام لے کر بتا دیا کہ سب کو ایک ہی دین دے کر بھیجا گیا تھا- یہ دین محض چند اصول و عقائد ہی کا

(۱) "البلاغ" ۱۰ دسمبر ۱۹۱۵ء ص ۱۴- (۲) "البلاغ" ۸ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۹-

الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَ الْمِيْزَانَ ۭ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ۝۱۷ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا
يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ
فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝۱۸ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝۱۹ ع ۲
مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا
وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝۲۰ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰۗؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ

---

حق کے ساتھ یہ کتاب اور میزان (عدل و انصاف کا حکم) نازل کی ہے، اور تمہیں کیا معلوم کہ فیصلے کی گھڑی قریب ہی آ گئی ہو۔ (۱۸) جو لوگ اس کی آمد پر ایمان نہیں رکھتے وہ تو اس کے لیے جلدی کرتے ہیں۔ مگر جو اس پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس کا وقوع برحق ہے۔ یاد رکھو جو لوگ قیامت کے وقوع میں شک ڈالنے والی بحثیں کرتے ہیں وہ پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ (۱۹) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے' وہ جس کو جو کچھ چاہتا ہے دیتا ہے، اور وہ بڑی قوت والا اور بڑے غلبے والا ہے۔ (۲۰) جو شخص آخرت کی کھیتی کا خواہش مند ہو' ہم اس کے لیے اس کی کھیتی کو بڑھا دیتے ہیں اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا خواستگار ہو' ہم اسی میں سے اسے کچھ دے دیتے ہیں اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہے۔ (۲۱) کیا ان مشرکوں کے کچھ ایسے خود ساختہ شرکاء ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا کوئی ایسا طریقہ مقرر کر دیا ہے' جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی؟[۵]

---

نام نہیں بلکہ اس میں شرائع کے بنیادی احکام بھی داخل ہیں جیسا کہ سورۃ البینہ میں فرمایا" و ما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین و یقیموا الصلوۃ و یوتوا الزکوۃ و ذالک دین القیمۃ" یعنی انہیں حکم دیا گیا تھا کہ اللہ کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے یکسو ہو کر اس کی عبادت کریں' نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں۔ اسی طرح محرمات شرعیہ کو تکمیل دین قرار دیا ہے۔ (المائدۃ:۳) اور پھر آیت ۲۹ سورۃ التوبہ میں اللہ اور آخرت پر ایمان لانے کے ساتھ حلال و حرام کے احکام کو ماننا بھی دین میں داخل ہے۔ اور سورۃ النور میں حدود الٰہیہ کے قیام کو دین قرار دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فوجداری احکام بھی دین میں داخل ہیں۔

الغرض یہ "الدین" کا اجمالی خاکہ ہے' جس کی طرف دعوت دینے اور اسے قائم کرنے کے لیے پیغمبر بھیجے گئے۔ آنحضرت ﷺ بھی اسی دین کی طرف دعوت دینے کے لیے مبعوث ہوئے۔ یہ دعوت مشرکین پر گراں گزرتی۔ اس بنا پر کبھی تو وہ آنحضرت ﷺ کی نبوت پر اعتراض کرتے اور کبھی مصالحت کا اظہار کر کے کچھ نرمی اختیار کرنے کو کہتے۔ مگر آنحضرت ﷺ استقامت کے ساتھ ان مخالفانہ حربوں کو برداشت کرتے رہے اور دین کے معاملہ میں کسی قسم کی رواداری اور مداہنت سے کام نہ لیا۔

۵ آیت ۲۱ میں شرکاء سے مراد وہ بت نہیں ہیں جن کی وہ پوجا کرتے تھے' بلکہ ان سے وہ رؤسا مراد ہیں' جو ان کے لیے حلال و حرام کے طریقے مقرر کرتے اور اللہ کے حکم کے خلاف اپنے پاس سے شریعت و فقہ کی تدوین کرتے' جیسے یہودی علماء کے متعلق فرمایا:

اللّٰهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّ الظّٰلِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِينَ
مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِي رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ
مَا يَشَاۤءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۗ قُلْ لَّآ أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۗ وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً
نَّزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْنًا ۚ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ﴿۲۳﴾ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَإِنْ يَشَإِ
اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌۢ بِذَاتِ
الصُّدُورِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿۲۵﴾

اگر فیصلے کی بات طے شدہ نہ ہوتی تو ان کا قضیہ چکا دیا گیا ہوتا اور بلاشبہ ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (۲۲) نافرمانوں کو تم دیکھو گے کہ انہوں نے جیسے جیسے عمل انجام دیے ہیں اس کے وبال سے ڈر رہے ہوں گے (ان کا ضمیر ڈرا ہو گا) حالانکہ اس کے نتائج ان کو ضرور بھگتنے ہیں اور (البتہ) جو لوگ ایمان لائے اور اعمال حسنہ انجام دیے تو وہ ضرور بہشت کے سبزہ زاروں میں ہوں گے، جو کچھ وہ چاہیں گے ان کے پروردگار کی طرف سے ان کو ملے گا۔ یہی بدلہ ہے جو نیک کام انجام دینے والوں کے لیے سب سے بڑا فضل الٰہی ہے۔[1] (۲۳) یہی وہ نعمت ہے جس کی بشارت اللہ اپنے ان بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔ آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس تبلیغ پر، بجز قرابت کی محبت کے، کچھ صلہ نہیں چاہتا لہٰذا تم اسی کا پاس کرو)۔[9] اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا، ہم اس کی نیکی اور خوبی بڑھا دیں گے، بیشک اللہ بڑی مغفرت کرنے والا بڑا قدردان ہے۔ (۲۴) کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اللہ پر جھوٹ باندھ رکھا ہے، سو اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر مہر لگا دے۔ اور اللہ باطل کو مٹاتا ہے اور حق کو اپنے کلمات سے ثابت کر دکھاتا ہے۔ بیشک وہ سینوں کی باتوں تک کو جانتا ہے۔ (۲۵) اور وہی غفور و رحیم تو تمہارا کارساز ہے کہ اس کے بندوں نے خواہ کتنی ہی نافرمانیاں کی ہوں، خواہ کتنی ہی سخت مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے ہوں لیکن جب وہ اس کے آگے توبہ کا سر جھکاتے ہیں اور ہر طرف سے کٹ کر صرف اسی کا ہونا چاہتے ہیں تو وہ ان کی توبہ قبول فرما لیتا ہے اور وہ ان کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے اور تم لوگ جو کچھ کر رہے ہو اسے رتی رتی معلوم ہے۔[2]

"یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ!"

9 یہاں "القربیٰ" کے معنی قرابت اور رشتہ داری کے ہیں۔ پیغمبروں نے اپنی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہی یہ پیش کی ہے کہ میرا یہ دعوتی کام کسی طمع اور لالچ کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ خالصتاً لوجہ اللہ ہے (ان اجری الا علی اللہ) یہاں بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی میں تم سے اس کام پر کسی قسم کے اجر کا طالب نہیں ہوں مگر یہ ضرور کہوں گا کہ تم کم از کم اس رشتہ داری کا پاس کرو جو میرے اور تمہارے درمیان ہے کہ اگر میری بات نہیں مانتے تو مجھ پر ظلم و ستم نہ کرو اور مجھے اللہ کا پیغام سنانے کے لیے آزاد چھوڑ دو۔ آیت کے یہ معنی

(۱) "الہلال" ... (۲) "الہلال" ۲ جولائی ۱۹۱۳ء ص ۷

وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ
عَذَابٌ شَدِيدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِن يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ
مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِن بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنشُرُ
رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِن دَابَّةٍ ۚ
وَهُوَ عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو ع

اور جو لوگ اس کے احکام پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کیے تو وہ ان پر اپنی رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہے ان کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کی آرزوؤں کو پورا کرتا ہے اور اپنے فضل بندہ نواز سے انہیں حق سے بڑھ کر بدلہ دیتا ہے۔[1] اور کافروں کے لیے سخت عذاب ہے۔ (۲۷) اگر اللہ اپنے سب بندوں کا رزق فراخ کر دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے لیکن وہ جس قدر چاہتا ہے ایک مناسب اندازے سے اتارتا ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں سے باخبر اور ان پر نگاہ رکھنے والا ہے (۲۸) اور وہی خدا تو ہے کہ جب وہ خشک موسم میں لوگ بارش کی طرف سے بالکل ناامید اور مایوس ہو جاتے ہیں تو وہ اپنی رحمت سے بادلوں کو پھیلا دیتا ہے اور مینہ برسنا شروع ہو جاتا ہے۔ وہی کارساز حقیقی سزاوار حمد و تقدیس ہے۔[2] (۲۹) اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا اور ان دونوں میں جاندار چیزوں کو پھیلا دینا ہے اور وہ جب چاہے ان کو جمع کر لینے پر قادر ہے (۳۰) اور تم کو جو مصیبت پہنچتی ہے تمہاری اپنی کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہے۔ اور بہت سے

صحیحین اور حدیث کی دوسری کتابوں میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں اور یہی راجح ہیں۔

بعض نے "القربیٰ" کے معنی "طاعت کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا تقرب" مراد لیا ہے، کہ میں تم سے اس کے سوا کچھ نہیں چاہتا کہ تم اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو۔ بس یہی میرا اجر ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا "قل ما اسئلکم علیه من اجر الا من شاء ان یتخذ الیٰ ربه سبیلا!" (الفرقان:۵۷)

بعض علما نے "المودة فی القربیٰ" سے رشتہ داروں سے محبت کیے ہیں اور آیت کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں چاہتا، ماسوا اس کے کہ میرے اہل بیت یعنی حضرت فاطمہ اور ان کی اولاد سے محبت کرو۔ یہ تفسیر اگرچہ بعض تابعین سے منقول ہے مگر آیت کی یہ تفسیر کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ خصوصاً جبکہ یہ آیت مکی ہے۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی اس وقت تک حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کا نکاح ہی نہیں ہوا تھا، کجا یہ کہ ان کے ہاں اولاد ہوتی۔

اور پھر رسول اللہ ﷺ جس بلند مقام پر کھڑے ہو کر دعوت الی اللہ کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے اس مقام پر سے یہ اجر مانگنا کہ تم میرے رشتہ داروں سے محبت کرو نبی کی شان سے گری ہوئی بات ہے۔

علاوہ ازیں قرآن مجید میں جس قدر انبیاء کے قصے مذکور ہیں سب نے "ان اجری الا علی اللہ" کا نعرہ لگایا ہے اور کسی نے بھی

(1) "الہلال" ۲، جولائی ۱۹۱۳ء ص ۷ (2) "الہلال" ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۷۔

عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٠﴾ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا
نَصِيْرٍ ﴿٣١﴾ وَ مِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٣٢﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ
رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣٣﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا
وَ يَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿٣٤﴾ وَّ يَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿٣٥﴾ فَمَآ
اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى
رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ

---

گناہ وہ ویسے ہی معاف کر دیتا ہے۔ (۳۱) اور تم زمین میں خدا کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور اللہ کے سوا نہ کوئی تمہارا کارساز ہے
اور نہ مددگار۔ (۳۲) اور اس کی نشانیوں میں سے چلنے والے جہاز ہیں جو سمندروں میں پہاڑوں کی طرح نظر آتے ہیں۔ (۳۳)
اور اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے اور یہ جہاز سمندر کی پیٹھ پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں۔ بلا شبہ اس میں ہر صبر و شکر کرنے والے
کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔ (۳۴) یا سوار ہونے والے لوگوں کی کرتوتوں کی وجہ سے انہیں ڈبو دے اور بہت سے آدمیوں کو
معاف کر دے۔ (۳۵) اور ہماری آیتوں میں جھگڑا کرنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کے لیے کوئی جائے فرار نہیں۔ (۳۶)
سو جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ محض دنیا کی زندگی کا ساز و سامان ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے کہیں بہتر اور باقی رہنے
والا ہے۔ (وہ ان لوگوں کے لیے ہے) جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (۳۷) جو بڑے بڑے گناہوں سے اور
بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو (خطاؤں سے) درگزر.........

---

اپنے مخالفین سے ایسی عرض وگزارش نہیں کی۔ پھر آنحضرت ﷺ اپنی بلندیٔ شان کے ساتھ یہ بات کیونکر کہہ سکتے ہیں؟

۱۰ آیت ۲۸ میں مینہ برسانے کو اللہ کی رحمت قرار دیا ہے کیونکہ اس سے زمین کی آبادی ہے اور بارش بھی اللہ تعالیٰ کے حکم واختیار سے ہے۔ جاہلیت میں لوگ بارش کو ستاروں کی تاثیر قرار دیتے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اس قسم کا عقیدہ شرک ہے۔

''قرآن (مجید) میں آثار وقدرت الٰہی کو بیان کرتے ہوئے بارش کے نزول اور زمین کی حیات نباتی پر جا بجا زور دیا گیا ہے۔ مگر فی الحقیقت یہ ایک تمثیل ہے، جس کے ذریعے سے ہر طرح کی اخلاقی و روحانی ہلاکت اور حیات بخشی کا سمجھانا مقصود ہے۔

عربی میں یاس اور قنوط ناامیدی کے معنی میں مترادف الفاظ ہیں۔ مگر قنوط کا اطلاق اس ناامیدی پر ہوتا ہے جو یاس سے بھی زیادہ سخت و شدید ہو۔ نیز جس میں نیک توقعات سے مایوسی ہو۔ (۱)

---

(۱) ''الہلال'' ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۷۔

يَغْفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ الَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ
وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ وَ جَزٰٓؤُا
سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۰﴾ وَ
لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ
يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ وَ
لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ ع
بَعْدِهٖ ؕ وَ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَ تَرٰىهُمْ
يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ وَ قَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ
الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا

---

کرتے ہیں[1] (۳۸) اور جو اپنے رب کا حکم مانتے اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ان کو حکم دیا کہ مشورہ کر کے تمام امور سر انجام دیں[2] اور جو کچھ روزی انہیں دے رکھی ہے[!!] نیکی کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔[3] (۳۹) خدا کے پاس کی وہ اجرت جو سراسر خیر اور دائمی ہے' ان لوگوں کے لیے ہے' جو اس سے سرکشی اور بغاوت کا جو ان کے ساتھ کی جائے' انتقام لیتے ہیں۔[!!] (۴۰) بدی کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے۔ البتہ جو معاف کر دے اور صلح کر لے تو اس کا اجر خدا پر ہے' وہ ظالموں کو پیار نہیں کرتا۔ (۴۱) اور جو اپنی مظلومی کے بعد ظلم کا انتقام لے تو اس پر کوئی الزام نہیں (۴۲) الزام تو انہی پر ہے جو خود ظلم کرتے ہیں اور زمین پر فساد پھیلاتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (۴۳) مگر جو صبر کرے اور دوسروں کی خطا بخش دے تو یہ بڑی ہی عالی حوصلگی کے کام ہیں[4] (۴۴) اور جس شخص کو اللہ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی چارہ ساز نہیں۔ اور اے نبی! آپ دیکھیں گے کہ یہ ظالم جب عذاب کا مشاہدہ کریں گے تو کہیں گے ''کیا یہاں سے واپس ہو جانے کی کوئی صورت ہے؟'' (۴۵) اور آپ دیکھیں گے کہ وہ آگ کے سامنے اس حال میں لائے جائیں گے کہ مارے ذلت کے جھکے ہوئے ہوں گے اور وہ آگ کو نظر بچا کر کن انکھیوں سے دیکھیں گے اور اہل ایمان کہیں گے کہ اصل زیاں کار وہ لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو نقصان میں ڈال دیا۔ آگاہ رہو کہ ظلم کرنے والے دائمی عذاب میں مبتلا رہیں گے (۴۶) وہاں ان کے کوئی

---

!! آیت ۳۸ میں اہل ایمان کی بہترین صفات میں سے ''وامرھم شوریٰ بینھم'' فرمایا ہے۔ اور سورۂ آل عمران ۱۵۹ میں

---

(۱) ''الہلال'' ۲ر اگست ۱۹۱۲ء ص ۹۔ (۲) ''الہلال'' ۸ر ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۸۔ (۳) ''ترجمان القرآن'' جلد اول ص ۲۲۷۔
(۴) ''الہلال'' ۱۲، ۱۹ر ستمبر ۱۹۱۳ء ص ۹۔

كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿٤٦﴾
اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۗ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ
وَّ مَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿٤٧﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۗ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا
الْبَلٰغُ ۗ وَ اِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿٤٨﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۗ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۗ يَهَبُ
لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿٤٩﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَ يَجْعَلُ مَنْ
يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾ وَ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ

---

حامی نہ ہوں گے جو اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد کر سکیں، اور جس کو اللہ گمراہ کر دے تو اس کے لیے بچاؤ کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ (۴۷) اے غافل لوگو! اس فیصلہ کن دن کے آنے سے پہلے اپنے خدا کا کہا مان لو جو اس کی طرف سے اعمال بد کے نتائج میں آنے والا ہے) اور اس کا ٹلنا ممکن نہیں! اس دن نہ تمہارے لیے کہیں کوئی پناہ ہوگی اور نہ اپنے اعمال بد سے انکار ہی کر سکو گے۔ (۴۸) اگر اس طرح سمجھا دینے پر بھی یہ لوگ روگردانی کریں تو (اے پیغمبرؐ) ہم نے کچھ تم کو ان پر داروغہ بنا کر تو بھیجا نہیں۔ تمہارے لیے تو بس حکم الٰہی کا پہنچا دینا ہی ہے (ماننا نہ ماننا سننے والوں کا کام ہے)[1] اور جب ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر اترا جاتا ہے اور اگر اس کے اعمال کی وجہ سے انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے (تو ناشکری کرنے لگتے ہیں) بیشک انسان بڑا ہی ناسپاس ہے۔ (۴۹) آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بیٹے دیتا ہے۔ (۵۰) یا لڑکے اور لڑکیاں جمع کر کے دے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے، بیشک وہ بڑے علم اور بڑی قدرت والا ہے (۵۱) اور کسی بشر کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے روبرو بات کرے، الا یہ کہ وہ بات وحی کے طور یا پردے کے........

---

آنحضرت ﷺ کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ احکام منصوصہ کے سوا ہر قسم کے مصالح ملکی کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرتے اور ان کے مشورے قبول فرمایا کرتے تھے اور بعد میں خلافت راشدہ کی بنیاد ہی ''شوریٰ'' پر رکھی گئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب بھی اسی اصل کے تحت ہوا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی نظام اجتماعی، اسلامی طرز حیات کا ستون اور امتیازی خصوصیت ہے۔

موجودہ جمہوریت اور اسلامی شورائی نظام میں بنیادی اور اہم فرق یہ ہے کہ جدید جمہوریت میں نمائندگان جمہور قانون سازی کے وسیع اختیارات رکھتے ہیں، لیکن اسلام میں کتاب و سنت کے نصوص کی موجودگی میں خلیفہ کو مشاورت کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ جب کسی امر کے متعلق کتاب و سنت کا فیصلہ نہ ملتا ہو تو پھر پیش آمدہ اجتماعی امور میں ''مجلس مشاورت'' مجاز ہے کہ کوئی فیصلہ کرے۔ تاہم اس شوریٰ کی بنیاد کن امور پر ہونی چاہیے، یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے۔

حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ
اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ
وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۲﴾ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع

پیچھے سے ہو یا پھر کسی فرشتے کو پیغامبر بنا کر بھیج دے اور وہ اس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہے وحی کر دے۔ بیشک وہ برتر اور کمال حکمت کا مالک ہے۔[۱۳] (۵۲) اور اسی طرح ہم نے اپنے امر سے ایک روح آپ کی طرف وحی کی ہے۔ آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔ مگر ہم نے اس روح (قرآن) کو ایک ایسی روشنی بنایا ہے۔ جس کے ذریعہ سے اپنے بندوں میں جس کو چاہتے ہیں راہ دکھاتے ہیں۔! (اور اے پیغمبرؐ) بلاشبہ تم صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے والے ہو (۵۳) ''صراط اللہ'' یعنی اللہ کی راہ کی طرف وہ اللہ کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔ ہاں یاد رکھو (کائنات خلقت) کے تمام کاموں کا مرجع اسی کی ذات ہے۔[۱]

۱۲ آیات ۳۹ تا ۴۳ میں مؤمنین کی صفات کا بیان ہے اور بتایا کہ قانونی لحاظ سے انتقام لینا جائز ہے۔ مگر اپنے مسلمان بھائی کو معاف کر دینا عالی حوصلگی اور بلند اخلاق کا درجہ ہے:

''مسیح علیہ السلام کی تعلیم صرف اخلاق ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم صرف قانون ہے۔ لیکن وہ جس نے کہا کہ ''میں نبوت کی آخری اینٹ ہوں'' وہ جس طرح ایک معلم اخلاق تھے' اسی طرح ایک مقنن آئین وقانون ساز بھی تھے۔ اسلام اور شرائع سابقہ کا یہ فرق ایک نہایت اہم اور اصولی نکتہ دقیق ہے۔''[۲]

۱۳ کفار مکہ کو دو باتوں پر سب سے بڑا تعجب تھا اور ان کو ماننے کے لیے وہ کسی صورت تیار نہ تھے۔ یعنی کسی بشر کا رسول بن جانا اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر محاسبہ کے لیے اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونا۔ توحید کے ساتھ یہ دو چیزیں (بشر کی رسالت اور ایمان بالآخرت) تھیں جن کی طرف مکی سورتوں میں دعوت دی گئی ہے۔ یہاں آیت ۵۱ میں بشر کی طرف وحی کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

(الف) وحی بمعنی القاء اور الہام: دل میں کوئی بات ڈال دینا یا خواب میں کچھ دکھا دینا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب تھا۔ حدیث میں ہے: ''رؤیا الانبیاء وحی'' کہ ''انبیاء کا خواب بھی ایک قسم کی وحی ہوتی ہے!'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا اچھے خوابوں سے ہوئی۔

(ب) ''من وراء حجاب'' یعنی بندہ آواز تو سنے لیکن کچھ دکھائی نہ دے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا کہ کوہ طور کے دامن میں ایک درخت سے آواز آئی' مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔

(ج) ''او یرسل رسولا'': یہ وحی کی وہ صورت ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے اور جس کے ذریعہ سے تمام آسمانی کتابیں انبیاء علیہم السلام تک پہنچی ہیں اور فرشتہ کبھی غیر مرئی شکل میں آتا ہے اور کبھی انسانی شکل میں آتا ہے۔ جیسا کہ احادیث میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آئے۔ بہر حال آیت میں وحی کی تمام صورتوں کا بالاستیعاب ذکر نہیں۔ واللہ اعلم!

(۱) ''ترجمان القرآن'' جلد اول صفحہ ۲۱۶۔ (۲) ''الہلال'' ۲۳ را پریل ۱۹۱۳ء ص ۳۔

(د) آنحضرت ﷺ کی طرف مذکور ہر سہ طریق سے وحی آتی رہی - اس لیے آیت ۵۲ میں "**کذالک**" سے مذکورہ تینوں طریق مراد ہیں۔

(۱) بخاری "**باب بدء الوحی**" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ پر وحی آنے کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی تھی اور احادیث میں آپ ﷺ کے بہت سے خواب مذکور ہیں - اور قرآن مجید میں بھی آپ کے ایک خواب کا ذکر ہے (سورۃ الفتح ۲۷) مگر کوئی ایسی تصریح نظر سے نہیں گزری کہ ابتدائے وحی میں آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے فلاں خواب دیکھا تھا۔

(۲) معراج کے موقع پر حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے مکالمہ کا شرف حاصل ہوا - صحیح احادیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا اور آپ ﷺ کے بار بار عرض معروض کرنے سے آخر کار پانچ نمازوں کا حکم ہوا اور اللہ جل شانہ نے فرمایا: "**لا یبدل القول لدی**" یعنی اب اس میں تبدیلی نہیں ہوگی - یہ تمام مکالمہ "**من وراء حجاب**" ہی تھا۔

(۳) فرشتہ کے وحی لے کر آنے کی مختلف صورتیں تھیں - فرشتہ کبھی انسانی شکل میں رونما ہو جاتا اور کبھی اپنی اصلی شکل میں آپ ﷺ کے سامنے آتا - حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دو مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا ہے کہ ان کے چھ سو بازو ہیں۔

قرآن مجید نے بتایا کہ نبوت پر سرفراز ہونے سے پہلے آپ ﷺ نہ تو کسی آسمانی کتاب سے آگاہ تھے اور نہ ایمان و اسلام کی تفصیلات کبھی آپ ﷺ کے ذہن میں آئی تھیں - اور یہ دونوں باتیں ایسی تھیں جن کی تردید اہل مکہ بھی نہیں کر سکتے تھے اور یہی عدم علم آپ کی صداقت پر دلیل تھا - جسے قرآن مجید نے مختلف اسالیب سے متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔

تفصیلات کی قید ہم نے اس لیے لگائی ہے کہ وحی سے قبل انبیاء توحید اور نفس ایمان کے ساتھ متصف ہوتے ہیں - جیسا کہ جمہور اہل علم نے تصریح کی ہے اور انبیاء علیہم السلام کی سیرت کا مطالعہ اس امر کی شہادت کے لیے کافی ہے۔

❋ ❋ ❋

| | | |
| --- | --- | --- |
| اٰیَاتُھَا: 89 | سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُھَا: 7 |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

حٰمٓ ﴿١﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٣﴾ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ
الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿٤﴾ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا
اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ﴿٥﴾ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦﴾ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٧﴾ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿٩﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا
لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠﴾ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿١١﴾

---

(۱) حم (۲) اور کتاب روشن کی قسم (۳) ہم نے اسے اس شکل میں بنایا کہ عربی زبان کا قرآن ہے تا کہ تم سمجھو بوجھو۔[1] (۴) اور یقیناً یہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑی بلند مرتبہ اور پراز حکمت کتاب ہے۔[2] (۵) پھر کیا اس وجہ سے ہم اس نصیحت کا رخ تم سے پھیر دیں کہ تم حد سے نکل جانے والی قوم ہو (۶) اور کتنے ہی نبی ہیں جو ہم نے پہلوں (یعنی ابتدائی عہد کی قوموں) میں مبعوث کیے[1] (۷) اور کبھی کوئی نبی ان کے پاس نہیں آیا مگر وہ اس کا مذاق ہی اڑاتے رہے۔ (۸) آخر کار ہم نے ان لوگوں کو جوان سے زیادہ زور آور تھے ہلاک کر ڈالا۔ اور پچھلے لوگوں کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ (۹-۱۰) اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ یہی جواب دیں گے کہ ان کو اسی زبردست اور کمال علم کے مالک نے پیدا کیا ہے' جس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور اس میں تمہارے لیے راستے بنا دیے تا کہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو۔[2] (۱۱) اور جس نے آسمان سے ایک خاص انداز ے کے ساتھ پانی برسایا' پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح تم بھی قبروں سے نکالے جاؤ گے۔

---

[1] ان سورتوں کے مضامین پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۃ المومن' حم السجدۃ' الشوریٰ ایک ہی سلسلے کی متعدد سورتیں ہیں۔ اور ان کا زمانہ نزول بھی قریب قریب ایک ہی ہے۔ اس سورہ میں ان جاہلانہ عقائد واوہام کی تردید کی گئی ہے جن پر اہل عرب اور قریش آباواجداد سے مصر چلے آ رہے تھے اور کسی طرح ان کو چھوڑنے کے لیے تیار نہ تھے۔

قرآن مجید وحی الٰہی ہے اور عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ تمہارے مسرفانہ رویہ کی وجہ سے اس کی تنزیل کو روک دیا جائے۔

[2] "ام الکتاب" کے معنی "اصل کتاب" کے ہیں۔ مراد لوح محفوظ ہے جس سے تمام سماوی کتابیں الگ کر کے نازل کی گئی ہیں۔ چنانچہ سورۂ واقعہ میں اسی کو "کتاب مکنون" اور سورۂ بروج میں "لوح محفوظ" فرمایا ہے۔ یعنی ایسی کتاب یا لوح جو ہر قسم کی دراندازی سے محفوظ ہے۔

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۱۸۲۔ (۲) ایضاً۔

وَالَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَ الْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى
ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا
لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ
مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰىكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ
مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِى الْحِلْيَةِ وَ هُوَ فِى الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾

---

(۱۲) اور جس نے یہ تمام جوڑے پیدا کیے اور کشتی اور جانور تمہارے لیے پیدا کیے جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ (۱۳) تا کہ تم ان کی پیٹھ پر سیدھے سوار ہو پھر اپنے خدا کے احسان یاد کرو اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لیے مخلوقات کو مسخر کر دیا اور ہم اپنی قوت سے انہیں مسخر نہ کر سکے[1] (۱۴) اور بیشک ہمیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے! (۱۵) اللہ تعالیٰ کی (ان قدرتوں اور نعمتوں کے باوجود) ان لوگوں نے اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کا جزء بنا ڈالا ہے' واقعی انسان کھلا ناسپاس ہے۔[2] (۱۶) کیا خدا نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لیے بیٹیاں تجویز کی ہیں اور تمہیں بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے؟ (۱۷) حالانکہ جس چیز کی مثال یہ رحمٰن کے لیے بیان کرتے ہیں جب اسی کے پیدا ہونے کی خوشخبری ان میں سے کسی کو دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ کالا پڑ جاتا ہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہتا ہے۔ (۱۸) کیا (اللہ کے حصہ میں وہ اولاد آئی ہے) جو زیور میں نشو ونما پاتی ہے اور بحث وجدال میں اپنا مدعا صاف نہیں بیان کر پاتی؟

---

سورۂ شعراء میں قرآن مجید کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا "وانه لفی زبر الاولین" کہ یہ اگلے لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے۔ نیز سوۃ الاعلیٰ میں کچھ احکام بیان کرنے کے بعد فرمایا " ان هذا لفی الصحف الاولی صحف ابراهيم وموسىٰ " کہ "قرآن مجید کے یہ مضامین پہلی کتابوں میں بھی درج ہیں"۔ اسی بنا پر قرآن مجید کو "مصدقا لما بين يديه اور مهيمن " بھی قرار دیا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب واقعہ یہ ہے تو قرآن مجید کا انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ اس کا انکار پہلی تمام کتابوں کے انکار کے مترادف ہے۔

۲ کرۂ ارضی کی ساخت اللہ تعالیٰ نے اس طرح بنائی کہ انسان آرام وسکون سے اس پر اس طرح زندگی بسر کر رہا ہے جیسے بچہ گہوارے میں آرام وسکون محسوس کرتا ہے۔ اور انسان کی نقل وحرکت کے لیے پہاڑوں کے درے اور دریا قدرتی راستوں کا کام دے رہے ہیں۔ حالانکہ زمین ایک کرہ ہے جو فضا میں معلق ہے اور ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اپنے محور پر گھوم رہا ہے اور نہ جانے اس کی تہ میں اللہ تعالیٰ نے کتنے خزانے جمع کر رکھے ہیں جو انسانی آبادی کی ترقی کے لیے تا قیامت نہ ختم ہونے والے ہیں۔

۳ اس سورہ میں مشرکین کے جاہلی عقائد پر تنقید کی ہے اور اس سلسلے میں حسب ذیل عقائد ذکر کیے ہیں:

(الف) بعض بندوں کو اللہ کی اولاد قرار دے دیا اور انہیں اللہ کی ذات میں شریک ٹھہرا لیا۔ اس کو قرآن مجید نے بہت بڑی ناشکری قرار دیا ہے۔

(ب) وہ کہتے فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ ان کی مورتیاں بنا کر پوجتے تھے۔ قرآن مجید نے اس پر زوردار تنقید کی کہ تم اپنے لیے تو نرینہ اولاد پسند کرتے ہو اور اللہ کے لیے مادینہ' اگر کسی کے گھر میں لڑکی پیدا ہو جائے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے۔ پھر یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اصل بات

---

(۱) "البلاغ" ۱۷ دسمبر ۱۹۱۵ء ص ۲۲۔

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ
وَيُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا
يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا
وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾
قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ ع ۲

(۱۹) اور انہوں نے فرشتوں کو جو خدائے رحمان کے بندے ہیں عورتیں قرار دے لیا۔ کیا ان کی خلق کے وقت یہ حاضر تھے؟ ان کی گواہی لکھ لی جائے گی اور ان سے جواب دہی کی جائے گی۔ (۲۰) اور یہ کہتے ہیں اگر خدائے رحمان چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ ان کو اس بات کا صحیح علم نہیں ہے، محض تخمینے لگاتے ہیں (۲۱) کیا ہم نے اس سے پہلے ان کو کتاب دی ہے کہ یہ اس سے دلیل پکڑتے ہیں؟ (۲۲) نہیں بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نشانہائے قدم پر چل رہے ہیں۔ (۲۳) (اے پیغمبر! انسان کی قومی و جماعتی گمراہی کا ظہور تمہارے ہی سامنے ایسا نہیں بلکہ اس کا عام اور یکساں حال ہمیشہ ایسا ہی رہا ہے)۔ تمہیں اپنے سے پہلے کوئی بستی ایسی نظر نہیں آئے گی جس میں اللہ کی طرف سے ڈرانے آئے ہوں اور انہوں نے قوموں کے بڑوں سے یہ جواب نہ پایا ہو کہ ہم نے تو اپنے باپ دادا کو اسی قومی طریقے پر چلتا پایا اور ہم بھی انہی کے طریقے پر چلیں گے۔[1] (۲۴) [اس پر اس پیغمبر نے کہا] کیا تم انہی کے نقش قدم پر چلتے رہو گے، خواہ میں اس راستے سے زیادہ صحیح راستہ تمہیں بتاؤں، جس پر تم نے اپنے آباء کو پایا ہے؟ انہوں نے کہا بلاشبہ جس دین کی طرف دعوت دینے کے لیے تم بھیجے گئے ہو، ہم اس کے منکر ہیں! (۲۵) آخر کار ہم نے ان سے انتقام لیا، سو آپ دیکھ لیجیے کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہو؟

---

یہ ہے کہ فرشتے اللہ کے بندے ہیں۔

(ج) اپنی گمراہی پر تقدیر سے استدلال کرتے۔ چنانچہ آیت ۲۰ میں اسی گمراہی کا بیان ہے۔ کفار نے اپنی گمراہی اور شرک و کفر کی راہ پر چلنے کے لیے ہر دور میں اپنے آباؤ اجداد کی اندھی تقلید کو پیش کیا اور اس پرانے نظام پر جمے رہنے پر اصرار کیا جس سے ان کے مفاد وابستہ تھے۔

قرآن مجید نے کفار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر آباؤ اجداد کی تقلید ہی کرنی ہے تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کیوں اختیار نہیں کرتے کہ انہوں نے آبائی دین کو چھوڑ کر توحید کی راہ اختیار کر لی تھی اور ایک اللہ کو اپنا معبود بنا لیا تھا۔

مولانا آزاد رحمہ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بتوں سے بیزاری اور اپنے خالق کے ساتھ حقیقی لگاؤ کے اظہار پر لکھتے ہیں:

---

(۱) البلاغ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء ص ۳۔

اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ﴿۲۷﴾ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ
لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰۤؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَ رَسُوْلٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۹﴾
وَ لَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى
رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَیْنَهُمْ
مَّعِیْشَتَهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّیَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا
سُخْرِیًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ

(۲۶) (اور اس وقت کو یاد کرو) جب ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم سے کہا جن (دیوتاؤں) کی پرستش کرتے ہو مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں- (۲۷) میرا رشتہ ہے تو اس ذات سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی میری رہنمائی کرے گی-(۱) (۲۸) اور اسی (توحید) کو ابراہیم اپنی اولاد میں ایک باقی رہنے والا کلمہ بنا گیا تا کہ لوگ شرک سے باز رہیں- (۲۹) بلکہ میں نے ان کو اور ان کے آباء کو ہر قسم کے سامان سے بہرہ مند رکھا حتی کہ ان کے پاس حق (قرآن مجید) اور صاف صاف بیان کرنے والا رسول آ گیا- (۳۰) اور جب ان کے پاس یہ حق (قرآن) آیا تو کہنے لگے یہ تو جادو ہے اور ہم اس کے منکر ہیں- (۳۱) اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ (۳۲) کیا آپ کے رب کی رحمت کو یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے دنیوی زندگی میں ان کے درمیان ان کی معیشت تقسیم کر دی اور ایک کو کئی درجے دوسرے پر بلند کیا تا کہ ایک دوسرے کو اپنے کام میں مدد کے لیے لے سکیں۔ (۲) اور تیرے رب کی رحمت بہتر ہے سب چیزوں سے جو وہ سمیٹتے ہیں- (۳۳) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سب لوگ ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو ساز و سامان دنیا تو ہمارے یہاں اس درجہ حقیر و ذلیل ہے کہ جو.....

"فطرت صحیحہ اور خلقت مستقیمہ انبیائے کرام (علیہم السلام) کے اندر سے نمایاں ہوتی ہے- اس لیے وہ خدا (تعالیٰ) کے اس احسان کا ذکر بار بار کرتے ہیں- یہی فطرت اصلیہ صالحہ ہے جو ان کے عصر و دور کی عام تاریکی و ضلالت کے اندر چمک کر حقیقت مجوبہ کا روشن راستہ دکھا دیتی ہے"!

(۲) کفار یہ بھی کہتے کہ اگر اللہ نے کوئی رسول بھیجنا ہوتا اور اس پر اپنی کتاب نازل کرنے کا ارادہ کرتا تو دو مرکزی شہروں مکہ اور طائف میں کسی بڑے سردار پر یہ کلام نازل کر دیتا- یہ بات کہنے والے وہ لوگ تھے جو اول تو کسی بشر کی رسالت کے قائل ہی نہ تھے- اور پھر جب مجبور ہو کر انہیں قائل ہونا پڑا تو انہوں نے دوسرا رخ اختیار کر لیا کہ بشر ہی رسول سہی مگر وہ کوئی بڑا آدمی ہونا چاہیے جو مالدار اور جتھے والا ہو- بہر حال محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا اہل نہیں ہے (معاذ اللہ)- قرآن مجید نے آیت ۳۲ میں اسی اعتراض کا جواب دیا کہ:

بلاشبہ مال و دولت میں لوگوں کے مختلف درجے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے رکھے ہیں- اسی طرح منصب نبوت سے سرفرازی سراسر اللہ کی رحمت ہے اور یہ ہر لحاظ سے بہتر ہے- اللہ تعالیٰ جس پر چاہے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے-

(۱) ترجمان القرآن، جلد اول ص ۵۰۱، نیز "الہلال" ۲۷ نومبر ۱۹۱۲ ص ۵- البلاغ ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ ص ۱۶- (۲) "البلاغ" ۱۸ فروری ۱۹۱۶ ص ۱۹-

يَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا
عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ زُخْرُفًا ۭ وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾ ع
وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَ اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ
السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ
فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَ لَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ
تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَ مَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ
مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ
اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَ لِقَوْمِكَ ۚ وَ سَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾

منکران حق اور پرستاران دنیا ہیں ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی بنا دیتے اور چاندی ہی کی سیڑھیاں ہوتیں جن پر چڑھ کر وہ چھت پر پہنچتے۔ (۳۴) اوران کے گھروں کے چاندی ہی کے دروازے ہوتے اور چاندی ہی کے تخت جن پر وہ تکیے لگا کر بیٹھتے۔ اور یہ تو مثال کے لیے چاندی کی قید لگائی گئی۔ سمجھ لو کہ چاندی نہیں بلکہ یہ سب کچھ خالص سونے ہی کا بنا دیا جاتا لیکن پھر بھی یہ سامان اس دنیا کی زندگی کے چندروزہ فائدے کے ہیں۔ اور آخرت کی کامیابی تو اللہ (تعالیٰ) کے پاس صاحبان ارتقا وحق کے لیے ہے۔ [1] (۳۶) اور جو خدا کی یاد سے غافل ہوتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ پھر وہی اس کا ساتھی ہوتا ہے۔ [2] (۳۷) اور یہ شیاطین ان کو صحیح راہ سے روکتے ہیں اور وہ اپنی جگہ پر سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ ہیں۔ (۳۸) حتی کہ یہ شخص جب ہمارے پاس آئے گا تو اپنے اس ساتھی سے کہے گا' کاش! دنیا میں میرے اور تیرے درمیان مشرق ومغرب کا سا بعد ہوتا کیونکہ تو برا ساتھی نکلا۔ (۳۹) اور جبکہ تم ظالم ٹھہر چکے تو آج اس سے تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہے کہ تم سب عذاب میں شریک ہو! (۴۰) کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو اور جو صریح گمراہی میں مبتلا ہیں راہ راست پر لا سکتے ہیں؟ (۴۱) سو اگر ہم آپ کو اس دنیا سے اٹھا بھی لیں تب بھی ہمیں ان کافروں سے ضرور بدلہ لینا ہے۔ (۴۲) یا آپ کو آنکھوں سے ان کا وہ انجام دکھلا دیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے' بہرحال ہمیں ان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ (۴۳) سو آپ اس قرآن پر جو آپ کی طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجا گیا ہے مضبوطی کے ساتھ قائم رہیے۔ بلاشبہ آپ سیدھی راہ پر ہیں۔ (۴۴) اور یہ قرآن آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے بڑے شرف کی چیز ہے اور عنقریب تم سب سے پوچھا جائے گا۔

(۱) ''الہلال'' ۲۱ مئی ۱۹۱۳ء ص ۵ (۲) ''الہلال'' ۹ جولائی ۱۹۱۳ء ص ۱۶۔
(۳) ''الہلال'' ۱۹ اکتوبر ۱۹۱۲ء ص ۱۵۔ اور جو شخص خدا کے ذکر سے روگردانی کرتا ہے ہم اس پر ضلالت کا ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں جو اس کے ساتھ رہتا ہے۔

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ ع۴
لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَلَمَّا
جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ مَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَ اَخَذْنٰهُمْ
بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا
لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ
قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۱﴾ اَمْ اَنَا
خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ
جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۴﴾

---

(۴۵) آپ سے پہلے جتنے پیغمبر ہم نے بھیجے ہیں ان سب سے پوچھ دیکھو کہ کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا دوسرے معبود بھی مقرر کیے تھے کہ ان کی پرستش کی جائے؟ (۴۶) اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور ان کے درباریوں کے پاس بھیجا اور اس نے جا کر کہا میں رب العالمین کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔

(۴۷) پھر جب موسیٰ نے ہماری نشانیاں ان کو دکھلائیں تو وہ ہنسی اڑانے لگے (۴۸) اور ہم جو بھی نشانی ان کو دکھاتے وہ پہلی سے بڑھ چڑھ کر ہوتی - اور ہم نے ان کو عذاب میں گرفتار کر لیا تاکہ وہ باز آ جائیں۔

(۴۹) اور ہر عذاب کے موقع پر وہ کہتے اے جادوگر! تو اپنے رب کے اس عہد کی بنا پر جو اس نے تم سے کر رکھا ہے ہمارے لیے دعا کر، ہم ضرور راہ راست پر آ جائیں گے (۵۰) مگر جونہی کہ ہم ان سے عذاب دور کر دیتے تو وہ عہد شکنی کر دیتے۔
(۵۱) (القصہ) فرعون نے ایک روز اپنی قوم سے پکار کر کہا' میری قوم! کیا مصر کی حکومت میری نہیں ہے؟ اور میرے نیچے یہ نہریں جاری ہیں، کیا تم دیکھتے نہیں ہو؟

(۵۲) بلکہ میں اس سے بہتر ہوں جو حقیر ہے اور وہ صاف طور پر کلام بھی نہیں کر سکتا۔ (۵۳) کیوں نہ اس کی طرف سونے کے کنگن ڈالے گئے یا اس کے جلو میں فرشتے جمع ہو کر آتے؟ ؎ (۵۴) غرض فرعون نے اپنی قوم کو ہلکا سمجھا اور انہوں نے فرعون کی اطاعت کی، بلاشبہ وہ نافرمان لوگ تھے۔

---

؎ جس طرح کفار مکہ آنحضرت ﷺ کو حقیر سمجھ کر آپ کی دعوت کا مذاق اڑا رہے ہیں اسی طرح فرعونیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مذاق اڑایا تھا- چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے معجزات دیکھ کر جب فرعون تنگ آ گیا تو اس نے اپنی قوم کو بیوقوف بنانے کی وہی طرز اختیار کی تھی جو آج کفار قریش نے آنحضرت ﷺ کے مقابلہ میں اختیار کر رکھی ہے یعنی یہ قلاش ہے' اگر یہ سچا ہے تو سونے کے کنگن پہن کر دکھائے یا فرشتوں کی فوج اس کے ہم رکاب ہو۔

ع فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۵﴾ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَمَّا
ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ قَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ
لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا
لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اِنَّهٗ
لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَ لَا يَصُدَّنَّكُمُ
الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَ لَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ
وَ لِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ

---

(۵۵) پھر جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو غرق کر دیا (۵۶) اور بعد والوں کے لیے پیش رو اور فسانہ عبرت بنا دیا (۵۷) اور جونہی کہ ابن مریم کی مثال دی گئی، آپ کی قوم کے لوگ اس پر خوشی کے مارے شور مچانے لگے- (۵۸) اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟ وہ مثال محض آپ کے سامنے کج بحثی کی غرض سے لائے ہیں، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ سخت جھگڑالو واقع ہوئے ہیں-[5] (۵۹) وہ (عیسیٰ ابن مریم) محض ایک بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے اس کو ایک نمونہ قدرت بنایا تھا- (۶۰) اگر ہم چاہیں تو تمہارے بدلے فرشتے پیدا کر دیں جو زمین میں تمہارے قائم مقام ہوں (۶۱) اور بلاشبہ وہ (عیسیٰ) قیامت کی ایک علامت ہے، تو تم اس قیامت کے وقوع میں شک نہ کرو اور میری پیروی کرو، یہی سیدھی راہ ہے-[6] (۶۲) اور شیطان تم کو سیدھی راہ سے روک نہ دے، کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے- (۶۳) اور جب عیسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آئے تو اس نے کہا لوگو میں تمہارے پاس حکمت لے کر آیا ہوں اور اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے سامنے بعض ان باتوں کی حقیقت واضح کر دوں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو، سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو- (۶۴) بلاشبہ اللہ ہی میرا

---

۵ گزشتہ آیات میں قرآن مجید نے جب یہ کہا کہ پہلے پیغمبروں کی تعلیمات پڑھ دیکھو کہ کیا کسی نے بھی یہ حکم دیا ہے کہ خدائے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود کی بندگی کی جائے؟ اس پر عبداللہ بن الزبعریٰ نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بندگی کیوں کی جاتی ہے؟ کیا ہمارے معبود عیسیٰ علیہ السلام سے کم درجہ کے ہیں؟ آیت ۵۷ سے اسی بیہودگی کا جواب دیا جا رہا ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال پر بڑا شور کر رہے ہیں اور جدال کے طور پر اسے پیش کر رہے ہیں- حالانکہ وہ اللہ کا بندہ تھا- اللہ نے ان پر انعام کیا اور بنی اسرائیل کے لیے ایک نمونہ بنا دیا اور انہیں وہ معجزات دیے تھے جو ان سے پہلے کسی کو نہ دیے گئے تھے-

۶ آیت ۶۱ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کا نشان قرار دیا ہے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ ہوں اور آخر زمانہ میں قیامت کے قریب آسمان سے نزول کریں- جیسا کہ احادیث میں آیا ہے-

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ
لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً
وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ يٰعِبَادِ ع ٦
لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾
اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ
وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ
الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾
اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ
وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿٧٧﴾ لَقَدْ
جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٨﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿٧٩﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ

اور تمہارا سب کا پروردگار ہے، بس اسی کی بندگی کرو، یہی صراط مستقیم ہے۔[1] (۶۵) مگر ان کے بہت سے گروہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ سو ایسے ظالموں کے لیے ایک دردناک عذاب کے دن کی تباہی ہے۔ (۶۶) کیا یہ لوگ اب بس قیامت کے منتظر ہیں کہ ان پر اچانک آ پہنچے اور ان کو خبر بھی نہ ہو (۶۷) اس دن متقین کے سوا تمام جگری دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے۔ (۶۸-۶۹-۷۰) اس روز ان لوگوں سے 'جو ہماری آیات پر ایمان لائے اور فرمانبردار رہے' کہا جائے گا 'اے میرے بندو! آج تم پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ تمہیں غم لاحق ہوگا۔ تم اور تمہاری بیویاں جنت میں داخل ہو جاؤ، تمہیں خوش رکھا جائے گا۔ (۷۱) ان کے روبرو سونے کی رکابیاں اور جام گردش کریں گے اور وہاں ہر چیز موجود ہوگی، جس کی دل خواہش کریں اور جسے دیکھ کر آنکھیں لذت اندوز ہوں اور تم اس جنت میں ہمیشہ رہو گے۔ (۷۲) اور یہی وہ جنت ہے جس کے تم اپنے اعمال کی وجہ سے وارث ہوئے ہو۔ (۷۳) یہاں تمہارے لیے بہ کثرت میوے ہیں جنہیں تم کھاتے رہو گے۔ (۷۴) یقیناً مجرم عذاب جہنم میں ہمیشہ مبتلا رہیں گے۔ (۷۵) اس عذاب کا ان سے کبھی وقفہ نہیں کیا جائے گا اور وہ اس میں مایوس پڑے رہیں گے (۷۶) ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ظلم کرنے والے تھے۔ (۷۷) وہ دوزخ کے داروغہ کو پکار کر کہیں گے ''اے مالک! کسی طرح تیرا رب ہمارا کام ہی تمام کر دے (تو اچھا ہے)'' وہ جواب دے گا ''تم کو اسی حال میں رہنا ہے!'' (۷۸) بلاشبہ ہم تمہارے پاس دین حق لائے ہیں لیکن تم میں سے اکثر حق سے نفرت رکھتے ہیں۔

(۱) ''ترجمان القرآن'' جلد اول ص ۲۱۶۔

اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَ رُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا
اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا
وَ يَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ
وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۴﴾ وَ تَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ
عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَ لَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ
شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾
وَ قِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ ع

(۷۹) کیا انہوں نے کسی بات کا فیصلہ کر لیا ہے تو ہم بھی فیصلہ کیے دیتے ہیں۔ (۸۰) یا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ان کی راز کی باتیں اور سرگوشیاں سنتے نہیں، کیوں نہیں (ضرور سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے جو ان کے پاس ہیں لکھ رہے ہیں۔ (۸۱) اے نبی! آپ ان سے کہہ دیجیے اگر بفرض محال خدائے رحمان کی اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔ (۸۲) منزہ ہے آسمانوں اور زمین کا رب، عرش کا مالک، ان باتوں سے جو یہ لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ (۸۳) سو آپ ان کو چھوڑیے کہ یہ انہی بیہودہ خیالات میں منہمک اور کھیل میں لگے رہیں، حتی کہ اپنا وہ دن دیکھ لیں، جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ (۸۴) اور وہی ایک ذات ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین میں بھی لائق پرستش ہے، اور وہ بڑی حکمت والا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔ (۸۵) اور وہ ذات بابرکات ہے جس کی آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب پر حکومت ہے اور قیامت کا علم بھی اسی کو ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹاؤ گے۔ (۸۶) اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں ان کو سفارش کا کوئی اختیار نہ ہوگا، بجز اس کے کہ حق بات کی شہادت دیں اور وہ اس کو جانتے بھی ہوں۔ (۸۷) اے نبی! اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ انہیں کس نے پیدا کیا تو وہ ضرور یہ جواب دیں گے کہ اللہ نے! تو پھر کہاں سے دھوکا دیے جا رہے ہیں۔ (۸۸) اور قسم ہے رسول کے اس قول کی کہ ”اے میرے رب! یہ لوگ ایمان نہیں لاتے“ (۸۹) لہذا آپ ان سے درگزر کیجیے اور کہہ دیجیے کہ سلام ہے، عنقریب ہی انہیں انجام معلوم ہو جائے گا!

❋ ❋ ❋

آیاتہا: 59 سُورَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ رکوعاتہا: 3



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

حٰمٓ ① وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ③ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ
حَكِيْمٍ ④ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ⑤ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑥
رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ⑦ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ

---

(۱) حم (۲) قسم ہے واضح کتاب کی۔[1]

(۳) کہ ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں نازل کیا ہے۔ بلاشبہ ہم لوگوں کو آگاہ کرنے والے تھے (۴) (یہ وہ رات ہے) جس میں ہر محکم کام کا فیصلہ کیا جاتا ہے

(۵) اس حکم کے مطابق جو ہماری جناب سے صادر ہوتا ہے۔ بیشک ہم ایک رسول بھیجنے والے تھے

(۶) آپ کے رب کی رحمت سے، بے شک وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔

(۷) وہ آسمانوں اور زمین کا، اور جو کچھ ان کے مابین ہے سب کا مالک ہے، اگر تم واقعی یقین کرنے والے ہو۔

(۸) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے..............

---

[1] اس سورہ کا زمانہ نزول بھی سورۂ زخرف اور اس سے پہلے کی چند سورتوں کا ہے۔ جب کفار مکہ نے سخت مخالفت کی تو آنحضرت ﷺ نے ان کے حق میں بددعا کی:

"اللهم سنى كسنى يوسف!" کہ "اے اللہ یوسف کے قحط جیسے قحط سے میری مدد فرما!"

اور یہ بددعا اس لیے کی کہ شاید مصیبت میں پڑ کر ان کے دل نرم ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور سارے علاقہ میں ایسا قحط پڑا کہ لوگ بلبلا اٹھے۔

آخر کار ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے سرداران مکہ حضور کے پاس آئے کہ اپنی قوم کو اس مصیبت سے نجات دلانے کے لیے اللہ سے دعا کریں۔ اسی موقع پر یہ سورہ نازل ہوئی۔

اس سورہ میں بھی کفار کو فہمائش اور تنبیہ کی ہے اور قرآن مجید کی عظمت کو واضح کیا ہے اور بتایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی زمین و آسمان کا خالق اور پروردگار ہے اور موت و حیات اسی کے قبضہ میں ہے تو پھر عبادت کا مستحق بھی وہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا یہ بھی تقاضا ہے کہ تمہاری راہنمائی کا انتظام کرے۔ اسی راہنمائی کے لیے اس نے رسول بھیجا اور کتاب اتاری ہے۔

رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٨﴾ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿٩﴾ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي
السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٠﴾ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١﴾ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا
مُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢﴾ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا
مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿١٤﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿١٥﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ ق
الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ
كَرِيْمٌ ﴿١٧﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٨﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ
اٰتِيْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٩﴾ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿٢٠﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ

---

وہ تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے پہلے آباواجداد کا بھی۔ (۹) اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ شک میں پڑے کھیل رہے ہیں (۱۰) سوائے نبی! آپ اس دن کا انتظار کیجیے جب آسمان صریح دھواں لے کر آئے گا۔[۲] (۱۱) وہ لوگوں پر چھا جائے گا' یہ ایک دردناک سزا ہے۔ (۱۲) کہیں گے "اے ہمارے رب' ہم سے یہ دور کر دے' بلاشبہ ہم ایمان لانے والے ہیں۔ (۱۳) ان کو کیسے نصیحت ہو سکتی ہے حالانکہ ان کے پاس ایسا رسول آ گیا ہے جس کی شان رسالت نمایاں ہے۔ (۱۴) پھر انہوں نے اس سے روگردانی کی اور کہنے لگے کہ سکھایا پڑھایا دیوانہ ہے (۱۵) ہم تھوڑی سی مدت کے لیے اس عذاب کو ہٹا لیں گے مگر تم لوگ پھر وہی کرو گے جو پہلے کر رہے تھے۔ (۱۶) جس روز ہم بڑی گرفت کریں گے تو ہم سب بدلہ لے لیں گے (۱۷) ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو آزمایا تھا اور ان کے پاس ایک معزز رسول آیا تھا۔ (۱۸) کہ خدا کے ان بندوں کو میرے حوالے کرو' میں تمہارے پاس ایک امانت دار پیغمبر بن کر آیا ہوں۔[۳] [(۱)] (۱۹) اور تم خدا کے مقابلہ میں سرکشی اختیار نہ کرو' میں تمہارے سامنے ایک واضح نشانی پیش کرتا ہوں۔

---

۲۔ آیت ۱۰ میں جس "صریح دھواں" کا ذکر ہے اور اس کو عذاب الیم قرار دیا ہے' اس کی تعیین مفسرین کے مابین مختلف فیہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ دھواں قیامت کے دن ظاہر ہو گا اور کفار و منافقین کو اندھا بہرا کر دے گا۔ مگر اہل ایمان پر اس کا اثر زکام کی طرح ہو گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس تفسیر کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ وہ دھواں ہے جو زمانہ قحط میں رونما ہوا تھا۔ شدت بھوک کی وجہ سے لوگ آسمان کی طرف دیکھتے تو دھواں ہی دھواں نظر آتا۔ اور بڑی گرفت سے مراد جنگ بدر کے دن کی گرفت ہے۔ بعض اکابر صحابہؓ اور تابعینؒ نے کہا ہے کہ قرآن مجید میں جس دھویں کی خبر دی گئی ہے' وہ قیامت کے قریب ظاہر ہو گا اور تمام زمین پر چھا جائے گا۔ اور احادیث میں اس دھویں کو علامات قیامت میں سے شمار کیا گیا ہے۔

۳۔ آیت ۱۸ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے آگے اپنی تبلیغ کا مقصد یہ نہیں بتایا کہ فسق و فجور چھوڑ دو' گناہ اور شرارت سے باز آ جاؤ۔ اولین مطالبہ یہ کیا کہ خدا کے جن بندوں کے پاؤں میں محکومی اور غلامی کی زنجیریں ڈال دی ہیں انہیں چھوڑ دے۔ خدا کے بندے خدا کی امانت ہیں۔ ظالم و مستبد اس امانت کا مستحق نہیں۔ لفظ "اَدُّوْا" "الاداء" سے ہے۔ جس کے معنی دفع الحق کے ہیں۔ یعنی کوئی چیز دے دینا جو لینے والے کا حق تھا۔

---

(۱) "البلاغ" ۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۱۱۔ ۱۴ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۱۲۔

فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنَّ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾
وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ
وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَیْهِمُ
السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَقَدْ نَجَّیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِیْنِ ﴿۳۰﴾ مِنْ
فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِیًا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰی عِلْمٍ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۲﴾ وَاٰتَیْنٰهُمْ مِّنَ
الْاٰیٰتِ مَا فِیْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِیْنٌ ﴿۳۳﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَیَقُوْلُوْنَ ﴿۳۴﴾ اِنْ هِیَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِیْنَ ﴿۳۵﴾

(۲۰) اور میں اپنے رب اور تمہارے رب کی اس بات سے پناہ لے چکا ہوں کہ تم مجھ پر حملہ آور ہو۔ (۲۱) اور اگر تم میری بات نہیں مانتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ (۲۲) آخر کار موسیٰ نے اپنے رب کو پکارا کہ یہ بڑے مجرم لوگ ہیں (۲۳) (حکم ہوا کہ) میرے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ، تمہارا تعاقب کیا جائے گا (۲۴) اور (ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ) دریا کو ساکن چھوڑ دو (اور نکل بھاگو۔ فرعون اپنے لشکر سمیت اس میں ڈوب جائے گا (چنانچہ حکم الٰہی پورا ہوا اور وہ سب کے سب دریا کی لہروں میں نابود ہو گئے)
(۲۵-۲۸) (پھر دیکھو وہ کون لوگ تھے؟ ان کی کیسی شان و شوکت تھی؟ کیسا جاہ و جلال تھا؟ کیسا گھمنڈ اور کیسی شرارتوں سے بھری ہوئی صدائیں تھیں؟ لیکن خدا کے عذاب سے بالآخر انہیں کوئی طاقت بچا نہ سکی) کس قدر سرسبز باغ، کیسی کیسی نہریں، سرسبز و شاداب زراعت گاہیں، عالی شان اور پر تکلف عمارتیں، عیش و نشاط کی نعمتیں (غرض وہ سب کچھ دنیوی جاہ و جلال میں سے تھا) جن کے اندر وہ بے فکری کے مزے اڑا رہے تھے، اپنے بعد چھوڑ گئے اور ہم نے دوسری قوم کو ان کا وارث بنایا۔

(۲۹) پھر (باوجود اس دردناک عذاب کے) نہ تو آسمان ان پر رویا اور نہ زمین ہی نے آنسو بہائے اور نہ انہیں اپنی حالت کی اصلاح کی مہلت دی گئی (کیونکہ مہلت پوری ہو گئی اور آسمان و زمین کا خداوند جب ناراض ہو جائے تو پھر تمام کائنات ہستی میں کون ہے جو ان بدبختوں سے راضی ہو سکتا ہے؟) (۱)

(۳۰-۳۱) بلاشبہ ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت کے عذاب، فرعون سے نجات دی، بیشک وہ حد سے بڑھ جانے والوں میں سے بڑے اونچے درجے کا سرکش تھا (۳۲) اور بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو ان کی حالت جانتے ہوئے دوسری قوموں پر ترجیح دی (۳۳-۳۴) اور ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح آزمائش تھی۔ یہ لوگ کہتے ہیں

(۳۵) بس ہمیں صرف پہلی مرتبہ ہی مرنا ہے اور ہم دوبارہ نہیں اٹھائے جائیں گے۔

ع آیت ۲۸ میں دوسری قوم سے مراد وہ لوگ ہیں جو فرعون کے بعد مصر کے وارث ہوئے۔ کیونکہ تاریخوں سے کہیں بھی ثابت نہیں ہے

(۱) "البلاغ" ۱۴-۲۱ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۱۳۔

فَاْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۶﴾ اَهُمْ خَیْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ
كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۳۷﴾ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ
لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ مِیْقَاتُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۰﴾ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى
شَیْـًٔا وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۲﴾ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ ع ۲
طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿ۛ۴۴﴾ كَالْمُهْلِ ۚ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿ۖۗ۴۷﴾
ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ﴿ؕ۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ

---

(۳۶) پھر اگر تم سچے ہو تو ہمارے آباواجداد کو زندہ کر دکھاؤ (۳۷) بھلا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا کیونکہ وہ جرائم پیشہ لوگ تھے۔ ۵ (۳۸) اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ ہے کھیل تماشا کرتے ہوئے نہیں پیدا کیا۔ (۳۹) اور ہم نے انہیں نہیں پیدا کیا مگر حکمت و مصلحت کے ساتھ، مگر اکثر انسان ایسے ہیں جو اس حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔ ۶ (۱) (۴۰) بیشک فیصلے کا دن ان سب کے اٹھائے جانے کے لیے مقررہ وقت ہے۔ (۴۱) جس دن کہ کوئی عزیز و قریب کسی عزیز و قریب کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ کہیں سے انہیں مدد ملے گی۔ (۴۲) مگر ہاں جس پر اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔ بے شک وہ بڑا زبردست اور بڑی مہربانی کرنے والا ہے۔ (۴۳) بیشک زقوم کا درخت (۴۴) گناہگاروں کا کھانا ہوگا (۴۵) جیسے سیاہ تیل کی تلچھٹ، وہ پیٹوں میں اس طرح جوش مارے گا (۴۶) جیسے گرم کھولتا ہوا پانی (۴۷) حکم دیا جائے گا اس کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے عین جہنم میں لے جاؤ (۴۸) پھر اس کے سر پر سخت کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو۔ (۴۹) اس کا مزہ چکھ! کیونکہ تو بڑا ذی عزت اور ذی مرتبہ تھا (۵۰) یہی وہ چیز ہے جس میں تم لوگ ..........

---

کہ مصر سے نکلنے کے بعد کبھی بنی اسرائیل واپس گئے ہوں اور اس سرزمین کے وارث ہوئے ہوں- مگر سورہ شعراء ۵۹ میں ہے "كذالك واورثناها بنى اسرائيل" اسی طرح ہم نے بنی اسرائیل کو اس کا وارث بنا دیا- سورۂ اعراف کی آیت ۱۳۷ سے یہی مفہوم ہوتا ہے- شاہ صاحب نے اپنی توضیحات میں بنی اسرائیل ہی مراد لیے ہیں اور لکھا ہے کہ فرعون کے غرق ہونے کے پیچھے بنی اسرائیل کا دخل مصر میں ہوا- تاریخ کی رعایت کرتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فراعنہ کی شان و شوکت کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا-

۵ قوم تبع سے مراد یمن کی قوم سبا ہے جس کی تباہی کا حال سورہ سبا میں گزر چکا ہے- تبع دراصل اس قوم کے قبیلہ حمیر کے بادشاہوں کا لقب تھا- عموماً مورخین نے ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے بتایا ہے- ان میں سے ایک بادشاہ نے دنیا میں بہت فتوحات حاصل کی تھیں اور اسی نے شہر سمرقند بسایا- اس نے خانہ کعبہ کا طواف بھی کیا اور واپس یمن پہنچ کر یہودی مذہب کی تبلیغ بھی کی- چنانچہ یمنی عوام نے یہ دین اختیار کر لیا لیکن اس کی وفات کے بعد پھر کافر ہو گئے- اسی بادشاہ کے متعلق مسند احمد، طبرانی وغیرہ میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تبع کو گالی نہ دو اس لیے کہ وہ مسلمان ہو گیا تھا"- واللہ اعلم!

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۴۸-

تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنّٰتٍ وَّعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَّلْبَسُونَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّإِسْتَبْرَقٍ
مُّتَقٰبِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِينَ ﴿٥٥﴾ لَا يَذُوقُونَ
فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولٰى وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ فَارْتَقِبْ إِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُونَ ﴿٥٩﴾ ع

---

شک کیا کرتے تھے۔

(۵۱) بیشک متقی لوگ پر امن مقام میں ہوں گے (۵۲) باغوں اور چشموں میں ہوں گے (۵۳) وہ باریک اور دبیز ریشم کا لباس پہنیں گے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

(۵۴) ایسے ہی ہوگا اور ہم گوری گوری آہو چشم عورتوں کو ان کا جوڑا بنا دیں گے (۵۵) وہاں وہ اطمینان سے ہر قسم کے میوے طلب کریں گے۔

(۵۶) وہاں وہ بجز پہلی موت کے اور کسی موت کا مزہ نہ چکھیں گے اور اللہ ان کو عذاب جہنم سے محفوظ رکھے گا۔

(۵۷) یہ سب کچھ ان کو آپ کے رب کے فضل سے ملے گا' یہی بڑی کامیابی ہے۔

(۵۸) سو اے نبیؐ! ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں آسان کر دیا ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

(۵۹) پس آپ نتیجے کا انتظار کیجیے، یہ لوگ بھی انتظار کر رہے ہیں۔

---

۱ آیت نمبر ۳۹:

یعنی آسمان و زمین اپنی حکمت کاملہ اور صحیح مقصد کے تحت پیدا کیے ہیں:

"یہاں تخلیق بالباطل کو "تلعب" سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی کوئی کام کھیل کود کی طرح بغیر کسی مقصد کے کرنا!"

❋ ❋ ❋

| ایاتھا: 37 | سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ | رکوعاتھا: 4 |
| --- | --- | --- |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۲ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ
لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳ وَ فِيْ خَلْقِكُمْ وَ مَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝۴ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ
وَ النَّهَارِ وَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ تَصْرِيْفِ
الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۵ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ
اللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝۷ يَّسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ
مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۸ وَ اِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئًا

(۱) حاء-میم (۲) یہ اللہ کی طرف سے کتاب (ہدایت) نازل کی جاتی ہے، جو عزیز اور حکیم ہے۔[1] (۳) بلاشبہ ایمان رکھنے والوں کے لیے آسمانوں اور زمین میں معرفت حق کی بے شمار نشانیاں ہیں۔ (۴) نیز تمہاری پیدائش میں اور ان چارپایوں میں جنہیں اس نے زمین میں پھیلا رکھا ہے، ارباب یقین کے لیے بڑی ہی نشانیاں ہیں۔ (۵) اسی طرح رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آتے رہنے میں اور اس سرمایہ رزق میں، جسے وہ آسمان سے برساتا ہے اور زمین مرنے کے بعد پھر جی اٹھتی ہے اور ہواؤں کے ردوبدل میں ارباب دانش کے لیے بڑی ہی نشانیاں ہیں۔[2] (۶) (اور اے پیغمبر) یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو فی الحقیقت ہم تمہیں سنا رہے ہیں - پھر اللہ کی آیتوں کے بعد کون سی بات رہ گئی ہے جسے سن کر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔(۱) (۷) تباہی ہے ہر اس جھوٹے گنہگار شخص کے لیے (۸) جو اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے، کہ اس کے سامنے پڑھی جا رہی ہیں، پھر بھی وہ ازراہ تکبر (کفر پر) اس طرح مصر رہتا ہے گویا اس نے ان کو سنا ہی نہیں۔ سو ایسے شخص کو دردناک عذاب کی خوشخبری دے دیجیے۔

۱ سورۃ الجاثیہ مکی ہے اور سورۃ "الدخان" کے قریبی دور میں نازل ہوئی ہے۔ دونوں سورتوں کے مضامین میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس سورہ میں بھی توحید و آخرت کے متعلق مشرکین کے شبہات کے جوابات دیے گئے ہیں۔ کفار کی ہٹ دھرمی اور استکبار پر انہیں ملامت کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کو صبر کی تلقین ہے۔

۲ توحید کے سلسلہ میں قرآن مجید نے ہر مقام پر آسمان و زمین میں قدرت کی پھیلی ہوئی نشانیوں کو پیش کیا ہے۔ جس میں خود انسان کی پیدائش اور حیوانات کی افزائش کا سلسلہ، رات دن کا اختلاف اور آسمان سے بارش کے ذریعہ سے انسانی غذا کا انتظام بھی داخل ہیں۔

"یہ اللہ کا قانون ہے کہ باران رحمت نمودار ہوتا اور زندگی کی برکتوں سے زمین کے ایک ایک کونے کو مالا مال کر دیتا ہے۔ پھر کیا

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۵۷۔

اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٩﴾ مِّن وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يُغْنِي عَنْهُم مَّا
كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠﴾ هَٰذَا
هُدًى ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ﴿١١﴾ اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ ع
الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٢﴾ وَسَخَّرَ لَكُم
مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١٣﴾ قُل لِّلَّذِينَ
آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا
فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَ
الْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾ وَآتَيْنَاهُم بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْأَمْرِ ۖ

(۹) جب وہ ہماری آیتوں میں کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کا مذاق اڑاتا ہے- ایسے لوگوں کے لیے رسوا کن عذاب ہے (۱۰) ان کے آگے جہنم ہے اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کمایا ہے وہ ان کے کچھ بھی کام نہیں آئے گا اور نہ وہ معبود کام آئیں گے جن کو انہوں نے اللہ کے سوا اپنا کارساز بنا رکھا ہے۔ ان کے لیے بڑا عذاب ہے- (۱۱) یہ قرآن سراسر ہدایت ہے- اور جن لوگوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا' ان کے لیے بلا کا دردناک عذاب ہے (۱۲) وہ اللہ ہی تو ہے جس نے سمندر کو تمہارے لیے مسخر کر دیا تاکہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو (۱۳) اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ نے تمہارے لیے مسخر کر دیا (ان کی قوتیں اور تاثیریں اس طرح تمہارے تصرف میں دے دی گئیں کہ جس طرح چاہو کام لے سکتے ہو) بلاشبہ ان لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرنے والے ہیں' اس بات میں معرفت حق کی بڑی نشانیاں ہیں-[1] (۱۴) اے نبی! آپ ایمان والوں سے فرما دیجیے کہ وہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو "ایام اللہ" کی توقع نہیں رکھتے تاکہ اللہ خود ایک گروہ کو اس کی کمائی کا بدلہ دے (۱۵) جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا اور جو برائی کرے گا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا' پھر تم سب اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے (۱۶) بیشک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائی اور ان کو عمدہ عمدہ چیزیں عطا کیں اور ہم نے ان کو اقوام عالم پر فضیلت دی تھی- (۱۷) اور ہم نے انہیں دین کے بارے

ضروری نہیں کہ جب عالم انسانیت ہدایت و سعادت کی شادابیوں سے محروم ہو جائے تو باران رحمت نمودار ہو کر ایک ایک روح کو پیام زندگی پہنچا دے- روحانی سعادت کی یہ بارش کیا ہے؟ وحی الٰہی ہے! تم اس منظر پر کبھی متعجب نہیں ہوتے کہ پانی برسا اور مردہ زمین زندہ ہو گئی پھر اس پر کیوں چونک اٹھو کہ وحی الٰہی ظاہر ہوئی اور مردہ روحوں میں زندگی کی جنبش پیدا ہو گئی؟

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۶۵-

فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا
كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَ الَّذِيْنَ
لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ
الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَاۗىِٕرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا
السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَاۗءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ ع
وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ

---

میں واضح دلائل عطا فرمائے- پھر انہوں نے صحیح علم آ جانے کے بعد ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے باہم اختلاف کیا- بیشک تیرا رب قیامت کے دن ان باتوں کا فیصلہ فرما دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں-

(۱۸) اس کے بعد اے نبیؐ! ہم نے آپ کو دین کے معاملہ میں ایک شاہراہ پر قائم کر دیا ہے' سو آپ اسی راستہ پر چلے جائیے اور ان لوگوں کی پیروی نہ کریں جو علم سے بے بہرہ ہیں-

(۱۹) کیونکہ یہ لوگ خدا کے مقابلے میں آپ کے کچھ کام نہیں آ سکیں گے اور بلاشبہ ظالم آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہوا کرتے ہیں اور متقیوں کا ساتھی اللہ ہے-

(۲۰) قرآن مجید لوگوں کے لیے واضح دلیلوں کی روشنی ہے اور ہدایت اور رحمت ہے یقین رکھنے والوں کے لیے-

(۲۱) جو لوگ برائیاں کرتے ہیں' کیا وہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور جن کے اعمال اچھے ہیں؟ دونوں برابر ہو جائیں' زندگی میں بھی اور موت میں بھی؟ (اگر ان لوگوں کے فہم و دانش کا فیصلہ یہی ہے تو) کیا ہی برا ہے ان کا فیصلہ؟

(۲۲) اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو بیکار و عبث نہیں بنایا' بلکہ حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے- اور اس لیے پیدا کیا ہے کہ ہر جان اپنی کمائی کے مطابق بدلہ پالے اور ایسا نہ ہو گا کہ ان کے ساتھ ناانصافی ہو-(۱)

---

(۱) "الہلال" ۷ رجنوری / ۱۳ رجنوری ۱۹۱۴ء

(۲) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۳۹- ص ۱۱۶-

مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ
يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ قَالُوْا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَاۤ
اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا
كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ
يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ ع ۳ ۱۹
الْاَرْضِ ؕ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ
تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا

---

(۲۳) اے نبی بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا ہے جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے اور اللہ نے اپنے علم کی بنا پر اسے گمراہی میں پھینک رکھا ہے- اور اس کے کان پر اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے' پھر اب خدا کے بعد اس گم کردہ راہ کی کون رہنمائی کر سکتا ہے' کیا پھر بھی تم لوگ نصیحت نہیں پکڑتے؟ (۲۴) اور یہ کہتے ہیں کہ بس اس دنیا کی زندگی کے بعد اور کوئی زندگی نہیں ہے' ہم یہیں مرتے اور یہیں جیتے ہیں اور گردش زمانہ کے سوا ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو ہمیں ہلاک کر دے- دراصل اس معاملہ میں ان کے پاس کوئی علم نہیں ہے- یہ محض گمان کی بنا پر باتیں کر رہے ہیں-[۳] (۲۵) اور جب انہیں ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے پاس سوائے کٹ حجتی کے کوئی اور دلیل نہیں ہوتی کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو اٹھا لاؤ- (۲۶) آپ ان سے کہہ دیجئے اللہ ہی تمہیں زندگی دیتا ہے' پھر وہی تمہیں موت دے گا- پھر وہی تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا جس کی آمد میں کوئی شک نہیں ہے' مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں- (۲۷) اور آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے- اور جس دن قیامت بپا ہوگی اس دن اہل باطل سخت گھاٹے میں رہیں گے- (۲۸) اور اے نبی! آپ ہر گروہ کو گھٹنوں کے بل گرا ہوا دیکھیں گے- ہر گروہ اپنے نامہ اعمال کی طرف بلایا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا "آج تم لوگوں کو ان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کرتے رہے تھے-

---

۳ آخرت کا انکار دراصل وہی لوگ کرتے ہیں جو خواہشات نفس کی بندگی کرنا چاہتے ہیں- انسان کو انسانیت کے دائرہ میں اگر کوئی چیز رکھ سکتی ہے تو وہ خدا کے حضور جوابدہی کا تصور ہی ہو سکتا ہے- قرآن مجید نے بتایا کہ جو لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں، انہوں نے اپنے گمان سے یہ بات گھڑ لی ہے کہ دنیا میں موت و حیات کا سلسلہ یونہی خود سے جاری ہے، آدمی محض گردش ایام سے مر کر فنا ہو جاتا ہے-

پھر جب دوبارہ زندگی کے دلائل ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں تو بجائے ان کے کہ وہ ان دلائل پر غور کریں' جھٹ سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اگر انسان دوبارہ زندہ ہو سکتا ہے تو ہمارے آبا و اجداد کو زندہ کر کے دکھاؤ- آیت ۲۶ سے ان کے اسی قسم کے ظنون کا جواب دیا جا رہا ہے-

نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ
رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۟ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ
فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ السَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا
قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّ مَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا
عَمِلُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ قِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ
يَوْمِكُمْ هٰذَا وَ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا
وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ
رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَ لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۪
وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع

(۲۹) یہ نامہ اعمال ہماری کتاب ہے جو تمہارے اوپر ٹھیک ٹھیک شہادت دے رہا ہے' جو کچھ بھی تم کرتے تھے اسے ہم لکھواتے جارہے تھے۔'' (۳۰) سو جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے انہیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہی صریح کامیابی ہے۔ (۳۱) لیکن جن لوگوں نے کفر کیا ان سے کہا جائے گا ''کیا میری آیات تمہیں پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں؟ پھر تم نے ان سے تکبر کیا اور تم بڑی ہی مجرم قوم تھے''۔ (۳۲) اور جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کا وعدہ برحق ہے اور قیامت کے وقوع میں ذرا بھی شک نہیں ہے تو تم کہتے تھے ''ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا چیز ہے؟ ہم تو صرف ایک خیال سا رکھتے ہیں۔ اور اس کے ہونے کا یقین نہیں ہے''۔ (۳۳) اور ان کے اعمال کے برے نتائج ان کے سامنے ظاہر ہو جائیں گے اور وہ اس چیز کے گھیراؤ میں آجائیں گے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ (۳۴) اور اس وقت ان سب سے کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے اس دن کی حکومت الٰہی کو بھلا دیا تھا' آج ہم بھی تم کو بھلا دیں گے۔ تمہارا ٹھکانا آگ کے شعلے ہیں۔ اور کوئی نہیں جو تمہارا مددگار ہو۔[1] (۳۵) یہ اس کی سزا ہے کہ تم نے خدا کی آیتوں کی ہنسی اڑائی اور دنیا کی زندگی اور اس کے کاموں نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا۔ پس آج نہ تو عذاب سے نکالے جاؤ گے اور نہ تمہیں اس کا موقع ملے گا کہ توبہ و استغفار کر کے خدا کو منا لو کیونکہ اس کا وقت تم نے کھو دیا۔[2] (۳۶) سو سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور سب جہان والوں کا پروردگار ہے۔ (۳۷) اور آسمانوں اور زمین میں اسی کے لیے بڑائی ہے اور وہی زبردست اور کمال حکمت کا مالک ہے۔

❁ ❁ ❁

(۱) ''الہلال'' یکم جولائی ۱۹۱۳ء ص ۷۔
(۲) ''الہلال'' یکم جولائی ۱۹۱۳ء ص ۷۔

اٰیَاتُھَا : 35 سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ مَکِّیَّۃٌ رُکُوْعَاتُھَا : 4

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

حٰمٓ ① تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ② مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَھُمَآ اِلَّا
بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ③ قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ
اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ اَوْ اَثٰرَۃٍ
مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ④ وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ

(۱) حم (۲) اس کتاب کا نازل کیا جانا اللہ زبردست بڑی حکمت والے کی طرف سے ہے[ا]

(۳) ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، برحق اور ایک میعاد مقررہ تک کے لیے بنایا ہے۔ مگر جو کافر ہیں، ان کو جس چیز سے خبردار کیا گیا ہے، وہ اس سے اعراض ہی کر رہے ہیں۔

(۴) اے نبیؐ ان سے کہیے، بھلا دیکھو تو جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ذرا مجھ کو یہ تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کیا بنایا یا آسمانوں (کے بنانے) میں ان کی کوئی شرکت ہے؟ اگر تم (قبول پیام حق سے) انکار میں سچے ہو تو ثبوت میں کوئی کتاب پیش کرو جو اس سے پہلے نازل ہوئی ہو (یا کم از کم) علم و بصیرت کی کوئی پچھلی روایت ہی لا دکھاؤ جو تمہارے پاس موجود ہو[(۱)]

ا اس سورۃ میں جنوں کے قرآن سن کر جانے کا واقعہ مذکور ہے اور حدیث و سیرت کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ۱۰ البعثت کا واقعہ ہے یعنی ہجرت سے تین سال قبل پیش آیا۔ اس سے سن نزول از خود متعین ہو جاتا ہے۔

۱۰ نبوی، آنحضرت ﷺ کی زندگی میں انتہائی سختی کا سال تھا۔ قریش کے مقاطعہ کی وجہ سے آنحضرت ﷺ اپنے خاندان اور اصحاب سمیت محصور ہو چکے تھے۔ پھر جب محاصرہ ٹوٹا تو ابوطالب وفات پا گئے جو آنحضرت ﷺ کے لیے ڈھال کا کام دے رہے تھے۔ اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اس جہان سے رخصت ہو گئیں۔ ان مسلسل صدموں کی وجہ سے یہ سال گویا عام الحزن تھا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ اس ارادے پر طائف تشریف لے گئے کہ بنی ثقیف کو اسلام کی دعوت دیں۔ مکہ سے طائف کا سارا سفر پیدل طے فرمایا مگر انہوں نے آپ کی بات سننے سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ انہوں نے صرف اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ واپسی پر غنڈوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا جو آپ کا تعاقب کرتے، آپ کو پتھر مارتے اور آوازیں کستے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ زخموں سے چور ہو گئے۔ دل شکستہ ہو کر جب آپ قرن المنازل میں پہنچے تو حضرت جبریلؑ سامنے آئے اور کہا: اگر آپ چاہیں تو ان پر پہاڑ الٹ دیے جائیں، مگر نبی الرحمہ نے جواب دیا کہ "نہیں، میں امید کرتا ہوں کہ ان کی نسل سے مسلمان پیدا ہوں گے۔"

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۱۸۵۔

الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ
كٰفِرِيْنَ ⑥ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑦
اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ
كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑧ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ

---

(۵) آخر اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارے جو قیامت تک بھی ان کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے اور وہ ان کے پکارنے سے بالکل بے خبر ہیں۔

(۶) جب سب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ اپنے پکارنے والوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت کا انکار کریں گے۔

(۷) اور جب ہماری کھلی کھلی آیتیں انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو یہ کافر، حق (یعنی قرآن) کی نسبت، جب ان کے سامنے آجاتا ہے، کہتے ہیں کہ "یہ تو کھلا جادو ہے"

(۸) کیا یہ یوں کہتے ہیں کہ رسول نے اسے خود گھڑ لیا ہے؟ آپ کہہ دیجیے کہ اگر میں نے اسے (قرآن مجید کو) خود گھڑ لیا ہے تو تم خدا کی گرفت سے مجھے کچھ بھی نہ بچا سکو گے، تم قرآن مجید کے بارے میں جو باتیں بنا رہے ہو اللہ ان کو خوب جانتا ہے، میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کو وہی کافی ہے اور وہی بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

---

اس کے بعد آپ نخلہ میں جا کر ٹھہرے اور وہیں جنوں کے قرآن سننے کا واقعہ پیش آیا۔

الغرض ان حالات میں یہ سورہ نازل ہوئی۔ اس سورہ میں کفار کو ان کی گمراہیوں کے نتائج سے خبردار کیا گیا ہے اور ان کی تردید کی ہے، توحید کا تصور پیش کیا ہے، رسالت کے خلاف ان کے خیالات کی تردید کی ہے اور ان سے مطالبہ کیا ہے کہ شرک کی صحت میں کسی آسمانی کتاب سے دلیل پیش کر دیا کوئی "علمی روایت" ہی دکھاؤ جو قابل اعتماد ذریعہ سے پہنچی ہو:

(قرآن کہتا ہے کہ) "اگر تمہیں میری تعلیم کی سچائی سے انکار ہے تو کسی مذہب کی الہامی کتاب سے ہی ثابت کر دکھاؤ کہ دین حقیقی کی راہ اس کے سوا کچھ اور بھی ہو سکتی ہے بلکہ علم و بصیرت کے کسی قول اور روایت سے ثابت کر دکھاؤ کہ جو کچھ میں بتلا رہا ہوں یہی پچھلی دعوتوں کی تعلیم نہیں رہی؟"

أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن
كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَكَفَرْتُم بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۖ
إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا

(۹) آپ ان سے کہہ دیجیے کہ میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا ہونا ہے اور تمہارے ساتھ کیا، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو میرے پاس بھیج جاتی ہے اور میں تو صرف ایک صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

(۱۰) اے نبیؐ، ان سے کہیے، بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی جانب سے آیا ہو اور تم اس کو ماننے سے انکار کرو، حالانکہ اس جیسے کلام (کے منجانب اللہ ہونے) پر بنی اسرائیل سے ایک شخص شہادت بھی دے چکا ہے، پھر وہ اس پر ایمان لے آیا اور تم تکبر میں پڑے رہے۔[ع] تو بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

(۱۱) اور کفار اہل ایمان کی نسبت یوں کہتے ہیں، اگر یہ بہتر ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے آگے نہ نکل جاتے۔ اور

ع آیت ۱۰ میں "شاھد من بنی اسرائیل" سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام ہیں جو مدینہ منورہ کے مشہور یہودی عالم تھے اور ہجرت کے بعد آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آئے تھے۔ یہ واقعہ چونکہ مدینہ منورہ کا ہے اس لیے بعض مفسرین نے اس آیت کو مدنی قرار دیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ سورہ بتمامہ مکی ہے اور شاہد بنی اسرائیل سے مراد کوئی خاص آدمی نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے، بنی اسرائیل کا ایک عام آدمی مراد ہے۔ آیت کا منشا یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ تعلیم جو تمہارے سامنے پیش کی جارہی ہے یہ کوئی انوکھی چیز نہیں ہے جو دنیا میں پہلی مرتبہ تمہارے ہی سامنے پیش کی گئی ہو، بلکہ اس سے پہلے یہی باتیں بنی اسرائیل کے سامنے بھی پیش کی جاچکی ہیں، اور ان کے ایک عام آدمی سے بھی پوچھ سکتے ہو، وہ اس کی شہادت دے گا۔

اِلَیْهِ ؕ وَ اِذْ لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِیْمٌ ﴿۱۱﴾ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا
وَّ رَحْمَةً ؕ وَ هٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۖۗ وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۲﴾ اِنَّ
الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا ؕ

جب انہوں نے اس قرآن مجید سے ہدایت نہ پائی تو اب یہی کہیں گے کہ یہ تو پرانا جھوٹ ہے۔

(۱۲) حالانکہ اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت بن کر آچکی ہے اور یہ کتاب عربی زبان میں اس کی تصدیق کرنے والی ہے تا کہ جو ظالم ہیں ان کو متنبہ کرے اور نیکو کار لوگوں کو بشارت دے۔

(۱۳) یقیناً جن لوگوں نے اللہ کو اپنا پروردگار سمجھا اور اپنے اندر استقامت پیدا کر لی، تو پھر نہ تو ان کے لئے کسی طرح کا خوف ہے اور نہ کسی ناکامی و نامرادی کا غم (۱)

(۱۴) یہی لوگ اہل جنت ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے ان اعمال کے بدلے میں جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں ع

(۱۵) ہم نے انسان کو تاکید کی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرے۔

ع نجات کے لیے ایک مرتبہ کا اقرار کافی نہیں بلکہ اقرار کے بعد استقامت بھی شرط ہے:

''ہمیشہ دو ہی خیال دماغوں میں پیدا ہوئے۔ بعض نے سمجھا کہ کچھ نہیں کر سکیں گے اور بعض نے خیال کیا کہ چاہیں گے تو سب کچھ کر لیں گے۔ پہلے خیال کا نتیجہ یہی نکلا کہ کچھ نہ ہوا۔ دوسرے نے چٹیل میدانوں کو ایوان و محل، ویران جنگلوں کو آباد شاداب، غلاموں کو آزاد، ایک گڈریے کو صاحب تاج و تخت اور ایک مردہ قوم کو زندہ و قائم کر دیا۔ البتہ استقامت شرط راہ اور دلیل وصول بارگاہ ہے۔''

(۱) ''الہلال'' ۱۵ جنوری ۱۹۱۳ء ص ۱۹۔

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ
اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ
اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ
وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِيْۤ اَنْ

اس کی ماں نے اسے تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور تکلیف کے ساتھ جنا اور حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت کم از کم تیس مہینوں کی ہے۔(۱) یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری توانائی کو پہنچا اور چالیس سال کی عمر کو پہنچ گیا تو کہنے لگا، اے میرے رب مجھ توفیق دے کہ میں تیرے ان احسانات کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیے اور میں ایسے نیک کام کرتا رہوں جس سے تو راضی ہو، اور میرے لیے میری اولاد بھی نیک بنادے، میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور یقیناً میں تابع فرمان بندوں سے ہوں ع

(۱۶) انہی صفات کے حامل لوگوں سے ہم ان کے اعمال قبول کرتے ہیں اور ان کے گناہوں سے درگزر کرتے ہیں، ان لوگوں کا شمار اہل جنت میں ہے۔ یہ سچا وعدہ ہے جو ان سے کیا جاتا رہا ہے۔

(۱۷) اور جس شخص نے اپنے والدین سے کہا "تف ہے تمہارے لیے، کیا مجھے خبر دیتے ہو کہ میں.........

---

آیت ۱۵ میں اشارہ ہے کہ اولاد پر ماں کا حق باپ کی بہ نسبت زیادہ ہے اس لیے کہ وہ اولاد کے لیے مسلسل تکلیف میں مبتلا رہتی ہے اور بچے کی تربیت کا تعلق بھی ماں سے ہے۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے ماں کے دل میں شفقت و محبت بھی زیادہ رکھی ہے۔

"ربوبیت الٰہی کی کارسازی پر غور کرو، کس طرح ماں کی فطرت میں بچے کی محبت ودیعت کی گئی ہے اور کس طرح اس جذبے کو طبیعت بشری کے تمام جذبات سے زیادہ پرجوش اور ناقابل تسخیر بنا دیا گیا ہے۔ (پھر جب) بچے کا عہد رضاعت پورا ہو جاتا ہے اور اس کا معدہ عام غذاؤں کے ہضم کرنے کی استعداد پیدا کر لیتا ہے، ماں کا دودھ خشک ہونا شروع ہو جاتا ہے، یہ گویا ربوبیت الٰہی کا اشارہ ہوتا ہے کہ اب اس کے لیے دودھ کی ضرورت نہیں رہی۔"

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۱۴۱۔

أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ
فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٧﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿١٨﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ
اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۭ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ
حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ
ع فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿٢٠﴾ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ

---

مرنے کے بعد دوبارہ قبر سے نکالا جاؤں گا، حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں۔" اور والدین اللہ کی دہائی دے کر لڑکے سے کہتے ہیں "ارے تیرا برا ہو، تو ایمان لے آ، یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے" مگر وہ کہتا ہے، "یہ محض اگلے لوگوں کی بے سروپا کہانیاں ہیں!"

(۱۸) یہی وہ لوگ ہیں جن کے حق میں عذاب کا فیصلہ ہو چکا ہے اور جنوں اور انسانوں کی جو امتیں ان سے پہلے گزر چکی ہیں، یہ بھی ان میں شامل ہوں گے، کیونکہ یہ سب لوگ زیاں کار تھے۔

(۱۹) اور ہر ایک کے درجے ان کے اعمال کے لحاظ سے ہوں گے اور (یہ اس لیے ہوگا) تاکہ اللہ تعالیٰ ان سب کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(۲۰) اور جس روز کفار آگ پر حاضر کیے جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) تم دنیوی زندگی میں اپنے حصہ کی نعمتیں حاصل کر چکے اور ان سے خوب فائدہ اٹھا چکے، سو آج تم کو اسی تکبر کے باعث جو تم ناحق دنیا میں کیا کرتے تھے، ذلیل کرنے والے عذاب کی سزا دی جائے گی۔

(۲۱) اور اے نبی، آپ انہیں قوم عاد کے بھائی (ہود) کا قصہ سنایئے ۵ جبکہ انہوں نے "احقاف" میں ........

---

۵ قریش کے سردار اپنی بڑائی کا زعم رکھتے اور انہیں اپنی ثروت و مشیخت کا بڑا گھمنڈ تھا، اس لیے ان کو قوم عاد کا قصہ سنایا جو قدیم زمانہ میں اس سرزمین میں سب سے زیادہ طاقتور قوم تھی۔

وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ
عَظِيْمٍ ﴿٢١﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ
اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ڮ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا
مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿٢٤﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

---

اپنی قوم کو ڈرایا...... اور ان سے پہلے بھی اور ان کے بعد بھی بہت سے ڈرسنانے والے (پیغمبر) گزر چکے ہیں...... کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، میں تم پر ایک بڑے سخت دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں[6]

(۲۲) انہوں نے کہا، کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمیں ہمارے معبودوں سے برگشتہ کردے؟ پھر اگر تو سچا ہے تو جس دن کے عذاب کا ہم سے وعدہ کرتا ہے اسے ہم پر لے آ!

(۲۳) ہودؑ نے کہا "اس کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، میں تم کو وہ پیغام پہنچا رہا ہوں جو مجھ کو دے کر بھیجا گیا ہے، مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ جہالت و نادانی کی باتیں کر رہے ہو۔"

(۲۴) پھر جب انہوں نے اس عذاب کو ایک بادل کی شکل میں اپنی وادیوں کی طرف آتے دیکھا، تو کہنے لگے، یہ بادل ہے جو ہمیں سیراب کرے گا۔" نہیں، بلکہ یہ وہ چیز (عذاب) ہے جس کی تم جلدی کر رہے تھے۔ یہ ایک ہوا کا سخت طوفان ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔

(۲۵) یہ آندھی اپنے رب کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کر ڈالے گی، آخر کار ان کی یہ حالت ہوگئی کہ ان کی سکونتی جگہوں کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ ہم مجرموں کو اسی طرح سزا......

---

6 احقاف، جمع ہے "حقف" کی۔ اور حقف کے معنی اس لمبے ٹیلے کے ہیں جو بلندی میں پہاڑ کی حد کو نہ پہنچے۔ وہ قوم عرب کے اس علاقے میں آباد تھی جو صحرائے اعظم (ربع خالی) کہلاتا ہے۔ اس میں حضرموت حضرت ہود علیہ السلام کا مزار بنا ہوا ہے۔ اس بنا پر قرین قیاس یہی ہے کہ یہ لوگ اسی علاقے میں آباد تھے اور ان کا علاقہ عمان سے یمن تک پھیلا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرموت کا یہ علاقہ ہزاروں سال پہلے سرسبز و شاداب تھا۔ بعد میں آب و ہوا کی تبدیلی نے اسے کھنڈر میں تبدیل کر دیا۔ یہ بہت نشیبی علاقہ ہے جہاں پہنچنا بہت دشوار ہے۔ ان کی قوم کی تفصیل ...... گزر چکی ہے۔

الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّ اَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ
اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَ لَآ اَبْصَارُهُمْ وَ لَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ
حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَ صَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ ع
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ۭ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ
وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ
فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا
سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِيْقٍ
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٣٠﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ يُجِرْكُمْ مِّنْ

---

دیا کرتے ہیں۔

(۲۶) ہم نے ان کو ان چیزوں میں قدرت دی تھی جو تم کو نہیں دی۔ ہم نے ان کو کان آنکھیں اور دل دے رکھے تھے، مگر نہ تو ان کے کان ان کے کچھ کام آئے اور نہ آنکھیں اور دل ہی، کیونکہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے۔ اور جس عذاب کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس کے پھیر میں آ گئے۔

(۲۷) بلاشبہ ہم تمہارے گرد و پیش کے علاقوں میں بہت سی بستیوں کو تباہ و برباد کر چکے ہیں۔ اور ہم نے طرح طرح سے ان کو سمجھایا تا کہ وہ باز آ جائیں۔

(۲۸) پھر کیوں نہ ان ہستیوں نے ان کی مدد کی جن کو اللہ کے سوا انہوں نے تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھ کر معبود بنا رکھا تھا۔ بلکہ وہ جھوٹے معبود ان سے کھوئے گئے اور یہ غیر اللہ کو معبود بنانا ان کا محض بہتان اور افترا پردازی تھی۔

(۲۹) اور (یہ واقعہ بھی ذکر کیجیے) جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی جانب متوجہ کر دیا تا کہ وہ قرآن سنیں۔ سو جب وہ اس جگہ آ پہنچے تو آپس میں کہنے لگے، خاموش ہو جاؤ، پھر جب قرآن کی تلاوت ہو چکی تو وہ منذر بن کر اپنی قوم کے پاس واپس گئے۔

(۳۰) انھوں نے (جا کر) کہا، ''اے ہماری قوم کے لوگو! ہم ایک ایسی کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔ وہ اپنے سے پہلے کی تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور وہ کتاب حق اور راہ راست کی طرف راہنمائی کرتی ہے۔

(۳۱) اے ہماری قوم کے لوگو، تم اللہ کے داعی (یعنی محمد ﷺ) کی بات قبول کر لو اور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تمہارے

عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٣١﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ
اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٢﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ
بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٤﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ
لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ
يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ ع

---

گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے محفوظ رکھے گا

(۳۲) اور جو شخص اللہ کے داعی کی بات قبول نہ کرے گا تو وہ زمین پر رہ کر اللہ کو زچ نہیں کر سکتا اور نہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی حمایتی ہوگا، یہی وہ لوگ ہیں جو کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

(۳۳) اور کیا ان لوگوں نے یہ نہیں سمجھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے بناتے ہوئے جو نہ تھکا، وہی اللہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ کیوں نہیں، یقیناً وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

(۳۴) اور جس روز کہ کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے (اور ان سے پوچھا جائے گا) کیا یہ دوزخ ایک حقیقت نہیں ہے؟ تو وہ جواب دیں گے، کیوں نہیں، ہمارے رب کی قسم (یہ واقعی ایک حقیقت ہے) اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ''اچھا اب اس کفر کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے، عذاب کا مزہ چکھو۔

(۳۵) پس اے نبی جس طرح دوسرے اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا، آپ بھی صبر کرتے رہیے اور ان کے لیے عذاب کی جلدی نہ کیجیے۔ جس روز یہ لوگ اس چیز (عذاب) کو دیکھیں گے، جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے، تو یوں خیال کریں گے گویا وہ دن میں سے گھڑی بھر رہے ہوں گے، یہ قرآن مجید (اتمام حجت کی غرض سے) پہنچا دینا ہے، پس اب وہی لوگ تباہ کیے جائیں گے جو نافرمان ہیں![ے]

---

ے قیامت کی ہولناکیوں کو دیکھ کر انہیں دنیا میں اپنے عیش و آرام کا زمانہ بہت ہی مختصر معلوم ہوگا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آخرت کے دن برزخی زندگی ایک گھڑی معلوم ہو: ''آخرت کی زندگی جب انسان پر طاری ہوگی تو وہ تمام مدت، جو مرنے کے بعد سے نشاۃ ثانیہ تک گزرتی ہے، ایسا محسوس ہوگی جیسے ایک بہت ہی قلیل مدت کا درمیانی وقفہ۔ سورۂ مومنون کی آیت ۱۱۲، سورۂ روم کی آیت ۳۰، سورۂ نازعات کی آخری آیت میں بھی اسی حقیقت کو بیان فرمایا ہے۔'' (۱)

---

(۱) ترجمان القرآن جلد دوم ص ۱۵۸۔۱۵۹۔

اٰیاتُھا: 38- | سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِيَّةٌ | رُکُوعاتُھا: 4

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ① وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ اَصْلَحَ بَالَهُمْ ②
ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَ اَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ
يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى

(۱) جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا[ل]

(۲) اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے اور قرآن حکیم پر یقین کیا جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا اور جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان کے لیے پیام حق ہے، سو وہ یقین کریں کہ ان کے سارے گناہ جھڑ گئے اور ان کے دل کو سنوار دیا گیا[(۱)]

(۳) یہ اس لیے کہ جو لوگ کافر ہیں انھوں نے باطل کی پیروی کی اور جو ایمان دار ہیں انھوں نے اس حق کی پیروی کی جو ان کے رب کی جانب سے پہنچا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے ان کے احوال بیان کرتا ہے[۲]

(۴) پس جب تمہارا اور کفار کا مقابلہ میدان جنگ میں ہو تو ان کی گردن اڑا دو یہاں تک کہ جب..........

---

[ل] اس کا دوسرا نام سورۃ القتال بھی ہے۔ یہ سورہ ہجرت کے بعد جنگ بدر سے پہلے نازل ہوئی۔ اس کا موضوع مسلمانوں کو جنگ کے لیے تیار کرنا اور اس کے متعلق ابتدائی ہدایات دینا ہے۔ اس لیے اس سورۃ میں مسلمانوں کی ہمت بندھائی ہے اور کفار کو تباہی سے ڈرایا اور منافقین کے اعمال کی بربادی کا اعلان کیا گیا ہے۔
جب سورہ کے آخر میں مسلمانوں کو انفاق فی سبیل اللہ کی دعوت دی گئی ہے اور جس قدر ہو سکے، مالی وسائل کو کام میں لانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

---

(۱) ''البلاغ'' ۱۸ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۵۔

إِذَآ أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ
أَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِن لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَ
الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿٥﴾
وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿٦﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوٓا إِن تَنصُرُوا اللّٰهَ يَنصُرْكُمْ وَ
يُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٨﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا
مَآ أَنزَلَ اللّٰهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٩﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَلِلْكٰفِرِينَ أَمْثَالُهَا ﴿١٠﴾ ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ

---

خوں ریزی ہو چکے تو انہیں خوب باندھ لو۔ اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر رہا کر دو یہاں تک کہ لڑائی موقوف ہو جائے[1]۔ یہ حکم ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو خود ہی ان سے نمٹ لیتا (لیکن اس نے جہاد کا حکم دیا) تا کہ تم کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے آزمائے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے، اللہ تعالیٰ ان کے اعمال ہرگز ضائع نہ کرے گا۔

(۵) اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی کرے گا اور ان کی حالت کو درست کر دے گا۔

(۶) اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی تعریف ان سے کر دی گئی ہے۔ ؎

(۷) اے ایمان والو، اگر تم خدا کے کلمہ حق کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہاری مدد کرے گا، اور تمہارے اندر مضبوطی اور ثابت قدمی پیدا کر دے گا[۲]

(۸) رہے وہ لوگ جو کافر ہیں تو ان کے لیے تباہی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا ہے۔

(۹) کیونکہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ (کلام) کو ناپسند کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو نیست و نابود کر دیا۔

(۱۰) کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ ان لوگوں کا انجام دیکھتے جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں؟ اللہ نے ان پر تباہی واقع کی، اور اسی قسم کے حالات ان کافروں کو بھی پیش آنے والے ہیں۔

---

؎ اس وقت دو گروہ بالمقابل کام کر رہے ہیں۔ ایک وہ جنھوں نے اس تعلیم و ہدایت کو ماننے سے انکار کر دیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ ایسے لوگوں کی تمام کوششیں گمراہی کو پھیلانے میں صرف ہو رہی ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو ایمان لا چکا ہے اور عمل صالح میں زندگی گزار رہا ہے، ان کی برائیاں دور کر دی جائیں گی اور ان کی موجودہ پریشانی کی حالت کو ختم کر دیا ہے:

---

(۱) "الہلال" ۹ ستمبر ۱۹۱۴ء ص ۱۳۰، ترجمان القرآن جلد اول ص ۳۶۶ (۲) "البلاغ" ۲۴ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۸۔

ع مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَ يَاْكُلُوْنَ
قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ
كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ اتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ

(۱۱) یہ اس لیے کہ ایمانداروں کا مالک اور کارساز خدا ہے۔ اور جو خدا کی قدرت کے منکر ہیں ان کا کوئی بھی مالک وکارساز نہیں ہے۔ (۱)

(۱۲) یقیناً اللہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے ان جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا (دنیا میں) عیش کر رہے ہیں اور چوپایہ جانوروں کی طرح کھا پی رہے ہیں، اور ان کا ٹھکانا آگ ہے۔

(۱۳) کتنی ہی بستیاں (ایسی گزر چکی ہیں) جو آپ کی اس بستی سے، جس نے آپ کو جلاوطن کیا ہے، قوت وطاقت میں بڑھی ہوئی تھیں، ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا، پھر کوئی بھی ان کا مددگار نہ ہوا۔

(۱۴) کیا وہ لوگ جو اپنے رب کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر ہیں، ان لوگوں کی طرح ہو سکتے ہیں جنھیں اپنے اعمال بد میں خوبی نظر آتی ہے اور وہ ہوائے نفس پر چلتے ہیں (۲)

---

"عمل صالح انسان کے دل کو سنوارتا ہے۔ اس لیے پچھلے گناہوں کا جو داغ دل میں ہوتا ہے اسے بھی مٹا دیتا ہے!"

۳؎ حق وباطل کے مابین مقابلہ تو رہتا ہی ہے، پھر اگر جنگ شروع ہو جائے تو مسلمانوں کو ثبات وشجاعت سے کام لینا چاہیے۔ باطل کا زور جبھی ٹوٹے گا کہ بڑے بڑے شریر مارے جائیں۔ جب مسلمانوں کی دھاک بیٹھ جائے تو اس وقت تم قیدی بنا سکتے ہو۔ جیسا کہ سورۂ انفال میں فرمایا: "ما کان لنبی ان یکون له اسرٰی حتیٰ یثخن فی الارض" اس کے بعد حسن اخلاق سے یا تو احسان کر کے رہا کر دو اور یا کچھ فدیہ لے کر۔ یا مسلمان قیدیوں کے عوض رہا کر دو۔ اور یہ حرب وضرب اور قید وبند کا سلسلہ تا آں جاری رہے کہ جنگ موقوف ہو جائے۔

---

(۱) ۱۸ جون ۱۹۱۳ء، ۲۱ جنوری ۱۹۱۴ء کے "الہلال" میں اس کا ترجمہ یوں ہے: "ایسا ہونا اس قانون الٰہی کی بنا پر ہے کہ ارباب ایمان وحق کا سرپرست تو خدا تعالیٰ ہے اور وہ جو باطل پرستی اور ضلالت کے داعی ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں جو ان کے کاموں میں مدد کرے۔"

(۲) "الہلال" ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۴۔

غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ
مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً
حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿۱۵﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾
وَ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّ اٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ
بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ

(۱۵) پرہیزگاروں کے لیے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت تو یہ ہے کہ اس میں نہریں بہ رہی ہوں گی جن کا پانی صاف ستھرا ہوگا اور دودھ کی نہریں ہوں گی جس کے ذائقہ میں ذرہ بھر بھی تبدیلی نہیں آئے گی، اور شراب کی نہریں ہوں گی جو پینے والوں کے لیے بہت ہی لذیذ ہوگی۔ اور صاف کیے ہوئے شہد کی۔ اور ان کے لیے اس میں ہر طرح کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بہت بڑی بخشش ہوگی، (کیا یہ اہل جنت) ان لوگوں کی طرح ہو سکتے ہیں جو جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اور جنھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، جو ان کی آنتیں تک کاٹ دے گا۔

(۱۶) اور ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کان لگا کر آپ کی بات سنتے ہیں۔ پھر جب آپ کے پاس سے باہر نکلتے ہیں تو ان لوگوں سے جو اہل علم ہیں (ازراہ تمسخر) پوچھتے ہیں کہ ابھی ابھی انھوں نے کیا کہا تھا۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر کردی ہے اور یہ اپنی نفسیاتی خواہشات کے پیرو بنے ہوئے ہیں۔

(۱۷) اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں اللہ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور انہیں ان کا تقویٰ دیتا ہے۔

(۱۸) پھر کیا یہ لوگ آخری فیصلہ کر دینے والی گھڑی کے منکر ہیں کہ اچانک ان پر آنازل ہو؟ سو اگر اسی کا انتظار ہے تو اس کی نشانیاں تو آ چکیں ہے۔ اور جب وہ گھڑی خود آئے گی تو اس وقت ان کے لیے کیا ہوگا؟[1]

(۱) "البلاغ" ۳-۱۰ مارچ ۱۹۱۶ء ص ۴۔

ع اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ وَ يَقُوْلُ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ لَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ
فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ
مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ

(۱۹) سواے نبی! آپ یقین رکھیے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔ اور آپ اپنی خطاؤں کے لیے بخشش طلب کیجیے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے بھی، اور اللہ تعالیٰ تمہارے پھرنے اور ٹھہرنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔

(۲۰) اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ کوئی سورہ کیوں نازل نہیں کی جاتی (جس میں جنگ کا حکم ہو) لیکن جب ایک محکم سورہ نازل کی گئی اور اس میں قتال کا ذکر ہوا تو جن لوگوں کے دل مرض ضلالت سے بیمار ہو رہے ہیں (اعلان حق کے وقت) تم ان کو دیکھو گے کہ تمہاری طرف ایسے خوف زدہ ہو کر دیکھ رہے ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی طاری ہو اور اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں۔ ۵

(۲۱) اطاعت کا اقرار اور بھلی بات کہنی چاہیے پھر جب جہاد کا حکم لازم ہو جائے اس وقت اگر یہ لوگ اللہ سے اپنے عہد میں سچے نکلے تو یہ ان کے لیے بہت ہی بہتر ہوتا۔

---

ع آیت ۱۸ میں فرمایا کہ قیامت کی علامات تو ظاہر ہو چکی ہیں۔ ان میں سب سے بڑی علامت آنحضرت ﷺ کی بعثت ہے کہ ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ حدیث میں ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "بعثت انا والساعة کھاتین" یعنی جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان تیسری انگلی نہیں ہے، اسی طرح میرے اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی مبعوث ہونے والا نہیں ہے۔ میرے بعد اب قیامت ہی آئے گی۔

۵ نفاق کا ہمیشہ یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ مشکل اوقات میں اطاعت سے پہلو تہی کے لیے بہانے تلاش کرنے لگ جاتا ہے اور اپنی جان و مال کے لیے کوئی خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اس طرح نمائشی اسلام کا لبادہ اتار کر پھینک دیتا ہے، اور الٹا موقع پا کر ظلم و فساد اور برادر کشی

---

(۱) "الہلال" ۶ - ۷ اکتوبر ۱۹۱۲ء ص ۶۔

تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿۲۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ
فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿۲۳﴾ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿۲۴﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ
لَهُمْ ؕ وَ اَمْلٰى لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ
بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ

(۲۲) پھر کیا تم چاہتے ہو کہ زمین میں فساد پھیلاؤ، اگر تمہیں اقتدار مل جائے تو خدا کے قائم کیے ہوئے رشتوں کو قطع کر دو۔[۱]

(۲۳) یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور ان کو اندھا اور بہرا بنا دیا ہے۔

(۲۴) کیا لوگ اپنے دماغ سے قرآن پر غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں[۲]

(۲۵) دراصل جو لوگ ہدایت کے ان کے سامنے واضح ہو جانے کے بعد اس سے پھر گئے، ان کے لیے شیطان نے یہ بات آراستہ کر دکھائی ہے اور جھوٹی امیدوں کا سلسلہ ان کے لیے دراز کر رکھا ہے۔

(۲۶) اسی لیے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دین کو ناپسند کرنے والوں سے کہہ دیا ہے کہ ہم بعض باتوں میں تمہاری اطاعت کریں گے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

(۲۷) پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب کہ فرشتے ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے ان کی روحیں قبض کریں گے۔

---

پر اتر آتا ہے۔ یہی حال آنحضرت ﷺ کے دور میں منافقین کا تھا۔ اسی لیے آیت ۳۲ میں برملا چیلنج کر دیا کہ منافقین اور یہود جو آنحضرت ﷺ کی صداقت کے ظاہر ہو جانے کے باوجود ضد و عداوت سے آپ کی مخالفت کر رہے ہیں وہ اپنی مکاریوں اور چالبازیوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گے بلکہ یہ ذلیل ہوں گے اور کیے پر پچھتائیں گے۔

---

(۱) "البلاغ" ۱۱ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۷۔

(۲) "الہلال" ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۷۔

ع وَاَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَاۤ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَ كَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ اَمْ حَسِبَ
الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿۲۹﴾ وَ لَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ
بِسِیْمٰهُمْ ؕ وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۰﴾ وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِیْنَ
مِنْكُمْ وَ الصّٰبِرِیْنَ ۙ وَ نَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿۳۱﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ شَآقُّوا
الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا ؕ وَ سَیُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ لَا تُبْطِلُوْۤا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا
عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى

---

(۲۸) ان سے یہ سلوک اس لیے ہوگا کہ انھوں نے اس طریقے کی پیروی کی جو اللہ کو ناراض کرنے والا تھا اور انھوں نے اس کی رضا کو ناپسند کیا۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کے سب اعمال ضائع کر دیے۔

(۲۹) جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے، کیا وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے کینوں کو بھی ظاہر نہیں کرے گا۔

(۳۰) ہم چاہتے تو ہم آپ کو دکھا دیتے، پھر آپ انہیں ان کے چہروں سے پہچان لیتے اور اب بھی آپ ان کے انداز گفتگو سے انہیں اچھی طرح پہچان لیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے۔

(۳۱) اور ہم تم کو آزمائش میں ڈالیں گے تا کہ معلوم کریں کہ کون تم میں مجاہد و صابر ہیں نیز تمہاری اصل حالت جانچ لیں۔(۱)

(۳۲) بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور ہدایت کے خواب واضح ہو جانے کے بعد انھوں نے لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا اور اللہ کے رسول کی مخالفت کی، یہ لوگ اللہ کو ذرا سا نقصان بھی نہیں پہنچا سکیں گے۔ البتہ اللہ تعالیٰ ان کے تمام اعمال کو رائگاں کر دے گا۔ (۳۳) اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی فرمانبرداری بجالاؤ اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔

(۳۴) بلاشبہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا پھر وہ کفر ہی کی حالت میں فوت ہو گئے تو اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا۔

---

(۱) "الہلال" ۲۳ اگست ۱۹۱۳ء

السَّلْمِ ۖ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَ اللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا
لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَ لَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ اِنْ
يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ يُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ
سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ
الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ ع ۸

(۳۵) پس تم کم ہمت نہ ہو اور کفار سے صلح کی درخواست نہ کرو جبکہ تم ہی غالب رہنے والے ہو اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال کو ہرگز کم نہیں کرے گا۔[۱]

(۳۶) یہ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور تماشا ہے۔ اور اگر تم ایمان لے آؤ اور تقویٰ کی راہ اختیار کرلو تو وہ تمہیں تمہارے اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور تمہارے مال تم سے طلب نہیں کرے گا۔

(۳۷) اگر وہ تم سے مال طلب کرنے لگے اور طلب میں مبالغہ سے کام لے، تو تم بخل کرو گے اور تمہارے باطنی کینوں کو ظاہر کردے گا۔

(۳۸) سن رکھو، تم وہ لوگ ہو کہ جب تم کو دعوت دی جاتی ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض وہ ہیں کہ بخل کرتے ہیں۔ اور جو شخص بخل کرتا ہے وہ درحقیقت اپنی ہی ذات سے بخل کرتا ہے، اللہ تو غنی ہے اور تم اس کے محتاج ہو۔ اگر تم رو گردانی کی راہ اختیار کرو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو لے آئے گا۔ پھر وہ تم جیسے (بخیل اور نافرمان) نہ ہوں گے۔

---

[۱] آیت ۳۵ کے مضمون سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ اسلام صلح پسندی کے خلاف ہے بلکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایسی حالت میں صلح جوئی جائز نہیں ہے جب اسے کمزوری پہ محمول کیا جائے اور دشمن اور زیادہ دلیر ہو جائیں بلکہ مسلمانوں کو چاہیے کہ پہلے اپنی طاقت کا لوہا منوالیں اور پھر صلح کے لیے بات چیت کریں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

آیاتھا: 29 | سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ | رکوعاتھا: 4



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ
نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ يَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ② وَّيَنْصُرَكَ

(۱) اے پیغمبر! ہم نے آپ کو کھلی فتح دی ہے۔[۱]

(۲) تا کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے آپ کی اگلی اور پچھلی تمام خطاؤں کو معاف کردے اور آپ پر اپنی نعمت کی تکمیل کردے اور تا کہ آپ کو سیدھی راہ پر چلائے۔

(۳) اور تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست ..........

---

۱ یہ سورہ مدنی ہے اور ۶ھ میں صلح حدیبیہ سے واپسی کے موقع پر نازل ہوئی۔

اس واقعہ (صلح حدیبیہ) کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ اپنے اصحاب کے ساتھ مکہ معظمہ تشریف لے گئے ہیں اور وہاں عمرہ ادا کیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا خواب چونکہ وحی ہوتی ہے، گو بہ ظاہر اس خواب کے پورا ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی، مگر آنحضرت ﷺ نے آئندہ سال عمرہ کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو تیاری کا حکم دے دیا اور اعلان کرا دیا کہ ہم عمرہ ادا کرنے جا رہے ہیں۔ جو ہمارے ساتھ چلنا چاہے وہ آجائے۔ چنانچہ آپ ۱۴سو صحابہؓ کی معیت میں اس سفر پر روانہ ہوگئے۔

ذی القعدہ ۶ھ کو یہ قافلہ مدینہ سے روانہ ہوا۔ ذوالحلیفہ (بئر علی) پہنچ کر سب نے احرام باندھا۔ قربانی کے اونٹ ساتھ لے لیے اور ان کے گلے میں ہدی کی علامت کے طور پر قلادے ڈال دیے اور لبیک کہتا ہوا یہ قافلہ بیت اللہ شریف کو روانہ ہوا۔

کفار کے ساتھ تعلقات نہایت کشیدہ تھے۔ ابھی پچھلے سال ۵ھ میں غزوۂ احزاب ختم ہوا تھا۔ اس بنا پر جب یہ قافلہ رواں ہوا تو تمام عرب میں اس کی دھوم مچ گئی اور سب قبیلے نتائج کا انتظار کرنے لگے۔ ماہ حرام میں اس قافلے کی خبر سن کر قریش پریشان ہوگئے۔ کیوں کہ اس مہینہ میں جو قافلہ حج یا عمرہ کے لیے جاتا اس کے روکنے کا کسی کو حق نہ تھا اور نہ ہی دشمن قبائل ہی راستے میں تعرض کر سکتے تھے۔ اب اگر ان کو روکتے ہیں تو عرب قبائل کے منحرف ہو جانے کا خطرہ ہے اور اگر اجازت دیتے ہیں تو ان کی کمزوری پر اسے محمول سمجھا جاتا ہے۔ مگر بالآخر انھوں نے فیصلہ کرلیا کہ کسی قیمت پر مسلمانوں کو مکہ میں داخلہ کی اجازت نہ دی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کچھ مخبر بھیج رکھے تھے۔ انھوں نے خبر دی کہ قریش پوری تیاری کے ساتھ ذی طویٰ مقام

اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ③ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا

---

نصرت فرمائے۔

(۴) وہ خدا ہی تو تھا جس نے مسلمانوں کے افسردہ دلوں میں اپنی طرف سے قوت اور اطمینان کی روح پیدا کردی تا کہ ان کی ایمانی قوت میں تازگی پیدا ہو جائے۔ زمین کے جان فروشان حق اور آسمان کے ملائکہ نصرت دونوں کی فوجیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، بیشک وہ علیم وحکیم ہے۔ (۱)

---

میں جمع ہو گئے ہیں اور انھوں نے خالد بن ولید کو دو سو سواروں کے ساتھ ''کراع الغمیم' کی طرف آگے بھیج دیا ہے تا کہ وہ آپ کا راستہ روکیں۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طریق سے اشتعال دلا کر لڑائی چھیڑ دی جائے اور عرب میں مشہور کر دیا جائے کہ یہ لوگ دراصل لڑنے آئے تھے اور عمرہ کا بہانہ بنا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ان سے فرمایا کہ ہم عمرہ کرنے آئے ہیں، اس لیے ہمارا راستہ نہ روکا جائے مگر وہ اپنی ضد پر اڑے رہے اور انھوں نے احابیش کے سردار حلیس بن علقمہ کو ان کے پاس بھیجا تا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس جانے پر آمادہ کر سکے۔ مگر وہ یہ منظر دیکھ کر کہ اونٹوں کی گردنوں میں قلادے پڑے ہوئے ہیں اور یہ لوگ لڑنے کے لیے نہیں بلکہ بیت اللہ کا طواف کرنے آئے ہیں، تو واپس چلا گیا اور قریش سے کہا کہ یہ لوگ زیارت بیت اللہ کے لیے آئے ہیں، اس لیے ان کو روکنا نہیں چاہیے۔

پھر قریش نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی سے انکار فرما دیا۔ اس طرح انھوں نے بار بار کوشش کی مگر ناکام ہوئے۔ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایلچی بنا کر مکہ بھیجا اور پیغام دیا کہ ہم عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں اس لیے ہمیں عمرہ ادا کرنے سے نہ روکیں، عمرہ کرتے ہی ہم واپس چلے جائیں گے۔ لیکن انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور مشہور ہو گیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ یہ معاملہ چونکہ بہت اہم تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے درخت کے نیچے بیعت لی جو بیعت الرضوان کے نام سے مشہور ہوئی۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خود بھی واپس تشریف لے آئے اور قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو ایک وفد لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور صلح نامہ طے پایا کہ اس سال واپس چلے جائیں اور آئندہ سال عمرہ کے لیے آجائیں اور مندرجہ ذیل شرائط طے پائیں:

(الف) دس سال تک فریقین کے درمیان جنگ بند رہے گی اور کسی کے خلاف خفیہ یا علانیہ کوئی کارروائی نہ کی جائے گی۔

(ب) اس دوران میں جو شخص بھاگ کر مدینہ آجائے گا، مسلمان اس کو واپس کر دیں گے۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے جو شخص مکہ چلا آئے گا وہ واپس نہ ہوگا۔

---

(۱) ''الہلال'' ۲۹ جنوری ۱۹۱۳ ص ۳

حَكِيمًا ﴿۴﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَٰتِ جَنَّٰتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا
وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّـَٔاتِهِمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عِندَ اللَّهِ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿۵﴾ وَيُعَذِّبَ الْمُنَٰفِقِينَ
وَالْمُنَٰفِقَٰتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَٰتِ

---

(۵) (مومنوں کے دلوں پہ یہ سکینت اس لیے نازل فرمائی) تاکہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسی جنتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کی برائیاں ان سے دور کردے اور یہ (گناہوں کی معافی اور جنت میں داخل ہونا) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی کامیابی ہے۔

(۶) اور نیز اس لیے کہ اللہ ان منافق مرد اور منافق عورتوں اور مشرک مرد اور مشرک عورتوں کو سزا دے ........

---

(ج) قبائل عرب میں سے جو قبیلہ بھی کسی کا حلیف بن کر اس معاہدہ میں شامل ہونا چاہے تو اسے اختیار حاصل ہوگا۔

(د) آئندہ سال آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں عمرہ کے لیے آئیں گے مگر تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہر سکیں گے۔ ان تین دنوں میں اہل مکہ شہر کو خالی کردیں گے اور آپ صرف پرتلوں میں تلوار لے کر آئیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گو بعض شرائط سے اتفاق نہیں تھا مگر جب آنحضرت ﷺ نے انہیں منظور کرلیا تو انہیں بھی تسلیم کرنا پڑا۔ آپ ﷺ نے ان کو سمجھایا کہ اس سال نہیں تو آئندہ سال عمرہ ادا کریں گے اور شرائط صلح کے مطابق بیت اللہ شریف کا طواف بھی کریں گے۔

صلح سے فارغ ہوکر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب یہیں قربانی کر کے سر منڈوا دو اور احرام ختم کردو۔ اس پر جب حرکت نہ ہوئی تو سب سے پہلے آپ ﷺ نے قربانی ذبح کی اور اپنا سر منڈوا لیا۔ اس کے بعد لوگوں نے اس پر عمل کرنا شروع کردیا۔

اس کے بعد جب یہ قافلہ واپس ہوا اور لوگ اپنی شکست محسوس کر رہے تھے تو ضجنان کے مقام پر یہ سورہ نازل ہوئی اور قرآن مجید نے اس صلح کو بہت بڑی فتح قرار دیا اور اس کے بعد مدت گزرنے کے ساتھ جب اس صلح کے فوائد سامنے آئے تو لوگوں کو یقین ہوگیا کہ واقعی یہ فتح عظیم تھی۔ اس کے نتائج حسب ذیل تھے:

۱۔ اس سے مسلمانوں کی پوزیشن مضبوط ہوگئی اور انھوں نے اپنی سیاسی حیثیت کو تسلیم کرا لیا۔

۲۔ مسلمانوں کے لیے زیارت بیت اللہ کا حق تسلیم کرلیا گیا اور آئندہ کے لیے تمام رکاوٹیں دور ہوگئیں۔

۳۔ دس سال کی جنگ بندی کی وجہ سے امن قائم ہوگیا جس سے اسلام کی اشاعت کا موقع مل گیا اور کثرت سے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ چنانچہ دو سال بعد جب قریش کی عہد شکنی کی وجہ سے مکہ پر آپ ﷺ نے چڑھائی کی تو آپ ﷺ کے ہمراہ دس ہزار کا لشکر جرار تھا، اور آئندہ فتوحات کے لیے دروازہ کھل گیا۔ پھر ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو چار نعمتوں سے نوازا اور ان کا اعلان بھی کردیا۔

پہلی چیز غفران ذنوب ہے۔

الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَ
سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝٦ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝٧ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا
وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝٨ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝٩ اِنَّ
الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَ
مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝١٠ سَيَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ ع ۹

جو اللہ کے متعلق بدگمانیاں کیا کرتے ہیں ان لوگوں پر بری گردش ہے۔ ان پر اللہ کا غضب ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے جہنم تیار کر دی ہے جو بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

(۷) اور آسمانوں اور زمین کے سب لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ تعالیٰ زبردست اور کامل حکمت والا ہے۔

(۸) (اے پیغمبر) بلاشبہ ہم نے آپ کو شہادت دینے والا، بشارت پہنچانے والا اور ضلالت و خباثت سے خوف دلانے والا بنا کر بھیجا ہے[1]

(۹) تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرتے رہو۔

(۱۰) جو لوگ داعیٔ اسلام کے ہاتھ میں اتباع و بیعت کا ہاتھ دیتے ہیں، تو ان کے ہاتھ پر اس (داعیٔ اسلام کا) ہاتھ نہیں ہوتا بلکہ دراصل خدا کا ہاتھ ہوتا ہے[2] پھر جو شخص عہد شکنی کرے گا تو وہ اپنے ہی برے کو عہد شکنی کرے گا۔ اور جو اس عہد کو پورا کرے گا جو اس نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے تو اللہ اسے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا۔

(۱۱) اے نبیؐ! وہ بدوی جو (غزوۂ حدیبیہ) میں پیچھے رہ گئے تھے ..........

یوں تو انبیائے کرام علیہم السلام سبھی مغفور الذنب ہوتے ہیں مگر اس اعلان کا شرف اور کسی کو حاصل نہیں ہوا اور اسی وجہ سے قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کے لیے آپ کا نام پیش ہوگا اور آپ ﷺ اس شفاعت کے لیے مقام محمود میں کھڑے ہوں گے۔ گو آنحضرت ﷺ مغفور الذنب تھے مگر آپ ﷺ ہمیشہ عبداً شکوراً بن کر رہے۔

(۱) "الہلال" ۶ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۱۶۔　(۲) "الہلال" ۱۸ جون ۱۹۱۳ء ص ۷۔

شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلْ فَمَنْ
يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرًا (۱۱) بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ
قُلُوْبِكُمْ وَ ظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ښ وَ كُنْتُمْ قَوْمًۢا بُوْرًا (۱۲) وَ مَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ
اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا (۱۳) وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ
يَّشَاۗءُ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (۱۴) سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا

---

وہ ضرور آکر آپ سے کہیں گے کہ ہمیں ہمارے اموال اور اہل وعیال کی فکر نے مشغول کر رکھا تھا، سو آپ ہمارے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں!...... یہ لوگ اپنی زبان سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے۔ اگر اللہ تمہیں نقصان پہنچانا چاہے یا کسی نفع سے بہرہ مند کرنا چاہے تو کون ہے جو تمہارے معاملہ میں اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار رکھتا ہو، بلکہ (بات یہ ہے کہ) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سب سے باخبر ہے۔

(۱۲) (اصل بات یہ نہیں ہے جو تم کہہ رہے ہو) بلکہ تم نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب پیغمبر اور مسلمان اپنے اہل وعیال میں کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔ اور یہ گمان تمہارے دلوں کو بھی بھلا لگا اور تم نے طرح طرح کی بدگمانیاں کیں اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو۔ ؎

(۱۳) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہیں لائے تو ہم نے کافروں کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

(۱۴) تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک اللہ ہی ہے، وہ جسے چاہے معاف کر دے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے (۱۵) جب تم (خیبر کی) غنیمتیں لینے چلو گے تو یہی لوگ (جو حدیبیہ میں) پیچھے رہ گئے تھے......

---

؎ آیت ۱۱-۱۲ میں منافقین کی حالت اور ان کے کردار کا بیان ہے۔ جب آنحضرت ﷺ مدینہ سے روانہ ہوئے تو بجز بنی قیس کے مسلمانوں کے کوئی منافق نہ آیا اور بہانے بنا کر بیٹھ رہے۔ انھوں نے خیال کیا کہ "مڈبھیڑ" ضرور ہوگی اور مسلمان لڑائی میں تباہ ہوں گے، ہم کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالیں۔

ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۗ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ
فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ۗ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ
سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا
حَسَنًا ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶﴾ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ
وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ ع

---

آپ سے آکر ضرور کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ جانے دیجیے، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے فرمان کو بدل دیں، ان سے کہہ دیجیے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اسی طرح فرما دیا ہے۔ اس پر یہ لوگ کہیں گے (نہیں بلکہ) تم ہم سے حسد کر رہے ہو (حالانکہ بات یہ نہیں ہے) بلکہ یہ لوگ اصل بات کو کم ہی سمجھتے ہیں۔ ۲

(۱۶-۱۷) آپ ان پیچھے رہ جانے والے بدویوں سے کہہ دیجیے کہ تمھیں ایسے لوگوں سے مقابلہ کی دعوت دی جائے گی جو سخت جنگجو ہوں گے، تم ان سے جنگ کرو یا وہ خود مطیع ہو جائیں۔ اس وقت اگر تم اطاعت کرو گے تو اللہ تمہیں اچھا اجر دے گا، اور اگر تم نے روگردانی کی جیسا کہ تم اس سے قبل (حدیبیہ کے موقع پر) روگردانی کر چکے ہو تو اللہ تم کو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔ ۲

ہاں اندھے پر کچھ گناہ نہیں ہے اور نہ لنگڑے پر کچھ گناہ ہے اور نہ بیمار پر (اگر یہ لوگ جہاد میں شریک نہ ہوں) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اللہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، اور جو شخص روگردانی کرے گا تو اللہ اسے دردناک عذاب کی سزا دے گا۔

(۱۸) بلاشبہ اللہ ان مومنوں سے راضی ہو گیا جو ........

---

۲ حدیبیہ سے واپس آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر چڑھائی کی جہاں غدار یہود آباد تھے اور انھوں نے جنگ احزاب میں بدعہدی کر کے کفار کا ساتھ دیا تھا۔ ان آیات میں حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ گنوار جو حدیبیہ نہیں گئے، اب خیبر کے معرکہ

يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَ أَثَابَهُمْ فَتْحًا
قَرِيبًا ﴿١٨﴾ وَ مَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۗ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٩﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ
كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَ كَفَّ أَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُونَ آيَةً
لِّلْمُؤْمِنِينَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٢٠﴾ وَأُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ أَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۗ

درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دلوں کا حال معلوم تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینت نازل فرمائی اور بدلے میں ان کو قریبی فتح عنایت کی۔[5]

(۱۹) اور بکثرت مال غنیمت بھی دیا جسے یہ لوگ حاصل کر رہے تھے اور اللہ زبردست اور بڑی حکمت والا ہے۔

(۲۰) اللہ تعالیٰ تم سے بکثرت اموال غنیمت کا وعدہ کر چکا ہے جنھیں تم حاصل کرو گے۔ فی الحال اس نے تم کو یہ (خیبر کی غنیمت) عطا فرما دی اور لوگوں کے ہاتھ تمہارے خلاف اٹھنے سے روک دیئے تاکہ یہ واقعہ مومنوں کے لیے ایک نشانی بن جائے اور اللہ سیدھی راہ کی طرف تمہیں ہدایت بخشے۔

(۲۱) (علاوہ ازیں) کچھ اور غنیمتوں کا (تم سے وعدہ فرماتا ہے) جن پر سردست تمھیں دسترس حاصل نہیں ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے احاطہ قدرت میں ہیں اور.........

---

میں تمہارے ساتھ جانے کو کہیں گے کیونکہ وہاں غنیمت کی امید ہے۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ تمہاری اس استدعا سے قبل ہی اللہ تعالیٰ ہمیں مطلع فرما چکا ہے کہ تم اس سفر میں ہمارے ساتھ نہیں جا سکتے۔ اب اگر جاؤ گے تو گویا اللہ کا فرمان بدل گیا جو کسی طرح ممکن نہیں ہے۔

[4] آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تم اس لڑائی میں نہیں جا سکتے، لیکن آگے بہت معرکے پیش آنے والے ہیں، بڑی سخت جنگجو قوموں سے مسلمانوں کے مقابلے ہوں گے، اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اگر تمھیں واقعی شوق جہاد ہے تو اُس وقت میدان میں آ کر داد شجاعت دینا۔ علما نے لکھا ہے کہ ان جنگجو قوموں سے مراد بنو حنیفہ وغیرہ کے قبائل ہیں جو مسیلمہ کذاب کی قوم تھی۔ یا بنی ہوازن و ثقیف مراد ہیں جن سے جنگ حنین میں مقابلہ ہوا۔ یا فارس و روم کی قومیں مراد ہیں جن سے خلفائے راشدین نے جنگیں کیں۔

[5] اس درخت سے کیکر کا وہ درخت مراد ہے جس کے نیچے بیعت ہوئی تھی۔ اور اس بیعت پر چونکہ قرآن مجید نے "لقد رضی اللہ" کی خوشخبری دی ہے اس لیے اسے بیعت رضوان کہتے ہیں۔

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا یَجِدُوْنَ
وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ
الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ ؕ وَ
كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْیَ
مَعْكُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ
فَتُصِیْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۚ لِیُدْخِلَ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَیَّلُوْا لَعَذَّبْنَا

---

اور اللہ تعالیٰ ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔ ل

(۲۲) اگر یہ کافر لوگ تم سے لڑتے تو ضرور پیٹھ دے کر بھاگتے۔ پھر وہ اپنا کوئی حامی اور مددگار نہ پاتے۔

(۲۳) یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو پہلے سے چلی آرہی ہے، اور تم اللہ تعالیٰ کی سنت میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔

(۲۴) اور وہی تو ہے جس نے مکہ کی وادی میں ان کافروں پر تم کو قابو یافتہ کر دینے کے باوجود ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے، اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ ان کو دیکھ رہا ہے۔

(۲۵) یہ لوگ وہی تو ہیں جنھوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روک دیا اور ہدی کے جانور جو رکے ہوئے تھے، ان کو ان کے ٹھکانے پر پہنچنے سے روک دیا۔ اور اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم ان مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو جن کو تم پہچانتے نہ تھے، نادانستگی میں پامال کر دو گے، اور اس سے تم پر حرف آئے گا (تو یہ سب قضیہ طے کر دیا جاتا، لیکن ایسا اس لیے کیا گیا) تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کرے، ہاں اگر وہ (مذکورہ مسلمان) الگ ہو گئے ہوتے تو ہم ......

---

ل آیت ۱۹ میں جن بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے وہ آئندہ حاصل ہونے والی تھیں۔ اور غنائم خیبر چونکہ اس وقت حاصل ہو گئی تھیں اس لیے لے "فعجل لکم ھذہ" سے تعبیر فرمایا ہے۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ
فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْا اَحَقَّ بِهَا
ع وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾ لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ
الْحَرَامَ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ۭ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا
فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ
عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَى

---

ان میں سے جو کافر تھے ان کو سخت سزا دیتے۔

(۲۶) جبکہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلی حمیت بٹھالی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مومنوں پر سکینت نازل فرمائی اور مومنوں کو تقویٰ کی بات کا پابند رکھا کہ وہی اس (کلمہ تقویٰ) کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

(۲۷) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا ہے جو حق کے مطابق ہے۔ ان شاء اللہ تم ضرور مسجد حرام میں امن وامان کے ساتھ داخل ہو گے، اپنے سر منڈواتے اور بال ترشواتے ہو گے اور تمہیں کسی طرح کا خوف نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس بات سے واقف ہے جسے تم نہیں جانتے اس لیے اس (مسجد حرام میں داخل ہونے) سے پہلے اس نے ایک قریبی فتح (تم کو) عنایت کردی۔

(۲۸) وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اس دین حق کو تمام ادیان پر غالب کر دے اور اللہ ہی گواہ ہونے کے لیے کافی ہے۔

(۲۹) محمد رسول اللہ (ﷺ) اور وہ لوگ جو ان دشمنانِ حق کے مقابلے میں نہایت سخت گیر ے ......

---

ے آخر سورہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان بیان فرمائی ہے اور اسلامی تحریک کے بتدریج تنومند ہونے کی خوشخبری دی ہے۔ چنانچہ شروع اسلام میں مسلمانوں کی حیثیت کھیتی کی اس کونپل سے زیادہ نہ تھی جو ہوا کے جھونکوں سے ادھر ادھر گرتی رہتی ہے۔ مگر یہ تعداد بتدریج بڑھتی گئی اور آخر کار ان کے اجتماعی وسیاسی نظام کی بنیادیں مستحکم ہوگئیں اور کفار اپنے حسد کی آگ میں جل بھن کر رہ گئے۔

الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ
فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ
كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ
بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹

آپس میں نہایت رحم دل ہیں، انھیں تم ہمیشہ اللہ کے آگے عالم رکوع وسجود میں پاؤ گے کہ اللہ کے فضل اور خوشنودی کے طالب ہیں۔ ان کی پیشانیوں پر کثرت سجود کی وجہ سے نشان بن گئے ہیں (۱) یہی وہ جماعت ہے جسے تورات وانجیل میں ایک کھیتی سے تمثیل (۲) دی ہے کہ اس نے پہلے زمین سے ایک کونپل نکالی، پھر اس نے غذائے نباتی کو ہوا اور مٹی سے جذب کر کے اس کونپل کو قوی کیا، پس وہ بتدریج بڑھتی اور موٹی ہوتی گئی یہاں تک کہ وہ کھیتی اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور اپنی سرسبزی اور شادابی سے کسانوں کو خوش بخشنے لگی۔ خدا (تعالیٰ) نے یہ ترقی انھیں اس لیے عطا کی کہ کفار اسے دیکھ کر غصے میں جلیں۔ (۳) اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے وعدہ فرماتا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کیے (۴) کہ ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

آیت کریمہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں، ان میں اخلاقی بلندی اور عبادت گزاری کے وصف پر زور دیا ہے کہ وہ ہر وقت رکوع وسجود میں لگے رہتے ہیں اور کثرت سجود سے ان کے چہرے دمک رہے ہیں۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب صحابہ کرام کی فوجیں شام میں داخل ہوئیں تو وہاں کے عیسائی انھیں دیکھ کر کہنے لگے ہمیں مسیح علیہ السلام کے حواریوں کی جو شان معلوم ہے، ان کی شان ان سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

❊ ❊ ❊

(۱) "الہلال" ۱۲ نومبر ۱۹۱۳ء ص ۷۔ ۶ نومبر ۱۹۱۲ء کے "الہلال" میں "اشداء علی الکفار رحماء بینھم" کا ترجمہ یوں ہے: کافروں کے لیے نہایت سخت گر آپس میں نہایت رحیم وہمدرد۔

(۲) "الہلال" ۱۲، ۱۹ نومبر ۱۹۱۳ء ص ۶۔

(۳) "الہلال" ۲۹ اکتوبر ۱۹۱۳ء ص ۶۔

(۴) "الہلال" ۳۰ جولائی ۱۹۱۳ء ص ۵۔۶۔

آیاتھا: 18 سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّۃٌ رُکُوعَاتُھَا: 2

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ
عَلِيْمٌ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ
بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِيْنَ
يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ

(۱) اے ایمان والوتم اللہ اور اس کے رسولؐ سے سبقت نہ کیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

(۲) اے مسلمانو، جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حضور عرض حال کرو تو اپنی آوازوں کو ان کی آواز سے زیادہ بلند کر کے گفتگو نہ کرو اور نہ بہت زور سے بات چیت کرو، جیسا کہ آپس میں کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ اس گستاخی کے سبب تمہارے تمام اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔(۱)

(۳) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کے روبرو اپنی آواز پست رکھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے آزما لیا ہے۔

---

نیز امام صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ قرآن مجید نے "لیغیظ بھم الکفار" فرمایا کہ "صحابہؓ سے دشمنی رکھنے والے کافر ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے اور ان کے مناقب احادیث میں مذکور ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا مت کہو، مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی اللہ کی راہ میں سونا دے تو وہ ان کے ایک مد یا نصف مد کھجور کے اجر کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ یہ تھا ان کا اخلاص۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کرنے والے خاص طور پر غور کریں۔ اسی آیت کے پیش نظر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے رافضیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔

---

(۱) "الہلال" ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۲ء ص ۱۱-۱۲۔

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾
وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

ان کے لیے بڑی مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

(۴) (اے پیغمبرؐ) جو لوگ تمھیں مکان کے باہر سے نام لے کر پکارتے ہیں، ان میں اکثر ایسے ہیں جنھیں مطلق عقل و تمیز نہیں۔

(۵) بہتر تھا کہ وہ صبر کرتے اور جب تم باہر نکل آتے مل لیتے، (۱) اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ ۲

(۶) اے مسلمانو! ۳ اگر..........

۱ یہ سورہ مدنی ہے، اور مختلف مواقع پر نازل شدہ احکام و ہدایات کا مجموعہ ہے۔ اور اکثر احکام مدینہ طیبہ کے آخری دور میں نازل ہوئے ہیں۔ اس سورہ میں ان آداب کی تعلیم دی گئی ہے جو اہل ایمان کے لیے ضروری ہے۔

۲ ابتدائی پانچ آیات میں وہ آداب بتائے ہیں جن کو اللہ اور رسول (ﷺ) کے معاملہ میں ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(الف) ایمان کا اولین تقاضا یہ ہے کہ اپنی رائے و خیال کو اللہ و رسول ﷺ کے فیصلے پر مقدم نہ رکھے۔

(ب) آنحضرت ﷺ کے ساتھ ملاقات اور بات چیت میں آپؐ کے احترام کو ملحوظ رکھیں کہ کسی شخص کی آواز آپ ﷺ سے بلند نہ ہو۔ عام آدمیوں کی طرح آپ ﷺ سے خطاب نہ کیا جائے۔ اس کے مخاطب گو وہ لوگ ہیں جو آپؐ کے زمانہ میں موجود تھے مگر اب بھی یہ ضروری ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کا ذکر ہو رہا ہو یا آپ ﷺ کی احادیث سنائی جارہی ہوں تو پھر بھی یہی ادب ملحوظ رہنا چاہیے۔ آپؐ کے ساتھ بے ادبی یا گستاخی تمام اعمال کے ضائع ہونے کا سبب بن سکتی ہے۔

(ج) بارہا ایسے ناشائستہ لوگ بھی آپ ﷺ کی ملاقات کے لیے آجاتے جو بجائے اطلاع دینے کے، ازواج مطہراتؓ کے حجروں کے گرد چکر کاٹ کر باہر ہی سے آپ کو بلاتے پھرتے۔ آنحضرت ﷺ کو ان کی حرکات سے سخت تکلیف ہوتی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان ناشائستہ حرکات پر انھیں ملامت کی اور انھیں ہدایت دی کہ اس طرح پکارنے کے بجائے بیٹھ کر انتظار کر لیا کرو۔

۳ اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت (نمبر ۶) ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ مولانا آزاد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"قبیلہ بنو مصطلق تمام احکام اسلام کا مطیع ہو چکا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ولید بن عقبہ کو صدقے کا مال وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ ان لوگوں کو خبر ہوئی تو استقبال کے لیے جمعیت عظیم کے ساتھ آگے بڑھے۔ لیکن ولید کے دل میں بدگمانی پیدا ہوگئی۔ وہ سمجھے کہ یہ لوگ لڑنے کے لیے آرہے ہیں، چنانچہ وہیں سے پلٹ آئے۔ آنحضرت ﷺ کو خبر کی کہ وہ لوگ دائرۂ اطاعت سے باہر ہو گئے۔ پس آپ نے ان پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔"

(۱) "الہلال" ۲۳ اکتوبر ۱۹۱۲ء ص ۱۱۔

اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝٦ وَاعْلَمُوْٓا
اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ
زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝٧ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ
وَ نِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٨ وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ

تمہارے پاس ایک فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لو، ایسا نہ ہو کہ اس خبر کی بنا پر غلطی سے کسی قوم کو نقصان پہنچا دو اور آخر میں نادم ہونا پڑے۔[(۱)]

(۷) اور خوب یاد رکھو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے۔ اگر وہ بہت سے معاملات میں تمہاری رائے پر عمل کرنے لگے تو تم مشقت میں مبتلا ہو جاؤ مگر اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور اسے تمہارے دلوں میں خوشنما کر دیا اور کفر و فسق اور نافرمانی سے تمھیں متنفر کر دیا، ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔

(۸) یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے انعام کی وجہ سے ہے اور اللہ بڑا جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

(۹-۱۰) اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آمادۂ جنگ ہوں تو ان دونوں میں صلح کرا دو۔ اور اگر ان دو جماعتوں میں سے ایک اپنی سرکشی پر اڑی......

---

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ آیت ان کے حق میں نازل ہوئی ہو؟ اس بات کو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی محسوس فرمایا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''سلف کی ایک جماعت نے ایسے ہی ذکر کیا ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ واللہ علم!'' ...... مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ اس پر مزید لکھتے ہیں:

''مفسرین کرام کو اس شان نزول پر یہ شبہ ہے کہ غلطی کی بنا پر ولید بن عقبہ جیسے جلیل القدر صحابی کو فاسق نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن اس آیت کا تعلق درحقیقت ان کی ذات سے مخصوص نہیں (بلکہ) خدا (تعالیٰ) نے ایک عام اصول کے طور پر بتا دیا ہے کہ جب زمانہ جنگ میں خود مسلمان غلطی کر سکتے (یعنی غلط فہمی کا شکار ہو سکتے) ہیں تو فاسق لوگوں کی روایات کو تو اور (بھی) احتیاط سے قبول کرنا چاہیے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کسی شریر شخص نے اس استقبال کے متعلق غلط خبر دی ہو اور اسے اقدام وہجوم کی شکل میں دکھایا ہو، اس پر خدا (تعالیٰ) نے فاسق کا اطلاق اسی شخص پر کیا۔''

---

(۱) ''البلاغ'' ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء ص ۹۔

إِحْدٰهُمَا عَلَى الْأُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ إِلٰٓى أَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ فَآءَتْ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا
بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوْا ۖ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوْا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ
وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٠﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى أَنْ يَّكُوْنُوْا
خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى أَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا
بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿١١﴾

رہے تو اس سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ فرمان الٰہی کی طرف رجوع نہ کرے۔ جب وہ باغی جماعت فرمان الٰہی کی طرف رجوع کرے تو پھر باہم عدل و انصاف سے صلح کرلو۔ اللہ صلح کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے (۱) مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ لہٰذا اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کو قائم رکھو اور اللہ سے ڈرو۔ یہ امید کرتے ہوئے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ ؏

(۱۱) مسلمانو! کوئی قوم کسی قوم کی ہنسی نہ اڑائے، شاید وہ اس سے بہتر ہو۔ اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی ہنسی اڑائے شاید وہ عورتیں اس سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے کی تحقیر کی غرض سے اشارہ بازیاں نہ کرو، لوگوں کے نام نہ بگاڑو۔ ایمان لانے کے بعد ایسے کاموں کا ہونا کیسی بری بات ہے۔ اور جو لوگ اس سے رجوع نہیں کرتے یقیناً ظالم ہیں۔ (۲)

---

؏ آیت ۹۔۱۰ میں مسلمانوں کی باہمی لڑائی کے متعلق ضروری ہدایات دی ہیں کہ ان میں صلح کروا دو اور اگر ان میں سے کوئی ایک فریق صلح پر آمادہ نہ ہو اور وہ ظلم و زیادتی کر رہا ہو تو اسے راہ راست پر لاؤ۔ حدیث میں ہے کہ اگر کوئی مسلمان دوسرے پر ظلم کرے تو اسے ظلم سے روکنا بھی اس کی مدد میں داخل ہے۔

---

(۱) "الہلال" یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء ص ۱۲۔
(۲) "الہلال" ۲ ستمبر ۱۹۱۴ء ص ۷۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ
بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ
اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا



(۱۲) مسلمانو! بہت بدگمانیاں کرنے سے اجتناب کیا کرو۔ دوسروں کے حالات کی جاسوسی نہ کرو۔ ایک دوسرے کی پیچھے میں بدگوئی نہ کرو، کیا تم پسند کرتے ہو، کسی بھائی کی لاش پڑی ہو، تم اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھاؤ؟ کیا تم کو گھن نہیں آئے گی؟ خوف خدا کرو۔ خدا توبہ قبول کرنے والا اور رحمت والا ہے[1]

(۱۳) اے لوگو! ہم نے دنیا میں تمہاری خلقت کا وسیلہ مرد اور عورت کا اتحاد رکھا اور نسلوں اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا، اس لیے کہ باہم پہچانے جاؤ۔ ورنہ دراصل یہ تفریق و انشعاب کوئی ذریعہ امتیاز نہیں اور امتیاز و شرف اسی کے لیے ہے جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ متقی ہے۔[2] بلاشبہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔[6]

(۱۴) یہ جو عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تو ان سے کہہ دو کہ تم ابھی تک ایمان نہیں لائے۔ (کیونکہ وہ دل کے اعتقاد کامل کا نام ہے جو..........

---

[5] آیت ۱۱-۱۲ میں بتایا کہ دین کے مقدس رشتے کی بنا پر سب مسلمان بھائی بھائی ہیں اور ان میں باہم نفاق و شقاق پیدا کرنے والی برائیوں سے منع فرمایا ہے۔ کسی مسلمان پر طعن کرنا، اس کا مذاق اڑانا، برے نام سے پکارنا، بدظنی اور بدگمانی رکھنا، کسی کے راز ٹٹولنا اور اس کی کمزوریاں معلوم کرنا خصوصاً حکمران طبقہ جب لوگوں کے عیب تلاش کرنے لگ جائے تو معاشرہ میں باہم اعتماد کی فضا قائم نہیں رہتی، اسی طرح غیبت کرنا، اور غیبت یہ ہے کہ کسی شخص کی عدم موجودگی میں اس کے متعلق کوئی قابل اعتراض بات کرنا، وغیرہ معاشرتی برائیاں ہیں جن سے قرآن مجید نے نصاً منع فرمایا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا "مسلمانو! تمہاری جانیں، تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم میں سے ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح یہ مہینہ اور یہ دن باحرمت ہے۔" (ابن کثیر)

---

(۱) "الہلال" ۱۸ اپریل ۱۹۱۳ء ص ۱۰۔ (۲) "الہلال" ۶ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۶۔

يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُمْ مِنْ أَعْمَالِكُمْ
شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ
يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾ قُلْ
أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيمٌ ﴿١٦﴾ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ
أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ
وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾

ع

تمھیں نصیب نہیں) ہاں البتہ یوں کہو کہ ہم نے اس دین کو مان لیا[1] اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری اختیار کرلو تو وہ تمہارے اعمال کے اجر میں کوئی کمی نہیں کرے گا، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا بہت مہربان ہے۔

(۱۵) درحقیقت مومن تو وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے، پھر انھوں نے کبھی شک نہیں کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ یہی لوگ ہیں جو سچے (مومن) ہیں۔

(۱۶) ان سے کہہ دیجیے: کیا تم اللہ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو؟ حالانکہ اللہ تو آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب کو جانتا ہے اور اللہ کو ہر چیز کا خوب علم ہے۔

(۱۷) یہ لوگ تم پر احسان جتلاتے ہیں کہ انھوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ان سے کہہ دیجیے کہ تم اپنے اسلام کا احسان مجھ پر نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمھیں ایمان کی ہدایت دی، بشرطیکہ تم ایمان کے دعوٰی میں سچے ہو۔

(۱۸) یقیناً اللہ تعالیٰ، زمین اور آسمانوں کی ہر مخفی چیز کا علم رکھتا ہے اور جو کچھ تم کررہے ہو وہ سب اس کی نگاہ میں ہے۔

---

[1] تمام انسانی برادری ایک ہی اصل سے پیدا ہوئی ہے اور وطن وقومیت کا تعصب ان کے لیے تباہ کن ہے۔ اس لیے انسانیت کی بھلائی اسی میں ہے کہ تمام انسانوں کو یکساں نظر سے دیکھا جائے اور سب سے یکساں سلوک کیا جائے۔ خصوصاً مسلم معاشرے کو ان خرابیوں سے محفوظ رکھنا ضروری ہے۔

جاہلیت میں ترجیح وبرتری کی بنیاد نسلی امتیازات پر تھی۔ قرآن مجید نے اسلامی معاشرہ کی بنیاد "انسانی برادری" پر رکھی اور نسلی امتیازات کو یکسر ختم کردیا اور فرمایا کہ قوموں اور برادریوں کی یہ تقسیم محض تعارف کا ذریعہ ہے اور اسے اسی حد تک باقی رہنا ضروری ہے لیکن اکرام و اعزاز پرہیزگاری اور تقویٰ کی وجہ سے ہے۔

آیاتُھا: 45 سُوْرَۃُ قٓ مَدَنِیَّۃٌ رُکُوْعَاتُھَا: 3

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

قٓ ۟ۚ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ ۚ﴿۱﴾ بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَہُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡہُمۡ فَقَالَ الۡکٰفِرُوۡنَ ہٰذَا
شَیۡءٌ عَجِیۡبٌ ۚ﴿۲﴾ ءَ اِذَا مِتۡنَا وَ کُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِکَ رَجۡعٌۢ بَعِیۡدٌ ﴿۳﴾ قَدۡ عَلِمۡنَا مَا تَنۡقُصُ
الۡاَرۡضُ مِنۡہُمۡ ۚ وَ عِنۡدَنَا کِتٰبٌ حَفِیۡظٌ ﴿۴﴾ بَلۡ کَذَّبُوۡا بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَہُمۡ فَہُمۡ فِیۡۤ اَمۡرٍ

(۱) قسم ہے قرآن مجید کی (کہ آپ ہمارے رسول ہیں) [لے ۲]

(۲) بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی میں سے ایک ڈرانے والا آیا۔ اس پر کافر کہنے لگے، یہ ایک عجیب سی بات ہے۔

(۳) کیا جب ہم مر گئے اور خاک ہو گئے (تو دوبارہ اٹھائے جائیں گے؟) یہ دوبارہ زندگی تو بہت ہی بعید از عقل ہے۔

(۴) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) جب حق ان کے پاس آیا تو انھوں نے اسی وقت اسے جھٹلا دیا [۳] غرض یہ لوگ......

---

[۱] یہ سورۃ مکی ہے اور عہد وسطیٰ کی تنزیلات سے ہے۔ اس کا موضوع آخرت ہے۔ آنحضرت ﷺ اکثر عیدین کی نمازوں اور جمعہ کے خطبہ میں اس سورہ کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

[۲] قرآن مجید کی ایک صفت "مجید" بھی ہے۔ یعنی بلند مرتبہ اور کثیر العطا۔ قرآن کا نظم اور معنی کے اعتبار سے اعجاز اس کے بلند مرتبہ ہونے کی دلیل ہے۔ اور قرآن مجید کی اتباع سے جو فوائد اور منافع حاصل ہوتے ہیں، وہ بجائے خود ہی اس کے کثیر العطا ہونے کی دلیل ہیں۔ اس بنا پر قرآن مجید کو ہی آنحضرت ﷺ کی رسالت پر بطور دلیل پیش کیا گیا ہے اور پھر بتایا کہ یہ پیغمبر تمھیں میں سے ہے اس کی باتوں پر غور کرو۔

[۳] کفار کا آخرت سے انکار نہایت بے معنی بات ہے۔ اس کے بعد آیت ۶ سے آخرت پر دلائل کا سلسلہ شروع ہو رہا ہے۔ اور ان دلائل میں عالم بالا کے نظام اور زمین کی خلقت کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ اور پھر کائنات کا یہ سارا مستحکم نظام صرف امکان آخرت کی ہی دلیل نہیں ہے بلکہ اس سے توحید کا ثبوت بھی ملتا ہے:

"جس طرح قرآن (مجید) نے ربوبیت کے اعمال و مظاہر سے استدلال کیا ہے، اسی طرح وہ رحمت کے آثار و حقائق سے بھی جا بجا استدلال کرتا ہے۔ ممکن نہیں کہ فضل و رحمت کی یہ پوری کائنات موجود ہو اور فضل و رحمت کا کوئی زندہ ارادہ موجود نہ ہو۔ چنانچہ وہ مقامات جن میں کائنات خلقت کے افادہ و فیضان، زینت و جمال و اعتدال، تسویہ و قوام اور تکمیل و اتقان کا ذکر کیا گیا ہے، دراصل اسی استدلال پر مبنی ہے۔"

مَّرِيجٍ ٥ أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ ٦
وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ زَوْجٍ بَهِيجٍ ٧ تَبْصِرَةً
وَذِكْرَىٰ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ٨ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكًا فَأَنبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَ
حَبَّ الْحَصِيدِ ٩ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيدٌ ١٠ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۖ وَأَحْيَيْنَا بِهِ بَلْدَةً
مَّيْتًا ۚ كَذَٰلِكَ الْخُرُوجُ ١١ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَأَصْحَابُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ١٢
وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ١٣ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ

---

الجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔

(۶۔۷۔۸) کیا ان لوگوں نے کبھی آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا نہیں کہ کس طرح ہم نے اسے بنایا ہے، اور کس طرح اس کے منظر میں خوشنمائی پیدا کر دی ہے؟ پھر یہ کہ کہیں بھی اس میں شگاف نہیں۔ اور اسی طرح زمین کو دیکھو، کس طرح ہم نے اسے فرش کی طرح پھیلا دیا اور پہاڑوں کے لنگر ڈال دیے؟ پھر کس طرح قسم قسم کی خوبصورت نباتات اگائیں؟ ہر اس بندے کے لیے جو حق کی طرف رجوع کرنے والا ہے، اس میں غور کرنے کی بات اور نصیحت کی روشنی ہے[۱]

(۹) اور آسمان سے ہم نے بابرکت پانی نازل کیا، پھر اس سے بہت سے باغ اور اناج پیدا کیے جس کا کھیت کاٹا جاتا ہے۔

(۱۰) اور بلند و بالا کھجور کے درخت پیدا کیے جن پر خوشے گتھے ہوئے ہیں۔

(۱۱) یہ سب کچھ بندوں کو رزق دینے کے لیے ہے۔ اور اسی پانی سے ہم نے مردہ زمین کو زندگی بخش دی۔ اسی طرح (مردوں کا زندہ ہو کر قبروں سے) نکلنا ہوگا۔

(۱۲۔۱۳۔۱۴) ان سے پہلے قوم نوح اور اصحاب رس اور ثمود اور عاد اور فرعون اور لوطؑ کے بھائی اور ایکہ والے اور تبع کی قوم کے لوگ بھی جھٹلا چکے ہیں۔ [ع] ان سب نے ............

---

ع آیت ۱۲ سے آخرت کے امکان پر تاریخی استدلال ہے۔ عرب اور اس کے گرد و پیش کی قوموں کے تاریخی انجام کو بطور دلیل پیش کیا ہے کہ آخرت کا عقیدہ عین حقیقت کے مطابق ہے کیونکہ اس کے منکرین میں ایسا اخلاقی بگاڑ پیدا ہوا کہ وہ بالآخر تباہ و برباد ہو گئے۔

---

(۱) ترجمان القرآن جلد اول ص ۶۔

ع الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿١٤﴾ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ
خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ښ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿١٦﴾
اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ
رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾ وَجَاۗءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِي
الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿٢٠﴾ وَجَاۗءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاۗىِٕقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿٢١﴾ لَقَدْ
كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاۗءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ

---

پیغمبروں کو جھٹلایا۔ آخر کار میری وعید ان پر ثابت ہو گئی۔

(۱۵) کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ یہ لوگ نئی تخلیق سے شبہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ ۵

(۱۶) اور یقیناً انسان کو ہم نے پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں پیدا ہونے والے وساوس تک کو ہم جانتے ہیں اور ہم اس کی گردن رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

(۱۷) جب دائیں اور بائیں بیٹھے دو فرشتے لیتے رہتے ہیں۔

(۱۸) کوئی لفظ زبان سے نہیں نکلنے پاتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے۔

(۱۹) اور واقعی موت کی سختی آ پہنچی، یہی وہ چیز ہے جس سے تو بچتا پھرتا تھا (۲۰) اور صور پھونکا جائے گا۔ یہی دن عذاب کے وعدے کا ہے۔

(۲۱۔۲۲) اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اس کے ساتھ (میدان حشر کی طرف) ہنکانے والا ہوگا اور ایک گواہ ہوگا (اور کہا جائے گا) تو اس چیز سے غفلت میں پڑا ہوا تھا، اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے سو آج تیری نگاہ خوب تیز ہے۔

(۲۳) اور اس کا ساتھی کہے گا کہ ........

---

۵ آیت ۱۵ میں آخرت کے ثبوت پر عقلی استدلال کیا ہے۔

هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِیْدٌ ﴿۲۳﴾ اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ مُعْتَدٍ مُّرِیْبِ ﴿۲۵﴾
الَّذِیْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِیٰهُ فِی الْعَذَابِ الشَّدِیْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِیْنُهٗ رَبَّنَا مَاۤ اَطْغَیْتُهٗ
وَلٰكِنْ كَانَ فِیْ ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ ﴿۲۸﴾
مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿۲۹﴾ یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ ع ۲
وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ﴿۳۰﴾ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ
اَوَّابٍ حَفِیْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ

---

جو میری سپردگی میں تھا، حاضر ہے۔

(۲۴) (فرشتوں کو حکم ہوگا) تم دونوں ہر اس شخص کو جہنم میں ڈال دو جو ناسپاس اور حق سے عناد رکھتا تھا۔

(۲۵) خیر سے روکنے والا، حد سے تجاوز کرنے والا اور شک میں پڑا ہوا تھا۔

(۲۶) جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو خدا بنائے بیٹھا تھا، سوایسے شخص کو سخت عذاب میں ڈال دو۔

(۲۷) اس کا ساتھی کہے گا، اے میرے رب میں نے اسے گمراہ نہیں کیا تھا لیکن یہ خود ہی پرلے درجے کی گمراہی میں پڑا ہوا تھا۔

(۲۸) ارشاد ہوگا، میرے حضور جھگڑا نہ کرو، میں تم کو پہلے ہی انجام بد سے آگاہ کر چکا تھا۔

(۲۹) ہمارے ہاں جو بات ایک مرتبہ ٹھہرا دی گئی ہے، اس میں کبھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی نہیں کہ ہم بندوں کے لیے زیادتی کرنے والے ہوں [1]

(۳۰) جس روز ہم جہنم سے پوچھیں گے "کیا تو بھر چکی؟" اور وہ جواب دے گی "کیا کچھ اور بھی ہے؟"

(۳۱) اور جنت پرہیز گاروں کے اس قدر قریب کر دی جائے گی کہ کچھ بھی دور نہ رہے گی۔

(۳۲) کہا جائے گا، یہی وہ جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ یہ ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو رجوع کرنے والا اور (حقوق الٰہی کی) حفاظت کرنے والا تھا۔

(۳۳) جو بے دیکھے خدائے رحمان سے ڈرتا تھا اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا دل لے کر آیا ہے (۳۴) "داخل ہو جاؤ

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۷۶۔

ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ
اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ۭ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ
اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ڰ وَّمَا مَسَّنَا
مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾
وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾
يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾
يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۭ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا
يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۣ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾ ع ۱۶

---

جنت میں سلامتی کے ساتھ" یہ دن ہمیشہ رہنے کا دن ہے (۳۵) وہاں ان کے لیے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے، اور ہمارے پاس
اس سے بھی زیادہ بہت کچھ ہوگا (۳۶) اور ہم ان (کفار مکہ) سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جو گرفت میں ان سے بھی
زیادہ طاقتور تھیں، چنانچہ انھوں نے دنیا کے ملکوں کو چھان مارا، کیا کہیں کوئی جائے پناہ پا سکے؟ (۳۷) بلاشبہ اس میں بہت بڑی
بصیرت ہے جو اپنے پہلو میں سوچنے والا دل رکھتا ہو، جس کے سر میں (توجہ سے) سننے والا کان ہو۔[1] (۳۸) بیشک ہم نے
آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، چھ دنوں میں پیدا کیا ہے اور ہمیں کچھ بھی تکان لاحق نہ ہوئی (۳۹-۴۰)
پس اے نبیؐ جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں، اس پر صبر کیجیے اور طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح
کرتے رہیے اور کچھ رات کے وقت اس کی تسبیح کیا کیجیے اور نمازوں کے بعد بھی! (۴۱) اور پوری توجہ سے سنو، جس دن منادی کرنے
والا قریبی مقام سے پکارے گا (۴۲) جس دن یقینی طور پر سب لوگ اس چیخ کو سن لیں گے، وہ قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا (۴۳)
بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہماری طرف ہی سب کو لوٹ کر آنا ہے! (۴۴) جس دن لوگوں پر زمین
کھل جائے گی اور وہ اس سے نکل کر تیزی سے بھاگے جا رہے ہوں گے۔ یہ حشر ہم پر نہایت ہی آسان ہے (۴۵) اے نبیؐ، جو کچھ
یہ کہہ رہے ہیں، ہم اسے خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں، پس تم اس قرآن کے ذریعہ سے ہر اس شخص کو
نصیحت کرتے رہو جو میری وعید سے ڈرتا ہو!

---

(۱) "الہلال" ۶ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۵۔

اٰيَاتُهَا: 60 | سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ | رُكُوْعَاتُهَا: 3

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا (١) فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا (٢) فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا (٣) فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا (٤) اِنَّمَا
تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ (٥) وَّ اِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ (٦) وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ (٧) اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ
مُّخْتَلِفٍ (٨) يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ (٩) قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ (١٠) الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ (١١) يَسْـَٔلُوْنَ
اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ (١٢) يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (١٣) ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ
تَسْتَعْجِلُوْنَ (١٤) اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ (١٥) اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ
ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ (١٦) كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ (١٧) وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (١٨)

---

(۱) قسم ہے ان ہواؤں کی جو بادلوں کو اڑائے لیے پھرتی ہیں (۲) پھر مینہ کا بوجھ اٹھاتی (۳) آہستہ آہستہ چلتی ہیں (۴) پھر باران رحمت زمین پر تقسیم کرتی ہیں[1] (۵) یقیناً جس چیز سے تمھیں ڈرایا جا رہا ہے، وہ سچی ہے ۱؎ ۲؎ (۶) اور جزائے اعمال ضرور ملنے والی ہے (۷) قسم ہے آسمان مختلف راستوں والے کی ۳؎ (۸) کہ تم لوگ (قرآن یا آخرت کے بارے میں) مختلف باتیں کر رہے ہو۔ (۹) اس کے ماننے سے وہی برگشتہ ہوتا ہے جو حق سے پھرا ہوا ہے (۱۰) ہلاک ہو جائیں قیاس وگمان کرنے والے (۱۱) جو غفلت و جہالت میں بھولے ہوئے ہیں (۱۲) پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہوگا؟ (۱۳) جس روز یہ آگ پر تپائے جائیں گے (۱۴) (ان سے کہا جائے گا) اپنی تکذیب کی جزا کا مزہ چکھو، یہی وہ عذاب ہے جس کے طلب کرنے میں تم جلدی کر رہے تھے (۱۵) البتہ متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے (۱۶) جو کچھ ان کے رب نے دیا ہوگا وہ اسے لے رہے ہوں گے۔ کیونکہ وہ اس سے قبل نیکو کار تھے (۱۷) وہ لوگ رات کو بہت کم ہی سویا کرتے تھے (۱۸) اور بوقت سحر استغفار کیا کرتے تھے۔

---

۱؎ یہ سورہ بھی مکی ہے اور عہد وسطیٰ کی تنزیلات سے ہے۔ اس کا موضوع بھی آخرت اور توحید کا اثبات ہے اور بتایا ہے کہ جن لوگوں نے بھی دعوت رسل کا انکار کیا ہے وہ تباہ و برباد ہو چکی ہیں۔

۲؎ ان ہواؤں کی قسمیں کھائی ہیں کہ ہوا اور بارش کا یہ نظام شاہد ہے کہ آخرت کا وعدہ سچا اور انصاف ہونا ضروری ہے۔

۳؎ آسمان کی قسم کھا کر بتایا ہے کہ تم نے آخرت کے بارے میں خواہ مخواہ جھگڑے ڈال رکھے ہیں۔ حالانکہ اگر صرف آسمان کے نظم و نسق پر غور کیا جائے تو یقین ہو جاتا ہے کہ اس مسئلہ میں جھگڑنا حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں "ذات الحبك" صاف شفاف اور پر

---

(۱) "الہلال" ۹ جولائی ۱۹۱۲ء ص ۴۔

وَفِيٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿١٩﴾ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَفِيٓ اَنْفُسِكُمْ ۚ اَفَلَا
تُبْصِرُوْنَ ﴿٢١﴾ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ
اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿٢٣﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٤﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا
سَلٰمًا ۗ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿٢٦﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا
تَاْكُلُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۗ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۗ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ
صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿٢٩﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۗ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٠﴾

(۱۹) اور ان کے اموال میں سائل اور محروم کا حق تھا (۲۰) اور ان لوگوں کے لیے جو (سچائی پر) یقین رکھنے والے ہیں (خدا کی کارفرمائی
کی) کتنی ہی نشانیاں ہیں (۲۱) اور خود تمہارے وجود میں بھی، پھر کیا تم نہیں دیکھتے؟[1] (۲۲) اور تمہارا رزق اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا جاتا
ہے وہ سب آسمان میں ہے (۲۳) آسمان اور زمین کے رب کی قسم (یعنی ان کے پروردگاری کی شہادت دے رہی ہے) بلاشبہ
معاملہ (جزا وسزا کا معاملہ) حق ہے ٹھیک اسی طرح جیسے یہ بات کہ تم گویائی رکھتے ہو[2] (۲۴) اے نبی! کیا ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کا
قصہ بھی آپ تک پہنچا ہے؟ (۲۵) جب وہ مہمان ابراہیمؑ کے پاس آئے تو انھوں نے سلام کہا، ابراہیمؑ نے بھی کہا "سلام ہے، کچھ آشنا
سے لوگ ہیں!" (۲۶) پھر چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گیا اور موٹا بچھڑا (کباب کر کے) لے آیا (۲۷) اور مہمانوں کے سامنے
پیش کیا اور کہا "آپ حضرات کھاتے کیوں نہیں؟" (۲۸) پھر اپنے دل میں ان سے خوف محسوس کیا، انھوں نے کہا "ڈریے نہیں" اور
(ساتھ ہی) ابراہیمؑ کو ایک ذی علم لڑکے کی بشارت دی[ع] (۲۹) یہ سن کر ان کی بیوی سامنے آئی اور اس نے اپنے چہرہ پر (تعجب سے)
ہاتھ مارا اور کہنے لگی (میں) بڑھیا، بانجھ! (۳۰) انہوں نے کہا "تیرے رب نے اسی طرح فرمایا ہے بے شک وہ حکیم وعلیم ہے۔

❋ ❋ ❋

رونق آسمان ہے جس پر ستاروں کا جال بچھا ہوا نظر آتا ہے۔ یہاں اس قسم سے یہ مطلب نہیں ہے کہ جیسے آسمان پر تاروں کے مختلف
جھرمٹ نظر آتے ہیں ایسے ہی تمہارے اقوال بھی مختلف ہیں۔ بلکہ آسمان کے اس نظام کو گواہ بنایا ہے کہ آخرت کے متعلق تمہارا یہ جھگڑا
بالکل فضول ہے۔

ع مجموعہ آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس لڑکے کی بشارت دی گئی وہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ جب خوشخبری
ملی تو حضرت سارہ چیختی ہوئی آگے بڑھیں۔ اور بائبل میں ہے کہ اس وقت حضرت ابراہیم کی عمر سو سال اور حضرت سارہ کی عمر ۹۰ سال تھی۔

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۳۷۔۱۷۱۔ "الہلال" ۲۵ جون ۱۹۱۳ء ص ۵۔ (۲) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۶۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ
حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ
يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى
بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِيْ عَادٍ
اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾
وَفِيْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ
يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ

(۳۱) ابراہیمؑ نے کہا ''اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو! اب تمہیں کیا مہم درپیش ہے؟ (۳۲) انہوں نے جواب دیا ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں (۳۳) تاکہ ان پر پتھر برسائے جائیں، کھنگر کے (۳۴) جو آپ کے رب کی جانب سے حد سے گزر جانے والی قوم کے لیے نشان زدہ ہیں (۳۵) اور آخرکار ہم نے اس بستی میں جتنے ایماندار تھے ان کو نکال لیا (۳۶) اور وہاں ہم نے ایک گھر کے سوا اور کوئی مسلم گھر پایا ہی نہیں۔

(۳۷) اور ہم نے ان تباہ شدہ بستیوں میں ایسے لوگوں کے لیے ایک نشانی چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں۔[5] (۳۸) اور موسیٰؑ کے واقعہ میں بھی (عبرت آموز نشانی ہے) جب ہم نے اسے کھلی نشانی دے کر فرعون کی طرف بھیجا (۳۹) لیکن اس نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر روگردانی کی اور کہنے لگا جادوگر ہے یا دیوانہ!

(۴۰) آخرکار ہم نے اسے اس کے لشکروں سمیت پکڑا اور ان سب کو سمندر میں پھینک دیا اور وہ ملامت زدہ ہو کر رہ گیا (۴۱) اور عاد کے قصہ میں بھی (عبرت کی نشانی ہے) جب ہم نے ان پر نامبارک آندھی بھیجی (۴۲) وہ جس چیز پر بھی گزرتی اسے بوسیدہ کر کے رکھ دیتی۔

(۴۳) اور ثمود کے قصہ میں بھی (نشان عبرت ہے) جب ان سے کہا گیا کہ ایک خاص وقت تک فائدہ اٹھا لو (۴۴) سو ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی، پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے ان کو ایک ہولناک کڑک نے آ پکڑا (۴۵) پھر نہ تو وہ کھڑے ہی ہو سکے اور نہ ہم سے بدلہ ہی لے سکے (۴۶) اور ان (مذکورہ قوموں) سے پہلے ہم قوم نوح کو ہلاک کر چکے ہیں۔ کیونکہ وہ بڑے ہی نافرمان لوگ تھے۔[6] (۴۷) اور ہم نے آسمان کو اپنی طاقت سے بنایا ہے اور ہم بڑی

۵ آیت ۳۷ میں جس نشانی کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے مراد بحیرہ مردار ہے۔ جس کا جنوبی علاقہ آج بھی ایک عظیم الشان تباہی کے

كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ
الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّيْ
لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۱﴾ كَذٰلِكَ
مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۵۲﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ
قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿۵۴﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۵﴾
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ
يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ
اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

قدرت رکھنے والے ہیں (۴۸) اور ہم نے زمین کو بچھایا' سو ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں! (۴۹) اور ہم نے ہر چیز سے جوڑے پیدا کر دیے (یعنی دو دو اور متقابل اشیا پیدا کیں) شاید تم غور وفکر کرو۔[1] (۵۰) سو تم اللہ ہی کی طرف دوڑو! میں تم سب کے لیے اس کی طرف سے صاف طور پر ڈرانے والا ہوں۔ (۵۲) اسی طرح ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں ان کے پاس کوئی ایسا رسول نہیں آیا جس کو انہوں نے جادوگر یا دیوانہ نہ کہا ہو۔ (۵۳) کیا یہ ایک دوسرے کو اسی بات کی وصیت کرتے چلے آئے ہیں؟...... نہیں بلکہ یہ سب سرکش لوگ ہیں (۵۴) سو آپ ان سے بے رخی کا برتاؤ کیجیے کیونکہ اب آپ پر کچھ ملامت نہیں ہے (۵۵) اور ذکر کرو کہ ذکر صاحبان حق کے لیے ضرور نفع بخش ہے۔[2] (۵۶) اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں (۵۷) میں ان سے رزق کی خواہش نہیں کرتا اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلایا کریں (۵۸) بے شک اللہ تعالیٰ خود ہی رزاق' صاحب قوت اور زبردست ہے۔ (۵۹) ان ظالموں کے لیے بھی عذاب کا ایک حصہ مقرر ہے جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کو حصہ مل چکا ہے' لہٰذا یہ عذاب مانگنے میں جلدی نہ کریں۔ (۶۰) غرض ان کافروں کے لیے اس دن بڑی خرابی ہو گی جس کا انہیں خوف دلایا جا رہا ہے۔

آثار پیش کر رہا ہے۔

ف آیت ۳۱ سے ۴۲ تک انبیاء علیہم السلام اور بعض گزشتہ قوموں کے انجام کی طرف پے در پے اشارات کیے ہیں' جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون مکافات برابر کام کرتا رہا ہے' اور نیکوکاروں کے لیے انعام اور ظالموں کے لیے سزا کی مثالیں مسلسل پائی جاتی ہیں۔ جب دنیا میں مکافات عمل کا سلسلہ جاری ہے تو اس طبعی نظام کے ختم ہو جانے کے بعد اعمال کے نتائج کا کامل طور پر ظہور نہایت ضروری ہے۔

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۸۳۔ (۲) "الہلال" ۳ ستمبر ۱۹۱۳ء ص ۵۔

اٰیَاتُھَا: 49 | سُوْرَۃُ الطُّوْرِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُھَا: 2

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

وَالطُّوۡرِ ۙ﴿۱﴾ وَ کِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ ۙ﴿۲﴾ فِیۡ رَقٍّ مَّنۡشُوۡرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّ الۡبَیۡتِ الۡمَعۡمُوۡرِ ۙ﴿۴﴾ وَ السَّقۡفِ الۡمَرۡفُوۡعِ ۙ﴿۵﴾
وَ الۡبَحۡرِ الۡمَسۡجُوۡرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَہٗ مِنۡ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾ یَّوۡمَ تَمُوۡرُ السَّمَآءُ مَوۡرًا ۙ﴿۹﴾
وَّ تَسِیۡرُ الۡجِبَالُ سَیۡرًا ﴿ؕ۱۰﴾ فَوَیۡلٌ یَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ ﴿ۙ۱۱﴾ الَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ خَوۡضٍ یَّلۡعَبُوۡنَ ﴿۱۲﴾
یَوۡمَ یُدَعُّوۡنَ اِلٰی نَارِ جَہَنَّمَ دَعًّا ﴿ؕ۱۳﴾ ہٰذِہِ النَّارُ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ بِہَا تُکَذِّبُوۡنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحۡرٌ
ہٰذَاۤ اَمۡ اَنۡتُمۡ لَا تُبۡصِرُوۡنَ ﴿ۚ۱۵﴾ اِصۡلَوۡہَا فَاصۡبِرُوۡۤا اَوۡ لَا تَصۡبِرُوۡا ۚ سَوَآءٌ عَلَیۡکُمۡ ؕ اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ
مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّ نَعِیۡمٍ ﴿ۙ۱۷﴾ فٰکِہِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمۡ رَبُّہُمۡ ۚ وَ وَقٰہُمۡ
رَبُّہُمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۸﴾ کُلُوۡا وَ اشۡرَبُوۡا ہَنِیۡٓـئًۢا بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿ۙ۱۹﴾ مُتَّکِـِٕیۡنَ عَلٰی سُرُرٍ

(۱) قسم ہے طور کی[۱] (۲-۳) اور کتاب کی جو کھلی رقیق جلد میں لکھی ہوئی ہے (۴) اور آباد گھر کی- (۵) اور اونچی چھت کی- (۶) اور بھڑکائے ہوئے سمندر کی- (۷) بے شک آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا-[۲] (۸) جسے کوئی دفاع کرنے والا نہیں ہے (۹) جس دن آسمان زور سے لرزائے گا (۱۰) اور پہاڑ نہایت تیزی سے چلیں گے (۱۱) سو تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لیے (۱۲) جو بے ہودہ نکتہ چینیوں میں کھیل رہے ہیں- (۱۳) جس دن یہ لوگ دھکے مار مار کر دوزخ کی طرف دھکیلے جائیں گے (۱۴) (اور ان سے کہا جائے گا) یہ وہی آگ ہے جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے (۱۵) کیا یہ کوئی جادو ہے یا تمہیں کچھ بجھائی نہیں دیتا؟ (۱۶) جاؤ اس دوزخ میں داخل ہو جاؤ، پھر تم صبر کرو یا نہ کرو، تمہارے لیے دونوں یکساں ہیں- بس تمہیں ویسا ہی بدلہ دیا جا رہا ہے جیسے تم عمل کیا کرتے تھے (۱۷) متقی لوگ بلاشبہ باغوں اور مختلف قسم کی نعمتوں میں ہوں گے (۱۸) جو کچھ انہیں ان کے رب نے دیا ہو گا وہ اس پر شادماں ہوں گے اور ان کا رب انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے گا- (۱۹) (ان سے کہا جائے گا) تم ان اعمال کے بدلے میں، جو تم کیا کرتے تھے، مزے سے کھاؤ اور پیو (۲۰) وہ برابر بچھے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے

[۱] یہ سورہ مکی ہے اور اس میں بھی آخرت پر شہادت کے آثار پیش کیے گئے ہیں- علاوہ ازیں آنحضرت ﷺ کی نبوت پر اعتراض کرنے والے لوگوں کے رویہ پر تنقید کی ہے اور آنحضرت ﷺ کو ہدایت فرمائی ہے کہ ان معاندین کے الزامات اور اعتراضات کی پروا کیے بغیر دعوت و تذکیر کا کام مسلسل جاری رکھیں اور ان کا صبر و تحمل سے مقابلہ کریں-

[۲] ابتدائے سورہ میں پانچ چیزوں کی قسم کھا کر بتایا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی-

مَصْفُوْفَةٍ ۚ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ
ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ
بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۲۲﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ﴿۲۳﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ
غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۲۴﴾ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالُوْٓا
اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ اِنَّا كُنَّا
مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿۲۸﴾ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا ع
مَجْنُوْنٍ ﴿۲۹﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ﴿۳۰﴾ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ
الْمُتَرَبِّصِيْنَ ﴿۳۱﴾ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ
تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ

---

بیٹھے ہوں گے......اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کو ان کا جوڑا بنا دیں گے (۲۱) اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد ایمان لا کر ان کے نقش قدم پر چلی تو ہم ان کی اولاد کو بھی (جنت میں) ان کے ساتھ رکھیں گے اور ان کے عمل میں کسی قسم کی کمی نہیں کریں گے۔[۳] ہر آدمی اپنی کمائی کے نتیجے کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔[۱] (۲۲) اور جس قسم کے پھل اور گوشت وہ (اہل جنت) چاہیں گے ہم انہیں پے در پے دیتے چلے جائیں گے (۲۳) وہ جنت میں شراب کے جام لپک لپک کر لے رہے ہوں گے جس میں نہ کوئی یاوہ گوئی ہوگی اور نہ کوئی گناہ کی بات (۲۴) اور ان کی خدمت میں جو غلمان دوڑے پھر رہے ہوں گے (ایسے خوبصورت معلوم ہوں گے) جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی (۲۵) اور وہ اہل جنت باہم متوجہ ہو کر سوال کریں گے (۲۶) کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے اپنے گھر والوں میں (یعنی دنیا میں) بہت ڈرا کرتے تھے (۲۷) سو اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان فرمایا اور ہمیں جھلسا دینے والے عذاب سے بچا لیا۔ (۲۸) ہم اس عالم سے پہلے (دنیا میں) اسی کو پکارا کرتے تھے واقعی وہ بڑا محسن اور نہایت مہربان ہے (۲۹) پس اے نبی! آپ نصیحت کیے جائیے آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں اور نہ مجنون (۳۰) ہاں تو، کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں، ہم اس کے لیے گردش ایام کا انتظار کر رہے ہیں؟ (۳۱) ان سے کہہ دیجیے اچھا تم انتظار کیے جاؤ، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں (۳۲) کیا ان کی عقلیں انہیں ایسی باتیں کرنے کے لیے کہتی ہیں یا یہ لوگ سرکش واقع ہوئے ہیں؟ (۳۳) کیا یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے؟ بلکہ دراصل یہ ایمان نہیں لانا چاہتے (۳۴) اگر یہ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو اس قرآن کی مثل کوئی کلام لے آئیں۔

---

۳ آیت ۲۱ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر اولاد کسی نہ کسی درجہ ایمان میں بھی اپنے آباء کے نقش قدم کی پیروی کرتی رہی ہو تو خواہ اپنے عمل کے لحاظ سے وہ اس مرتبہ کی مستحق نہ ہو جو ان کے آباء کو ملا ہے، لیکن پھر بھی یہ اولاد ان کے ساتھ ملا دی جائے گی۔

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول صفحہ ۱۱۷۔

غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ
عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ
فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَ لَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ
اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ
كَيْدًا ۚ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۚ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ
حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا هُمْ
يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ اِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾
وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَ مِنَ الَّيْلِ
فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾ ع ۲

(۳۵) کیا یہ کسی پیدا کرنے والے کے بغیر خود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟ (۳۶) یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ اصل میں یہ لوگ یقین نہیں رکھتے۔ (۳۷) کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا یہ حکمران ہیں؟ (۳۸) کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے جس پر یہ چڑھ کر (آسمان کی باتیں) سن آیا کرتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ان میں سے جو سن کر آنے والا ہے، کوئی واضح دلیل پیش کرے (۳۹) کیا اللہ کے لیے بیٹیاں ہوں اور تمہارے لیے بیٹے ہوں؟ (۴۰) کیا آپ ان سے (تبلیغ پر) کوئی اجر طلب کرتے ہیں کہ وہ اس تاوان کے بوجھ تلے دبے جا رہے ہیں؟ (۴۱) کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے جسے یہ لکھ لیتے ہیں؟ (۴۲) یا ان کا ارادہ مکر و فریب پھیلانے کا ہے؟ اگر ایسا ہے تو یاد رکھیں کہ یہ منکر خود ہی (شیطان کے) فریب میں پڑے ہیں (۴۳) یا پھر خدا کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے؟ اگر یہی بات ہے تو یقین کرو کہ اللہ کی ذات ان کے شرک سے پاک ہے۔[1] (۴۴) اگر یہ لوگ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتا ہوا بھی دیکھ لیں تو کہیں گے یہ تو تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے (۴۵) سوائے پیغمبرؑ آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجیے۔ حتی کہ اپنے اس دن کا مشاہدہ کر لیں جس میں ان کے ہوش گم کر دیے جائیں گے (۴۶) اس دن ان کا مکر و فریب ان کے کچھ بھی کام نہ آئے گا اور نہ کہیں سے ان کو مدد پہنچے گی۔ (۴۷) اور بلاشبہ ظالموں پر اس سے پہلے بھی ایک عذاب آنے والا ہے لیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں ہیں۔ (۴۸) (اے نبی!) آپ اپنے رب کے فیصلہ آنے تک صبر سے کام لیجیے آپ ہماری نگاہ میں ہیں، اور جس وقت آپ اٹھا کریں تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کیا کریں (۴۹) اور رات کو بھی اس کی تسبیح کیا کریں اور ستاروں کے غائب ہوئے پیچھے بھی!

(۱) الہلال ۲۷ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۷۔

اٰیَاتُھَا: 62 | سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُھَا: 3

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۞۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۞۲ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ
الْهَوٰی ۞۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی ۞۴ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰی ۞۵ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰی ۞۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ
الْاَعْلٰی ۞۷ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۞۸ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۞۹ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی ۞۱۰ مَا
كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۞۱۱ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا يَرٰی ۞۱۲ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ۞۱۳ عِنْدَ سِدْرَةِ
الْمُنْتَهٰی ۞۱۴ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ۞۱۵ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰی ۞۱۶ مَا زَاغَ الْبَصَرُ

---

(۱) قسم ہے ستارے کی جب وہ غریب ہونے لگے[۱] (۲) کہ تمہارے رفیق نہ گمراہ ہوئے ہیں اور نہ غلط راہ پر چلے ہیں (۳) اور وہ اپنی خودی اور ارادے سے کچھ نہیں کہتا (۴) اس کے منہ سے جو کچھ نکلتا ہے وہی ہے جو اس پر وحی ہوتا ہے۔[(1)] (۵-۶) اسے زبردست قوت والے نے تعلیم دی ہے جو خوش منظر (تندرست و توانا) ہے۔ وہ سامنے آ کر کھڑا ہوا (۷) جب کہ وہ (آسمان کے) بالائی افق پر تھا (۸) پھر وہ نزدیک ہوا اور اتر آیا۔ (۹) یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا (۱۰) پھر اس نے وحی کی اپنے بندے پر جو کچھ بھی وحی کی (۱۱) جو کچھ بھی پیغمبر کی آنکھوں نے دیکھا' دل نے اس کے بوجھنے میں غلطی نہیں کی۔ (۱۲) پھر کیا تم پیغمبر سے اس چیز پر جھگڑتے ہو جسے وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے (۱۳) بلاشبہ اس نے ایک مرتبہ پھر اس کو سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا (۱۴) جہاں پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔ (۱۵) جب کہ اس سدرہ پر چھا رہا تھا جو کچھ کہ چھا رہا تھا!

---

۱ یہ سورہ بھی مکی ہے اور ہجرت حبش کے بعد ۵ نبوی میں نازل ہوئی ہے۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ ۵ نبوی میں جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک مختصر سی جماعت ہجرت کر کے حبش چلی گئی تو اسی سال رمضان المبارک میں یہ واقعہ پیش آیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ایک مجمع میں سورۃ النجم پڑھ کر سنائی اور کافر مومن' سب نے آپ کے ساتھ سجدہ کیا۔ یہ واقعہ حبش کے مہاجرین کے پاس اس شکل میں پہنچا کہ کفار مکہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ اس خبر کو سن کر کچھ لوگ شوال ۵ نبوی میں مکہ واپس آ گئے' مگر یہاں آ کر معلوم ہوا کہ ظلم و ستم اسی طرح ہو رہا ہے جس پر بہت سے لوگ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔

یہ سورہ جب قریش کے ایک مجمع میں آپ پڑھ کر سنا رہے تھے تو شدت تاثیر کی وجہ سے سجدہ کے موقع پر مخالفین بھی سجدہ میں گر پڑے۔ مگر جب انہیں ملامت ہوئی تو کہنے لگے کہ اس سورہ میں لات' منات اور عزیٰ (بتوں) کا ذکر آیا ہے اور محمد (ﷺ) کی زبان سے ہم نے یہ

---

(۱) "الہلال" ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء ص ۱۲۔

وَمَا طَغٰی ﴿۱۷﴾ لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّهِ الۡكُبۡرٰی ﴿۱۸﴾ اَفَرَءَیۡتُمُ اللّٰتَ وَالۡعُزّٰی ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ
الثَّالِثَةَ الۡاُخۡرٰی ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الۡاُنۡثٰی ﴿۲۱﴾ تِلۡكَ اِذًا قِسۡمَةٌ ضِیۡزٰی ﴿۲۲﴾ اِنۡ هِیَ
اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ سَمَّیۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا
الظَّنَّ وَمَا تَهۡوَی الۡاَنۡفُسُ ۚ وَلَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰی ﴿۲۳﴾ اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ
مَا تَمَنّٰی ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الۡاٰخِرَةُ وَالۡاُوۡلٰی ﴿۲۵﴾ وَكَمۡ مِّنۡ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِیۡ شَفَاعَتُهُمۡ ع
شَیۡـًٔا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ یَّاۡذَنَ اللّٰهُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَیَرۡضٰی ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَةِ لَیُسَمُّوۡنَ

(۱۷) نہ نگاہ نے کج روی کی اور نہ حد سے تجاوز کیا (۱۸) فی الواقع اس نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں (۱۹) اب بتاؤ کہ کیا تم نے لات اور عزیٰ نامی بتوں کو نہیں دیکھا ہے؟ (۲۰) اور وہ جو ایک سب سے بڑا تیسرا بت ہے جس کا نام منات ہے؟ (۱)
(۲۱) کیا بیٹے تمہارے لیے ہیں اور خدا کے لیے بیٹیاں؟ (۲۲) یہ تو بہت ہی غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ (۲۳) دراصل یہ کچھ نہیں، مگر چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے ثبوت میں کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، یہ لوگ محض وہم وگمان اور نفسانی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں، حالانکہ ان کے رب کی جانب سے ان کے پاس صحیح ہدایت آ چکی ہے۔[ع]
(۲۴) کیا انسان کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے تمنا کی؟ (۲۵) (نہیں، یہ بات نہیں ہے!) کیونکہ دنیا اور آخرت اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ (۲۶) آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے موجود ہیں، جن کی شفاعت ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی مگر ہاں اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ جس کے حق میں چاہے، شفاعت کی اجازت دے اور اس کے لیے شفاعت کو پسند بھی کرے۔ (۲۷) جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو زن کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

---

الفاظ بھی سنے ہیں "تلك الغرانقة العلی و ان شفاعتهن لترتجی" یہ قصہ مفسرین نے بھی نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ الفاظ شیطان نے آنحضرت ﷺ کی زبان سے پڑھ کر سنا دیے تو اس پر سورۃ الحج کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں ہے "وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلۡقَی الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِهٖ۔ الایۃ!" مگر یہ قصہ سراسر باطل ہے۔ وحی میں کسی طور پر شیطان کا دخل نہیں ہو سکتا۔

ع مشرکین ان بتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے اور ان کو الوہیت کا مقام دے کر ان کی پوجا کرتے۔ قرآن مجید نے بتایا کہ یہ بے ہودہ عقیدہ ایجاد کرتے وقت تم نے یہ سوچا کہ تم اپنے لیے تو لڑکی کو ذلت سمجھتے ہو اور نرینہ اولاد پسند کرتے ہو اور خدا تعالیٰ کے لیے لڑکیاں تجویز کرتے ہو؟ اسی طرح یہ لوگ محض وہم وگمان کی پیروی کرتے ہوئے فرشتوں کو بھی اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں اور انہیں اپنا سفارشی مانتے ہیں۔

---

(۱) "البلاغ" ۵/ مارچ ۱۹۱۳ء ص ۵۔

الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝٢٧ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ
الْحَقِّ شَيْـًٔا ۝٢٨ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۥ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝٢٩ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ
الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝٣٠ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝٣١
اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ
اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ
اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝٣٢ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ۝٣٣ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ۝٣٤ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ ع
الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ۝٣٥ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝٣٦ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ۝٣٧ اَلَّا تَزِرُ
وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝٣٨ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝٣٩ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝٤٠ ثُمَّ

---

(۲۸) اور اس کے بارے میں ان کے پاس کوئی اور ذریعہ تحقیق و علم نہیں محض اپنے گمان پر چل رہے ہیں اور ظن و تخمین کا یہ حال ہے کہ وہ حقیقت و علم کے سامنے کچھ کارآمد نہیں۔[1] (۲۹) سو آپ بھی ایسے شخص سے اعراض کیجیے جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی اختیار کر رکھی ہے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کا اور کوئی مقصد نہیں ہے (۳۰) ان لوگوں کا مبلغ علم ہی بس اتنا ہے تیرا رب ہی خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون سیدھی راہ پر ہے۔

(۳۱) اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے' تا کہ برائی کرنے والوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے اور جنہوں نے اچھے کام کیے انہیں اچھی جزاء سے نوازے جو کبائر اور بے حیائی کی باتوں سے اجتناب کرتے ہیں، الا یہ کہ کوئی معمولی گناہ ان سے سرزد ہو جائے۔ بلاشبہ تیرے رب کی بخشش بہت وسیع ہے' وہ اس وقت سے تمہیں خوب جانتا ہے جب اس نے تم کو زمین سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں جنین تھے لہٰذا خودستائی نہ کیا کرو وہی خوب جانتا ہے اس کو جو واقعی پرہیزگار ہے۔

(۳۳) بھلا آپ نے اس شخص کو بھی دیکھا جو دین حق سے پھرا ہوا ہے؟ (۳۴) اور اس نے تھوڑا سا دیا اور بند کر دیا (۳۵) کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے؟ (۳۶) کیا اسے ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ" کے صحیفوں میں مذکور ہیں (۳۷) اور ابراہیم کے صحیفوں میں' جس نے (اللہ تعالیٰ کے احکام کو) پورا کر دکھایا؟ (۳۸) کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (۳۹) اور یہ کہ انسان کے لیے وہی کچھ ہے جو اس نے سعی کی (۴۰) اور یہ کہ اس کی سعی عنقریب دیکھی جائے گی (۴۱) پھر

---

(۱) "الہلال" ۱۷ ستمبر ۱۹۱۳ء۔

يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿٤١﴾ وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿٤٢﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ﴿٤٣﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ
اَمَاتَ وَاَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ﴿٤٥﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿٤٦﴾ وَاَنَّ
عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿٤٧﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ﴿٤٨﴾ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿٤٩﴾ وَاَنَّهٗ
اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿٥٠﴾ وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَآ اَبْقٰى ﴿٥١﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ
اَظْلَمَ وَاَطْغٰى ﴿٥٢﴾ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿٥٣﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ
تَتَمَارٰى ﴿٥٥﴾ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿٥٦﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَاَنْتُمْ
سٰمِدُوْنَ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴿٦٢﴾

---

اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا (۴۲) اور یہ کہ آخر کار تیرے رب کے پاس پہنچنا ہے (۴۳) اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے (۴۴) اور یہ کہ وہی موت دیتا اور زندگی بخشتا ہے (۴۵) اور یہ کہ وہی نر اور مادہ دو قسمیں پیدا کرتا ہے۔ (۴۵) نطفے سے جب وہ رحم مادر میں ٹپکایا جاتا ہے (۴۷) اور یہ کہ دوسری بار پیدا کرنا اس کے ذمہ ہے (۴۸) اور وہی غنی کرتا اور جائداد دیتا ہے (۴۹) اور یہ کہ وہی شعریٰ کا رب ہے۔[۳]

(۵۰) اور یہ کہ اسی نے عاد اولیٰ کو ہلاک کیا۔[۴] (۵۱) اور ثمود کو بھی، اور ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا۔ (۵۲) اور ان سے پہلے قوم نوح کو ہلاک کر ڈالا، بلاشبہ وہ بڑے ہی ظالم اور سرکش تھے (۵۳) اور اوندھی ہونے والی بستیوں کو اس نے دے مارا (۵۴) پس ڈھانک دیا ان کو اس چیز سے جس سے ڈھانک دیا!۔ (۵۵) سوائے مخاطب! اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرتا رہے گا؟ (۵۶) یہ نبی بھی پہلے ڈرانے والوں کی طرح ایک ڈرانے والا ہے۔ (۵۷) آنے والی گھڑی (قیامت) قریب آ لگی ہے (۵۸) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اسے ہٹانے والا نہیں ہے (۵۹) کیا تم اس قرآن پر تعجب کرتے ہو (۶۰) اور (اس پر) ہنستے ہو اور روتے نہیں (۶۱) اور تم متکبرانہ انداز میں گزر جاتے ہو (۶۲) سو جھک جاؤ اللہ کے سامنے اور اس کی عبادت کرو!

---

۳ شعریٰ آسمان کا روشن ترین تارا ہے جسے "مرزم الجوزاء" بھی کہتے ہیں۔ یہ سورج سے ۲۳ گنا زیادہ روشن ہے۔ مگر زمین سے اس کا فاصلہ آٹھ سال نوری سے بھی زیادہ ہے۔ اس لیے یہ سورج سے چھوٹا نظر آتا ہے۔ اہل مصر اس کی پرستش کیا کرتے تھے۔ جاہلیت میں اہل عرب کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ یہ ستارہ لوگوں کی قسمتوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کی تردید کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہی شعریٰ کا بھی رب ہے۔

۴ "عاد اولیٰ" سے قدیم قوم عاد مراد ہے، جس کی طرف حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھیجے گئے تھے۔ یہ قوم حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے ہلاک ہو گئی اور وہی لوگ باقی رہ گئے جو حضرت ہود پر ایمان لائے تھے، ان کی نسل کو تاریخ میں عاد اخریٰ یا عاد ثانیہ کہا جاتا ہے۔

| رُکُوْعَاتُھَا: 3 | سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَکِّیَّۃٌ | اٰیَاتُھَا: 55 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَةً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا
سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ② وَ كَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ
مَا فِیْهِ مُزْدَجَرٌ ④ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ یَوْمَ یَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَیْءٍ
نُّكُرٍ ⑥ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ⑦ مُّهْطِعِیْنَ اِلَى
الدَّاعِ ؕ یَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا یَوْمٌ عَسِرٌ ⑧ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَ قَالُوْا
مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ⑨ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ⑩ فَفَتَحْنَاۤ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ⑪ وَّفَجَّرْنَا

---

(۱) قیامت قریب آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا۔[1,2] (۲) اور (کفار کا یہ حال ہے کہ) خواہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس سے اعراض کر جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو ایک چلتا ہوا جادو ہے (۳) اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور ہر معاملہ کی ایک حد ہے جہاں پہنچ کر اسے ٹھہرنا ہے۔ (۴-۵) اور ان کے سامنے (گزشتہ اقوام کے) وہ واقعات آ چکے ہیں کہ ان میں (سرکشی سے روکنے کے لیے) کافی تنبیہ اور اعلیٰ درجہ کی حکمت موجود ہے مگر ان پر تنبیہات کارگر نہیں ہوتیں۔ (۶) پس اے نبی! ان سے اعراض برتیے، جس روز بلانے والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا (۷) لوگ جھکی ہوئی نظروں کے ساتھ قبروں سے اس طرح نکلیں گے، گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں (۸) وہ پکارنے والے کی طرف دوڑ رہے ہوں گے۔ کافر کہہ رہے ہوں گے یہ تو بڑا ہی سخت دن ہے۔[3] (۹) ان سے پہلے نوح کی قوم جھٹلا چکی ہے۔ چنانچہ انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا کہ یہ دیوانہ ہے اور اسے سخت دھمکی دی گئی (۱۰) آخر کار اس نے اپنے رب کو پکارا کہ "میں مغلوب ہو چکا اب تو ان سے بدلہ لیجیے" (۱۱) تب ہم نے موسلا دھار مینہ سے آسمان کے دروازے کھول دیے۔(۱)

---

[1] یہ سورہ بھی مکی ہے۔ اس میں واقعہ شق القمر کا ذکر ہے، جو ہجرت سے پانچ سال پہلے پیش آیا۔ اس سے اس کا زمانہ نزول متعین ہو جاتا ہے۔ اس سورہ میں کفار کو ان کی ہٹ دھرمی پر متنبہ کیا گیا ہے جو انہوں نے آنحضرت ﷺ کی دعوت کے مقابلہ میں اختیار کر رکھی تھی۔ کہ ان سے پہلے بہت سی قوموں نے رسولوں کو جھٹلایا تو وہ دردناک عذاب میں مبتلا کر دی گئیں۔

[2] یعنی چاند کا پھٹ جانا اس بات کی علامت ہے کہ قیامت کی گھڑی آ چکی ہے اور اس کی آمد پر نظام عالم درہم برہم ہو جائے گا۔ نیز اتنے بڑے کرہ کا شق ہو جانا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ قیامت برپا ہو سکتی ہے۔

---

(۱) "الہلال" ۱۶ر جولائی ۱۹۱۳ء۔

الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَی الْمَآءُ عَلٰۤی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِیْ بِاَعْیُنِنَا ۚ
جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَاۤ اٰیَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ
یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۱۸﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ
رِیْحًا صَرْصَرًا فِیْ یَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿۱۹﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿۲۰﴾ فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ
وَنُذُرِ ﴿۲۱﴾ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۲۲﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْۤا اَبَشَرًا ع ۸

(۱۲) زمین کے سوتے جاری کر دیے' آخر جو اندازہ مقرر ہوا تھا اسی کے مطابق آسمان و زمین کے پانی مل گئے۔[1] (۱۳) اور ہم نے نوح کو ایک تختوں اور کیلوں والی (کشتی) پر سوار کر دیا۔ (۱۴) وہ ہماری حفاظت اور نگرانی میں چلتی تھی' یہ اس شخص کا بدلہ لینے کے لیے کیا گیا جس کی ناقدری کی گئی (۱۵) اور ہم نے اس (واقعہ یا کشتی) کو ایک نشانی بنا کر چھوڑ دیا' پھر کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟[ع] (۱۶) پھر دیکھ لو' کیسا تھا میرا عذاب اور کیسی تھیں میری تنبیہات! (۱۷) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے' پھر کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ (۱۸) عاد نے جھٹلایا' تو دیکھ لو میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی ہوئیں؟ (۱۹) ہم نے ان پر دائمی نحوست کے دن میں نہایت تیز و تند ہوا بھیجی (۲۰) جو لوگوں کو اس طرح اٹھا کر پھینک رہی تھی جیسے وہ جڑ سے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہیں۔ (۲۱) سو دیکھ لو میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں؟ (۲۲) اور ہم نے نصیحت حاصل کرنے کے لیے قرآن مجید کو آسان کر دیا ہے' پھر کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ (۲۳) ثمود نے تنبیہات کو جھٹلایا (۲۴) اور کہنے لگے "کیا ہم اپنے ہی سے ایک آدمی کی پیروی اختیار کر لیں' اگر ایسا کریں گے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم بڑی گمراہی اور دیوانگی میں مبتلا ہیں۔"

شق القمر کا یہ واقعہ قرآن مجید سے صریح الفاظ سے ثابت ہے' صرف روایات پر اس کا انحصار نہیں ہے۔ اور ہجرت سے تقریباً ۵ سال قبل کا واقعہ ہے۔ اور علمائے امت کے ایک بڑے گروہ نے اسے حضور ﷺ کے معجزات میں سے شمار کیا ہے۔ اور اس سائنسی دور میں بھی اس کے امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ چونکہ لحظہ بھر میں ہوا ہے' اس لیے دنیا والوں کو اس کا احساس ضروری نہیں ہے' تاہم مالابار کی تاریخوں میں اس کا وقوع مذکور ہے کہ اس رات وہاں کے راجہ نے یہ منظر خود دیکھا تھا۔

ع جب انہیں مثالیں دے کر سمجھایا جا چکا ہے کہ انکار آخرت کے نتائج کیا ہوئے ہیں' پھر اگر یہ اپنی ہٹ دھرمی سے اب بھی باز نہیں آتے تو آپ انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیجئے۔

ع آیت ۱۵ میں "ترکنھا" کی "ھا" ضمیر کا مرجع کشتی بھی ہو سکتی ہے اور یہ واقعہ بھی ہو سکتا ہے۔ بعض نے کشتی کو عبرت بنا دینے کو ترجیح دی ہے۔ یعنی وہ کشتی ایک بلند و بالا پہاڑ پر سیکڑوں سال سے موجود ہے' جو اس بات کی یاد ہے کہ اس سرزمین پر خدا کی ایک نافرمان قوم ہو گزری ہے' جو تباہ ہوئی اور ایمان لانے والوں کو اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔ روایات میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے فتح عراق

(۱)

مِنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِیَ الذِّکْرُ عَلَیْهِ مِنْۢ بَیْنِنَا بَلْ هُوَ کَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾
سَیَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْکَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾
وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَیْنَهُمْ ۚ کُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰی فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾
فَکَیْفَ کَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَکَانُوْا کَهَشِیْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾
وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ ﴿۳۲﴾ کَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۭ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ
حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّیْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ کَذٰلِکَ نَجْزِیْ مَنْ شَکَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ
اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَیْفِهٖ فَطَمَسْنَاۤ اَعْیُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ
وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُکْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِیْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ

---

(۲۵) کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی اتاری گئی ہے؟ نہیں بلکہ یہ بڑا جھوٹا اور خود پسند ہے (۲۶) انہیں ابھی کل ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا اور شیخی خورہ ہے- (۲۷) ہم ان کی آزمائش کے لیے ایک اونٹنی بھیجنے والے ہیں' سو ان (کے انجام) کا انتظار کر اور صبر سے کام لے- (۲۸) اور ان لوگوں کو آگاہ کر دے کہ پانی ان کے مابین تقسیم ہوگا اور ہر ایک اپنی باری کے دن حاضر ہوگا- (۲۹) آخر کار انہوں نے اپنے رفیق کو پکارا' اس نے اونٹنی پر دست درازی کی اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں (۳۰) پھر دیکھو میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی ہوئیں! (۳۱) ہم نے ان پر ایک ہی ہولناک آواز مسلط کر دی' پس وہ باڑے والے کی روندی ہوئی باڑھ کی طرح (چورا چورا) ہو گئے- (۳۲) ہم نے اس قرآن کو نصیحت کے لیے آسان کر دیا ہے اب ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ (۳۳) لوط کی قوم نے بھی تنبیہ کرنے والوں کی تکذیب کی- (۳۴) ہم نے ان پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیج دی ماسوا لوط کے گھر والوں کے کہ ان کو ہم نے اخیر شب میں اپنے فضل سے بچا کر نکال لیا' ہم ہر شکر گزار کو ایسی ہی جزا دیتے ہیں- (۳۶) اور بلاشبہ لوط نے ہماری پکڑ سے ان کو خبردار کیا مگر انہوں نے ان ساری تنبیہات میں (شک وشبہ پیدا کر کے) جھگڑے نکال کھڑے کیے- (۳۷) اور وہ بری نیت سے لوط کے مہمانوں کو اس سے طلب کرنے لگے' آخر کار ہم نے ان کی آنکھیں بے نور کر دیں' لو اب میرے عذاب اور میری تنبیہات (کو جھٹلانے) کا مزہ چکھو- (۳۸) اور صبح سویرے ہی ان پر ایک دائمی عذاب آ پہنچا- (۳۹) اور کہا گیا کہ) لو اب میرے عذاب اور میری تنبیہات کا مزہ چکھو (۴۰) اور ہم نے قرآن نصیحت حاصل کرنے کے لیے

---

اور الجزیرۃ کے زمانہ میں یہ کشتی جودی پہاڑ پر موجود تھی- موجودہ زمانے میں بھی ہوائی جہازوں پر سفر کرتے ہوئے بعض لوگوں نے اس پہاڑ پر کشتی جیسی چیز دیکھی ہے جس پر شبہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ سفینہ نوح ہے-

لِلذِّكۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدۡ جَآءَ اٰلَ فِرۡعَوۡنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوۡا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذۡنٰهُمۡ اَخۡذَ
عَزِيۡزٍ مُّقۡتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ اَكُفَّارُكُمۡ خَيۡرٌ مِّنۡ اُولٰٓئِكُمۡ اَمۡ لَكُمۡ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ نَحۡنُ
جَمِيۡعٌ مُّنۡتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَيُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوۡعِدُهُمۡ وَالسَّاعَةُ اَدۡهٰى
وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ اِنَّ الۡمُجۡرِمِيۡنَ فِىۡ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوۡمَ يُسۡحَبُوۡنَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ ؕ ذُوۡقُوۡا
مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ اِنَّا كُلَّ شَىۡءٍ خَلَقۡنٰهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَاۤ اَمۡرُنَاۤ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمۡحٍ ۢ بِالۡبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدۡ
اَهۡلَكۡنَاۤ اَشۡيَاعَكُمۡ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَىۡءٍ فَعَلُوۡهُ فِى الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيۡرٍ وَّكَبِيۡرٍ
مُّسۡتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِىۡ مَقۡعَدِ صِدۡقٍ عِنۡدَ مَلِيۡكٍ مُّقۡتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

آسان کر دیا ہے تو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ (۴۱) اور آل فرعون کے پاس بھی تنبیہات آئیں (۴۲) پر انہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلا دیا' آخر کار ہم نے ان پر ایسی گرفت کی جیسی کہ ایک زبردست صاحب اقتدار کی گرفت ہوتی ہے۔ (۴۳) کیا تمہارے کفار ان (گزشتہ) لوگوں سے بہتر ہیں یا کتب سماویہ میں تمہارے لیے معافی کا پروانہ درج ہے؟ (۴۴) یا یہ یوں کہتے ہیں کہ ہم ایک انتقام لینے والی جماعت ہیں؟ (۴۵) کفار کی جمعیت عنقریب منہزم ہو جائے گی اور وہ پیٹھ دکھا کر بھاگیں گے (۴۶) بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے اور وہ گھڑی مصیبت کی تلخ ترین گھڑی ہے۔ (۴۷) (یہ گنہگار ہیں) اور مجرم گمراہی اور آگ میں ہیں (۴۸) وہ دن آنے والا ہے جبکہ منہ کے بل یہ آگ میں کھینچے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ عذاب دوزخ کا مزہ چکھو۔ (۴۹) ہم نے ہر چیز کو ٹھیک اندازے سے پیدا کیا ہے[1] (۵۰) اور ہمارے حکم کو ذرا ایک آنکھ جھپکنے کی طرح پہنچا ہوا سمجھو (۵۱) دیکھتے نہیں کہ ہم نے تمہارے حامیوں کو ہلاک کر ڈالا' کیا اب بھی تم میں کوئی غور و فکر سے کام لینے والا نہیں؟ (۵۲) اور جو کچھ انہوں نے کیا وہ سب (اعمال کے) دفتروں میں موجود ہے (۵۳) اور ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔ (۵۴) جو پرہیز گار ہیں' وہ یقیناً باغوں اور نہروں میں ہوں گے (۵۵) ایسے بادشاہ کے قریب' سچے مقام میں ہوں گے' جو بڑا صاحب قدرت ہے!

(۱) "الہلال" ۲۳ر جولائی ۱۹۱۳ء ص ۲ - ترجمان القرآن' جلد اول ص ۳۸ پر "انا کل شیء خلقناہ بقدر" کا ترجمہ یوں ہے کہ "ہم نے جتنی چیزیں پیدا کی ہیں ایک خاص انداز ے سے پیدا کی ہیں!"

آیاتُہا: 78 | سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّۃٌ | رُکُوعاتُہا: 3

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلرَّحْمٰنُ ۝١ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝٢ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝٣ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝٤ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ
بِحُسْبَانٍ ۝٥ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝٦ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝٧ اَلَّا تَطْغَوْا
فِي الْمِيْزَانِ ۝٨ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝٩ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا
لِلْاَنَامِ ۝١٠ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝١١ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝١٢
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝١٣ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝١٤ وَخَلَقَ الْجَآنَّ
مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝١٥ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝١٦ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝١٧
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝١٨ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝١٩ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝٢٠

(۱) وہ رحمان ہی ہے[۱-۲] (۲) جس نے قرآن مجید کی تعلیم دی (۳) اسی نے انسانوں کو پیدا کیا (۴) اسی نے انسان کو بولنا سکھایا۔[۳] (۵) سورج اور چاند ایک خاص نظام کے ماتحت گردش کر رہے ہیں (۶) اور درختوں اور ستاروں نے بھی اپنے بلند سروں کو اس نظام کے آگے جھکا دیا ہے۔ (۷) یہ فطری نظام قدیم سے ہے' خدا نے جب آسمان کو پیدا کیا اور اسے بلند کیا تو اسی وقت ایک میزان عدل بھی قائم کر دیا۔ (۸-۹) جس طرح آفتاب و مہتاب' درخت اور آسمان اپنے محدود نظام عدل سے تجاوز نہیں کرتے' اسی طرح تم بھی اس نظام عدالت کو پوری عدالت کے ساتھ قائم رکھو اور اس میں کسی قسم کی کمی بیشی نہ کرو۔[1] (۱۰) اور اسی نے مخلوقات کے لیے زمین کو (رہنے کے قابل) بنایا۔ (۱۱) جس میں بکثرت میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے پھل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں۔ (۱۲) اور اس زمین میں بھوسہ والا اناج اور خوشبودار پھول ہیں۔ (۱۳) سو اے جن وانس' تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے؟ (۱۴) انسان کو اس نے ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتے ہوئے خشک اور سڑے ہوئے گارے سے بنایا (۱۵) اور جان (جن) کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا (۱۶) سو (اے جن وانس) تم اپنے رب کے کن کن عجائب قدرت کی تکذیب کرو گے؟ (۱۷) وہی دونوں مشرقوں اور مغربوں کا مالک ہے۔ (۱۸) پھر اے جن وانس' تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کا انکار کرو گے؟ (۱۹) اس نے کھاری اور میٹھے پانی کے دو سمندر جاری کیے کہ دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں (۲۰) پھر بھی ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے' کیونکہ دونوں کے درمیان اس نے ایک حد فاصل قائم کر دی ہے۔[2]

لے سورۃ کے مضمون اور روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ مکی ہے۔ گو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کا مدنی ہونا منقول ہے۔ اس سورہ

(۱) "البلاغ" ۱۴-۲۱ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۹۔ (۲) "الہلال" ۴ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۶ - نیز "البلاغ" ۱۱ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۵۔

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾ ع النصف
كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾
يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
فَانْفُذُوْا ۭ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا
شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ڏ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾ فَاِذَا
انْشَقَّتِ السَّمَاۗءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَىِٕذٍ

(۲۱) پس اے جن وانس، تم اپنے رب کے کون کون سے عجائب قدرت کو جھٹلاؤ گے؟ (۲۲) ان سمندروں سے مونگے اور موتی برآمد ہوتے ہیں (۲۳) سو اے جن وانس، تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۲۴) اور یہ جہاز اسی کے ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح بلند (نظر آتے) ہیں (۲۵) سو اے جن وانس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے؟ (۲۶) جو کچھ روئے زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے (۲۷) اور صرف آپ کے رب کی ذات باقی رہ جائے گی جو صاحب عظمت اور احسان ہے (۲۸) سو اے جن وانس، تم اپنے رب کے کون کون سے کمالات کو جھٹلاؤ گے؟ (۲۹) سب آسمانوں اور زمین والے اسی سے مانگتے ہیں، وہ ہر آن ایک نہ ایک شان میں ہے (۳۰) پس اے جن وانس، تم اپنے رب کی کن کن صفات کمال کو جھٹلاؤ گے؟ (۳۱) اے مجمع جن وانس! اگر تمہاری طاقت میں ہے کہ زمین اور آسمانوں کے مدبرات وملکوت کے اندر سے اپنی راہ پیدا کر کے آگے نکل جاؤ تو ترقی کی اس انتہا کے لیے بھی کوشش کر دیکھو مگر بغیر سلطان الٰہی کے کچھ (بھی) نہ کر سکو گے، اور یاد رکھو کہ وہ قوت تمہارے بس میں نہیں۔ (۳۴) پھر تم اللہ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۳۵) تم پر آگ کا دھواں اور اس کی لپٹ چھا جائے گی اور تمہارے پاس کوئی قوت ایسی نہیں کہ اس کے ذریعے سے ہلاکت کو دفع کر سکو[1] (۳۶) سو اے جن وانس، اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کی تکذیب کرو گے؟ (۳۷) پھر اس وقت کیا بنے گا، جب آسمان پھٹ جائے گا اور تیل کی تلچھٹ کی طرح سرخ ہو جائے گا۔ (۳۸) سو اے جن وانس، تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کا انکار کرو گے؟

میں اول سے آخر تک اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کے مظاہر کا بیان ہے۔ اس اعتبار سے بھی نام کے ساتھ مناسبت پائی جاتی ہے۔

(۱) [illegible]

لَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ
الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾
هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ
اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾
ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰي فُرُشٍۢ
بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ
الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ

(۳۹) اس روز کسی جن اور کسی انسان سے اس کے گناہ کے متعلق سوال کی ضرورت نہ ہوگی (۴۰) سوتم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟ (۴۱) گنہگاروں کو ان کے چہروں سے پہچان لیا جائے گا پھر ان کو پیشانی کے بال اور پاؤں سے پکڑ پکڑ کر گھسیٹا جائے گا (۴۲) پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے؟ (۴۳) (اس وقت کہا جائے گا) یہ وہی جہنم ہے جسے مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے (۴۴) وہ مجرم لوگ آگ اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے۔ (۴۵) پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے؟ (۴۶) اور ہر اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے روبرو کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے دو باغ ہیں! (۴۷) سوتم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے؟ (۴۸) وہ دو باغ ہری بھری ڈالیوں والے ہوں گے! (۴۹) سوتم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۰) ان باغوں میں دو رواں چشمے ہوں گے۔ (۵۱) سوتم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۲) ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو قسمیں ہوں گی! (۵۳) سوتم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۴) اور وہ ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور باغوں کے پھل بہت ہی قریب ہوں گے! (۵۵) پھر تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۶) ان میں شرمیلی نگاہوں والی عورتیں ہوں گی جنہیں ان جنتیوں سے پہلے کسی انسان یا جن نے چھوا نہ ہوگا! (۵۷) پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے؟ (۵۸) وہ عورتیں ایسی خوبصورت ہوں گی جیسے

ع اس سورہ میں انسان کے ساتھ جنوں کو بھی مخاطب کیا گیا ہے' اور دونوں کو اللہ تعالیٰ کی بے حد و حساب نعمتیں یاد دلا کر فرمانبرداری کے بہتر نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے' اور نافرمانی کے بد انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید کا منزل من اللہ ہونا' کائنات کے نظام کا عدل پر قیام اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائب و کمالات' ماسوا اللہ کے سب کا فانی ہونا' آخرت میں محاسبہ' نافرمانوں کا انجام وغیرہ یہ سب باتیں ایک خاص اسلوب کے ساتھ بیان کی گئی ہیں۔

وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ
اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾
فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا
فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ
اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ
حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع ۳

یاقوت اور مونگے!

(۵۹) سو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے؟ (۶۰) اخلاص عبادت کا بدلہ انعام واکرام کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟ (۶۱) سوائے جن وانس، تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے؟

(۶۲) ان دو باغوں کے علاوہ دو باغ اور ہوں گے! (۶۳) سوائے جن وانس، تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کا انکار کرو گے؟ (۶۴) وہ دونوں نہایت سرسبز ہوں گے! (۶۵) سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے؟ (۶۶) ان دونوں میں پانی کے دو ابلتے ہوئے چشمے ہوں گے! (۶۷) سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے؟ (۶۸) ان دونوں باغوں میں میوے، کھجوریں اور انار ہوں گے!

(۶۹) سو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے؟ (۷۰) ان میں نیک سیرت، خوبصورت عورتیں ہوں گی! (۷۱) سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے؟ (۷۲) خیموں میں محفوظ حوریں ہوں گی!

(۷۳) سو تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کی تکذیب کرو گے؟ (۷۴) اہل جنت سے پہلے ان کو کسی انسان یا جن نے چھوا نہیں ہوگا!

(۷۵) سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے؟ (۷۶) وہ جنتی سبز اور نادر و نفیس قالینوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے! (۷۷) سو تم دونوں اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کا انکار کرو گے؟

(۷۸) (اے نبیؐ!) آپ کے رب کا نام بڑی برکت والا ہے، جو صاحب عظمت اور صاحب اکرام ہے!

ع اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا ہی نہیں کیا بلکہ اسے اظہار مافی الضمیر پر بھی قدرت بخشی ہے اور اسے دوسری مخلوق پر برتری اور اخلاقی حسن عطا کی ہے۔ آیت ۴ میں اسی کا ذکر ہے۔

اٰیاتُھَا: 96 | سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ | رُكُوْعَاتُهَا: 3

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝١ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝٢ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝٣ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ
رَجًّا ۝٤ وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝٥ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۝٦ وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝٧
فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝٨ وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَا أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝٩
وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝١٠ أُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝١١ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝١٢ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ۝١٣
وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝١٤ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝١٥ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ۝١٦ يَطُوْفُ
عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝١٧ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝١٨ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا
وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝١٩ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝٢٠ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا

(۱) جب واقع ہو جانے والی واقع ہو جائے گی (۲) تو کوئی اس کے وقوع کو جھٹلانے والا نہ ہو گا۔[1] (۳) وہ کسی کو پست اور کسی کو بلند کرنے والی ہو گی (۴) اس وقت زمین یکبارگی ہلا ڈالی جائے گی (۵) اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔ (۶) حتی کہ وہ پراگندہ غبار بن کر رہ جائیں گے (۷) اور تم لوگ (اس وقت) تین قسم کے گروہ بن جاؤ گے (۸) پس ایک گروہ تو داہنے ہاتھ والوں کا ہے۔ داہنے ہاتھ والوں کا کیا کہنا! اور ایک (گروہ) بائیں جانب والوں کا ہے اور بائیں جانب والوں کا کیا ہی برا گروہ ہے! (۱۰) پھر ان دونوں کے علاوہ تیسرے گروہ کے لوگ جو سب سے آگے ہیں، اور وہ آگے ہی رہنے کے مستحق بھی ہیں (۱۱) کیونکہ وہ بارگاہ الٰہی کے مقرب ہیں۔ (۱۲) اور ان کی جگہ جنت کی خوشیاں ہیں اور وہاں کی نعمتیں (۱۳-۱۴) ان میں سے بہت سے اگلوں میں ہوں گے اور کچھ پچھلوں میں ہے۔[2] (1)

(۱۵) یہ لوگ مرصع تختوں پر (۱۶) آمنے سامنے تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے (۱۷) (ان کی خدمت گزاری کے لیے) ان کے گرد لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے (۱۸) صاف شراب کے جام آفتاب اور ساغر لیے پھر رہے ہوں گے (۱۹) جس سے نہ تو ان کا سر چکرائے گا اور نہ ہی ان کی عقل میں فتور آئے گا۔ (۲۰) اور وہ ان کے لیے طرح طرح کے میوے لیے پھریں گے جن سے اہل جنت حسب پسند چن لیں گے[3] (۲۱-۲۲) اور پرندوں کے گوشت...... جس قسم (کے گوشت) کی وہ خواہش کریں گے اور بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی۔

[1] یہ سورہ مکی ہے۔ علامہ سیوطی نے "الاتقان" میں حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ پہلے سورۂ طٰہٰ نازل ہوئی پھر الواقعہ اور اس کے بعد الشعراء۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہ سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اور ان کا ایمان لانا ہجرت حبشہ کے بعد ۵ نبوی میں بیان کیا جاتا ہے۔

(1) "الہلال" ۲۲ جولائی ۱۹۱۴ء ص ۵۔

يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾ وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ
فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿٢٦﴾ وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ ﴿٢٧﴾ فِي سِدْرٍ
مَخْضُودٍ ﴿٢٨﴾ وَطَلْحٍ مَنْضُودٍ ﴿٢٩﴾ وَظِلٍّ مَمْدُودٍ ﴿٣٠﴾ وَمَاءٍ مَسْكُوبٍ ﴿٣١﴾ وَفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَا مَقْطُوعَةٍ
وَلَا مَمْنُوعَةٍ ﴿٣٣﴾ وَفُرُشٍ مَرْفُوعَةٍ ﴿٣٤﴾ إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً ﴿٣٥﴾ فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا ﴿٣٦﴾ عُرُبًا أَتْرَابًا ﴿٣٧﴾
لِأَصْحَابِ الْيَمِينِ ﴿٣٨﴾ ثُلَّةٌ مِنَ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٩﴾ وَثُلَّةٌ مِنَ الْآخِرِينَ ﴿٤٠﴾ وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا
أَصْحَابُ الشِّمَالِ ﴿٤١﴾ فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ ﴿٤٢﴾ وَظِلٍّ مِنْ يَحْمُومٍ ﴿٤٣﴾ لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ ﴿٤٤﴾
إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ﴿٤٥﴾ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيمِ ﴿٤٦﴾ وَكَانُوا

(۲۳) جو چھپا کر رکھے ہوئے موتیوں کی طرح (خوبصورت ہوں گی) (۲۴) یہ سب ان کے اعمال کا صلہ ہوگا جو وہ دنیا میں کرتے رہے تھے (۲۵) وہ جنت میں کوئی بیہودہ کلام یا گناہ کی بات نہ سنیں گے (۲۶) صرف سلام ہی سلام کی آواز ہوگی (۲۷) اور اصحاب الیمین' اصحاب الیمین کا کیا ہی کہنا! (۲۸) ان کے لیے باغ و بہار کی دائمی خوشیاں اور نظارے ہیں' رہتے ہیں بیری کے درختوں میں، جن کا کانٹا نہیں (۲۹) اور کیلے تہ بہ تہ (۳۰) اور سایہ لمبا (۳۱) اور پانی بہتا ہوا (۳۲) اور میوے بکثرت (۳۳) جو نہ کبھی روکے جاسکیں گے اور نہ کبھی ان کا سلسلہ ٹوٹے گا۔(۱) (۳۴) ان میں اونچے اونچے فراش ہوں گے۔ (۳۵) وہاں کی عورتوں کو ہم نے خاص طور پر پیدا کیا ہے (۳۶) اور انہیں پاکیزہ بنادیا ہے (۳۷) اپنے شوہروں سے محبت کرنے والی اور ہم سن! یہ سب چیزیں دائیں بازو والوں کے لیے ہوں گی (۳۹) ایک بڑا گروہ اگلوں میں سے ہوگا (۴۰) اور ایک بڑا گروہ ہی پچھلوں میں سے ہوگا۔ (۴۱-۴۲-۴۳) اور اصحاب شمال وہ ہیں کہ ان کے لیے تپش و سوزش اور کھولتے ہوئے پانی کی سی گرمی ہے۔(۲) وہ لو کی لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی اور سایہ میں ہوں گے (۴۴) جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ آرام دہ (۴۵) یہ وہ لوگ ہیں کہ پہلے بڑے آسودہ حال تھے مگر پاداش عمل میں ان کا یہ حال ہو گیا ہے۔(۳) (۴۶) اور وہ گناہ عظیم (شرک) پر اصرار کیا کرتے تھے (۴۷) اور کہا کرتے

اس سورہ میں بھی آخرت' توحید اور وحی کی حقانیت کے اثبات پر زور دیا گیا ہے۔ شروع میں بتایا ہے کہ قیامت کے روز انسان تین طبقات میں تقسیم ہو جائیں گے اور یہ سلسلہ آیت ۵۷ تک چلا گیا ہے۔ مولانا آزاد رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"اصحاب الجنة" اور "اصحاب النار" کی ایک اور تقسیم بھی ہے جو ان دونوں جماعتوں کے متعلق قرآن مجید میں نظر آتی ہے۔ بعض خاص حالات اور خصائص کی بنا پر انہیں "اصحاب المیمنہ" اور "اصحاب المشئمہ" کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ یعنی داہنی جانب کی جماعت اور بائیں جانب کا گروہ۔ (تیسری جماعت) "السابقون الاولون" (کی ہے) اس سے وہی لوگ مراد ہیں جن

(۱) "الہلال" ۲۳ر جولائی ۱۹۱۴ء (۲) "الہلال" ۲۲ر جولائی ۱۹۱۴ء ص ۶۔ (۳) ایضاً۔

يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا ءَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ﴿٤٧﴾ أَوَ آبَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ﴿٤٨﴾
قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ ﴿٤٩﴾ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿٥٠﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ
أَيُّهَا الضَّالُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾ لَآكِلُونَ مِنْ شَجَرٍ مِنْ زَقُّومٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿٥٣﴾
فَشَارِبُونَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيمِ ﴿٥٤﴾ فَشَارِبُونَ شُرْبَ الْهِيمِ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ ﴿٥٦﴾
نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ﴿٥٧﴾ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تُمْنُونَ ﴿٥٨﴾ ءَأَنْتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ
الْخَالِقُونَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿٦٠﴾ عَلَىٰ أَنْ نُبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ
وَنُنْشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٦٢﴾ أَفَرَأَيْتُمْ
مَا تَحْرُثُونَ ﴿٦٣﴾ ءَأَنْتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ الزَّارِعُونَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ
تَفَكَّهُونَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿٦٧﴾ أَفَرَأَيْتُمُ الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿٦٨﴾

تھے "جب ہم مر کر خاک اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو کیا (دوبارہ زندہ کر کے) ہم اٹھائے جائیں گے (۴۸) اور کیا ہمارے باپ دادا بھی (زندہ کیے جائیں گے؟) (۴۹-۵۰) آپ کہہ دیجیے" "سب اگلے اور پچھلے ایک مقررہ دن میں وقت پر ضرور جمع کیے جائیں گے" (۵۱-۵۲-۵۳) پھر اے گمراہو! تکذیب کرنے والو! تمہیں زقوم کے درخت سے کھانا ہوگا اور اسی سے پیٹ بھرنا ہوگا- (۵۴-۵۵) پھر اس کے اوپر سے کھولتا ہوا پانی 'تونس لگے ہوئے (پیاسے) اونٹوں کی طرح پیو گے- (۵۶) یہ ان کی مہمانی کا سامان قیامت کے دن ہوگا- (۵۷) ہم ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے' پھر تم یقین کیوں نہیں کرتے؟ (۵۸) بھلا یہ بھی کبھی سوچا کہ جو نطفہ تم رحم میں ٹپکاتے ہو (۵۹) کیا تم اس کو پیدا کرتے ہو یا اس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟ (۶۰-۶۱) ہم نے تمہارے درمیان موت کو مقرر کیا ہے اور ہم اس بات سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری مانند کوئی اور مخلوق یہاں لا بسائیں اور تمہیں کسی ایسے جہان میں پیدا کریں جسے تم نہیں جانتے (۶۲) اور بلاشبہ تم نے اپنی پہلی پیدائش کو جان لیا ہے' پھر تم کیوں نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ (۶۳) اچھا تم نے اس بات پر غور کیا تھا کہ جو کچھ کاشت کاری کرتے ہو' (۶۴) اسے تم اگاتے ہو یا ہم اگاتے ہیں؟ (۶۵) اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں اور تم صرف یہ کہنے کے لیے رہ جاؤ کہ افسوس ہمیں تو اس نقصان کا تاوان دینا پڑے گا بلکہ ہم تو اپنی محنت کے تمام فائدوں سے محروم ہو گئے- (۶۸) اچھا' تم نے یہ بات بھی دیکھی کہ جو پانی تمہارے پینے میں آتا ہے اسے کون برساتا ہے؟

---

کی نسبت سورہ انبیاء میں فرمایا: "ان الذین سبقت لھم منا الحسنی اولئک عنھا مبعدون" (سورۂ انبیاء، آیت ۱۰۱)

مذکورہ بالا دو جماعتوں کے اعمال و خصائص کی تشریح سورہ بلد میں ہے- نیز انہیں آگے چل کر "اصحاب الیمن" اور "اصحاب الشمال" کہا گیا ہے-

ءَاَنۡتُمۡ اَنۡزَلۡتُمُوۡهُ مِنَ الۡمُزۡنِ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡزِلُوۡنَ ﴿۶۹﴾ لَوۡ نَشَآءُ جَعَلۡنٰهُ اُجَاجًا فَلَوۡلَا تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۷۰﴾
اَفَرَءَيۡتُمُ النَّارَ الَّتِىۡ تُوۡرُوۡنَ ﴿۷۱﴾ ءَاَنۡتُمۡ اَنۡشَاۡتُمۡ شَجَرَتَهَاۤ اَمۡ نَحۡنُ الۡمُنۡشِـُٔوۡنَ ﴿۷۲﴾ نَحۡنُ جَعَلۡنٰهَا
تَذۡكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلۡمُقۡوِيۡنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ﴿۷۴﴾ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ﴿۷۵﴾

(۶۹) تم برساتے ہو یا ہم برساتے ہیں؟[۱]

(۷۰) اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں، پھر کیا اس نعمت کے لیے ضروری نہیں کہ تم شکر گزار رہو؟

(۷۱) اچھا، تم نے یہ بات بھی دیکھی کہ یہ آگ جو تم سلگاتے ہو (۷۲) تو اس کے لیے لکڑی تم نے پیدا کی یا ہم پیدا کر رہے ہیں؟

(۷۳) ہم نے اسے یادگار اور مسافروں کے لیے فائدہ بخش بنایا۔[۲]

(۷۴) پس اے نبیؐ! آپ اپنے رب عظیم کے نام کی تسبیح کیجیے! (۷۵) پس میں ستاروں کے جائے وقوع کی قسم کھا کر کہتا ہوں!۵

---

اس کے بعد توحید و آخرت کے دلائل بیان کیے گئے ہیں اور قرآن مجید کے متعلق کفار کے شکوک و شبہات کی تردید کی گئی ہے اور پھر موت کا منظر پیش کیا ہے جس سے کسی نفس کو تحفظ نہیں مل سکتا۔

(۲) آیت ۱۳-۱۴ میں ''اولین'' سے پہلی امتوں کے لوگ مراد ہیں اور ''آخرین'' سے امت محمدیہ (علی صاحبھا الصلوۃ التسلیم) کے۔ یا دونوں سے امت محمدی کے اولین اور آخرین مراد ہیں۔

۳ جنت کی نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت جس کا قرآن مجید میں بہ تکرار ذکر آیا ہے، یہ ہے کہ وہاں کی سوسائٹی نہایت پاکیزہ اخلاق ہو گی۔ ان میں بدتمیزی اور بدزبانی کا نام و نشان تک نہ ہوگا۔ ان کی گفتگو ہر قسم کے عیوب سے پاک ہو گی۔ ملاحظہ ہو آیت ۲۵-۲۶۔

۴ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنے فضل و کرم اور انعامات کا ذکر فرمایا ہے جس سے ایک طرف تو اپنی خالقیت کو ثابت کیا ہے اور دوسری طرف اشارہ کیا ہے کہ ربوبیت کا یہ نظام کسی پروردگار کے بغیر نہیں قائم ہو سکتا۔

قرآن مجید نے جس طرح جا بجا خلقت سے استدلال کیا ہے یعنی دنیا میں ہر چیز مخلوق ہے، اس لیے ضروری ہے کہ خالق بھی ہو، اسی طرح وہ ربوبیت سے بھی استدلال کرتا ہے۔ یعنی دنیا میں ہر چیز مربوب ہے اس لیے ضروری ہے کہ کوئی رب بھی ہو۔ اور دنیا میں ربوبیت کامل اور بے داغ ہے اس لیے ضروری ہے کہ رب کامل اور بے عیب ہو۔ زیادہ واضح لفظوں میں اسے یوں ادا کیا جا سکتا ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر چیز کو پرورش کی احتیاج ہے اور اسے پرورش مل رہی ہے، پس ضروری ہے کہ کوئی پرورش کرنے والا بھی موجود ہو۔ پرورش کرنے والا یقیناً وہ نہیں ہو سکتا جو خود پروردہ اور محتاج پروردگاری ہو۔

---

(۱) ترجمان القرآن جلد اول ص ۵۵۔ (۲) ایضاً۔

وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝٧٦ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝٧٧ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝٧٨ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝٧٩
تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٨٠ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝٨١ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝٨٢
فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝٨٣ وَاَنْتُمْ حِيْنَىِٕذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝٨٤ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝٨٥
فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝٨٦ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٨٧ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝٨٨
فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝٨٩ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝٩٠ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ
اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝٩١ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّاۗلِّيْنَ ۝٩٢ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝٩٣ وَّتَصْلِيَةُ
جَحِيْمٍ ۝٩٤ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝٩٥ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝٩٦ ع

---

(۷۶) اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے (۷۷) کہ یہ ایک گرامی قدر قرآن ہے (۷۸) جو ایک محفوظ کتاب میں (درج ہے) (۷۹) جسے پاکیزہ ہستیوں کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا (۸۰) یہ قرآن رب العالمین کی جانب سے نازل کیا گیا ہے (۸۱) پھر کیا تم اس کتاب کے ساتھ مداہنت سے کام لیتے ہو؟ (۸۲) اور تم نے اپنا وظیفہ یہ بنا رکھا ہے کہ اس کی تکذیب کرتے رہو (۸۳) سو جب جان حلقوم تک پہنچ جاتی ہے (۸۴) اور تم اس وقت دیکھ رہے ہوتے ہو۔ (۸۵) اور ہم اس مرنے والے کے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں مگر تمہیں نظر نہیں آتے۔ (۸۶-۸۷) پس اگر تم کسی کے زیر فرمان نہیں ہو اور تم اس دعویٰ میں سچے ہو تو پھر اس روح کو واپس کیوں نہیں لے آتے؟ (۸۸) پھر اگر وہ مرنے والا مقربین سے ہو تو اس کے لیے راحت اور عمدہ رزق اور نعمتوں کا باغ ہے (۹۰) اور اگر وہ داہنے ہاتھ والوں میں سے ہے (۹۱) تو تیرے لیے سلامتی ہے کہ تو اصحاب یمین سے ہے (۹۲) اور اگر وہ شخص جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہے (۹۳-۹۴) تو کھولتے ہوئے گرم پانی سے اس کی مہمانی ہو گی اور جہنم میں داخل کیا جانا ہو گا (۹۵) یہ سب کچھ سراسر حق ہے (۹۶) پس اے نبیؐ! آپ اپنے عظیم رب کے نام کی تسبیح بیان کیجیے ـــــــ!

---

۵ تاروں اور ستاروں کے مواقع (مقامات و منازل) کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح عالم بالا میں اجرام فلکی کا نظام نہایت محکم اور مضبوط ہے، ویسا ہی مضبوط اور محکم یہ کلام بھی ہے۔ جس خدا نے وہ نظام بنایا ہے اسی خدا نے یہ کلام بھی نازل کیا ہے...... کائنات کی بیشمار کہکشانوں اور ان کے اندر بے حد و حساب تاروں اور سیاروں میں جس طرح کمال درجہ ربط و نظم قائم ہے اسی طرح یہ کتاب بھی ایک کمال درجہ منظم اور مضبوط ضابطہ حیات پیش کرتی ہے۔ جس میں انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر مفصل ہدایات دی گئی ہیں۔ حالانکہ یہ نظام فکر ۲۳ سالہ دور نبوت پر پھیلا ہوا ہے۔

۶ کتاب مکنون سے مراد لوح محفوظ ہے۔ کیونکہ اس تک کسی کی رسائی نہیں ہے اور ہر مخلوق کی دسترس سے باہر ہے۔

ایاتھا: 29 | سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ | رکوعاتھا: 4

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۱ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَ
يُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۲ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۳
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ
وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۴ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۵ يُوْلِجُ الَّيْلَ
فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۶ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا
مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۷ وَمَا لَكُمْ لَا
تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۸

---

(۱) جو چیز بھی آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہ بڑا زبردست اور بڑی حکمت والا ہے۔[۱] (۲) آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے، وہی زندگی عطا فرماتا ہے اور موت دیتا ہے اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے (۳) وہی اول ہے اور وہی آخر بھی، اور وہ ظاہر ہے اور مخفی بھی - اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔ (۴) وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر عرش پر بلند ہوا، جو چیز بھی زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس میں سے نکلتی ہے، اور جو کچھ آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے وہ سب کو جانتا ہے۔ اور وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں بھی ہو اور جو کام بھی تم کرتے ہو اسے وہ دیکھ رہا ہے۔ (۵) آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے اور تمام معاملات (فیصلے کے لیے) اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں (۶) وہی رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کی تمام باتوں سے بخوبی واقف ہے۔ (۷) تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس مال میں سے خرچ کرو جس پر اس نے تم کو خلیفہ بنایا ہے۔ پس جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور مال خرچ کریں ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ (۸) اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تمہیں دعوت دے رہا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور وہ تم سے عہد بھی لے چکا ہے، اگر تم واقعی ماننے والے ہو۔

---

[۱] یہ سورہ مدنی ہے۔ غالباً جنگ احد اور حدیبیہ کے درمیانی دور میں نازل ہوئی ہے۔ اس اعتبار سے اس کا زمانہ نزول ۴-۵ھ قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ دور چونکہ جہاد کا دور تھا، اور جاہلیت اور اسلام کے مابین فیصلہ کن ٹکر ہو رہی تھی اس لیے خصوصیت کے ساتھ اس سورہ میں مالی

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ
لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (٩) وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ
لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ
ع الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (١٠)
مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ (١١) يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (١٢) يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ

(۹) وہ اللہ ہی تو ہے جو اپنے بندے پر واضح آیات نازل کر رہا ہے تاکہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے، اور بیشک اللہ تعالیٰ تم پر بڑا شفیق اور نہایت مہربان ہے۔ (۱۰) اور کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی سب میراث اللہ ہی کے لیے ہے! ۲ تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا ان کا درجہ بعد میں خرچ کرنے اور جہاد کرنے والوں سے بہت بڑا ہے۔ اور دونوں سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے پوری طرح واقف ہے۔ (۱۱) کون ہے جو اللہ کو قرض دے اچھا قرض، پھر اللہ تعالیٰ اسے کئی گنا بڑھا کر واپس دے اور اس کے لیے بہتر اجر (بھی) ہے۔

(۱۲) اس دن تم مسلمان مردوں اور عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ان کے ساتھ ساتھ اور ان کے آگے آگے چل رہا ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ آج کے دن تمہارے لیے فتح و مراد کی بشارت ہے۔ [1] ایسے باغ جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی (اور اس لیے ان کی شادابی متغیر ہونے والی نہیں) وہ (سرور اور راحت کی) اس حالت میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بڑی ہی کامیابی ہے جو انہیں حاصل ہوگی۔ [2]

قربانیوں پر زور دیا گیا ہے۔

۲ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مراد محض غرباء پر خرچ کرنا نہیں ہے بلکہ اس جدوجہد کے مصارف میں حصہ لینا بھی ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں برپا تھی۔

(۱) "الہلال" ۱۵ جولائی ۱۹۱۴ء ص ۱۴۔

(۲) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۳۶۲۔

اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ
بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿١٣﴾ يُنَادُوْنَهُمْ
اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ
الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿١٤﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا
مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٥﴾ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ
اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿١٦﴾
اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٧﴾
اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ

(۱۳) پس اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے ذرا انتظار کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں، مگر ان سے کہا جائے گا کہ ایسا نہیں ہو سکتا (آگے مت بڑھو)، پیچھے ہٹو اور کوئی اور روشنی تلاش کرو۔[1] اتنے میں ان (مومنوں اور منافقوں) کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا اس کے اندر رحمت ہو گی اور اس کے باہر کی جانب عذاب ہو گا۔ (۱۴) وہ منافق مومنوں کو پکار پکار کر کہیں گے "کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے"؟ مومن جواب دیں گے "کیوں نہیں! مگر تم نے اپنے آپ کو فتنے میں ڈالا اور تم (ہمارے متعلق) موقع کے انتظار میں رہے اور شک میں پڑے رہے اور جھوٹی آرزوؤں نے تمہیں فریب میں مبتلا رکھا، یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آ پہنچا اور اس بڑے دھوکے باز نے تمہیں دھوکے میں مبتلا رکھا۔ (۱۵) لہٰذا آج نہ تو تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ان لوگوں سے جو کھلے کافر تھے۔ اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے، وہی تمہارا مولیٰ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ (۱۶) کیا مومنین کے لیے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور جو حق نازل ہوا اس کے سامنے جھک جائیں اور ان کی طرح نہ ہو جائیں جن کو اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی پھر ان پر ایک طویل مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور (اب ان کی حالت یہ ہے کہ) ان میں اکثر فاسق بنے ہوئے ہیں۔ (۱۷) خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کی موت کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ ہم نے تمہارے سامنے نشانیاں واضح کر دی ہیں تاکہ تم عقل سے کام لو! (۱۸) بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو قرض حسن دیا، ان کو کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا اور ان کے لیے بہتر اجر ہے۔ (۱۹) اور جو

(۱) "الہلال" ۱۵ جولائی ۱۹۱۴ء ص ۱۴۔

كَرِيمٌ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ
رَبِّهِمْ ۖ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
ع ۱۸ الْجَحِيمِ ﴿١٩﴾ اعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي
الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ ۖ كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ
يَكُونُ حُطَامًا ۖ وَفِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٌ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ
الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿٢٠﴾ سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۚ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ
وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢١﴾ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا
فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿٢٢﴾ لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا
فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ﴿٢٣﴾ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ

---

لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے، وہی لوگ اپنے رب کے نزدیک سچے اور گواہی دینے والے ہیں- ان کے لیے ان کا اجر اور ان کا نور ہوگا- اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا ہے، وہ لوگ جہنمی ہیں- (۲۰) خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی تو ایک کھیل اور دل لگی، اور ظاہری آرائش اور تمہارا ایک دوسرے پر فخر جتانا، اور اموال و اولاد میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرنا ہے- اس کی مثال ایسی ہے جیسے بارش کہ اس سے پیدا ہونے والی نباتات کاشتکاروں کو خوش لگتی ہے، پھر وہ پک جاتی ہے اور تم دیکھتے ہو کہ وہ زرد ہو گئی، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے، اور آخرت میں تو سخت عذاب ہے- اور (یا پھر) اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کی رضامندی ہے- اور دنیا کی زندگی تو محض ایک سرمایہ فریب ہے- (۲۱) تم اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی طرف ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو جس کی وسعت آسمان اور زمین جیسی ہے- وہ (جنت) ان لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے- یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے- (۲۳) جتنی مصیبتیں اقوام و امم پر نازل ہوئی ہیں اور خود تم پر نازل ہوئیں، وہ سب ہم نے پہلے سے ایک کتاب میں لکھ رکھی ہیں (یعنی پہلے سے وہ ایک منضبط قانون کی صورت میں موجود ہے) اور ایسا کرنا اللہ کے لئے کوئی مشکل بات نہ تھی-(۱)

---

(۱) "الہلال" ۱۶/ اکتوبر ۱۹۱۲ء ص ۶-

وَيَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا
رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا
الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ
وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا
وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً
وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا

(۲۳) (یہ اس لئے بتا دیا ہے) تا کہ جو چیز تمہارے ہاتھ نہ لگے اس پر آزردہ خاطر نہ ہو جاؤ اور جو کچھ وہ تمہیں عطا فرمائے اس پر اتراؤ نہیں' اور اللہ خود ستا، فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتا۔ (۲۴) جو لوگ خود بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم دیتے ہیں۔ اور جو روگردانی کرے گا تو بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔ (۲۵) ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل حقہ اور براہین واضحہ کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان کو اتارا' تا کہ عدل وتوازن قائم رہے۔ اور ہم نے لوہا اتارا کہ اس میں سلطان ونفوذ کی بڑی خوفناکی ہے اور لوگوں کے لیے فائدے بھی ہیں۔(۱) اور اس لیے تا کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ قوی اور زبردست ہے۔ (۲۶) اور بلاشبہ ہم نے نوح اور ابراہیم کو رسول بنا کر بھیجا اور ان دونوں کی ذریت میں نبوت اور کتاب کا سلسلہ جاری کر دیا۔ پھر ان کی نسل میں سے کچھ نے ہدایت اختیار کی اور بہت سے فاسق ہو گئے۔ (۲۷) پھر ان کے نقش قدم پر ہم نے رسولوں کو' اور ان کے نقش قدم پر عیسیٰ ابن مریم کو چلایا اور اسے انجیل عطا کی۔ اور ان لوگوں کے دلوں میں' جنہوں نے (مسیحؑ) کی پیروی کی ہم نے شفقت اور رحمت ڈال دی۔ اور رہبانیت انہوں نے خود پیدا کر لی' ہم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ ؎ سوائے اس کے کہ وہ اللہ کی خوشنودی طلب کریں۔(۲) اس کی رعایت جیسا چاہیے تھا انہوں نے ملحوظ نہ رکھی۔ (۳) پھر جو لوگ

؎ آیت ۲۷ سے دین میں رہبانیت کی حیثیت واضح ہو جاتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر فرض نہیں کی گئی تھی بلکہ انہوں نے خود

(۱) "البلاغ" ۲۵/فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۵۔ "الہلال" ۶/نومبر ۱۹۱۲ء میں اس کا ترجمہ یوں ہے:

"ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی کھلی نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کو کتاب اور میزان دی تا کہ لوگ عدل وانصاف پر قائم ہوں۔ نیز لوہا پیدا کیا جو ہتھیاروں کی شکل میں سخت خطرناک بھی ہے اور نفع رساں بھی!" (ص ۲۰)

(۲) یہ ترجمہ "ترجمان القرآن" جلد اول صفحہ ۱۰۵ نیز دوسرے مقامات سے مرتب کیا گیا ہے۔

(۳) محولہ بالا

رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَآتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٢٧﴾ يَا أَيُّهَا
الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٨﴾ لِّئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ
مِّن فَضْلِ اللَّهِ ۙ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿٢٩﴾ ع

---

ان میں ایمان لائے ہم نے ان کا اجر ان کو عطا کیا اور ان میں بہت سے لوگ فاسق ہیں۔ (۲۸) اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ' اللہ تمہیں اپنی رحمت سے دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔ اور تمہیں وہ نور عطا فرمائے گا جس کے ذریعہ سے تم چلو گے اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بہت معاف کرنے والا' نہایت مہربان ہے۔ (۲۹) یہ اس لیے بتایا گیا تا کہ اہل کتاب کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے فضل پر انہیں کچھ بھی قدرت نہیں ہے۔ اور یہ کہ اللہ کا فضل اس کے اپنے ہی ہاتھ میں ہے' وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ بڑے ہی فضل والا ہے۔

---

اپنے اوپر فرض کر لی تھی۔ اور اس سے بزعم خود وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ مگر اسلام نے اس قسم کی رہبانیت اور عزلت نشینی کی نفی کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: لا رهبانية في الاسلام ! کہ رہبانیت ایک غیر اسلامی چیز ہے۔ اور میری امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے! عیسائیوں نے اس سلسلہ میں دوہری غلطی کی۔ ایک یہ کہ اپنے اوپر وہ پابندیاں عائد کیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا تھا اور پھر ان پابندیوں کی صحیح طور پر رعایت بھی نہ کر سکے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد دو سو سال تک عیسائی کلیسا رہبانیت سے ناآشنا تھا۔ مگر مسیحیت میں ایسے تخیلات پائے جاتے تھے جن پر بعد میں رہبانیت کی اساس قائم ہوئی۔ بلکہ دنیوی کاروبار سے علیحدگی اور تجرد کی زندگی کو افضل سمجھا جاتا تھا۔ مگر تیسری صدی میں اس تخیل نے ایک فتنے کی شکل اختیار کی اور رہبانیت ایک وبا کی طرح مسیحیت میں پھیل گئی۔ شہوانیت اور بدکاری کو روکنے کے لیے عورت اور مرد کے باہمی تعلق کو نجس قرار دیا گیا اور مذہب کی توسیع کے لیے بدعات کو فروغ دیا گیا۔ اولیا پرستی' مسیح اور مریم کے مجسموں کی پوجا' تعویذ گنڈے' جن بھوت نکالنے کا عمل...... یہ سب باتیں عیسائی درویشوں میں مقبول ہو گئیں۔

پھر چونکہ تنہا انجیل کے اندر کوئی ضابطہ حیات نہ تھا اس لیے عیسائی علما نے مستعار فلسفوں کو اپنانا شروع کر دیا اور بدھ مذہب کے بھکشوؤں اور جوگیوں' ایران کے مانویوں اور افلاطون کے پیرو اشراقیوں سے بہت سے طور وطریق اخذ کیے۔ اس طرح قرآن مجید کے زمانہ نزول میں اس مذہب کے بڑے بڑے علما خود راہب اور رہبانیت کے علمبردار بن گئے تھے اور انہی کی کوششوں سے کلیسا میں رہبانیت نے رواج پایا۔

یہ رہبانیت کیا تھی؟ سخت ریاضتوں سے اپنے جسم کو تکالیف میں مبتلا رکھتے تھے اور خانقاہوں میں نفس کشی کے لیے مشقتیں کی جاتی تھیں۔ اس سلسلہ میں ان کی ریاضتیں مشہور ہیں۔ اور یہی راہب ان کے اولیاء اللہ کہلاتے تھے۔ اسی بگاڑ کی طرف قرآن مجید نے مختصر الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے۔

ایاتہا: 22 | سُوْرَۃُ الْمُجَادَلَۃِ مَدَنِیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُہَا: 3

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِہَا وَ تَشْتَکِیْۤ اِلَی اللّٰہِ ﷺ وَاللّٰہُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَکُمَا ؕ
اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ ① اَلَّذِیْنَ یُظٰہِرُوْنَ مِنْکُمْ مِّنْ نِّسَآئِہِمْ مَّا ہُنَّ اُمَّہٰتِہِمْ ؕ اِنْ
اُمَّہٰتُہُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَہُمْ ؕ وَ اِنَّہُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْکَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ لَعَفُوٌّ
غَفُوْرٌ ② وَالَّذِیْنَ یُظٰہِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِہِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مِّنْ
قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِکُمْ تُوْعَظُوْنَ

---

(۱) اللہ نے اس عورت کی بات سن لی' جو اپنے شوہر کے معاملہ میں آپ سے جھگڑا کر رہی ہے اور اللہ کی جناب میں شکایت وفریاد کر رہی ہے۔[ا] اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے' بے شک اللہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

(۲) تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں' حقیقتاً وہ بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں' ان کی مائیں تو صرف وہ ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ یہ لوگ ایک بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں' بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

(۳) جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرنا چاہیں تو قبل اس کے کہ وہ باہم ملاپ کریں ایک گردن آزاد کرنا ہوگی' اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے' اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے پوری طرح باخبر ہے۔

---

[ا] یہ سورہ بھی مدنی ہے۔ اس سورہ میں قانون ظہار کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غزوہ احزاب ۵ھ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اور اس سورہ میں مسلمانوں کو ان مختلف مسائل کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں جو اس وقت درپیش تھے:

(الف) ظہار کے شرعی احکام۔

(ب) منافقین کی روش پر گرفت۔

(ج) آداب مجلس کی تعلیم۔

(د) معاشرتی برائیوں سے اجتناب جو اس وقت معاشرہ میں رائج تھیں۔ مثلاً کسی کے گھر جا کر جم کر بیٹھ جانا اور صاحب خانہ کی مجبوریوں کا لحاظ نہ کرنا۔ مجلس عام میں بیٹھے ہوئے سرگوشی کرنا۔

(ھ) ایک مسلم معاشرہ میں اخلاص کا معیار کیا ہے۔ وغیرہ۔

بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ۚ
فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا ؕ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ
وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ④ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ⑤ یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا
ع فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ⑥ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا
فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَا یَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ
سَادِسُهُمْ وَلَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا
یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ⑦ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا

---

(۴) پھر جو شخص گردن نہ پائے وہ دو ماہ کے پے در پے روزے رکھے، قبل اس کے کہ وہ باہم ملاپ کریں، پھر جس کو روزہ رکھنے کی استطاعت بھی نہ ہو وہ ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے - یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، یہ اللہ کے مقرر کیے ہوئے حدود ہیں اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے - (۵) جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس طرح ذلیل و خوار کیے جائیں گے جس طرح ان سے پہلے لوگ ذلیل و خوار کیے جا چکے ہیں - ہم نے صاف صاف احکام نازل کیے ہیں اور کافروں کے لیے رسوا کن عذاب ہے - (۶) اس دن جب اللہ تعالیٰ ان سب کو زندہ کر کے اٹھائے گا پھر ان کو ان اعمال سے آگاہ کرے گا جو انہوں نے کیے تھے - اللہ تعالیٰ نے ان سب اعمال کو شمار کر رکھا ہے اور وہ بھول گئے ہیں - اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران ہے - (۷) (اے مخاطب!) کیا تجھے خبر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آسمان اور زمین کی ہر چیز کا علم ہے - جہاں کہیں تین اشخاص گرم راز و نیاز ہیں وہاں ان کا چوتھا خدا ہے - پانچ ہوں تو ان کا چھٹا شریک خدا ہے - اس سے کم یا زیادہ جس تعداد میں بھی ہوں خدا ان کے ساتھ ہے -[1] پھر قیامت کے دن انہیں بتا دے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے پوری طرح باخبر ہے - ع

---

احادیث میں ہے کہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ظہار کے سلسلہ میں اپنے خاوند اوس بن صامتؓ انصاری کی شکایت کی - اس صحابیہؓ کی فریاد بارگاہ الٰہی میں مسموع ہوئی اور یہ سورہ نازل ہوئی -

شریعت کی اصطلاح میں ظہار کے معنی ہیں اپنی بیوی کو "انت علی کظھر امی" کہنا کہ "تو میرے اوپر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ" یعنی تجھ سے کبھی مباشرت نہیں کروں گا -

قرآن مجید نے بتایا کہ ظہار سے عورت حقیقی ماں نہیں بن جاتی اور نہ اس کو وہ حرمت حاصل ہو سکتی ہے جو ماں کو حاصل ہوتی ہے -

---

(۱) "الہلال" ۲۰ اگست ۱۹۱۳ء ص ۷ -

نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ
يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ
يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ
وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۹

---

(۸) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشیوں سے منع کیا گیا تھا؟ وہ پھر وہی کرتے ہیں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا؟ یہ لوگ آپس میں گناہ اور ظلم اور رسول کی نافرمانی کے خفیہ مشورے کرتے رہتے ہیں- اور جب آپؐ کے پاس آتے ہیں تو آپؐ کو ان الفاظ سے سلام کرتے ہیں جن الفاظ سے اللہ نے آپؐ پر سلام نہیں بھیجا- اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں اس پر اللہ ہمیں کیوں عذاب نہیں دیتا؟...... ان کے لیے جہنم ہی کافی ہے' اس میں یہ لوگ داخل ہوں گے سو وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے-[۳] (۹) اے ایمان والو جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ' ظلم اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کیا کرو' بلکہ نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کیا کرو- اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کے حضور تم سب جمع کیے جاؤ گے-[۴]

---

ظہار پر قرآن مجید نے ہلکی سی سزا تجویز کی اور وہ بھی عبادت اور نیکی کی شکل میں' جس سے لوگوں کی اصلاح ہو یعنی رقبہ (غلام) آزاد کرنا- اگر یہ نہ کر سکے تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے' اور اگر روزہ رکھنے کی ہمت و فرصت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے- یہ ظہار کا کفارہ ہے- اس کے ادا کرنے کے بعد دوبارہ عورت سے مقاربت کر سکتا ہے- ظہار کے مفصل احکام کتب احادیث میں مذکور ہیں-

۲ آیت ۷ میں فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ذریعہ سے ان کے پاس موجود ہوتا ہے- اللہ تعالیٰ کے "ساتھ ہونے" کے اس مفہوم پر بعض مفسرین نے اجماع کیا ہے- مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اسلوب تعبیر کی دو حیثیتیں ہیں- حقیقت اور مجاز- محل حقیقت و مجاز میں مختلف حیثیتیں پیدا ہوا کرتی ہیں- اس آیت میں حقیقت اس مجاز سے وابستہ تھی کہ تین ہم صحبتوں کا چوتھا شریک' اور پانچ شرکائے مجلس کا چھٹا جلیس' ان کے مکالمے سے آگاہ ہوتا ہے- ان کی رازداریاں اس پر منکشف ہوتی ہیں اور وہ ان کے خفایائے امور سن اور سمجھ سکتا ہے۔"

۳ منافقین نے مسلم معاشرے میں یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ بہ ظاہر وہ مسلمانوں میں شامل تھے' مگر خفیہ طور پر مسلمانوں سے الگ ایک جتھا بنا رکھا تھا اور آپس میں سر جوڑ کر کھسر پھسر کرنے لگتے اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے' طرح طرح کے منصوبے بناتے اور نئی نئی افواہیں تیار کرتے-

اور ان کا یہ بھی رویہ تھا کہ جب آنحضرت ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے تو "السلام علیکم" کے بجائے "السام علیک" (نعوذ باللہ) کہتے یعنی تجھ پر ہلاکت ہو' اور دل میں سمجھتے کہ اگر یہ اللہ کے رسول ہوتے تو ہماری ان حرکتوں کی بنا پر ہم پر عذاب نازل ہو جاتا- اب چونکہ کوئی عذاب نہیں آتا' لہٰذا یہ اللہ کے رسول نہیں ہیں-

۴ آیت ۹ میں اس امر کی وضاحت کی کہ "نجویٰ" سرگوشی بجائے خود ممنوع نہیں ہے بلکہ اس کے جائز و ناجائز ہونے کا انحصار ان

إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ ۚ
وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجٰلِسِ
فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ
أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِذَا نٰجَيْتُمُ الرَّسُولَ
فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۚ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ
رَّحِيمٌ ﴿١٢﴾ ءَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۚ فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللّٰهُ
عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَأَطِيعُوا اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ ۚ وَاللّٰهُ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٣﴾ أَلَمْ تَرَ
إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۗ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُونَ عَلَى ع

(۱۰) رازدارانہ سرگوشیاں شیطان کی وسوسہ اندازی سے ہوتی ہیں تاکہ مسلمان اس کی وجہ سے آزردہ خاطر ہوں' حالانکہ بغیر مشیت الٰہی کے یہ سرگوشیاں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتیں- مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر طرف سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد رکھیں-(۱) (۱۱) اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ اپنی مجالس کو کشادہ کرو تو جگہ کشادہ کر دیا کرو' اللہ تمہارے لیے کشادگی کر دے گا- اور جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ کر چلے جاؤ تو چلے جایا کرو' جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن لوگوں نے علم حاصل کیا' سو اللہ تعالیٰ ان کے مدارج کو ترقی دیتا اور ارتفاع بخشتا ہے-(۲) اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے-۵ (۱۲) اے ایمان والو' جب تم رسولؐ سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ صدقہ دے دیا کرو' یہ تمہارے لیے بہتر اور پاکیزہ تر ہے- پھر اگر تم کو کچھ میسر نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے- (۱۳) کیا تم اس حکم سے ڈر گئے ہو کہ سرگوشی سے پہلے کچھ صدقات دے دیا کرو' پھر جب تم نے ایسا نہ کیا ---- اور اللہ تعالیٰ نے تم کو معاف کر دیا ---- تو اب تم نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کیا کرو' اور جو کچھ تم کرتے ہو' اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے- (۱۴) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اس قوم سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب نازل کیا ہے؟ یہ لوگ پوری طرح نہ تم میں سے ہیں اور نہ ان میں سے ہیں- اور یہ لوگ جان بوجھ کر جھوٹی بات پر قسمیں کھا جاتے ہیں-

---

لوگوں پر ہے' جو ایسی بات کرتے ہیں اور حالات اور معاملہ کی نوعیت پر ہے- حدیث میں ہے کہ اگر تین آدمی بیٹھے ہوں تو دو آپس میں کھسر پھسر نہ کریں کیونکہ یہ تیسرے آدمی کے لیے باعث رنج ہوگا-

۵ مطلب یہ کہ سچا ایمان اور صحیح علم آدمی کو ادب و تہذیب سکھلاتا ہے اور اس سے انسان کے درجے بلند ہوتے ہیں-

---

(۱) "الہلال" ۱۲/ مارچ ۱۹۱۳ء ص ۶- (۲) "الہلال" ۱۹-۲۶ اگست ۱۹۱۴ء ص ۱۳-

الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٥﴾
اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿١٦﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ
أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۚ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١٧﴾
يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ ۖ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ
أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٨﴾ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ
حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ

(۱۵) ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے' بے شک وہ کام بہت برے ہیں جو وہ کر رہے ہیں-(۱۶) انہوں نے اپنے بچاؤ کے لیے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے[1] جس کی آڑ میں وہ اللہ کی راہ سے روکتے رہتے ہیں- لہٰذا ان کے لیے ذلیل وخوار کرنے والا عذاب ہے-(۱۷) ان کے اموال اور ان کی اولاد اللہ تعالیٰ سے بچانے کے لیے ان کے کچھ کام نہ آئیں گے' یہی لوگ آگ والے ہیں، وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے-(۱۸) جس روز اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو بھی اسی طرح قسمیں کھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں- اور یہ لوگ اپنے تئیں سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح موقف پر ہیں- آگاہ رہو کہ یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں-

(۱۹) شیطان (اور اس کی قوتیں) ان پر مسلط ہوگئی ہیں' پس انہوں نے خدا کے ذکر اور اس کے رشتے کو فراموش کر دیا ہے- یہ حزب الشیطان (یعنی شیطان کی جماعت) ہے- اور جان رکھو کہ آخر کار حزب الشیطان کے لیے نقصان اور خسران ہی ہے-[2]

مولانا آزاد لکھتے ہیں:

''جو قانونِ ارتقاء لامارک' ابن مسکویہ اور ڈارون نے دریافت کیا ہے وہ صرف مخلوقات کے جسم ہی تک محدود ہے- لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کا قانون ارتقاء بتلاتا ہے کہ مرتبہ انسانیت تک پہنچنے کے بعد ارتقائے جسمی تو ختم ہو جاتا ہے اور ارتقائے روحانی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے- اور جسم انسانی انسان کا ہیکل اختیار کرنے کے بعد بھی انسان بننے کے لیے بہت کچھ بنتا اور ترقی کرتا رہتا ہے-''

(۱) ''الہلال'' ۱۲ مارچ ۱۹۱۳ء-

(۲) ''الہلال'' ۱۵ جولائی ۱۹۱۴ء ص ۸- نیز دیکھیے ''الہلال'' ۳ دسمبر ۱۹۱۳ء ص ۸-

وَرَسُولَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِی الْاَذَلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۱﴾ لَا
تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا
اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ
وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ رَضِیَ
اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع

(۲۰) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگوں میں ہوں گے۔

(۲۱) اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور ہی غالب ہو کر رہیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے۔

(۲۲) اے نبیؐ! آپ کبھی ان لوگوں کو' جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ پائیں گے کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی' خواہ وہ ان کے باپ ہوں' یا ان کے بیٹے' یا ان کے بھائی' یا ان کے عزیز و اقارب ہوں۔ [ل]

یہی وہ راست باز انسان ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے اپنے ایمان کا نقش جما دیا۔[(۱)] اور اپنی روح نصرت و فتح مندی سے ان کی مدد کی (پس اب خوف و ہراس اور ناکامی و نامرادی ان کے لیے نہ رہی) وہ ان کو بہشتوں کی بہشتی زندگی میں داخل کرے گا، وہاں باغ و چمن کا دائمی عیش ہے اور نہروں کی روانی کا نظارہ رحمت۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ یہ اللہ کی جماعت ہے، اور یقین رکھو کہ اللہ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے۔[(۲)]

---

ل آیت ۲۲ میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ ایمان اور کفار سے دوستی یکجا جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لیے جن لوگوں نے اسلام اور مخالفین اسلام سے بیک وقت رشتے جوڑ رکھے ہیں' تو وہ اپنے دعوائے ایمان میں سچے نہیں ہیں۔ اور جو سچے مومن ہیں انہوں نے یہ رشتے محض اسلام کی محبت کے لیے قطع کر ڈالے ہیں۔

---

(۱) "البلاغ" ۱۱ فروری ۱۹۱۶ء ص ۶۔ نیز دیکھیے "الہلال" ۳ دسمبر ۱۹۱۳ء، ۱۵ جولائی ۱۹۱۵ء۔

(۲) [illegible]

اٰیَاتُهَا: 24 | سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ | رُكُوْعَاتُهَا: 3

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ①

(۱) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور وہی غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔[1]

[1] سورۃ الحشر مدنی ہے اور غزوہ بنی نضیر کے بارے میں نازل ہوئی تھی جس طرح سورۂ انفال غزوۂ بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس لیے اس سورہ کا نام سورۃ النضیر بھی منقول ہے۔ یہ غزوہ ۴ھ میں ہوا۔ اور غزوہ بیرٔ معونہ کے بعد پیش آیا تھا۔ اور بیرٔ معونہ کا سانحہ جنگ احد کے بعد رونما ہوا' اس لیے صحیح یہی ہے کہ یہ ۴ھ کا واقعہ ہے۔

**تاریخی پس منظر:**

عرب کے یہودی دنیا بھر کے یہودیوں سے الگ شمار ہوتے ہیں۔ اس لیے عرب سے باہر کے یہودی مؤرخین نے ان کا ذکر تک نہیں کیا۔ اس لیے ان کے حالات ان اقوال سے ماخوذ ہیں جو اہل عرب میں مشہور تھے۔ ان یہودیوں کا کہنا ہے کہ ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آخری عہد میں یہاں حجاز میں آ کر آباد ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو لشکر عمالقہ سے جنگ کے لیے بھیجا تھا انہوں نے اپنے نبی کی نافرمانی کی تھی۔ لہٰذا دوسرے یہودیوں نے اس لشکر سے مقاطعہ کر دیا۔ جس کی وجہ سے وہ یثرب میں مقیم رہنے پر مجبور ہو گئے۔ مگر یہ قصہ خود ساختہ ہے' اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جب بخت نصر نے بیت المقدس کو تباہ کیا تو اس زمانے میں متعدد قبائل وادی القریٰ، تیماء اور یثرب میں آ کر آباد ہو گئے۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب رومیوں نے فلسطین میں یہودیوں کا قتل عام کیا تھا تو ۱۳۲ء میں بہت سے یہودی قبائل بھاگ کر یثرب میں آ کر آباد ہو گئے اور جوڑ توڑ اور سود خواری کے ذریعہ سے اپنا قبضہ جما لیا۔

یثرب میں آباد ہونے والے قبائل میں بنی نضیر اور بنی قریظہ زیادہ مشہور تھے۔ ان کو مذہبی سیادت حاصل تھی۔ اس کے بعد ۴۵۰ء یا ۴۵۱ء میں جب یمن میں سیلاب عظیم آیا' جس کا ذکر سورۂ سبا میں ہے' تو قوم سبا کے مختلف قبائل یمن سے نکل کر عرب کے اطراف میں پھیل گئے' جن میں اوس اور خزرج بھی تھے۔ یہ مدینہ میں آ کر آباد ہوئے اور انہوں نے تدریجاً یثرب پر قبضہ کر لیا۔ اس بنا پر بنی نضیر اور بنی قریظہ تو یثرب سے باہر جا کر آباد ہو گئے لیکن بنو قینقاع مدینہ ہی کے اندر سکونت پذیر رہے۔

ان قبائل نے عربی تہذیب اختیار کر لی اور انہوں نے تجارت و زراعت پر اپنا رسوخ قائم کر لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو بنی قریظہ اور بنو نضیر اوس کے حلیف تھے اور بنی قینقاع خزرج کے۔ جنگ بعاث میں اوس اور خزرج کے ساتھ ان کے حلیف بھی برسر پیکار رہتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر یہود اور مسلمانوں کے مابین ایک معاہدہ طے کیا جس میں یہ بھی شرط تھی کہ اگر کوئی باہر سے حملہ آور ہو گا تو سب مل کر دفاع کریں گے۔ مگر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کو اپنا نصب العین بنا لیا اور ہر طرح آپ کو اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے ہتھکنڈے استعمال کرنے اور ان کے مابین پھوٹ ڈالنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگے خصوصاً

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ
يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ
وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا
يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ② وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ

---

(۲) وہی خدا ہے جس نے اہل کتاب کی اس جماعت کو کہ انتقام الٰہی کی منکر ہو چکی تھی' اس کے گھروں سے (مسلمانوں کے) پہلے ہی اجتماع میں نکال باہر کیا۔ مسلمان سمجھے تھے کہ نہ نکال سکیں گے' خود ان کو بھی گمان تھا کہ ان کے قلعے خدا سے انہیں بچالیں گے۔ آخر اس طرح غضب الٰہی نازل ہوا کہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا[1] ان کے دلوں پر ہیبت چھا گئی' اپنے گھروں کو اپنے ہی ہاتھوں ویران کرنے لگے۔ مسلمانوں نے بھی اس ویرانی میں انہیں مدد دی۔ جن لوگوں کی آنکھیں ہوں انہیں اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ (۳) خدا نے اگر ان لوگوں کی قسمت میں اخراج نہ لکھ دیا ہوتا تو دنیا میں ان کو عذاب دیتا اور آخرت میں تو ان کے لیے آگ کا عذاب ہے۔

---

اوس اور خزرج کے درمیان پرانی عداوتوں کو ہوا دیتے تا کہ اسلامی اخوت کا رشتہ تار تار ہو جائے۔ جب جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی تو یہود کی دشمنی اور زیادہ بیدار ہوگئی اور بنی نضیر کا سردار کعب بن اشرف مکہ پہنچ کر کفار کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لیے اکسانے لگا۔ آخر کار اس کی شرارتوں سے تنگ آ کر آنحضرت ﷺ نے ۳ھ میں محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو بھیج کر اسے قتل کرا دیا۔

بنو قینقاع نے بھی شرارتیں شروع کر دیں اور مسلمان عورتوں سے برسرعام چھیڑ چھاڑ کرنے لگ گئے۔ حتیٰ کہ ایک روز ان کے بازار میں ایک مسلمان عورت کو برہنہ کر دیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں ایک مسلمان اور یہودی قتل ہو گئے۔ بالآخر آنحضرت ﷺ ان کے محلہ میں تشریف لے گئے اور انہیں راہ راست پر آنے کی تلقین کی۔ مگر انہوں نے الٹے جواب دینے شروع کر دیے۔ اس کے نتیجہ میں آنحضرت ﷺ نے ۲ھ کے آخر میں ان کے محلہ کا محاصرہ کر لیا اور انہوں نے پندرہ دن کے اندر ہتھیار ڈال دیے۔ اب عبداللہ بن ابی منافق ان کی حمایت میں کھڑا ہو گیا اور اصرار کیا کہ ان کو معاف کر دیا جائے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس کی درخواست قبول کر لی اور انہیں مدینہ بدر ہونے کا حکم دے دیا۔

پھر جب ۳ھ میں بدر کا بدلہ لینے کے لیے قریش نے مدینہ پر حملہ کیا تو ان یہودیوں نے دیکھا کہ قریش کی تین ہزار فوج کے مقابلہ میں مسلمان صرف ایک ہزار نکلے ہیں اور ان میں سے بھی تین سو کے قریب منافقین الگ ہو کر پلٹ آئے ہیں تو انہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور مدافعت کے لیے مسلمانوں کے ساتھ شریک نہ ہونے کا ارادہ کر لیا۔ پھر جب اس معرکہ (جنگ احد) میں مسلمانوں کو نقصان پہنچا تو یہودی اور زیادہ جری ہو گئے۔ حتیٰ کہ بنی نضیر نے آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی جو عین وقت پر پکڑی گئی تو ان کی اس غداری کی بنا پر انہیں بلا تاخیر الٹی میٹم دے دیا گیا کہ دس دن کے اندر مدینہ سے نکل جاؤ۔ اس کے بعد اگر کوئی یہودی مل گیا تو اس کی گردن ماردی جائے گی۔

اس حکم کے خلاف عبداللہ بن ابی منافق نے یہودیوں کی پیٹھ ٹھونکی کہ میں دو ہزار آدمیوں سے تمہاری مدد کروں گا اور بنی قریظہ اور بنی غطفان بھی تمہاری مدد کے لیے آئیں گے۔ اس لیے تم مدینہ نہ چھوڑو اور یہیں ڈٹ جاؤ۔ اس بنا پر یہودیوں نے آنحضرت ﷺ کو جواب دیا کہ ہم مدینہ نہیں چھوڑیں گے' جو کچھ تم سے ہو سکتا ہے کر گزرو!

---

(۱) "الہلال" ۲۳ جولائی ۱۹۱۳ء ص ۲۔

عَلَيْهِمُ الْجَلَاۤءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۖ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ③ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
شَاۤقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۤقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ
لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۤىِٕمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَمَآ
اَفَاۤءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ
يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَاۤءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑥ مَآ اَفَاۤءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ
اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ
لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۤءِ مِنْكُمْ ۗ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ
فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑦ لِلْفُقَرَاۤءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ

---

(۴) سبب یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول کی تعلیم سے انہوں نے منہ موڑ لیا- اور جو ایسا کرتا ہو اسے یقین کر لینا چاہیے کہ خدا کا عذاب نہایت سخت ہے-[1] (۵) (اے مسلمانو!) جن کھجور کے درختوں کو تم نے کاٹ ڈالا یا جن کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا تو یہ سب اللہ کے اذن سے ہی ہوا- اور (اس لیے ہوا) تا کہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ذلیل و خوار کرے-[3] (۶) ان کے جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بطور فے عطا کیے ان پر نہ تم نے گھوڑے دوڑائے ہیں اور نہ اونٹ- بلکہ اللہ تعالیٰ جن پر چاہتا ہے اپنے رسولوں کو مسلط کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے-[4] (۷) جو کچھ اللہ تعالیٰ ان بستیوں کے لوگوں سے اپنے رسول کو بطور فے دلوائے گا وہ اللہ اور رسول اور قرابت

---

اس پر ربیع الاول ۴ھ میں ان کا محاصرہ کر لیا گیا- بالآخر وہ مدینہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور شام اور خیبر کی طرف چلے گئے- اب صرف بنو قریظہ رہ گئے تھے جو مدینہ سے باہر آباد تھے- اس سورہ میں اسی جلاوطنی کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے-

۲ آیت ۲ میں لاول الحشر کے معنی پہلی یلغار کے ہیں- یعنی ابھی مسلمان ان سے لڑنے کے لیے جمع ہی ہوئے تھے اور ابھی کشت و خون کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ جلاوطنی کے لیے تیار ہو گئے-

۳ بنی نضیر کی طاقت مضبوط تھی اور وہ سمجھتے تھے کہ ہمارے قلعے اور گڑھیاں ہمیں بچا لیں گی- انہوں نے معاہدہ توڑا اور آنحضرت ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی- اس بنا پر انہیں مدینہ سے نکل جانے کے لیے دس دن کا نوٹس دے دیا گیا اور بالآخر وہ جلاوطنی کے لیے تیار ہو گئے- انہوں نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے گھروں کو برباد کرنا شروع کر دیا اور مسلمان فوج نے محاصرہ کے لیے ان کے باغات کاٹ دیے- اس پر منافقین اور بنو قریظہ اور خود بنو نضیر نے شور مچا دیا کہ محمد (ﷺ) فساد فی الارض کے مرتکب ہو رہے ہیں-

اس پر آیت نمبر ۵ نازل ہوئی اور بتایا کہ یہ فساد فی الارض نہیں ہے-

۴ بنی نضیر کی جلاوطنی کے بعد جو جائداد حکومت اسلامی کے قبضہ میں آئی اس کے متعلق آیت ۱۰ تک بتایا کہ اس کا انتظام کیسے کیا جائے- چنانچہ واضح فرمایا کہ یہ اموال فے چونکہ کسی لڑائی کے بغیر قبضہ میں آئے ہیں اس لیے ان کا حکم اموال غنیمت کا نہیں ہے- کتب

أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ
يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ
أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٩﴾
وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ
وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٠﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى ع
الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ

داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تا کہ وہ مال تمہارے مال دار طبقہ ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے- اور پیغمبر خدا جس چیز کا تمہیں حکم دیں اسے قبول کرو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ' خدا سے ڈرو- اور خدا سخت عذاب دینے والا ہے-(۱)
(۸) (نیز ان اموال فے میں) ان فقراء و مہاجرین کا بھی حق ہے' جو اپنے گھروں اور جائدادوں سے نکال باہر کیے گئے' وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے طلب گار ہیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی حمایت میں لگے رہتے ہیں- یہی لوگ حقیقی راست باز ہیں-[۵]
(۹) اور (ان اموال فے کے وہ لوگ بھی مستحق ہیں) جو ان مہاجرین سے پہلے دار الہجرت میں مقیم ہیں اور وہ ایمان میں نمایاں مقام رکھتے ہیں' جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں وہ ان سے محبت کرتے ہیں- اور مہاجرین کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس سے یہ اپنے دلوں میں کوئی خلش محسوس نہیں کرتے اور مہاجرین کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں' خواہ خود محتاج ہی کیوں نہ ہوں- اور جو لوگ اپنے طبعی بخل و حرص سے بچا لیے گئے تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں- (۱۰) اور (اموال فے میں ان لوگوں کا بھی حق ہے) جو ان (مہاجرینؓ و انصارؓ) کے بعد آئے ہیں' جو کہتے ہیں کہ "اے ہمارے رب' ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں- اور ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے بغض و عداوت کو جگہ نہ دے- اے ہمارے پروردگار' تو بڑی شفقت کرنے والا' نہایت مہربان ہے- (۱۱) اے نبی! کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا کہ جنھوں نے منافقت کی روش اختیار کی ہے' وہ اپنے بھائی کفار اہل کتاب سے کہتے ہیں' اگر تم جلاوطن کیے گئے تو یقیناً ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے معاملہ میں کبھی کسی کا

---

حدیث میں اموال غنیمت اور اموال فے کے مفصل احکام مذکور ہیں-

۵ آیت نمبر ۸ میں انصار کی تعریف بیان فرمائی ہے کہ انہوں نے اپنے اموال کو مہاجرین میں تقسیم کرنے کے لیے پیش کر دیا-

---

(۱) "البلاغ" ۱۱ فروری ۱۹۱۶ء ص ۳-

لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا ۙ وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ
إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١١﴾ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ ۖ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ ۖ
وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ﴿١٢﴾ لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي
صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٣﴾ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي
قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ ۚ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ
شَتَّىٰ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٤﴾ كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ۖ ذَاقُوا وَبَالَ
أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٥﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ
قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ
خَالِدَيْنِ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ﴿١٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ

---

کہنا نہیں مانیں گے- اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے- مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ سراسر جھوٹے ہیں- [ح] (۱۲) اگر وہ نکالے گئے تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہرگز نہیں نکلیں گے' اور ان سے جنگ چھڑ گئی تو یہ ان کی مدد بھی نہیں کریں گے- اور بالفرض ان کی مدد کریں بھی تو پیٹھ دے کر بھاگ جائیں گے' پھر کہیں سے کوئی مدد نہ پائیں گے- (۱۳) ان منافقین کے دلوں میں اللہ کے خوف سے بڑھ کر تمہارا خوف ہے' یہ اس لیے کہ یہ لوگ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے- (۱۴) یہ سب مل کر بھی تم سے نہیں لڑ سکتے، الا یہ کہ قلعہ بند بستیوں یا دیواروں کے پیچھے چھپے ہوئے ہوں- ان کی آپس کی مخالفت سخت ہے- تم انہیں متحد خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے دل (ایک دوسرے سے) پھٹے ہوئے ہیں- ان کی یہ حالت اس لیے ہے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں- (۱۵) یہ ان لوگوں کی مثل ہیں جو ان سے کچھ ہی پہلے اپنے کیے کا مزہ چکھ چکے ہیں اور (آخرت میں) ان کے لیے دردناک عذاب ہے- (۱۶) اس کی مثال شیطان کی سی ہے کہ اس نے انسان سے کہا کہ کفر وضلالت اختیار کر، جب انسان نے اس حکم کی تعمیل کی تو پھر وہ الگ ہو گیا اور کہنے لگا " مجھے اس کام سے کوئی واسطہ نہیں' میں تیرے کفر سے بالکل بری الذمہ ہوں-[1] میں تو جہانوں کے پروردگار سے ڈرتا ہوں- (۱۷) پھر دونوں کا انجام یہ ہے کہ وہ آگ میں ہمیشہ کے لیے جائیں' اور ظالموں کی یہی سزا ہے- (۱۸) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے

---

ح اب یہاں آیت ۱۱ سے منافقین کی کمزوریوں کا بیان شروع ہو رہا ہے- ان کی پہلی کمزوری یہ بتائی کہ وہ بزدل ہیں اور خدا سے ڈرنے کے بجائے لوگوں سے ڈرتے ہیں- پھر یہ لوگ کسی اعلیٰ مقصد کے لیے جمع نہیں ہوئے تھے بلکہ مسلمانوں سے بغض انہیں جمع ہونے پر مجبور کر رہا تھا- لہٰذا بنی نضیر کے محاصرہ میں ان منافقین کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں ہے-

---

(۱) [illegible]

مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا
اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ۚ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ
الْجَنَّةِ ۚ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا
مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۚ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ
اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ
الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ
يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع

کہ اس نے کل کے لیے آگے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے- (۱۹) اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جاؤ' جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا - نتیجہ یہ نکلا کہ اپنے نفس ہی کی طرف سے غافل ہو گئے - یہی لوگ فاسق وبدکار ہیں۔[۱] (۲۰) اصحاب جنت اور اصحاب دوزخ اپنے اعمال ونتائج میں یکساں نہیں ہو سکتے - کامیاب انسان وہی ہیں جو اصحاب جنت ہیں-[(1)] (۲۱) اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی نازل کرتے تو (اے مخاطب) تو اس پہاڑ کو دیکھتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے- یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ فکر و تامل سے کام لیں - (۲۲) وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں - وہ غیب اور ظاہر کا جاننے والا ہے' وہی رحمان اور رحیم ہے- (۲۳) وہ اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ الملک ہے' القدوس ہے، السلام ہے' المومن ہے' المہیمن ہے' العزیز ہے' الجبار ہے' المتکبر ہے اور اس سا جھے سے پاک ہے جو لوگوں نے اس کی معبودیت کے بنا رکھے ہیں- (۲۴) وہ اللہ ہی الخالق ہے' الباری ہے' المصور ہے ' (غرض) اس کے لیے حسن وخوبی کی سب صفتیں ہیں۔[۱] آسمانوں وزمین میں جتنی بھی مخلوقات ہے سب اس کی پاکی اور عظمت کی شہادت دے رہی ہے-[(۲)] (۲۵) اور بلاشبہ وہی ہے جو حکمت کے ساتھ غلبہ و توانائی بھی رکھنے والا ہے۔[(۳)]

۱ ''اسمائے حسنیٰ'' اللہ تعالیٰ کے لیے جتنے بھی صفات وکمال ہیں انہیں قرآن مجید اسمائے حسنیٰ سے تعبیر کرتا ہے-

اس سے معلوم ہوا کہ خدا کی کوئی صفت نہیں جو حسن وخوبی کی صفت نہ ہو- ان میں ایسی صفتیں بھی ہیں جو بہ ظاہر قہر وجلال کی صفتیں ہیں- مثلاً جبار' قہار- لیکن قرآن کہتا ہے وہ بھی اسمائے حسنیٰ ہیں- کیونکہ ان میں قدرت وعدالت کا ظہور ہوا ہے- اور قدرت وعدالت حسن وخوبی ہے (یہی وجہ ہے کہ ان آیات میں) صفات رحمت وجلال کے ساتھ قہر وجلال کا بھی ذکر کیا ہے- پھر متصلاً ان سب کو ''اسمائے حسنیٰ'' قرار دیا ہے-

(۱) ''ترجمان القرآن'' جلد اول ص ۱۱۵- (۲) ''ترجمان القرآن'' جلد اول ص ۱۶۴- (۳) ''ترجمان القرآن'' جلد اول ص ۱۶۴-

آیاتھا: 13 | سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُھَا: 2

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ
كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ
كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ
بِمَآ اَخْفَیْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ① اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ
یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّیَبْسُطُوْٓا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ؕ ②

(۱) مسلمانو! اللہ کے اور مسلمانوں کے دشمنوں کو اپنا دوست نہ بناؤ[۱،۲] کہ ان کے ساتھ محبت واعانت سے[(۱)] پیش آنے لگو، حالانکہ اللہ نے جو سچائی تمہاری طرف بھیجی ہے وہ اس سے انکار کر چکے ہیں اور اس کے دشمن ہیں۔ (۲) وہ رسول کو اور تمہیں محض اس بنا پر جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے ہو (لہٰذا) اگر تم میری راہ میں جہاد اور میری رضا جوئی کی خاطر (ہجرت کر کے اپنے گھروں سے) نکلے ہو (تو یہ دوستی مت کرو) تم پوشیدہ ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو؟ حالانکہ جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو، ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں- اور جو کوئی بھی تم میں سے ایسا کرے گا تو یقین جانو کہ وہ راہ راست سے بھٹک گیا- (۲) اگر وہ تم پر قابو پالیں تو تمہارے دشمن بن جائیں اور ہاتھ اور زبان سے تمہیں آزار پہنچائیں- اور وہ چاہتے ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ-

۱ یہ سورہ مدنی ہے اور صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی- اس سورہ میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر سخت گرفت کی گئی ہے کہ انہوں نے اپنے اہل وعیال کو بچانے کے لیے ایک نہایت اہم جنگی راز سے دشمنوں کو آگاہ کرنے کی کوشش کی- اگر بروقت اس کو ناکام نہ کر دیا جاتا تو فتح مکہ کے موقع پر بہت کشت وخون ہو جاتا-

اس کے بعد ایک اہم معاشرتی مسئلے کا فیصلہ کیا گیا ہے جو اس وقت پیچیدگی پیدا کر رہا تھا- مکہ میں بہت سی مسلمان عورتیں ایسی تھیں جن کے شوہر کافر تھے اور وہ کسی نہ کسی طرح ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچ رہی تھیں- اسی طرح مدینہ میں بہت سے مسلمان ایسے تھے جن کی بیویاں کافر تھیں اور وہ مکہ ہی میں رہ گئی تھیں- اب سوال یہ پیدا ہو رہا تھا کہ ان کے درمیان رشتہ ازدواج کا کیا حکم ہے؟ قرآن مجید نے اس کے متعلق فیصلہ فرمایا کہ مسلمان عورتوں کے لیے کافر شوہر حلال نہیں ہیں اور نہ مسلمان مردوں کے لیے کافر بیویاں جائز ہیں-

آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جو عورتیں اسلام قبول کریں ان سے بڑی بڑی برائیوں سے بچنے کا عہد لیا جائے اور وہ آیندہ کے لیے اقرار کریں کہ وہ بھلائی کے ان تمام راستوں کا اتباع کریں گی جن کا انہیں حکم دیا جائے گا-

۲ ابتدائے سورہ میں کافروں سے قطع تعلق کا حکم دیا گیا ہے اور اس سلسلے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ ان کے سامنے پیش کیا گیا ہے-

(۱) "الہلال" ۱۱ر نومبر ۱۹۱۴ء ص ۳- (۲) "الہلال" ۱۱ر نومبر ۱۹۱۴ء ص ۳-

لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳﴾ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ
اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ
وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ
لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۴﴾ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا
فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۵﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ
حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶﴾ عَسَى ع
اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷﴾

---

(۳) قیامت کے دن نہ تمہاری رشتہ داریاں تمہیں کچھ فائدہ دیں گی اور نہ تمہاری اولاد (کچھ کام آئے گی)۔ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان جدائی ڈال دے گا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سب کو اللہ تعالیٰ خوب دیکھ رہا ہے۔ (۴) بے شک تمہارے لیے ایک بہترین نمونہ ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کے اعمال زندگی میں ہے۔[1] کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو، سخت بیزار ہیں، ہم تمہارے (عقائد باطلہ) کے منکر ہیں۔ ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے عداوت پیدا ہو گئی۔ تاوقتیکہ تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا کہ میں تمہارے لیے استغفار کروں گا (اس سے مستثنیٰ ہے) اور میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تیرے لیے کسی شے کا مالک نہیں ہوں۔ (اور انہوں نے دعا کی کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری ہی طرف رجوع کیا اور تیری ہی طرف سب کی بازگشت ہے۔ (۵) پروردگار! ہمیں ظالم گروہ کے لیے آزمائشوں کا موجب نہ بنائیو[2] پروردگار، ہمیں بخش دے۔[3] بلاشبہ تیری ہی ذات ہے جو سب پر غالب اور حکمت والی ہے۔[4] (۶) بے شک تمہارے لیے، کہ اللہ اور یوم آخرت سے ڈرتے ہو، ان لوگوں کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ اور جو شخص اس کی طرف سے منہ موڑے تو اللہ تعالیٰ تو انسانوں کے اعمال کا کچھ محتاج نہیں۔[5] (۷) اللہ تعالیٰ کے فضل سے کچھ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان' جو تمہارے دشمن ہیں، دوستی پیدا کر دے اور اللہ قدرت والا ہے اور غفور و رحیم ہے۔

---

(۱) "الہلال" ۲ر نومبر ۱۹۱۲ء۔ ۱۲ر نومبر ۱۹۱۳ء کے "الہلال" میں ترجمہ یوں ہے: "بیشک تمہارے واسطے اتباع و پیروی کے لیے ایک بہترین نمونہ اور نصب العین ہے ابراہیم کی زندگی میں۔" (۲) "ترجمان القرآن" جلد دوم ص ۱۶۷۔ (۳) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۳۷ (۴) ایضاً ص ۲۵۴۔

(۵) "الہلال" ۱۳ر نومبر ۱۹۱۲ء ص ۶۔ "الہلال" ۹۔۱۶ر اپریل ۱۹۱۳ء میں یوں ترجمہ کیا ہے: "اللہ تعالیٰ تم کو نہیں روکتا کہ تم ان غیر قوموں سے جنہوں نے تم سے دین کے مخالف جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے وطنوں سے نہیں نکالا، دوستی و نیکی اور انصاف و عدل سے پیش آؤ' بلکہ اللہ تعالیٰ تو عدل و انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (ص ۲)

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ
وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ
وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ
الظّٰلِمُوْنَ ۝۹ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ
بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ۭ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ
يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ۭ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۭ
وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔـلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ۭ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ۭ يَحْكُمُ
بَيْنَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا
الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ

(۸) جن لوگوں نے تم سے دین کے لیے جنگ نہیں کی اور تم کو گھروں سے نہیں نکالا اللہ تعالیٰ اس سے نہیں روکتا کہ تم ان کے ساتھ احسان اور بھلائی کرو اور انصاف کے ساتھ پیش آؤ' کیونکہ اللہ (تعالیٰ) عدل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے- (۹) اللہ تو تمہیں صرف ان لوگوں سے میل ملاپ رکھنے سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے مقابلہ کیا اور تم کو گھروں سے نکالا یا تمہارے دشمنوں کی مدد کی- بے شک جو شخص ایسے لوگوں سے دوستی رکھے گا اس کا شمار (مسلمانوں پر) ظلم کرنے والوں میں ہوگا-[1] (۱۰) اے ایمان والو! جب مومن عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو ان (کے ایمان) کا امتحان کر لیا کرو، اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے- پھر اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو ان کو کافروں کی طرف واپس نہ کرو' (کیونکہ) نہ وہ عورتیں ان (کافروں) کے لیے حلال ہیں اور نہ وہ (کافر) ان عورتوں کے لیے حلال ہیں- اور انہوں نے جو مہر ان کو دیے تھے وہ واپس کر دو- اور ان مہاجر عورتوں سے نکاح کر لینے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہے جبکہ تم ان کو ان کے مہر ادا کر دو- اور تم خود بھی کافر عورتوں سے زوجیت کا کوئی تعلق قائم نہ رکھو- ہاں جو مہر تم نے ان کو دیا ہو وہ واپس طلب کرو- (اسی طرح) جو مہر انہوں نے دیا ہے وہ (تم سے) واپس طلب کریں- یہ اللہ کا حکم ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ فرماتا ہے- اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا بڑی حکمت والا ہے- (۱۱) اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی عورت تمہارے ہاتھ سے نکل کر چلی جائے (اور وہ اس کا مہر تمہیں واپس نہ کریں)' پھر تمہاری نوبت آ جائے تو تم ان مسلمانوں کو جن کی بیویاں چلی گئی ہیں اتنی رقم دے دو جتنی کہ ان کے دیے ہوئے مہروں کے برابر ہو اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان رکھتے ہو-

(۱) "الہلال" ۲۰ نومبر ۱۹۱۳ء ص ۶-

إِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا
يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ
مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا
ع ۸ قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

(۱۲) اے نبیؐ! جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس شرط پر بیعت کرنے کے لیے آئیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ اپنے ہاتھ پاؤں کے آگے کوئی بہتان گھڑ کر لائیں گی، اور نہ کسی امر معروف میں آپ کی نافرمانی کریں گی تو آپ ان سے بیعت لے لیجیے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے دعائے مغفرت کیجیے- بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا' نہایت مہربان ہے-

(۱۳) اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا، جو آخرت سے اس طرح مایوس ہو چکے ہیں جیسے وہ کافر مایوس ہیں جو قبروں میں مدفون ہیں! [ع]

ع سورہ کے آخر میں اسی مضمون کو دہرایا ہے- جس سے سورہ کی ابتداء ہوئی تھی کہ کفار سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھو- یہ لوگ آخرت کے منکر ہیں- جیسا کہ اصحاب قبور کے دوبارہ زندہ ہونے سے کفار بالکل مایوس ہیں-

❋ ❋ ❋

آیاتُھا: 14 | سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ | رُكُوعَاتُهَا: 2

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ
تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ② كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ③ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ④ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ
يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۚ
وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑤ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ

(۱) جو چیز بھی آسمانوں اور زمین میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنے میں لگی ہوئی ہے اور وہی غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔[ل]

(۲) اے ایمان والو! تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟

(۳) خدا کو یہ بات نہایت ناپسند ہے کہ جو تمہارا قول ہو وہ تمہارا فعل نہ ہو۔

(۴) خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس استقلال سے صف بستہ لڑتے ہیں گویا ایک دیوار ہیں جس کے اندر سیسہ پگھلا کر بھر دیا گیا ہے۔ [(۱)]

(۵) اور (یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا "اے میری قوم کے لوگو! تم مجھے ایذا کیوں دیتے ہو؟ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں" پھر جب انہوں نے کج روی اختیار کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیے۔ اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۶) اور جب عیسیٰؑ ابن مریم نے کہا "اے بنی اسرائیل! میں اللہ کی طرف سے

ل یہ سورہ بھی مدنی ہے اور غالباً جنگ احد کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس میں مسلمانوں کو ایمان و اخلاص اختیار کرنے کی تلقین کی ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جاں نثاری پر ابھارا ہے۔ اس کے بعد یہود و نصاریٰ سے ساز باز رکھنے والے منافقین کو تحدی کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانے کی کتنی ہی کوششیں کر دیکھیں، مگر یہ دنیا میں پھیل کر رہے گا اور رسول برحق ﷺ کا لایا ہوا دین تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گا۔

(۱) حوالہ نہیں مل سکا۔ "الہلال" ۲۳ ستمبر ۱۹۱۴ء ص ۹۔ نیز ملاحظہ ہو "الہلال" ۲ ستمبر ۱۹۱۴ء ص ۷۔ مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب" ص ۹۷ میں اور بھی تفصیل فرمادی یعنی "اللہ تعالیٰ تو ان کو محبوب رکھتا ہے جو اس کی راہ میں صف باندھ کر اس استقامت اور جماؤ سے لڑتے ہیں گویا ایک دیوار ہے جو کواروں کے سامنے کھڑی کر دی

رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي
اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ
الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ
بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ
الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى ع

---

تمہاری طرف بھیجا ہوا آیا ہوں' (میں کوئی نئی شریعت نہیں لایا) بلکہ میرا کام صرف یہی ہے کہ کتاب تورات کی' جو مجھ سے پہلے آ چکی ہے' تصدیق کرتا ہوں اور ایک آنے والے رسول کی خوشخبری دیتا ہوں[۲] جو میرے بعد آئے گا اور جس کا نام احمدؐ ہوگا-"(۱) مگر وہ جب ان کے پاس صریح دلائل لے کر آیا' تو انہوں نے کہا "یہ تو کھلا جادو ہے!" (۷) اور بھلا اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ افتراء کرے' حالانکہ اسے اسلام کی طرف دعوت دی جا رہی ہو اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا (۸) پیروان باطل چاہتے ہیں کہ حق و صداقت کا جو نور الٰہی روشن کیا گیا ہے' اسے اپنی مخالفت کی پھونک مار کر بجھا دیں- مگر وہ یاد رکھیں کہ اللہ اپنے اس نور صداقت کی روشنی کو درجہ کمال تک پہنچا کر چھوڑے گا اگرچہ باطل پرستوں کو برا لگے[۳](۲) (۹) جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے- اگرچہ مشرکوں کو یہ کتنا ہی ناپسند ہو-

---

آخر میں اہل ایمان کو تلقین کی گئی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح ان کو بھی چاہیے کہ انصار اللہ بنیں تا کہ کفار کے مقابلہ میں ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہو-- جس طرح پہلے ایمان والوں کو حاصل ہوئی تھی-

۲ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ کہنا کہ "میں توراۃ کا مصدق (تصدیق کنندہ) ہوں" اس کے معنی یہ ہیں کہ میں ان بشارتوں کا مصداق ہوں جو میری آمد کے متعلق توراۃ میں موجود ہیں- لہٰذا میری مخالفت کے بجائے تمہیں چاہیے کہ میرا خیر مقدم کرو- اور اس کے بعد والے فقرے کو ملا کر پڑھیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں اللہ کے رسول احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق توراۃ کی دی ہوئی بشارت کی تصدیق کرتا ہوں اور خود بھی ان کے آنے کی بشارت دیتا ہوں- توراۃ میں جو بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مذکور ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان سے دی گئی ہے- اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی تصدیق کا اعلان کیا ہے- چنانچہ باب ۱۸ آیات ۱۵-۱۹، استثناء میں مذکور ہے:

"میں ان کے لیے انہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا- اور جو کچھ میں حکم دوں گا' وہ وہی ان سے کہے گا-" الخ

توراۃ کی یہ صریح پیش گوئی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور پر چسپاں نہیں ہو سکتی- اس میں حضرت موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو یہ ارشاد سنا رہے ہیں کہ میں تیرے لیے تیرے ہی بھائیوں سے ایک نبی برپا کروں گا-" اور بنی اسرائیل کے بھائیوں سے مراد لامحالہ بنو اسمٰعیل

تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ
وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ
الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ يٰٓاَيُّهَا
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى
اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ
فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾

(۱۰) اے وہ لوگو! کہ دعوائے ایمان رکھتے ہو (اور کاروبار دنیوی میں مشغول ہو) میں ایک ایسی تجارت بتلاؤں جو تمہیں آنے والے سخت وشدید مصائب عذاب سے بچالے (۱۱) اللہ اور اس کے رسول پر کامل ایمان پیدا کرو اور خدا کی راہ میں اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے جہاد کرو، یہی طریق تمہارے لیے بہتر ہے بشرطیکہ تم (وقت کی مصیبت) کو سمجھو۔ (۱۲) اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تمہارے قصوروں سے درگزر کرے گا اور تم کو کامیابی و بامرادی کے ایسے باغ ہائے نشاط میں پہنچادے گا جہاں (اشک حسرت و نامرادی کی جگہ عیش مراد کی) نہریں بہ رہی ہوں گی نیز ایسے مکانات طیبہ میں، جو دائمی مسرتوں کے باغوں میں ہیں، تمہیں بسائے رکھے گا' (غور کرو تو) یہی سب سے بڑی کامیابی ہے (۱۳) اس کے علاوہ ایک دوسری نعمت محبوب بھی تمہیں ملے گی۔ یعنی اللہ کی طرف سے غیبی نصرت کا نزول ہوگا اور تم عنقریب فتح مند ہوجاؤ گے (اے پیغمبر) یہ بشارت ہے' مسلمانوں کو پہنچادو۔[1] (۱۴) اے ایمان والو! تم اللہ کے مددگار بنو۔ جس طرح عیسیٰ بن مریم نے اپنے حواریوں سے کہا تھا "کون ہے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے میں میرا مددگار؟" حواریوں نے جواب دیا تھا "ہم اللہ کے مددگار ہیں!" پھر بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا' پھر جو لوگ ایمان لائے تھے' ان کی ہم نے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی' سو وہ غالب ہوکر رہے!

ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہونے کی وجہ سے ان کے بھی رشتہ دار ہیں۔ دوسری بات جو پیش گوئی میں ہے وہ یہ ہے کہ جو نبی برپا کیا جائے گا وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہوگا۔ یعنی حضرت موسیٰ ؑ کی مانند مستقل شریعت کا حامل ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ ؑ کے بعد گو بہت سے نبی ہوئے ہیں لیکن مستقل شریعت لانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوسکتے ہیں۔ نیز اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خصوصی نام لے کر آپؐ کی آمد کی بشارت دی ہے۔ اور توراۃ میں فارقلیط (پیراکلیتس) والی پیش گوئی حرف بحرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی ہے جس کے معنی "محمد" کے ہیں۔ یونانی میں "برقلیطس" ہے۔ اصل لفظ سریانی "منحمنا" ہے۔ اور برنباس کی انجیل میں تو صاف طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش گوئیاں موجود ہیں۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر حقانی و تفہیم القرآن تفسیر سورۃ الصف!

[1] آیت ۸ میں جو پیش گوئی مذکور ہے، یہ اس وقت کی ہے جب اسلام صرف مدینہ تک محدود تھا اور مسلمانوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ

## اٰیَاتُھَا: 11 سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ مَدَنِیَّۃٌ رُکُوْعَاتُھَا: 2

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ① ھُوَ الَّذِیْ
بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ
وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ② وَّاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ ؕ وَھُوَ الْعَزِیْزُ
الْحَکِیْمُ ③ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ④ مَثَلُ الَّذِیْنَ
حُمِّلُوا التَّوْرٰىۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ
کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ⑤ قُلْ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ ھَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ

---

(۱) جو مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہیں وہ سب اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہیں' جو بادشاہ ہے' پاک ذات ہے اور بڑا زبردست اور بڑی حکمت والا ہے۔[۱] (۲) وہی ہے جس نے امیوں میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث کیا' جو ان پر خدا کی آیات کی تلاوت کرتا ہے' ان کے اخلاق کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی باتیں سکھاتا ہے[(1)] حالانکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ (۳) اور اس رسول کی بعثت دوسرے لوگوں کے لیے بھی ہے جو ابھی ان میں شامل نہیں ہوئے اور وہ اللہ بڑا زبردست' بڑی حکمت والا ہے۔ (۴) یہ (نبوت) اللہ کا فضل ہے' جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل کا مالک ہے۔ (۵) جن لوگوں پر تورات (کے علم و فضل) کا بار ڈالا گیا تھا' پھر انہوں نے اس کا بار نہ اٹھایا' ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جو بڑی بڑی کتابیں اٹھائے ہوئے ہو' جن لوگوں نے اللہ کی آیات کی تکذیب کی ان کی مثال (اس سے بھی) بری ہے۔ اور ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ع ۲

---

نہ تھی۔ اور سارا عرب اس دین کو مٹانے پر تلا ہوا تھا۔ علاوہ ازیں جنگ احد میں مسلمانوں کی شکست نے اور بھی حالات خراب کر دیے تھے۔ ایسے حالات میں قرآن مجید نے پیش گوئی فرمائی کہ اللہ کا یہ نور کسی کے بجھائے نہ بجھ سکے گا بلکہ پوری دنیا کو روشن کرے گا۔ یہ پیش گوئی حرف بحرف سچی ثابت ہوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر بہت بڑی دلیل ہے۔

۱ یہ سورہ بھی مدنی ہے۔ ابتدائی حصہ فتح خیبر کے موقع پر یا اس کے بعد نازل ہوا۔ دوسرا رکوع ہجرت کے بعد قریبی زمانہ میں نازل ہوا۔

۲ یہاں "امیین" سے مراد عرب ہیں یا غیر یہودی۔ یعنی جو اہل کتاب نہیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے پیغمبر بنی اسرائیل سے مبعوث ہوتے رہے۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے بنو اسمٰعیل (عربوں) میں اپنا آخری نبی مبعوث فرمایا ہے۔ اس نبی کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی کتاب انہیں پڑھ کر سناتا ہے' کتاب الٰہی کی تعلیم دیتا ہے اور انہیں مہذب بناتا ہے۔ اور یہ نبی صرف "امیین" ہی کی طرف منسوب نہیں ہے بلکہ دوسری اقوام عالم کی طرف بھی مبعوث ہے۔

---

(۱) "البلاغ" ۱۱ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۰-

اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًاۢ
بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ
مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ يٰۤاَيُّهَا ع ۸/۱
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ
وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا
انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ
الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ ع ۱۲/۲

(۶) (اے پیغمبرؐ) یہودیوں سے کہہ دو کہ اگر تمہیں اس بات کا دعویٰ ہے کہ تمام بندوں میں سے تم اللہ کے ولی اور دوست ہو تو (اس کی آزمائش یہ ہے کہ خدا کی راہ میں) موت کی آرزو کرو، اگر تم سچے ہو (تو ضرور ایسا کرو گے) (۷) اور یہ (اللہ اور اس کی تعلق داری کا جھوٹا دم بھرنے والے) کبھی موت کی تمنا کرنے والے نہیں، کیونکہ انہوں نے ایسے کام کیے ہیں جو انہیں موت کے تصور سے ڈراتے ہیں (۱) (اور وہ زندگی کی مہلت کو غنیمت سمجھے ہوئے ہیں) اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ (۸) ان سے کہہ دو (اے نفس پرستو) جس موت سے تم اس قدر بھاگتے ہو وہ (کچھ تمہیں چھوڑ نہ دے گی) ایک دن ضرور آئے گی، پھر تم اس خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے۔ (۲) پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ تم کو اس سے آگاہ کر دے گا۔ (۹) اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز نماز کے لیے ندا کی جائے تو فوراً اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے بشرطیکہ تم جانو (۱۰) پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح یاب ہو جاؤ (۱۱) اور (اس کے برعکس) جب انہوں نے تجارت یا کھیل تماشا ہوتے ہوئے دیکھا تو اس کی طرف لپک گئے اور آپ کو کھڑا چھوڑ دیا، ان سے کہہ دیجیے کہ جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے، اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

اور حکمت سے مراد وہی چیز ہے جسے عام اصطلاح میں سنت یا حدیث سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کی تعلیم کو آنحضرت ﷺ کے فرائض منصبی میں سے ایک اہم فریضہ قرار دیا ہے۔

ع آیت ۵ میں بتایا کہ یہود پر توراۃ کا بوجھ ڈالا گیا تھا لیکن انہوں نے اس کی تعلیمات اور ہدایات کی پروا نہ کی اور نہ اس پر عمل پیرا ہوئے۔ بلاشبہ توراۃ علم و حکمت کا خزینہ تھی مگر جب یہ اس سے منتفع نہیں ہوئے تو ان کی مثال گدھے کی سی ہے، جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں

(۱) "الہلال" ۱۵ر جولائی ۱۹۱۴ء ص ۵۔ (۲) "الہلال" ۱۵ر جولائی ۱۹۱۴ء ص ۵۔

آیاتُھا: 11 | سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِیَّۃٌ | رُکُوعَاتُھَا: 2

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ

يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ① اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ

سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا

(۱) اے نبی! جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں"[1] اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں (مگر) اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین یقیناً جھوٹے ہیں! (۲) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا لیا ہے[2] - اس طرح یہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں' بے شک یہ برے کام ہیں جو یہ لوگ کر رہے ہیں-

اور اسے کچھ معلوم نہیں کہ اس کی پیٹھ پر کیا ہے؟

ڪ تورات میں جو بشارات نبی آخر الزمان (ﷺ) کے متعلق تھیں اور جو دلائل و براہین آپ ﷺ کی رسالت پر قائم کیے تھے' ان کو جھٹلانا گویا اللہ تعالیٰ کی کتاب کو جھٹلانا ہے-

ڪ یہود اس زعم میں مبتلا تھے کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں اور اللہ کے پیارے' ہم تنہا ہی جنت کے حقدار ہیں- اللہ تعالیٰ نے فرمایا' "اگر تم اپنے اس دعویٰ میں سچے ہو تو پھر تم موت کی تمنا کرو' لیکن یہودی اور موت کی تمنا! یہ دو متضاد باتیں ہیں- یہ موت سے ڈرتے ہیں- اس کے برعکس مسلمان شہادت کی تمنا کرتا ہے اور میدان جنگ میں بے دریغ لڑتا ہے- کیونکہ اسے یقین ہے کہ مرنے کے بعد اسے شہادت کا مرتبہ نصیب ہو گا اور جنت نصیب ہوگی!

"اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے دوستوں کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ جب انہیں جان دینے اور زندگی اور اس کی لذتوں سے دست بردار ہونے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ لبیک کہتے ہیں اور اس طرح دوڑتے ہیں' گویا بھوکوں کو غذا اور پیاسوں کو پانی کی پکار سنائی دی- پر جو جھوٹے ہیں اور اللہ کی ولایت سے محروم' انکار کر دیتے ہیں- اور یہ ان کے جھوٹے ہونے کی مہر ہے جو انہوں نے خود اپنے اوپر لگائی- موت کی تمنا سے ہرگز یہ مقصود نہیں کہ کوئی آدمی موت کو پکارے اور اس کے لیے التجا کرے- مقصود یہ تھا کہ خدا کے لیے اور اس کے کلمۂ حق کے لیے ایسے کاموں میں پڑو جن میں جان دینے' اپنا خون بہانے' اپنے جسم کو طرح طرح کی مہلک مشقتوں میں ڈالنے اور زندگی کو عیش و نشاط سے محروم ہونے کی ضرورت ہے-" ("الہلال" ۱۵ جولائی ۱۹۱۴ء ص ۵)

ڪ آیت نمبر ۹ تا ۱۱ کا تعلق نماز جمعہ سے ہے- جمعہ کی اذان کے بعد خرید و فروخت کو حرام قرار دیا گیا- اذان سنتے ہی نہایت مستعدی سے جمعہ کے لیے آنا واجب ہے- دوڑنے سے مراد نہایت اہتمام کے ساتھ آنا ہے-

یہود نے ہفتہ کا دن عبادت کے لیے مقرر کر رکھا تھا اور نصاریٰ نے اپنے اجتہاد سے اتوار کا دن مقرر کیا کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اس دن

(۱) البلاغ ۲۵ فروری ۱۹۱۶ء ص ۸- (۲) البلاغ ۲۵ فروری ۱۹۱۶ء ص ۸-

يَفْقَهُوْنَ ③ وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ ۖ وَإِنْ يَقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۖ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ
مُسَنَّدَةٌ ۖ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۚ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۚ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۖ أَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④

(۳) یہ اس لیے کہ وہ ایمان لائے پھر کافر ہو گئے' لہٰذا ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی' اب یہ لوگ (حق بات کو) نہیں سمجھ پاتے- (۴) اگر تم ان کے ظاہری ڈیل ڈول دیکھو تو نہایت نظر فریب اور موثر نظر آئیں- اور جب بات کریں تو اس طمطراق سے کہ تم بڑی دلچسپی سے سنو- تمہارے سامنے اس طرح جم کر اور ٹیک لگا کر بیٹھتے ہیں گویا لکڑیوں کے کندے ہیں جو کسی سہارے کھڑے کر دیے گئے ہیں- پھر یہ بھی ان کی خاص علامت ہے کہ جب بات کیجیے تو زور کی ہر آواز کو سمجھتے ہیں کہ انہیں للکارا- (۱) آپ ان سے محتاط رہیے' اللہ ان کو ہلاک کرے، یہ کدھر پھرے جا رہے ہیں- ؏

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر سے نکل کر آسمان پر چلے گئے تھے- پھر ۳۲۱ء میں رومی سلطنت نے ایک حکم کے ذریعہ سے اتوار کو عام تعطیل کا دن قرار دے دیا- اسلام نے ان دونوں سے الگ جمعہ کا دن اجتماعی عبادت کے لیے خاص کیا-

؏ یہ سورہ بھی مدنی ہے- غزوۂ بنی مصطلق سے واپسی پر یا تو دوران سفر میں اس کا نزول ہوا اور یا آنحضرت ﷺ کے مدینہ منورہ پہنچنے کے فوراً بعد اس کا نزول ہوا- اور غزوۂ بنی مصطلق ۶ھ کا واقعہ ہے-

اس سورہ کا نزول ایک خاص واقعے کے تحت ہوا- جس کی تفصیل کتب حدیث و سیرت میں مذکور ہے- غزوۂ بنی مصطلق سے فارغ ہونے کے بعد ابھی لشکر اسلام اسی بستی میں قیام پذیر تھا جو مریسیع نامی کنویں پر آباد تھی کہ کنویں سے پانی لینے پر دو آدمیوں میں جھگڑا ہو گیا- ان میں سے ایک جہجاہ بن مسعود غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ملازم تھے- اور دوسرے صاحب سنان بن وبرا الجہنی تھے جن کا قبیلہ' خزرج کے ایک قبیلے کا حلیف تھا- جہجاہ نے سنان کے ایک لات رسید کر دی- اس پر سنان نے انصار کو مدد کے لیے پکارا' اور جہجاہ نے مہاجرین کو آواز دی- عبداللہ بن ابی منافق نے اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی اور اوس اور خزرج کو مہاجرین کے خلاف بھڑکانا شروع کر دیا- قریب تھا کہ دونوں فریق آپس میں لڑ پڑتے- شور سن کر آنحضرت ﷺ بھی تشریف لے آئے، آپ نے فرمایا: مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ، دَعُوْهَا فَإِنَّهَا ذَمِيْمَةٌ-

منافقین نے اس واقعہ کو بہت ہوا دی اور کہا کہ ان غریب اور ذلیل لوگوں کو تم نے جگہ دی اور آج یہ تمہارے سر پر سوار ہو رہے ہیں- ان کی مثال ایسی ہے کہ اپنے کتے کو کھلا پلا کر موٹا کرنا کہ تجھی کو پھاڑ کھائے- خدا کی قسم' مدینے پہنچ کر ہم میں سے جو عزت والا ہے ذلیل کو نکال دے گا- اس پر یہ سورہ نازل ہوئی-

چنانچہ اس سورہ میں منافقین کی روش پر بہت تنقید کی اور ان کی منافقانہ شہادت کو جھوٹ قرار دیا اور بتایا کہ بلاشبہ آپ اللہ کے رسول ہیں- مگر یہ لوگ دل سے یہ شہادت نہیں دے رہے، اس لیے جھوٹ ہے- اور یہ جھوٹی قسمیں اٹھا اٹھا کر اپنے جان و مال کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں-

"قسم کے معنی شہادت اور دلالت کے ہیں- مفسرین متاخرین نے اس حقیقت پر غور نہیں کیا- وہ اس دھوکے میں پڑ گئے کہ قسم اس چیز کی کھائی جاتی ہے جس میں بڑائی اور عظمت ہو- اس لیے تمام قسموں میں عظمتوں ہی کو تلاش کرتے رہے"-

؏ آیت ۴ میں ان کی علامات کی نشان دہی کی ہے اور ان کو لکڑی کے کندوں کے ساتھ تشبیہ دے کر سمجھایا ہے کہ یہ اخلاق کی روح سے خالی

(۱) الہلال ۲۷ نومبر ۱۹۱۳ء ص ۳-

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ
مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۵﴾ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۶﴾ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰي مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ
حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۷﴾ يَقُوْلُوْنَ
لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ
وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ع
ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ
اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ
الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾ ع

(۵) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لیے بخشش کی دعا کرے تو یہ لوگ اپنے سر پھیر لیتے ہیں- اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ متکبرانہ انداز میں بے رخی برتتے ہیں (۶) اے نبی! تم ان کے لیے مغفرت کی دعا کرو یا نہ کرو (یہ دونوں) ان کے لیے یکساں ہیں اللہ تعالیٰ ہرگز انہیں معاف نہیں کرے گا' بے شک اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا- (۷) یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس رہتے ہیں ان پر خرچ نہ کرو تاکہ وہ (خود بخود ہی) منتشر ہو جائیں' حالانکہ زمین و آسمان کے تمام خزانے اللہ ہی کے ہیں- لیکن منافقین اتنی بات بھی نہیں سمجھتے (۸) یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم مدینہ واپس پہنچ جائیں تو جو عزت والا ہے وہ ذلیل کو نکال باہر کرے گا' حالانکہ عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لیے ہے لیکن یہ غافل جانتے نہیں (۹) اے ایمان والو! تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دے- اور جو ایسا کریں گے تو وہی لوگ سخت نقصان اٹھانے والے ہیں (۱۰) اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے' اور اس وقت وہ کہے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی سی مہلت اور کیوں نہ دے دی تاکہ میں صدقہ دیتا اور نیک لوگوں میں داخل ہو جاتا (۱۱) حالانکہ جب کسی جاندار کا مقررہ وقت آ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہرگز مزید مہلت نہیں دیتا- اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے!

ہیں جو اصل جوہر انسانیت ہے- ان کے ضمیر مجرم ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ وہ ایمان کے ظاہری پردے کی آڑ میں منافقت کا کھیل کھیل رہے ہیں؟ اس لیے انہیں ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ نا معلوم کب ان کے جرائم کا پردہ فاش ہو جائے-

آج کل کے منافقین مسلمین پر بھی ان تمام علامتوں کو ایک ایک کر کے منطبق کر لیجیے کہ ان کی وضع کیسی شاندار اور قیمتی ہے کہ خواہ مخواہ نظروں میں کھب جاتی ہے' باتیں سنیے' علی الخصوص اس وقت کی' جب مسائل قومیہ و اصلاحیہ میں رطب اللسان ہوں' تو معلوم ہوتا ہے کہ دلوں

آیاتھا: 18 | سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ | رکوعاتھا: 2

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۖ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ①
هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ② خَلَقَ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③ يَعْلَمُ مَا فِي
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ④ اَلَمْ يَاْتِكُمْ

---

(۱) جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے وہ سب اللہ کی تسبیح میں لگی ہوئی ہے اسی کی سلطنت ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔[ل] (۲) وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور کوئی مومن ہے، اور جو تم کرتے ہو اللہ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔[ع] (۳) اس نے آسمانوں اور زمین کو حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں تو نہایت حسن و خوبی سے بنائیں[ع] اور سب کو بالآخر اسی کی طرف لوٹنا ہے۔[1] (۴) وہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ تم چھپاتے ہو سب اسے معلوم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سینوں کے حال تک سے بخوبی واقف ہے۔

---

کی باگیں انہی کے ہاتھ میں ہیں۔ پھر جب کانفرنس کی سٹیجوں پر سرگرم سامعہ نوازی ہوتے ہیں اور پرزور جملے ادا کرنے کے بعد تن کر کھڑے ہو جاتے ہیں تو واقعی معلوم ہوتا ہے "كانهم خشب مسندة"

آخری علامت یہ بتلائی کہ کوئی بات زور سے کہیے، سمجھیں گے کہ یہ ہماری ہی طرف اشارہ ہے!

ع آیت ۶ میں بتلایا کہ ان کے حق میں دعائے مغفرت بھی مفید نہیں ہو سکتی۔ عام آدمی تو کیا، خود اللہ کے رسول ﷺ ان کے حق میں دعائے مغفرت کریں تو بھی انہیں معاف نہیں کیا جا سکتا۔

ل یہ سورہ بھی مدنی ہے۔ مدینہ طیبہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے۔ بعض کے نزدیک اس کا ابتدائی حصہ مکی ہے۔ اس سورہ میں ایمان وطاعت کی طرف دعوت دی گئی ہے اور اس میں اخلاق حسنہ کی تعلیم ہے۔

ع آیت ۲ میں بتایا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بااختیار مخلوق بنایا ہے۔ ایمان لانا چاہے تو ایمان لا سکتا ہے اور کفر کرنا چاہے تو کفر بھی اختیار کر سکتا ہے۔ اس پر کسی قسم کا جبر نہیں ہے۔

حدیث میں ہے کہ ہر بچہ صحیح فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اپنے ماں باپ کے زیر اثر یہودیت یا نصرانیت یا مجوسیت اختیار کر لیتا ہے۔ بہرحال انسان پیدائشی طور پر گناہگار نہیں ہے، حتیٰ کہ مسیح علیہ السلام کے کفارے کے ذریعہ سے اس کو نجات کی ضرورت ہو بلکہ انسان اپنے ارادہ سے کفر کی راہ اختیار کرتا ہے اور راہ ہدایت بھی۔

---

(1) [illegible]

نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑤ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ
تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ
غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑥ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا
عَمِلْتُمْ ؕ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ⑦ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑧ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ
وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ⑨ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑩ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ ع

(۵) کیا تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے اس سے پہلے کفر کیا پھر انہوں نے اپنے عملوں کے وبال کا مزہ چکھ لیا اور (آخر ت میں) ان کے لیے دردناک عذاب ہے- (٦) یہ (دنیا اور آخرت کا عذاب) اس لیے ہے کہ ان کے رسول ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آتے رہے مگر انہوں نے کہا "کیا انسان ہمیں ہدایت دیں گے؟" اس طرح انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا اور روگرداں ہو گئے' اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی پروانہ کی- اور اللہ تعالیٰ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے-[ع] (٧) منکرین نے بڑے دعوے سے کہا کہ "وہ ہرگز دوبارہ زندہ نہ کیے جائیں گے"- آپ فرما دیجیے، "کیوں نہیں' میرے رب کی قسم' تم ضرور زندہ کیے جاؤ گے' پھر تمہیں ضرور بتایا جائے گا کہ تم نے کیا کچھ کیا ہے- اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے بالکل آسان ہے-" (٨) سو تم اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے- اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے- (٩) جب اجتماع کے روز وہ تم سب کو اکٹھا کرے گا' یہی ہار جیت کا دن ہے-[1] اور جو شخص اللہ پر ایمان لایا ہو گا اور اس نے نیک عمل کیے ہوں گے' اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس سے دور کرے گا اور اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی' وہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' یہی بڑی کامیابی ہے- (١٠) اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی یہ لوگ جہنمی ہیں' اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے- (١١) کوئی مصیبت نہیں آتی مگر اللہ تعالیٰ ہی کے اذن سے آتی ہے' جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو صحیح راہ دکھا دیتا ہے- اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے-

ع تخلیق بالحق کا مطلب یہ ہے کہ فطرت کائنات میں تحسین و آرائش کا قانون کام کر رہا ہے' جو چاہتا ہے کہ جو کچھ ہوا ایسا ہو کہ اس میں حسن و جمال اور خوبی و کمال ہو-

(۱) الہلال ۹ ستمبر ۱۹۱۴ء ص ۴-

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا
الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ
مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑭ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑮ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا
اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ⑯ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ⑰
عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ⑱ ع ۲

(۱۲) اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر تم روگردانی کرتے ہو تو ہمارے ذمہ تو صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔

(۱۳) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا مومنوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھیں۔

(۱۴) اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم عفو و درگزر سے کام لو اور معاف کر دو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

(۱۵) تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو (تمہارے لیے) آزمائش ہیں اور اللہ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔

(۱۶) لہٰذا جس قدر تم میں استطاعت ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور (اس کا) حکم سنو اور اطاعت بجالاؤ اور اپنے مال خرچ کرتے رہو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ اور جو لوگ نفسانی بخل سے محفوظ رہے، بس وہی فلاح پانے والے لوگ ہیں۔

(۱۷) اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسن دو تو وہ تمہیں کئی گنا بڑھا کر (اس کا اجر) عطا فرمائے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا ہی قدردان اور بڑے تحمل والا ہے۔

(۱۸) وہ غائب اور حاضر ہر چیز کو جانتا ہے زبردست اور بڑی حکمت والا ہے!

✻✻✻

ع آیت نمبر ۶ میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نشان صداقت لے کر آتے رہے۔ مگر انہوں نے یہ کہہ کر ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا کہ یہ تو ہمارے جیسے بشر ہیں ہماری ہدایت کے لیے تو کوئی فرشتہ آنا چاہیے تھا۔

آیاتُھا: 12 | سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ | رُکُوعَاتُھا: 2



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا
تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ
وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا

---

(۱) اے نبیؐ! جب تم اپنی بیویوں کو طلاق دینے کا ارادہ کرو تو ان کی عدت کا خیال کرتے ہوئے طلاق دو اور (طلاق کے بعد ان کی) عدت کا شمار کرتے رہو[۱] [۲] اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے' تم مطلقہ عورتوں کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الا یہ کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ یہ (احکام) اللہ کے (مقرر کردہ) حدود ہیں، اور جو بھی اللہ تعالیٰ کے حدود سے

---

۱ یہ سورہ بھی مدنی ہے۔ مضمون سے پتہ چلتا ہے کہ سورۃ البقرۃ کی ان آیات کے بعد نازل ہوئی ہے جن میں طلاق کے احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

اس سورہ میں زیادہ تر طلاق کے احکام دیے گئے ہیں۔ اس لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے سورۃ النساء القصریٰ کہا ہے۔ گویا سورۃ البقرۃ کے بعد جس قدر عائلی قوانین رہ گئے تھے یا نئے پیدا ہوئے تھے' اس سورۃ میں ان کی تکمیل کردی گئی ہے۔

۲ عورت کو طلاق ایسے وقت میں دینی چاہیے جب عدت کا آغاز ہو سکے۔ یعنی حالت حیض میں طلاق نہ دی جائے بلکہ ایسے طہر میں طلاق ہو جس میں عورت سے مجامعت نہ کی گئی ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے کہ میں نے اپنی عورت کو طلاق دی جبکہ وہ حیض کی حالت میں تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا تذکرہ کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ناراض ہوئے اور فرمایا' ''اسے کہو کہ رجوع کرلے پھر جب حیض سے پاک ہو جائے اور اس میں مباشرت نہ کی ہو تو طلاق دے۔ یہ وہ عدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔''

اس حدیث مرفوع اور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ کے اقوال سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہاں عدت سے مراد وہ طہر ہے جس میں عورت سے مباشرت نہ کی گئی ہو' یا عدت سے مراد وہ زمانہ ہے جبکہ عورت کا حمل ظاہر ہو چکا ہو' کیونکہ ایسی صورت میں احصائے عدت، وضع حمل سے ہوگا۔

پھر جب عورت کو طلاق رجعی ہو جائے تو اختتام عدت تک عورت کا نان و نفقہ اور سکونت کے اخراجات خاوند کے ذمہ ہوں گے۔ ہاں اگر عورت کسی فاحشہ (فحش گناہ) کی مرتکب ہو جائے تو ایسی صورت میں خاوند اسے اپنے گھر سے نکال سکتا ہے۔ فاحشہ سے مراد زنا ہے۔ بعض نے فاحشہ کی تعبیر ''بدزبانی'' سے بھی کی ہے۔

بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ
وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ۬ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ
یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝۳ وَالّٰٓـِٔیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ
ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔیْ لَمْ یَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ
حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا ۝۴ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَّقِ

---

تجاوز کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا' تم نہیں جانتے شاید اللہ تعالیٰ اس (طلاق دینے) کے بعد کوئی نئی صورت پیدا کردے۔

(۲) پھر جب وہ (مطلقہ عورتیں) اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو معروف کے مطابق یا تو ان کو (نکاح میں) روک رکھو اور یا معروف کے مطابق ان کو الگ کردو، اور اپنے میں سے دو صاحب عدل آدمیوں کو گواہ بنالو اور اللہ کے لیے گواہی ٹھیک ادا کرو یہ ہر اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے خلاصی کی کوئی نہ کوئی صورت پیدا کردے گا۔

(۳) اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچائے گا جہاں سے (کچھ ملنے کا) اسے خیال تک نہ ہو۔ اور جس نے اللہ پر بھروسہ کیا سو اللہ کی اعانت و نصرت اس کے لیے بس کرتی ہے۔[1] بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے' بلاشبہ اللہ نے ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

(۴) اور تمہاری عورتوں میں جو حیض سے مایوس ہوچکی ہوں اگر تمہیں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اسی طرح ان عورتوں کی عدت بھی تین مہینے ہے' جن کو ابھی حیض آنا شروع نہیں ہوا۔ اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے تو اللہ اس کے کام میں سہولت پیدا کردیتا ہے۔

---

آیت کے جملہ "لا تدری لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا" سے ثابت ہوتا ہے کہ طلاق بائنہ کی صورت میں عورت حق سکنی سے محروم ہوجاتی ہے اور فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

طلاق اور رجعت دونوں صورتوں میں گواہ بنانا ضروری ہے۔ ابن ماجہ اور ابوداؤد میں ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ بغیر شہادت کے طلاق و رجوع جائز ہے یا نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا' ایسی طلاق اور رجوع جو شہادت کے بغیر ہو سنت کے خلاف ہے۔

---

(۱) "الہلال" ۲۸ جنوری ۱۹۱۴ء

اللهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَ يُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ﴿٥﴾ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ
وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ
حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ
تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ﴿٦﴾ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ
فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ﴿٧﴾
وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا

(۵) یہ اللہ کا حکم ہے جو تمہاری طرف نازل کیا ہے۔ اور جو اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے گناہ اس سے دور کر دے گا اور اس کا بڑا اجر دے گا۔ ؎

(۶) تم ان مطلقہ عورتوں کو (زمانہ عدت میں) اپنی بساط کے مطابق اسی جگہ رکھو جہاں تم خود رہتے ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے تکلیف نہ دو۔ اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر اس وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک کہ وہ اپنا حمل وضع نہ کر لیں۔

پھر اگر وہ تمہارے لیے بچہ کو دودھ پلائیں تو ان کی اجرت انہیں دو اور مناسب طور پر باہمی مشورہ سے (اجرت کا معاملہ) طے کر لو۔ لیکن اگر تم دونوں (اجرت کے طے کرنے میں) دشواری پیدا کرو گے تو اس بچے کو دوسری عورت دودھ پلا دے گی۔

(۷) صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔ اور جو تنگ دست ہو تو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے اس کو اسی میں سے خرچ کرنا چاہیے۔ اللہ نے جتنا کچھ کسی کو دیا ہے اس سے زیادہ کی اسے تکلیف نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ تنگ دستی کے بعد فراخ دستی بھی عطا کر دیتا ہے۔

(۸) اور کتنی ہی آبادیاں تھیں جن کے رہنے والوں نے اپنے پروردگار اور اس کے رسولوں کی صداقتوں سے سرتابی کی اور عصیان و طغیان پر اتر آئے۔ تب ہم نے بڑی سختی کے ساتھ ان کے کاموں کا حساب لیا اور (انہیں) بڑے ہی سخت عذاب میں گرفتار کیا۔ (۱)

؎ وہ مطلقہ عورتیں جو کبر سنی کی وجہ سے حیض سے مایوس ہو چکی ہوں ان کی مدت تین مہینے ہے۔ یہی حکم ان عورتوں کا ہے جو ابھی تک حیض

(۱) "الہلال" ۱۹۔۲۶ اگست ۱۹۱۳ء ص ۱۱۔ نیز "الہلال" ۲۳ فروری ۱۹۱۴ء۔

نُكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ
فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِى الْاَلْبَابِ ۖ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا مع
عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ
وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿١١﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ
يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ڏ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ
شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾ ع ۲

---

(۹) بالآخر ان کے اعمال کا وبال ان کے آگے آیا اور (وہ گو طاقت اور عظمت میں بہت بڑھ چکے تھے) لیکن ان کا انجام کار گھاٹا ہی گھاٹا ہوا۔(۱)

(۱۰) اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے' پس اے دانشمند لوگو! (یعنی) ایمان والو تم خدا سے ڈرتے رہو' بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نعمت نازل کی ہے۔ (۱۱) ایک ایسا رسول جو تم کو اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے' جو احکام الٰہی کو واضح کرنے والی ہیں' تاکہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے' تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے۔ اور جو بھی اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے اللہ اسے جنتوں میں داخل کرے گا' جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی' یہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے' بیشک اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے عمدہ رزق تیار کر رکھا ہے۔ (۱۲) اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور انہی کی طرح زمین کو بھی پیدا کیا۔ ان آسمانوں اور زمین میں اللہ کا حکم نازل ہوتا رہتا ہے تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے!

---

کی عمر کو نہ پہنچی ہوں۔ اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

ع آیت ۸ میں بتایا ہے کہ جن قوموں نے اپنے رسولوں کی نافرمانی کی وہ تباہ و برباد ہو گئیں۔ اس لیے جو احکام بیان کیے گئے ہیں ان کی پابندی کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اللہ کے عذاب کے مستحق ہو جاؤ۔

---

ایاتھا: 12 سُورَةُ التَّحْرِيمِ مَدَنِيَّةٌ رکوعاتھا: 2

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ①
قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ

(۱) اے پیغمبرؐ! تم اپنی بیویوں کی خوشی کے لیے اس چیز کو اپنے اوپر کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کر دی ہے؟[۱] (۲) اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے- بیشک اللہ نے تمہارے لیے فرض کر دیا ہے کہ اپنی قسموں کو کھول دو- وہ تمہارا دوست ہے اور سب باتوں کو جاننے والا اور ان کی حکمتوں پر نظر رکھنے والا-

[۱] یہ سورہ مدنی ہے اور اس میں واقعہ تحریم کا ذکر ہے- قرآن مجید نے یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ حرام کردہ چیز کیا تھی- اس بنا پر مفسرین نے اس کی تعیین میں دو مختلف مواقع ذکر کیے ہیں- ایک واقعہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کی تحریم کا ہے اور دوسرا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے گھر میں شہد نہ کھانے کا ہے-

ماریہ لونڈی تھیں جو مقوقس شاہ مصر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ۷ھ میں بطور ہدیہ پیش کی تھی- ایک روز حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں ان سے مباشرت پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے احتجاج کیا- اس کے نتیجہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دوبارہ استمتاع نہ کرنے کی قسم کھائی- جس پر یہ آیات نازل ہوئیں- اس سبب نزول کے پیش نظر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تحریم کا واقعہ ۷ھ کے بعد پیش آیا-

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف الفاظ کے ساتھ اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ شہد کی تحریم والا واقعہ زیادہ صحیح ہے-

مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اس سورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کئی واقعات پیش آئے تھے:

۱- ازواج مطہراتؓ اور علی الخصوص دو بیویوں کا طلب نفقہ کرنا- ۲- افشائے راز- ۳- کسی حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینا-

یہ تین الگ الگ واقعات ہیں- اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایلاء کرنا اور بیویوں سے کنارہ کش ہونا صرف پہلے واقعہ (نفقہ) کا نتیجہ تھا- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کے بعد ازواج مطہراتؓ کے ہاں تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے جایا کرتے تھے- ایک مرتبہ کئی دن حضرت زینبؓ کے ہاں زیادہ بیٹھے- معلوم ہوا کہ حضرت زینبؓ شہد پیش کرتی تھیں- بعض ازواج نے بہ تقاضائے رشک بشری یہ تدبیر اختیار کی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینبؓ کے ہاں سے اٹھ کر آئیں تو کہا جائے آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے- مغافیر کے پھول سے شہد کی مکھیاں شہد چوستی ہیں اور اس کی بو اچھی نہیں ہوتی- یہ سن کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قسم کھائی کہ آئندہ شہد نہ کھائیں گے-

توسیع نفقہ ہی کے سلسلہ میں سورہ احزاب کی آیہ تخییر نازل ہوئی- یعنی ازواج (مطہرات) کو اختیار دیا کہ چاہیں تو دنیا لے لیں اور چاہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہیں اور آخرت لیں- معاملہ یہاں تک پہنچا تو سب نے بالاتفاق آخرت کو ترجیح دی-

النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَأَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ
عَنْ بَعْضٍ ۖ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٣﴾ إِنْ تَتُوبَا
إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوبُكُمَا ۖ وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ
الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ﴿٤﴾ عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا
مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا ﴿٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ
لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا
الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَىٰ ع

(۳) اور جب کہ پیغمبرؐ نے اپنی بعض بیویوں سے راز کی بات کہی اور اس نے فاش کردی اور خدا (تعالیٰ) نے پیغمبرؐ کو اس کی خبر دے دی، تو پیغمبرؐ نے اس بات کا کچھ حصہ تو جتا دیا اور کچھ کو نظر انداز کر دیا، پھر جب پیغمبرؐ نے اسے جتایا تو یہ سن کر بیوی نے پوچھا کہ آپ کو کس نے خبر دی؟ فرمایا، اس خدا نے جس کے علم و خبر سے کوئی چیز باہر نہیں۔ (۴) اگر تم دونوں خدا کی طرف رجوع کرو (تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے) کیونکہ تمہارے دل مائل ہو چکے ہیں اور اگر رسول اللہ کے مقابلے میں ایکا کرو گی تو جان لو کہ خدا ان کا مددگار ہے اور جبریلؑ اور نیک مسلمان بھی ان کے ساتھ ہیں اور سب کے بعد ملائکہ الٰہی بھی انہی کے مددگار ہیں۔[1] (۵) اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دے تو بعید نہیں کہ اس کا رب تمہارے بدلے میں تم سے بہتر بیویاں اس کو دے دے جو مسلمان، باایمان، اطاعت گزار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار اور روزہ دار ہوں (کچھ) شوہر دیدہ (بیوہ، مطلقہ اور کچھ) باکرہ ہوں۔ (۶) اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تند خو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہیں۔ جو حکم اللہ تعالیٰ ان کو دیتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو بھی حکم انہیں دیا جاتا ہے، بجا لاتے ہیں۔ (۷) (اس روز کہا جائے گا) اے کافرو! آج کوئی عذر پیش نہ کرو، تم کو صرف انہی اعمال کی سزا دی جائے گی جو تم کیا کرتے تھے!ع

ع آیت ۶ میں تنبیہ کی ہے کہ ایک شخص کی صرف یہی ذمہ داری نہیں ہے کہ اپنی ذات کو خدا کے عذاب سے بچانے کی کوشش کرے، بلکہ اس کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ جس خاندان کی سربراہی کا بوجھ اس پر ڈالا گیا ہے اس کو بھی اس سے بچانے کی کوشش کرے۔ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کے معاملہ میں جواب دہ ہے۔ حکمران راعی ہے اور وہ اپنی رعیت کے معاملہ میں جواب دہ ہے۔ اسی طرح مرد اپنے تمام گھر والوں کا راعی ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے، اور عورت اپنے شوہر کے بچوں اور گھر کی راعی ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے۔

(۱) الہلال، ۲۵ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۶-۸ نیز ۱۵ جولائی ۱۹۱۴ء ص ۱۲۔

رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ
النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا
وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ⑧ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ
وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑨ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ
كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ
ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ⑩ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ
رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ⑪
وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ
بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ⑫

---

(۸) اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے خالص توبہ کرو- بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ تم سے دور کر دے اور تمہیں جنتوں میں داخل فرمائے' جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی ؂ - اور وہ (نتائج و عواقب امور کا) دن' جب کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا اور ذلیل نہیں کرے گا- ان کے ایمان کی روشنی ان کے آگے اور داہنی طرف ساتھ چل رہی ہوگی' ان کی زبان پر یہ دعائیں ہوں گی کہ خدایا! اس روشنی کو ہمارے لیے آخر تک رکھیو اور ختم نہ کر دیجیو- نیز ہمارے قصوروں کو معاف کر دیجیو! بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے![1] ......اے نبی! کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کیجیے اور ان پر سختی کیجیے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور (وہ بہت برا ٹھکانا ہے)- (۱۰) اللہ تعالیٰ، کفار کے لیے نوحؑ اور لوطؑ کی بیویوں کی مثال بیان فرماتا ہے' وہ ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کی زوجیت میں تھیں- پھر ان دونوں نے ان نیک بندوں سے خیانت کی اور وہ دونوں اللہ کے مقابلہ میں ان کے کچھ بھی کام نہ آئے' اور ان دونوں (عورتوں) سے کہہ دیا گیا کہ جاؤ آگ میں داخل ہونے والے لوگوں کے ساتھ تم بھی داخل ہو جاؤ- ؂ (۱۱) اور اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ فرعون کی بیوی کی مثال بیان فرماتا ہے' جب اس نے دعا کی "اے میرے رب! میرے لیے اپنے ہاں جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون اور اس کے عمل سے بچا لے اور اس ظالم قوم سے مجھے نجات عطا فرما!" (۱۲) اور عمران کی بیٹی مریم کی مثال (بھی) بیان فرماتا ہے' جس نے اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی' پھر ہم نے اس کے اندر اپنی طرف سے روح پھونک دی- اور مریم نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی اور وہ اطاعت گزار لوگوں میں سے تھی! ؂

---

؂ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: "خالص توبہ یہ ہے کہ جب تم سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو اس پر ندامت کا اظہار کرو' شرمندگی کے ساتھ اس پر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور آئندہ کبھی اس فعل کا ارتکاب نہ کرو!"

---

(۱) "الہلال" ۲۵ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۶-۸ نیز ۱۵ جولائی ۱۹۱۴ء ص ۱۲-

اٰیاتُھَا: 30 سُوْرَۃُ الْمُلْکِ مَکِّیَّۃٌ رُکُوْعَاتُھَا: 2

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ۡ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۨ ① الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ

لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ ② الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا

(۱) بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں سارے جہان کی سلطنت ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ ل

(۲) جس نے موت اور زندگی (دونوں) اس لیے بنائیں کہ تمہیں آزما کر دیکھے کہ کون تم میں سے بہتر عمل کرتا ہے (اور کون برے؟) اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''توبہ نصوح یہ ہے کہ اس کے بعد گناہ کا ارتکاب تو درکنار، اس کا ارادہ بھی نہ کرو۔ آیت ۸ میں اسی توبہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

ع حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویوں کی خیانت اخلاقی نہ تھی کہ انہوں نے کسی بدکاری کا ارتکاب کیا تھا' بلکہ ان کی خیانت دینی تھی۔ یعنی انہوں نے ایمان لانے میں ان کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

''کسی نبی کی بیوی کبھی بدکار نہیں رہی ہے۔

ھ آخری آیت میں یہودیوں کے اس الزام کی تردید ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش معاذ اللہ کسی گناہ کا نتیجہ ہے۔ سورۂ نساء آیت: ۱۵۶ میں ان کے اس الزام کو بہتان عظیم قرار دیا ہے۔

ل سورۃ الملک مکی ہے اور مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی تنزیلات سے ہے۔

اس دور کی سورتوں کی خصوصیت یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد بیان کرتی ہیں:

(الف) کائنات عالم کا نظام نہایت محکم ہے اور اس میں کوئی نقص یا خلل نہیں۔

''یہ خوبی اور اتقان (کائنات ہستی کا درستی اور استواری کے ساتھ ہونا) اس لیے ہے کہ رحمت رکھنے والے کی کاریگری ہے اور رحمت کا مقتضا یہی تھا کہ حسن وخوبی' ہو' اتقان و کمال ہو' نقص و ناہمواری نہ ہو۔'' (۱)

(ب) کفر کے نتائج ہولناک ہوں گے جو آخرت میں نکلنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کو بھیج کر ان سے خبردار کر دیا ہے۔

(ج) خالق اپنی مخلوق سے بے خبر نہیں ہے۔ وہ ہر کھلی اور چھپی بات حتی کہ دلوں کے خیالات تک سے واقف ہے۔

(د) انسان کو چاہیے کہ اپنے پیش پا افتادہ حقائق پر غور کرے۔

(ہ) آخر کار تمہیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔

(و) دنیا میں مرنے اور جینے کا یہ سلسلہ امتحان کے لیے ہے۔

(۱) ''ترجمان القرآن'' جلد اول ص ۷۔

تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ
كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ
وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ﴿۵﴾ وَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ
عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۶﴾ اِذَاۤ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ﴿۷﴾ تَكَادُ تَمَيَّزُ
مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴿۸﴾ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا
نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَ قُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ﴿۹﴾ وَ قَالُوْا لَوْ
كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْۤ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۰﴾ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ

---

(۳) جس نے تہ برتہ سات آسمان بنادیے (اے دیکھنے والے!) تم الرحمٰن کی بناوٹ میں (کیونکہ یہ اس کی رحمت ہی کا ظہور ہے) کبھی کوئی اونچ نیچ نہیں پاؤ گے (اچھا نظر اٹھاؤ اور اس نمائش گاہ صحت کا مطالعہ کرو) ایک بار نہیں، بار بار دیکھو- کیا تمہیں کوئی دراڑ دکھائی دیتی ہے؟[۲] (۴) تم یکے بعد دیگرے دیکھو! تمہاری نگاہ اٹھے گی اور عاجز و درماندہ ہو کر واپس آ جائے گی لیکن کوئی نقص نہیں نکال سکے گی-[۳] (۵) دیکھو ہم نے دنیا کے آسمان (کرۂ ارضی کی فضا) کو ستاروں کی قندیلوں سے خوش منظر بنایا اور انہیں شیاطین کو بھگانے کا ذریعہ بنا دیا ہے[۱] اور (آخرت میں) ان کے لیے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے- (۶) اور جن لوگوں نے اپنے رب سے کفر کیا ان کے لیے (بھی) جہنم کا عذاب ہے اور (وہ بہت ہی) برا ٹھکانا ہے- (۷) جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کے دھاڑنے کی آوازیں سنیں گے اور وہ (ایسی) بھڑک رہی ہوگی (گویا) (۸) مارے جوش کے پھٹ پڑے گی؛ جب بھی کوئی گروہ اس میں ڈالا جائے گا تو دوزخ کے کارندے ان سے پوچھیں گے، "کیا (خدا کے عذاب سے) ڈرانے والا (کوئی پیغمبر) تمہارے پاس نہیں آیا تھا؟" (۹) وہ جواب دیں گے "ہاں ڈرانے والا تو ہمارے پاس آیا تھا مگر ہم نے (اسے) جھٹلا دیا اور کہا کہ خدا نے تو کچھ بھی نازل نہیں کیا ہے، بلاشبہ تم بہت بڑی گمراہی میں ہو"- (۱۰) اور (یہ بھی) کہیں گے "اگر ہم (پیغمبر کی بات) سنتے اور سمجھتے تو (آج) اہل دوزخ میں شامل نہ ہوتے!"

---

۲ تفاوت کے معنی عدم تناسب کے ہیں، یعنی پوری کائنات میں کہیں بھی تمہیں بے نظمی اور بے ربطی نظر نہیں آئے گی-

۳ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ یہی تارے شیطانوں پر مارے جاتے ہیں اور نہ یہ مطلب ہے کہ شہاب ثاقب صرف شیطانوں کو مارنے کے لیے گرتے ہیں- بلکہ مطلب یہ ہے کہ تاروں سے جو شہاب ثاقب نقل ہو کر کائنات میں گھومتے رہتے ہیں وہ اس امر میں مانع ہیں کہ زمین کے شیطان عالم بالا میں جا سکیں-

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۸۶-

السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ
اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾ هُوَ ع
الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾
ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي
السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ
قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕ مَا
يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ
مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ

---

(۱۱) اس طرح وہ اپنے قصور کا خود ہی اعتراف کریں گے' سو دوزخیوں پر (اللہ کی) پھٹکار ہو- (۱۲) (دوسری طرف) جو لوگ بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں' ان کے لیے (آخرت میں) مغفرت ہے اور (علاوہ مغفرت کے) بڑے اجر (یعنی جنت ہے)- (۱۳) اور تم خواہ چپکے سے بات کہو یا پکار کر کہو وہ تو تمہارے دلوں کے خیالات (تک) سے واقف ہے- (۱۴) بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو ذات پیدا کرے وہی (اپنی مخلوق کی حالت کو) نہ جانے؟ حالانکہ وہ (بڑا) باریک بین (اور) باخبر ہے- (۱۵) وہی (خدا تو) ہے جس نے زمین کو تمہارے (چلنے پھرنے کے) لیے نرم ہموار کر رکھا ہے- پس (جدھر چاہو) اس کے وسیع راستوں پر چلتے پھرتے رہو اور خدا کا دیا ہوا رزق (مزے سے) کھاؤ اور (یہ یاد رکھو کہ قیامت کے دن) اسی کے حضور تمہیں زندہ ہو کر جانا ہے- (۱۶-۱۷) خدا جو آسمان میں ہے کیا تمہیں اس کے جلال سے ڈر نہیں کہ زمین میں تم کو دھنسا دے اور وہ بڑی جھکولے مارا کرے؟ یا جو آسمان میں ہے تمہیں اس کے غضب کا خوف نہیں رہا کہ تم پر پتھراؤ کرے؟ عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا ڈرانا کیسا تھا؟ [1] (۱۸) اور ان سے (یعنی کفار مکہ سے) پہلے بھی جو لوگ گزر چکے ہیں (وہ اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکے ہیں- پھر دیکھ لو کہ میری نکیران پر کیسی (تباہ کن ثابت) ہوئی؟ (۱۹) کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو پر کھولے اور سمیٹے ہوئے اڑتے نہیں دیکھا؟ انہیں الرحمٰن کے سوا کون تھامے ہوئے ہے؟ اللہ کی نظروں سے کوئی چیز مخفی نہیں- [2] (۲۰) (لوگو) بھلا (خدائے) رحمان کے سوا کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر (مصیبت کے وقت) تمہاری مدد کرے؟ (بلاشبہ) کافر تو نرے (شیطان کے) فریب میں پڑے ہوئے ہیں-

(۱) الہلال ۲۱ مئی ۱۹۱۳ء ص ۵- (۲) حوالہ محفوظ نہیں رہا-

رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ۝٢١ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا
عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝٢٢ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ
قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝٢٣ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝٢٤ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى
هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٢٥ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۠ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٢٦ فَلَمَّا
رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْۗـــَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۝٢٧ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٢٨ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ
اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٢٩ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ
ع ۲ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ ۝٣٠

---

(۲۱) یا پھر کون ہے جو تمہیں روزی دے اگر (خدائے) رحمان اپنی روزی روک لے؟ دراصل یہ کافر تو سرکشی اور (حق سے) گریز پر اڑے ہوئے ہیں- (۲۲) بھلا (تم ہی بتاؤ) ایک شخص منہ اوندھا کیے چلا جارہا ہو وہ زیادہ راہ پانے والا ہے یا وہ شخص جو سیدھا راہ راست پر چل رہا ہو؟ (۲۳) کہہ دو کہ اسی کی ذات خالق کائنات ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے (اندر حواس ظاہری) کان آنکھیں اور دل اور ان کی قوتیں ودیعت کیں [۱] مگر تم لوگ کم ہی (ان نعمتوں کا) شکر ادا کرتے ہو- (۲۴) ان سے کہو وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلا رکھا ہے اور (قیامت کے دن) اسی کے حضور جمع کیے جاؤ گے- (۲۵) اور یہ (کافر مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ، یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ (۲۶) آپ کہہ دیجیے' اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے' میں تو صاف ڈرانے والا ہوں اور بس! (۲۷) پھر جب یہ اس کو (یعنی قیامت کو) قریب سے دیکھیں گے تو (مارے ہیبت کے) ان کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا یہی وہ (عذاب) ہے جس کے لیے تم (پیہم) تقاضے کیا کرتے تھے- (۲۸) اے پیغمبر! ان سے کہہ دیجیے' بھلا دیکھو تو (کبھی) اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہماری حالت پر رحم فرمائے' تو کوئی ہے جو کافروں کو دردناک عذاب سے بچالے گا؟ (۲۹) ان سے کہہ دیجیے وہ (خدا) بڑا رحم کرنے والا ہے' ہم اسی پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے لہٰذا عنقریب ہی تمہیں پتہ چل جائے گا کہ (ہم دونوں فریقوں میں) صریح گمراہی میں کون ہے (اور کون ہدایت پر ہے)؟ (۳۰) ان سے کہہ دیجیے! بھلا تم نے کبھی یہ سوچا ہے کہ تمہارا پانی (جو تم پیتے ہو) اگر زمین میں نیچے اتر جائے تو کون ہے جو تم کو نتھرا (یا بہتا ہوا) پانی لا کر دے گا؟

---

(۱) "البلاغ" ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء ص ۱۶-

اٰیَاتُھَا: 52 | سُوْرَۃُ الْقَلَمِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُھَا: 2

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ (۱) مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ (۲) وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ (۳)
وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (۴) فَسَتُبْصِرُ وَیُبْصِرُوْنَ (۵) بِاَیِّکُمُ الْمَفْتُوْنُ (۶) اِنَّ رَبَّکَ هُوَ
اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ (۷) فَلَا تُطِعِ الْمُکَذِّبِیْنَ (۸) وَدُّوْا لَوْ
تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ (۹) وَلَا تُطِعْ کُلَّ حَلَّافٍ مَّهِیْنٍ (۱۰) هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِیْمٍ (۱۱) مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ
مُعْتَدٍ اَثِیْمٍ (۱۲) عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِکَ زَنِیْمٍ (۱۳) اَنْ کَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِیْنَ (۱۴) اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا
قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (۱۵) سَنَسِمُهٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ (۱۶) اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ کَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ
اِذْ اَقْسَمُوْا لَیَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِیْنَ (۱۷) وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ (۱۸) فَطَافَ عَلَیْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّکَ وَهُمْ

(۱) نون- قسم ہے قلم کی اور جو کچھ لکھتے ہیں (۲) تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں[۱] (۳) اور تیرے واسطے بے انتہا بدلہ ہے (۴) اور تو بڑے خلق پر پیدا ہوا ہے (۵) عنقریب تم بھی دیکھ لوگے اور یہ کفار بھی دیکھ لیں گے- (۶) کہ تم دونوں فریقوں میں سے کون سا فریق مخبوط ہے (۸) بے شک تمہارا پروردگار ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں- اور وہی ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہیں- (۸) تم جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کرنا' نہ ان کے کہے میں آ جانا (۹) وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ مداہنت کرو اور ڈھیل دو تو وہ بھی ملائم پڑ جائیں- (۱۰) خبردار! تم کسی ایسے کی اطاعت نہ کرنا اور نہ اس کی بات ماننا جو بہت ساری قسمیں کھاتا ہے' آبروباختہ ہے (۱۱) لوگوں پر آوازے کستا ہے' چغلیاں لگاتا پھرتا ہے- (۱۲) اچھے کاموں سے لوگوں کو روکتا ہے' حد سے بڑھ گیا ہے' بدکار ہے (۱۳) اکھڑ ہے' ان عیوب کے علاوہ بداصل بھی ہے (۱۴) اس بنا پر کہ وہ مال واولاد والا بھی ہے؟ (۱۵) جب ہماری آیتیں اسے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے یہ اگلے لوگوں کے ڈھکوسلے ہیں! (۱۶) اچھا دیکھو تو، ہم عنقریب اس کے ناکڑے (ناک) پر داغ لگائیں گے- (۱۷) جس طرح ہم نے باغ والوں کو آزمایا تھا اسی طرح ہم نے ان کافروں کی بھی آزمائش کی ہے- ان باغ والوں نے قسمیں کھائی تھیں کہ صبح ہوتے ہی ہم اس کے میوے توڑیں گے (۱۸) اور اس سے کوئی بھی استثناء نہ ہونے پائے گا (۱۹) وہ سوتے ہی سوتے رہے اور تمہارے پروردگار کی طرف سے باغ پر ایک ایسی بلا چھا گئی کہ......

[۱] یہ سورہ بھی مکی ہے اور ابتدائی عہد کی تنزیلات سے ہے- اس سورہ میں مخالفین کو تنبیہ کی گئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر واستقامت کی تعلیم دی گئی ہے-

نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ
كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾
وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾
قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾
فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿٣١﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ
يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿٣٢﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا
يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٣﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٣٤﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿٣٥﴾ ع
مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿٣٦﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿٣٧﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿٣٨﴾

(۲۰) صبح ہوتے ہی وہ بالکل خالی رہ گیا (جیسے کوئی سارے میوے لوٹ لے گیا) (۲۱) سویرے جب لوگ اٹھے اور ایک دوسرے کو آواز دی- (۲۲) کہ تم کو میوے توڑنے ہیں تو اٹھو، تڑکے سے باغ میں جا پہنچو (۲۳) لوگ اٹھے اور چل کھڑے ہوئے، آپس میں چپکے چپکے کہتے جاتے تھے (۲۴) کہ دیکھنا آج کوئی غریب آدمی باغ کے اندر نہ آنے پائے (۲۵) سمجھتے تھے کہ بس اب جاتے ہی سارے میوے توڑ لیں گے، ساز و سامان سے چلے اور سویرے پہنچ گئے- (۲۶) باغ کو جب دیکھا کہ اجڑا پڑا ہے تو کہنے لگے "معلوم ہوتا ہے کہ ہم راستہ بھول گئے ہیں (۲۷) نہیں راستہ تو یہی ہے، ہماری قسمت پھوٹ گئی- (۲۸) ان میں جو سب سے بہتر آدمی تھا، کہنے لگا" "کیا میں تم سے نہیں کہا کرتا تھا کہ اپنے اس آخری معبود ہی کی تسبیح و تقدیس کیوں نہیں کرتے؟ (جو تمام مشکلوں کو حل کرنے والا ہے-"[1] (۲۹) بولے پاک ہے ہمارا پروردگار، یقیناً ہم ہی ظالم تھے- (۳۰) پس لگے آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے (۳۱) اور آخر کار سب بول اٹھے کہ ہائے ہماری کمبختی! بے شک ہم بڑی نافرمانیوں اور گمراہیوں میں مبتلا تھے، ہم حد سے بڑھ گئے تھے-[2] (۳۲) شاید ہمارا پروردگار ہمیں اس کے بدلے اس سے اچھا باغ عنایت کرے- اب ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں- (۳۳) ظالموں پر ایسے ہی عذاب اترتا ہے- اور انجام کار جو عذاب نازل ہونے والا ہے، اگر اس کی حقیقت جان لیں تو معلوم ہوگا کہ وہ اس سے بھی بڑا اور بہت بڑا عذاب ہے- (۳۴) جن لوگوں میں تقویٰ (اسلامی کریکٹر) ہے ان لوگوں کے لیے بے شک ان کے پروردگار کے پاس نعمت اور برکت والے باغ ہیں- (۳۵) کیا ہم مسلمانوں کو گناہ گاروں کے برابر کر دیں گے؟ (۳۶) تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ کیسے حکم لگایا کرتے ہو؟ (۳۷) کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو؟ (۳۸) کہ تم جو پسند کرو گے وہی تمہیں ملے گا؟

نیز کفار مکہ کے اس الزام کی تردید کی گئی ہے کہ آپ ﷺ (معاذ اللہ) "مجنون" ہیں- چنانچہ فرمایا یہ قرآن مجید کاتبین وحی کے قلم سے لکھا جا رہا ہے اور یہ خود اس بات پر شاہد ہے کہ آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ اور سچے نبی ہیں-

(۱) "الہلال" ۲۰ راگست ۱۹۱۳ء ص ۵- (۲) "الہلال" ۵ رمارچ ۱۹۱۳ء-

اَمۡ لَكُمۡ اَيۡمَانٌ عَلَيۡنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمۡ لَمَا تَحۡكُمُوۡنَ ۚ﴿۳۹﴾ سَلۡهُمۡ اَيُّهُمۡ
بِذٰلِكَ زَعِيۡمٌ ۚ﴿۴۰﴾ اَمۡ لَهُمۡ شُرَكَآءُ ۚ فَلۡيَاۡتُوۡا بِشُرَكَآئِهِمۡ اِنۡ كَانُوۡا صٰدِقِيۡنَ ﴿۴۱﴾ يَوۡمَ يُكۡشَفُ
عَنۡ سَاقٍ وَّيُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ فَلَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ ۙ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ
وَقَدۡ كَانُوۡا يُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ وَهُمۡ سٰلِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرۡنِىۡ وَمَنۡ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ ؕ
سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۴۴﴾ وَاُمۡلِىۡ لَهُمۡ ؕ اِنَّ كَيۡدِىۡ مَتِيۡنٌ ﴿۴۵﴾ اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ
اَجۡرًا فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ ۚ﴿۴۶﴾ اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴿۴۷﴾ فَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ
وَلَا تَكُنۡ كَصَاحِبِ الۡحُوۡتِ ۘ اِذۡ نَادٰى وَهُوَ مَكۡظُوۡمٌ ؕ﴿۴۸﴾ لَوۡلَاۤ اَنۡ تَدٰرَكَهٗ نِعۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ
لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَهُوَ مَذۡمُوۡمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنۡ يَّكَادُ الَّذِيۡنَ
كَفَرُوۡا لَيُزۡلِقُوۡنَكَ بِاَبۡصَارِهِمۡ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكۡرَ وَيَقُوۡلُوۡنَ اِنَّهٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ۘ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا
ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۵۲﴾

(۳۹) یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو روز قیامت تک چلی جائیں گی کہ تم جس چیز کی فرمائش کرو گے وہی تمہارے لیے موجود کر دی جائے گی؟ (۴۰) ان لوگوں سے پوچھو کہ ان میں سے کون اس کا ذمہ دار ہے؟ (۴۱) کیا ان لوگوں کے اور شرکاء ہیں؟ اگر ہیں اور یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو لائیں اور حاضر کریں۔ (۴۲) وہ دن آنے والا ہے جب کہ ساق (الٰہی) کھلے گی اور ان لوگوں کو سر افگندگی (سجدے) کی دعوت دی جائے گی، مگر اس وقت ان میں اتنی قدرت و استطاعت کہاں؟ (۴۳) ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی، صورتوں پر ذلت چھارہی ہوگی۔ یہ وہی لوگ ہیں کہ جب انہیں سر جھکانے کو کہا جاتا تو اس وقت یہ اچھے خاصے اور صحیح سالم تھے۔ (۴۴) ہم کو اور ان لوگوں کو جو اس کلام کو جھٹلاتے ہیں، اپنے اپنے حال پر رہنے دو، ہم اس طرح پر کہ انہیں خبر بھی نہ ہو آہستہ آہستہ گھسیٹتے اور ڈھیل دیتے چلے جارہے ہیں۔ (۴۵) بے شک ہماری تدبیر نہایت پختہ اور محکم ہے (۴۶) (یہ بات کیا ہے، یہ اس قدر سرگرداں کیوں ہیں؟) کیا تم ان سے کی بات کی اجرت مانگتے ہو کہ اس کے تاوان سے یہ دبے جارہے ہیں۔ (۴۷) یا ان کے پاس غیب کی خبریں آتی ہیں اور یہ انہیں لکھ لیا کرتے ہیں (۴۸) بہر حال تم اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں ثابت قدم رہو، اور اس مچھلی والے کی طرح نہ ہو جاؤ جس نے مغموم ہو کر خدا کو آواز دی تھی (۴۹) اگر پروردگار عالم کا فضل و کرم اس کی دستگیری نہ کیے ہوتا تو بڑے برے حالوں فضائے زمین پر پھینکا ہوا پڑا رہتا (۵۰) لیکن پروردگار کو بندہ نوازی منظور تھی، اس نے نوازش کی۔ پھر اپنے صالح بندوں میں (جو نیک و بہتر زندگی بسر کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے) اسے شامل کر لیا۔[1] (۵۱) اور کافر جب قرآن سنتے ہیں تو اس طرح اپنی نظروں سے گھورتے ہیں جیسے وہ تجھ کو صحیح راہ سے پھسلا دیں گے اور کہتے ہیں یہ تو دیوانہ ہے (۵۲) حالانکہ یہ (قرآن) سارے جہان کے لیے نصیحت ہے!

(۱) "الہلال" ۳۰ اگست ۱۹۱۳ء ص ۶ نیز الہلال ۱۵- اپریل ۱۹۱۴ء ص ۱۱-

آیاتھا: 52 | سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ | رُکوعاتھا: 2

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلْحَآقَّةُ ﴿١﴾ مَا الْحَآقَّةُ ﴿٢﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ﴿٣﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌ بِالْقَارِعَةِ ﴿٤﴾ فَاَمَّا
ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ﴿٥﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ﴿٦﴾ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ
سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴿٧﴾
فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ﴿٨﴾ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ﴿٩﴾ فَعَصَوْا
رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ﴿١٠﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ﴿١١﴾ لِنَجْعَلَهَا
لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿١٢﴾ فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿١٣﴾ وَّحُمِلَتِ
الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿١٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿١٥﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ
فَهِىَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿١٦﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿١٧﴾

---

(۱-۲) ایک شدنی اور ہونے والی بات تھی[۱-۲] (۳) اور تم جانتے ہو وہ کون سی شدنی بات تھی؟[۱] (۴) ثمود اور عاد نے (اس) کھڑ کھڑا ڈالنے والے (حادثے) کو جھٹلایا۔ (۵) سو ثمود تو ایک چنگھاڑ سے ہلاک کر دیے گئے (۶) اور عاد ایک زناٹے کی سخت آندھی سے تباہ کر دیے گئے (۷) جسے اللہ تعالیٰ نے برابر سات راتیں اور آٹھ دن ان پر چلائے رکھا' آپ (اگر وہاں ہوتے تو) دیکھتے کہ وہاں اس طرح پچھڑے پڑے تھے جیسے کھجور کے کھوکھلے تنے ہوں۔ (۸) اب کیا ان میں سے کوئی (متنفس) بچا ہوا نظر آتا ہے؟ (۹) اور فرعون اور اس سے پہلے کے لوگ اور الٹی ہوئی بستیوں والوں نے جرائم کا ارتکاب کیا۔ (۱۰) چنانچہ انہوں نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی تو اس نے ان کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑا۔ (۱۱) لوگو! جب پانی کا طوفان حد سے گزر گیا تو ہم نے تم کو کشتی میں سوار کر لیا (۱۲) تاکہ اس واقعہ کو تمہارے لیے تذکرہ (نصیحت آموز یادگار) بنا دیں اور جو کان اسے (سن کر) یاد رکھنے کے قابل ہیں وہ یاد رکھیں۔ (۱۳) پھر جب ایک (پہلی) مرتبہ صور میں پھونک ماردی جائے گی (۱۴) اور زمین اور پہاڑ اٹھا کر ایک ساتھ پٹک دیے گئے اور وہ دفعۃً چور چور ہو گئے (۱۵) پس آج ہی قیامت کا سب سے بڑا دن آ گیا (۱۶) آسمان پھٹ پڑے اور اس کی چولیں ڈھیلی ہو گئیں۔[۲]

---

ع مکہ کے سردار کہتے تھے کہ ہم کو دنیا میں جو نعمتیں مل رہی ہیں وہ ہمارے اللہ کے ہاں مقبول ہونے کی علامت ہے۔ لہٰذا اگر کوئی آخرت ہے تو وہاں بھی ان نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔ اس کے جواب میں آیت ۳۵ سے فرمایا کہ یہ بات عقل سے بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمانبردار

---

(۱) "الہلال" ۲۹ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۸۔ (۲) "الہلال" ۹ ستمبر ۱۹۱۳ء ص ۱۳۔

يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٨﴾ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ
هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ﴿١٩﴾ إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِي
جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿٢٤﴾
وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ﴿٢٥﴾ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾
يَا لَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ﴿٢٩﴾ خُذُوهُ فَغُلُّوهُ ﴿٣٠﴾
ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ﴿٣١﴾ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ﴿٣٢﴾ إِنَّهُ كَانَ لَا
يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿٣٤﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هَاهُنَا حَمِيمٌ ﴿٣٥﴾
وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غِسْلِينٍ ﴿٣٦﴾ لَّا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ﴿٣٧﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ ﴿٣٨﴾ ع

(۱۷) فرشتے اس کے اطراف میں ہوں گے اور اس دن تیرے پروردگار کے عرش کو آٹھ (فرشتے) اپنے اوپر اٹھائے ہوں گے (۱۸) (لوگو!) اس روز تم اپنے رب کے حضور پیش کیے جاؤ گے اور تمہارا کوئی راز بھی مخفی نہیں رہے گا۔ (۱۹) تو جس کو اس کا نامہ (اعمال) اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ کہے گا، لو یہ مرا نامہ (اعمال تو) پڑھو (۲۰) مجھے تو (دنیا میں) یقین تھا کہ ایک روز مجھے میرا حساب ملنے والا ہے (۲۱) پس وہ خاطر خواہ عیش میں ہوگا (۲۲) (یعنی) عالی مقام جنت میں (۲۳) جس کے پھل جھکے پڑ رہے ہوں گے۔ (۲۴) (اور ان سے کہا جائے گا) کہ گزشتہ دنوں (یعنی دنیا میں) جو تم نے عمل کیے تھے ان کے بدلے میں مزے سے کھاؤ اور پیو (۲۵) اور جس کا نامہ (اعمال) اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا "کاش میرا نامہ اعمال مجھے نہ ملا ہوتا (۲۶) میں نے نہ جانا ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے! (۲۷) کاش! اس موت سے (میری ہستی کا) خاتمہ ہو گیا ہوتا! (۲۸) میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا! (۲۹) میرا اسارا اقتدار تباہ ہو گیا!" (۳۰) (حکم ہوگا کہ) "اس کو پکڑ لو اور اس کے گلے میں طوق ڈال دو (۳۱) پھر (لے جا کر) اسے جہنم میں جھونک دو (۳۲) پھر اسے ستر (۷۰) گز لمبی زنجیر میں جکڑ دو (۳۳) کیونکہ یہ نہ خدائے بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا (۳۴) اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی طرف راغب ہوتا تھا (۳۵) پس آج نہ کوئی اس کا دوست دار ہے (۳۶) اور نہ زخموں کے دھوون کے سوا (اس کے لیے) کچھ کھانے کو ہے (۳۷) جسے خطاکاروں کے بغیر کوئی نہیں کھائے گا! (۳۸) تو (لوگو!) میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جو تم دیکھ رہے ہو۔

بندوں اور مجرموں میں فرق نہ کرے۔ خالق کائنات کے ہاں اندھیر نہیں ہے۔

ج آیت ۴۲-۴۳ میں اس حقیقت کو ظاہر فرمایا کہ قیامت کے دن جب پنڈلی کھلے گی اور سب لوگ سجدے کے لیے بلائے جائیں گے تو یہ کافر اور منافق سجدہ نہیں کر سکیں گے

وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾
وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ
عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا
مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ
مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ
الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

---

(۳۹) اوران کی بھی جو تمہیں نظر نہیں آتیں۔ (۴۰) کہ یہ (قرآن مجید) بلاشبہ رسول کریم کا گفتار ہے۔[۲]
(۴۱) اور نہ یہ کسی شاعر کی (بنائی ہوئی) بات ہے۔ (مگر) تم لوگ کم ہی یقین کرتے ہو (۴۲) اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے (مگر) تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو (۴۳) (یہ) تو رب العالمین کا اتارا ہوا (کلام) ہے۔
(۴۴) اگر اس (نبی) نے خود کوئی بات بنا کر منسوب کی ہوتی (۴۵) تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے (۴۶) پھر ہم اس کی رگ گردن کاٹ ڈالتے (۴۷) اور تم میں سے کوئی بھی (ہمیں) اس بات سے نہ روک سکتا۔ (۴۸) اور کچھ شک نہیں کہ یہ (قرآن) اہل تقویٰ کے لیے نصیحت ہے۔
(۴۹) اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ تم میں کچھ لوگ اس کے جھٹلانے والے ہیں (۵۰) اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ جو کچھ ہوا کافروں کے لیے موجب ماتم وحسرت ہے۔
(۵۱) اور اس میں بھی شک نہیں کہ یہ ایک یقینی صداقت الٰہی کا ظہور ہے (۵۲) پس اپنے پروردگار کی حمد وثنا کرو جس نے دشمنان اسلام کو شادی کی جگہ حسرت ونامرادی میں مبتلا کر دیا![۱]

---

اس آیت کی یہ تفسیر حدیث سے ثابت ہے جو صحیحین اور دوسری کتابوں میں متعدد اسانید سے آئی ہے (شوکانی) بعض مفسرین نے کہا ہے کہ "کشف ساق" شدت سے کنایہ قرار دیا ہے یعنی قیامت کا دن بہت سخت ہوگا۔

[۱] یہ بھی مکہ معظمہ کے ابتدائی دور میں نازل شدہ سورتوں سے ہے جبکہ آنحضرت ﷺ کی مخالفت شروع ہو چکی تھی۔
اس کا پہلا رکوع آخرت کے بیان میں ہے اور دوسرا رکوع قرآن مجید کے منزل من اللہ اور آنحضرت ﷺ کے رسول برحق ہونے کے بیان پر مشتمل ہے۔

ع قیامت کا نام الحاقۃ ہے- یعنی وہ واقعہ جو لازماً پیش آ کر رہے گا اور اس کی آمد میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے-

یہ واقعہ تو ہونی شدنی ہے- جن قوموں نے بھی اس کی تکذیب کی وہ اخلاقی گراوٹ میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو گئیں-

ع اللہ تعالیٰ مستوی علی العرش ہے- یہ کلمہ برحق ہے مگر اس کی کیفیت ہم نہیں جان سکتے- اسی بنا پر سلف صالحین نے فرمایا:

"نومن به ولا نعلم کیف، معناه معلوم والکیف مجهول!" آیت ۱۷ میں اسی کی طرف اشارہ ہے-

ع آیت ۴۰ میں فرمایا کہ "یہ قرآن بلاشبہ رسول کریم کی گفتار ہے-

یہاں پر رسول کریم سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں- اور سورۂ تکویر آیت نمبر ۱۹ میں اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں- یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید کو آنحضرت ﷺ یا جبریل کا کلام کس معنی میں کہا گیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ لوگ اسے آنحضرت ﷺ کی زبان سے سن رہے تھے جبکہ آپ ﷺ اسے حضرت جبریل علیہ السلام سے سن رہے تھے- اس اعتبار سے اسے حضور علیہ السلام یا جبریل علیہ السلام کا کلام کہہ دیا گیا- ورنہ درحقیقت تو قرآن مجید کلام اللہ تعالیٰ کا ہے- چنانچہ آگے چل کر وضاحت فرما دی ہے کہ یہ رب العالمین کا نازل کردہ ہے- خود "رسول علیہ السلام" کا لفظ ہی اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ آنحضرت ﷺ پیغام رساں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کلام کو پہنچانے والے ہیں-

ع آیت ۴۴ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ نبی علیہ السلام کو اپنی طرف سے وحی میں کمی بیشی کا اختیار نہیں ہے- اگر وہ ایسا کرے گا تو اسے سخت سزا ملے گی-

✲ ✲ ✲

آیاتہا: 44 ‏ **سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ** ‏ رکوعاتہا: 2

**بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ﴿۱﴾ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ
الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾
اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ﴿۶﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴿۷﴾ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾ وَتَكُوْنُ
الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ
عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ بِبَنِيْهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ﴿۱۳﴾ وَمَنْ فِي
الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾

---

(۱-۳) ایک مانگنے والے نے (جلدی کر کے) عذاب مانگا،[۲] جو اللہ ذی المعارج (بلند درجوں[۳] والے) کی طرف سے کافروں پر واقع ہونے والا ہے' اس کو کوئی دفع کرنے والا نہیں۔ (۴) ملائکہ اور روح اس کی طرف ایک ایسے دن میں چڑھ جائیں گے جس کا اندازہ پچاس ہزار سال ہے (۵) تو (اے نبی! ان کے جھٹلانے پر) صبر جمیل کیجیے......! (۶) یہ لوگ اسے بعید (از قیاس) سمجھتے ہیں (۷) اور ہم اسے قریب سے دیکھ رہے ہیں (۸) جس روز کہ آسمان پگھلے ہوئے تانبے کی طرح سرخ ہو جائے گا (۹) اور پہاڑ رنگ برنگ کی (دھنکی ہوئی) اون کی طرح ہو جائیں گے۔ (۱۰) اور کوئی جگری دوست اپنے جگری دوست کو دکھائی دینے پر بھی نہ پوچھے گا (۱۱) مجرم چاہے گا کہ کاش وہ اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے بیٹوں (۱۲) اپنی بیوی اور اپنے بھائی (۱۳) اور اپنے قریب ترین خاندان کو جو اسے پناہ دیتا تھا (۱۴) اور روئے زمین کے سب لوگوں کو فدیہ میں دے دے، پھر یہ اسے نجات دلا دے۔ (۱۵) ہرگز نہیں! ......وہ تو آگ کی لپٹ ہو گی (۱۶) جو سر کی کھلڑی ادھیڑ ڈالے گی۔ (۱۷) پکار پکار کر اپنی طرف بلائے گی ہر اس شخص کو جس نے (دنیا میں حق بات سن کر) پیٹھ پھیری اور روگردانی (اختیار) کی۔

---

۱ یہ سورہ مکی ہے اور اس کے نزول کا زمانہ بھی سورۃ الحاقہ کا ہے۔ اس سورہ میں بھی کفار کو تنبیہ کی گئی ہے جو قیامت اور جنت و دوزخ کا مذاق اڑاتے تھے اور کہتے تھے "لے آؤ وہ قیامت جس سے تم ڈراتے ہو!"...... اور رسول اللہ ﷺ کو صبر و تحمل کی تلقین کی گئی ہے کہ آپ ان کے تمسخر کی پروا نہ کریں۔ یہ اپنے بیہودہ مشغلوں کا انجام خود دیکھ لیں گے۔

۲ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نضر بن حارث بن کلدہ نے عذاب کا سوال کیا تھا اور کہا تھا:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ!

۳ اللہ تعالیٰ ذی المعارج ہے۔ یعنی اس کی ذات بلند و بالا ہے۔ اور اس کے حضور باریاب ہونے کے لیے فرشتوں کو پے در پے بلندیوں

وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾ إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ﴿١٩﴾ إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢٠﴾ وَإِذَا مَسَّهُ
الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢١﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٢﴾ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَالَّذِينَ فِي
أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٤﴾ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٥﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٦﴾
وَالَّذِينَ هُم مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٧﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ وَالَّذِينَ
هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٢٩﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ
مَلُومِينَ ﴿٣٠﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣١﴾ وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ
وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ
يُحَافِظُونَ ﴿٣٤﴾ أُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّكْرَمُونَ ﴿٣٥﴾ فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مُهْطِعِينَ ﴿٣٦﴾ عَنِ ع
الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ ﴿٣٧﴾ أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ۖ إِنَّا

---

(۱۸) اور مال جمع کیا اور سینت سینت کر رکھا- (۱۹) بے شک انسان تھڑدلا پیدا کیا گیا ہے- (۲۰) جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے (۲۱) اور خیر، یعنی مال و دولت- حاصل ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے (۲۲) مگر وہ لوگ (اس عیب سے محفوظ ہیں) جو نمازی ہیں-[ع] (۲۳) یعنی وہ جو ہمیشہ پابندی سے نماز پڑھتے ہیں (۲۴-۲۵) اور ان کے اموال میں سائل اور نہ مانگنے والے (محتاج) کا ایک حصہ مقرر ہے- (۲۶) اور روز جزاء پر یقین رکھتے ہیں- (۲۷) اور اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں (۲۸) کیونکہ ان کے رب کا عذاب ڈرنے کے لائق ہے- (۲۹) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں (۳۰) بجز اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے (کہ ان سے استمتاع میں) ان پر کچھ الزام نہیں ہے- (۳۱) ہاں جو لوگ ان کے علاوہ (اور کے) طلبگار ہوں تو وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں (۳۲) اور وہ جو اپنی امانتوں اور عہد کا پاس کرتے ہیں- (۳۳) اور جو اپنی گواہیوں (میں سچائی) پر قائم رہتے ہیں (۳۴) اور وہ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں (۳۵) یہی وہ لوگ ہیں جو (بہشت کے) باغوں میں عزت سے رہیں گے! (۳۶-۳۷) پس اے نبیؐ! ان کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ دائیں اور بائیں سے گروہ در گروہ تمہاری طرف دوڑے چلے آرہے ہیں- (۳۸) کیا ان میں سے ہر شخص یہ لالچ رکھتا ہے کہ نعمت بھری جنت میں داخل کر لیا جائے گا؟

---

سے گزرنا ہوتا ہے- آیت ۴ میں روح سے مراد حضرت جبریل ہیں-

ع سورۃ السجدۃ میں ہے کہ:

خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰۤى اَنْ
نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ
الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾
خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾

---

(۳۹) یہ تو ہونا نہیں- ان کو معلوم ہے کہ ہم نے جس چیز سے ان کو پیدا کیا ہے-

(۴۰-۴۱) پروردگار عالم شاہد ہے کہ ہم اس بات کی قدرت رکھتے ہیں کہ جیسے لوگ اب ہیں ہم انہیں بدل کر کے ان سے اچھی قوم لائیں اور اس کام میں کسی نے بھی ہم پر سبقت حاصل نہ کی ہوگی-

(۴۲) انہیں چھوڑ دو کہ غور و خوض اور لہو و لعب میں پڑے رہیں یہاں تک کہ عذاب کا دن آئے اور اس روز غفلت کا نتیجہ ظاہر ہو جائے-[1]

(۴۳) جس روز کہ یہ قبروں سے نکل کر میدان حشر کی طرف دوڑے جا رہے ہوں گے جیسے دوڑ کے مقررہ نشانوں کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہیں-

(۴۴) ان کی نظریں جھکی ہوئی ہوں گی (اور) ان (کے چہروں) پر ذلت چھا رہی ہوگی، یہی وہ دن ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے-

---

"يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○"
یعنی "اللہ تعالی کے حضور وہ ایک دن میں چڑھ جاتے ہیں، جس کی مقدار تمہارے اندازے کے مطابق ایک ہزار سال ہے-" لیکن یہاں پر جس دن کو پچاس ہزار سال کا فرمایا ہے وہ قیامت کا دن ہے-

ﻉ قرآن مجید جب بھی انسان کی اخلاقی کمزوریوں کا ذکر فرماتا ہے تو اس سے ایمان والوں اور راہ راست اختیار کرنے والے لوگوں کو مستثنیٰ کر لیتا ہے- چنانچہ یہاں بھی ان لوگوں کو مستثنیٰ کیا ہے اور ان کی صفات بیان فرمائی ہیں-

***

---

(۱) "الہلال" ۲۳ جولائی ۱۹۱۳ء ص ۱۲-

آیاتُها: 28 | سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ [۱] | رُکُوعَاتُها: 2

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّآ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِۦٓ أَنْ أَنذِرْ قَوْمَكَ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١﴾ قَالَ
يَٰقَوْمِ إِنِّى لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢﴾ أَنِ ٱعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ وَٱتَّقُوهُ وَأَطِيعُونِ ﴿٣﴾ يَغْفِرْ لَكُم مِّن
ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ إِنَّ أَجَلَ ٱللَّهِ إِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۖ لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٤﴾ وقف لازم
قَالَ رَبِّ إِنِّى دَعَوْتُ قَوْمِى لَيْلًا وَنَهَارًا ﴿٥﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِىٓ إِلَّا فِرَارًا ﴿٦﴾ وَإِنِّى كُلَّمَا
دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوٓا۟ أَصَٰبِعَهُمْ فِىٓ ءَاذَانِهِمْ وَٱسْتَغْشَوْا۟ ثِيَابَهُمْ وَأَصَرُّوا۟ وَٱسْتَكْبَرُوا۟
ٱسْتِكْبَارًا ﴿٧﴾ ثُمَّ إِنِّى دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿٨﴾ ثُمَّ إِنِّىٓ أَعْلَنتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَارًا ﴿٩﴾

---

(۱) ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا (اور حکم دیا) کہ اپنی قوم کے لوگوں کو خبردار کر دے، قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آ نازل ہو۔[۲] (۲) (چنانچہ) اس نے (اپنی قوم سے) کہا "اے میری قوم کے لوگو، میں تم کو صاف صاف خبردار کرنے والا (پیغمبر) ہوں (۳) کہ تم (ایک) اللہ کی عبادت کرو اور اسی سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

(۴) (ایسا کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں مقررہ وقت تک مہلت دے گا، بلاشبہ جب اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت آ جاتا ہے تو وہ (کسی کے ٹالے) ٹل نہیں سکتا، کاش تمہیں اس کا علم ہوتا! (۵) نوح نے (اپنا فرض رسالت ادا کر چکنے کے بعد بالآخر) عرض کی خداوندا! میں نے شب و روز دعوت حق دی (۶) لیکن اس کا الٹا اثر یہ ہوا کہ لوگ مجھ سے دور بھاگنے لگے (۷) میں نے جب ان کو تیری مغفرت کے لیے پکارا انہوں نے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں، اپنے کپڑوں میں لپٹ گئے کہ ان تک تیری آواز نہ پہنچ سکے۔ آہ! یہ ناحق شناس قوم ہمیشہ سخت ہٹ دھرمی اور باطل پرستانہ گھمنڈ کا اظہار کرتی رہی۔ (۸) میں اس پر بھی باز نہ آیا، پھر انہیں پکار پکار کر تیرا پیغام پہنچایا۔ (۹) اور اس کے بعد ظاہر و پوشیدہ ہر طرح سمجھایا۔[۱]

---

۱ یہ سورہ بھی مکی ہے اور مکہ معظمہ کی ابتدائی نازل شدہ سورتوں میں سے ہے۔ اس میں حضرت نوح علیہ السلام کا پورا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ قصہ برائے قصہ نہیں بلکہ کفار کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تم محمد ﷺ کے ساتھ وہی رویہ اختیار کر رہے ہو جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قوم نے اختیار کیا۔

۲ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت کا مقصد قوم کو ان کی گمراہیوں اور اخلاقی خرابیوں پر متنبہ کرنا، ایک اللہ کی عبادت کی طرف

---

(۱) "البلاغ" ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء ص ۱۱۔ نیز "الہلال" ۲۴ ستمبر ۱۹۱۴ء ص ۶۔

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ⑩ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ⑪ وَّ
يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ⑫ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ
لِلّٰهِ وَقَارًا ⑬ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ⑭ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ⑮
وَّ جَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ⑯ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ⑰
ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ⑱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ⑲ لِّتَسْلُكُوْا

---

(۱۰) میں نے ان سے کہا: "اپنے رب سے بخشش طلب کرو، بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے (۱۱) وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا۔

(۱۲) اور مال واولاد سے تمہاری مدد کرے گا، تمہیں باغ دے گا اور تمہارے لیے نہریں جاری کر دے گا (۱۳) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟

(۱۴) حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا ہے۔

(۱۵) کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان تہ بر تہ بنائے؟

(۱۶) اور (آسمانوں میں) خدا (تعالیٰ) نے چاند کو بھی بنایا جو ایک نور ہے اور سورج کو بھی بنایا کہ ایک روشن مشعل ہے۔[۲]

(۱۷) اور اللہ تعالیٰ ہی نے تم کو زمین سے اگایا۔

(۱۸) پھر وہ تمہیں اسی زمین میں لوٹا کرلے جائے گا اور (قیامت کے دن) اسی سے تمہیں نکال کھڑا کرے گا۔

(۱۹) اور اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہارے لیے فرش (کی طرح ہموار) بنا دیا۔

---

دعوت دینا، اللہ تعالیٰ سے ڈرانا اور پیغمبر کی اطاعت اختیار کرنے کا حکم دینا تھا۔

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ڈرایا اور ساڑھے نو سو (۹۵۰) سال تک انہیں توحید کی طرف دعوت دی۔ لیکن جب قوم نہ مانی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی حضرت نوح علیہ السلام کو بتا دیا گیا:

﴿ اِنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ ۝ ﴾

تو حضرت نوح علیہ السلام نے یہ دعا کی جو اوپر مذکور ہے۔

۲ حضرت نوح علیہ السلام کے دور میں جن بڑے بڑے بتوں کی پوجا ہوتی تھی ان میں سے صرف وہ معبود ذکر کیے ہیں جنہیں بعد میں

---

(۱) "الہلال" ۲ نومبر ۱۹۱۲ء۔

مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا
خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا
وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا ۖ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا ﴿۲۴﴾ مِّمَّا
خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا فَلَمْ يَجِدُوا لَهُم مِّن دُونِ اللَّهِ أَنصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوحٌ
رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا
يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَّبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

(۲۰) تا کہ تم اس کے کھلے راستوں پر چلو پھرو! (۲۱) (بالآخر) نوحؑ نے عرض کیا: خدایا! بایں ہمہ سعی دعوت واصلاح ان سرکشوں نے میرا کہنا نہ مانا اور انہی معبودان باطل کی غلامی کرتے رہے، جنہیں ان کے مال اور ان کی اولاد نے فائدے کی جگہ الٹا نقصان ہی پہنچایا۔[1] (۲۲) اور ان لوگوں نے بڑے بھاری مکر کیے ہیں (۲۳) اور (ایک دوسرے کو) کہا ہے کہ "اپنے معبودوں کو مت چھوڑو اور نہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو! (۲۴) اور انہوں نے (یعنی رئیسوں یا بتوں نے) بہتیروں کو گمراہ کیا ہے اور تو بھی ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی چیز میں ترقی نہ دے! (۲۵) آخر اپنی ہی خطاؤں کی بنا پر وہ غرق کیے گئے اور آگ میں جھونک دیے گئے۔ پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مدد کرنے والے نہ پائے۔ (۲۶) اور (نیز) نوحؑ نے کہا "میرے رب! ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑ (۲۷) اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی نسل سے جو بھی ہوگا وہ بدکار، سخت کافر ہی ہوگا! (۲۸) میرے رب! مجھے، میرے والدین اور جو کوئی ایمان لا کر میرے گھر میں داخل ہو جائے (سب کو بخش دے)۔ اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو بھی معاف فرما دے! اور ظالموں کے لیے تباہی کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہ کر!

اہل عرب نے بھی پوجنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ "ود"

قبیلہ قضاعہ کی شاخ کلب بن وبرہ کا معبود تھا۔ جس کا استھان انہوں نے دومۃ الجندل میں بنا رکھا تھا۔

"سواع" قبیلہ ہذیل کی دیوی تھی اور اس کا بت عورت کی شکل میں بنایا گیا تھا۔

"یغوث" قبیلہ طے کی شاخ انعم اور قبیلہ مذحج کی بعض شاخوں کا معبود تھا۔

"یعوق" یمن کے علاقہ ہمدان قبیلہ ہمدان کا معبود تھا۔

"نسر" قبیلہ حمیر کی شاخ آل ذوالکلاع کا معبود تھا!

(۱) "الہلال" ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء ص ۶۔

اٰیاتُھا: 28 — سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ — رُكُوْعَاتُھَا: 2

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ
فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ﴿۲﴾ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴿۳﴾
وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿۴﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ
كَذِبًا ﴿۵﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾
وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿۷﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاۗءَ فَوَجَدْنٰهَا
مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿۸﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ
يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿۹﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ
رَشَدًا ﴿۱۰﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ

---

(۱) اے نبی! (ان سے) کہہ دیجیے کہ "میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے (مجھے قرآن پڑھتے) غور سے سنا پھر (جا کر اپنی قوم کے لوگوں سے) کہا کہ "ہم نے بڑا ہی عجیب (قسم کا) قرآن سنا ہے (۲) جو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور (اب) ہم ہرگز کسی کو اپنے رب کے ساتھ شریک نہیں کریں گے"[1] (۳) اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے اس نے نہ تو کسی کو اپنی بیوی بنایا اور نہ اولاد ہی (رکھتا ہے)!" (۴) اور یہ کہ "ہم میں کچھ نادان لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ناحق باتیں کہتے رہے ہیں!" (۵) اور یہ کہ "ہم تو سمجھتے تھے کہ انسان اور جن (کوئی بھی) خدا پر جھوٹ نہیں بول سکتے" (۶) اور یہ کہ "انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں میں سے کچھ لوگوں کی پناہ پکڑا کرتے تھے اس طرح انہوں نے جنوں کو اور بھی زیادہ مغرور بنا دیا!" (۷) اور یہ کہ "انسانوں نے بھی وہی گمان کیا جیسا کہ تمہارا گمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی (پیغمبر بنا کر) نہ بھیجے گا" (۸) اور یہ کہ "ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو دیکھا کہ وہ سخت پہرہ داروں اور شہابوں سے پٹا پڑا ہے!" (۹) اور یہ کہ "پہلے تو ہم سننے کے لیے آسمان کے ٹھکانوں میں (جا) بیٹھا کرتے تھے، مگر اب جو (چوری چھپے) سننے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے لیے گھات میں لگا ہوا ایک شہاب ثاقب پاتا ہے۔" (۱۰) اور یہ کہ ہماری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ آیا زمین والوں کے ساتھ کوئی برا معاملہ کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کا رب انہیں راہِ راست دکھانا چاہتا ہے۔

---

[1] یہ سورہ بھی مکی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول ﷺ اپنے چند اصحابؓ کے ساتھ بازار عکاظ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ راستے میں مقام نخلہ پر آپ نے صبح کی نماز پڑھائی۔ اس وقت ادھر جنوں کا ایک گروہ گزر رہا تھا۔ وہ قرآن مجید کی آواز سن

نُّعۡجِزَ اللّٰهَ فِي الۡاَرۡضِ وَلَنۡ نُّعۡجِزَهٗ هَرَبًا ﴿۱۲﴾ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعۡنَا الۡهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنۡ يُّؤۡمِنۡ
بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخۡسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنَّا مِنَّا الۡمُسۡلِمُوۡنَ وَمِنَّا الۡقٰسِطُوۡنَ ؕ فَمَنۡ اَسۡلَمَ
فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوۡا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَاَمَّا الۡقٰسِطُوۡنَ فَكَانُوۡا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وَّاَنۡ لَّوِ اسۡتَقَامُوۡا عَلَى
الطَّرِيۡقَةِ لَاَسۡقَيۡنٰهُمۡ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفۡتِنَهُمۡ فِيۡهِ ؕ وَمَنۡ يُّعۡرِضۡ عَنۡ ذِكۡرِ رَبِّهٖ يَسۡلُكۡهُ
عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَّاَنَّ الۡمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدۡعُوۡا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبۡدُ اللّٰهِ

---

(۱۱) اور یہ کہ ”ہم میں سے کچھ لوگ صالح ہیں اور کچھ اس سے فروتر ہیں- (غرض) ہم مختلف فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں!“ (۱۲) اور یہ کہ ”ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم نہ تو زمین میں (رہ کر) اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکتے ہیں اور نہ بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں!“ (۱۳) اور یہ کہ ”جب ہم نے ہدایت کی بات سنی تو اس پر ایمان لے آئے- اب جو بھی اپنے رب پر ایمان لے آئے گا تو اسے نہ کسی قسم کی حق تلفی اور نہ ظلم ہی کا خوف ہوگا!“

(۱۴) اور یہ کہ ”ہم میں سے کچھ مسلمان (فرمانبردار) اور کچھ سرتابی کرنے والے ہیں، تو جنہوں نے اسلام میں فرمانبرداری کی راہ اختیار کی انہوں نے نجات کی راہ تلاش کر لی (۱۵) لیکن جو سرتاب ہو گئے تو وہ دوزخ کا ایندھن بننے والے ہیں!

(۱۶) اور (میرے پاس یہ بھی وحی بھیجی گئی ہے کہ) ”اگر لوگ سیدھی راہ پر قائم ہو جاتے تو ہم ان کو وافر پانی سے خوب سیراب کرتے- (۱۷) تاکہ ہم اس (احسان سے) ان کو پرکھیں- اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی کرے گا تو (خدا تعالیٰ) اس کو نا قابل برداشت عذاب میں داخل کرے گا!“

(۱۸) اور یہ کہ ”مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں پس ان میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کی بندگی نہ کرو-[1]

(۱۹) اور جب خدا کا بندۂ مخلص (حضرت داعی اسلام) اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس کے اردگرد جمع ہو جاتے ہیں اور اس طرح نزدیک آ کر دیکھتے ہیں گویا قریب ہے کہ لپٹ پڑیں گے-[2]

---

کر ٹھہر گئے- اس سورہ میں اسی واقعہ کا ذکر فرمایا ہے اور یہ قصہ طائف والے سفر کے قصہ کے علاوہ ہے جس کا ذکر سورۂ احقاف میں آیا ہے- کیونکہ اس موقع پر جنوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے- لیکن یہاں پر جن جنوں کا ذکر ہے وہ مشرک اور منکر آخرت ہیں- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ابتدائی دور نبوت کا ہے- جبکہ طائف کا سفر ۱۰ نبوی کو

---

(۱) ”الہلال“ ۸- اکتوبر ۱۹۱۳ء ص ۹-

(۲) ”البلاغ“ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۵ء ص الف پر ترجمہ یوں کیا ہے: ”اور جب اللہ کا بندہ تبلیغ حق کے لیے کھڑا ہوتا ہے تا کہ اللہ کو پکارے تو کفار اس طرح گھیر لیتے ہیں گویا

پیش آیا تھا- تاریخی اعتبار سے بھی یہ دو واقعے معلوم ہوتے ہیں-

۲ ''مفردات'' میں ہے: المسجد بکسر الجیم موضع السجود

اگر چہ ''مسجد'' کے مفہوم کے متعلق مفسرین نے طرح طرح کے اقوال نقل کیے ہیں، مگر صاف بات یہی ہے جو امام راغب اصفہانی نے لکھی ہے- یعنی ''مسجد'' بکسر جیم ہے اور اس سے وہ مقام مراد ہے جہاں فاطر السماوات والارض کے آگے جبین نیاز زمین پر رکھی جائے- اس کی جمع ہے مساجد-

پس ''مسجد'' کا مفہوم اس کے نام سے ظاہر ہے- سورۂ جن کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس مفہوم کی تحدید کی کہ:

وان المساجد للہ! کہ ''مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں!''

اس سے ظاہر ہوا کہ مساجد کے متعلق پہلا حکم یہ ہے کہ وہ صرف اللہ ہی کے لیے ہیں- یعنی ان کے اندر صرف وہی اعمال انجام دیے جا سکتے ہیں جو اللہ کے لیے مخصوص ہیں- اس کے بعد فرمایا ہے فلا تدعوا مع اللہ احدا! پس مسجدوں میں اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی نہ کرو!

اس جملے نے ان تمام اعمال کی نہی عام کر دی جو خدا کے سوا کسی اور کے لیے انجام دیے جائیں خواہ وہ لسانی ہوں یا بدنی-

امام طبریؒ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے:

''افردوا المساجد بذکر اللہ تعالیٰ ولا تجعلوا لغیر اللہ فیھا نصیبا!''

''مسجدوں کو صرف اللہ کے ذکر کے لیے مخصوص کر دو! اللہ تعالیٰ کے سوا غیروں کے لیے وہاں کے ذکر و عبادت میں کوئی حصہ نہ ہو!''

امام طبریؒ، امام رازیؒ، حافظ ابن کثیرؒ وغیرہم اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''قال قتادۃ کانت الیھود والنصاری اذا دخلوا کنائسھم اشرکوا باللہ فامر اللہ بنبیہ ان یوحدوہ وحدہ!''

''قتادہؒ نے اس آیت کے شان نزول میں کہا: یہودیوں اور عیسائیوں کا قاعدہ تھا کہ جب اپنے گرجوں میں جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے ذکر میں بندوں کو بھی شریک کرتے تھے- پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ مسجد کو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص اور صرف اسی کے ذکر کے لیے محدود کر دیں-''

ان اقتباسات سے مندرجہ ذیل نتائج مقصد مساجد کے متعلق حاصل ہوتے ہیں:

۱- مساجد کی تعمیر اور ان کا قیام صرف اس لیے ہے کہ وہ عمارتیں اللہ تعالیٰ کے نام سے مخصوص کر دی جائیں- ان کا مقصد صرف یہ ہونا چاہیے کہ اللہ کے لیے ہوں اور اسی کے ذکر و عبادت کے لیے وہاں لوگ جمع ہوں-

۲- یہود و نصاریٰ کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے گرجوں میں خدا کے ساتھ انسانوں کا بھی ذکر کرتے ہیں اور اس عقیدت و طاعت اور ذوق عبادت کے ساتھ جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے مخصوص ہے- اس آیت میں اس سے روکا گیا اور فرمایا کہ مسجدیں اللہ کے لیے ہیں نہ کہ انسانوں کے ذکر کے لیے-

يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٠﴾ ع
قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿٢١﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ
دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿٢٢﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿٢٣﴾ حَتّٰٓي اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ
عَدَدًا ﴿٢٤﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ﴿٢٥﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا
يُظْهِرُ عَلٰي غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢٦﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ
خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿٢٧﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ
عَدَدًا ﴿٢٨﴾ ع

---

(۲۰) اے نبی! (ان سے) کہیے کہ "میں تو صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا!" (۲۱) (اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہہ دیجیے کہ میں تمہارے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ بھلائی (راہ راست پر لانے) کا۔ (۲۲) (اے پیغمبر ان سے) کہیے کہ "مجھے نہ تو اللہ تعالیٰ (کے غضب) سے کوئی بچا سکتا ہے اور نہ میرے لیے اس کے سوا کوئی جائے پناہ ہے۔ (۲۳) میرا بچاؤ تو صرف اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (جو حکم آیا ہے) اور اس کے پیغام کو (لوگوں تک) پہنچا دوں۔ اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کرے گا اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہیں گے" (۲۴) (یہ لوگ ماننے والے نہیں) تا وقتیکہ اس (عذاب) کو نہ دیکھ لیں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ تو (اس وقت) انہیں معلوم ہو جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کون گنتی میں کم ہے؟ (۲۵) (اے پیغمبر! ان سے) کہیے کہ "میں نہیں جانتا کہ جس (عذاب) کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ قریب ہے یا میرا رب اس کے لیے ایک مدت مقرر فرماتا ہے؟ (۲۶) وہی عالم الغیب ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا! (۲۷) ہاں جس رسول کو پسند فرمالے تو اس کے آگے اور پیچھے (فرشتوں کا) پہرہ لگا دیتا ہے۔ (۲۸) تا کہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے۔ اور وہ، جو کچھ ان کے پاس ہے، اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور اس نے ایک ایک چیز کو گن رکھا ہے!"

---

سورۂ جن کی اسی آیت کے ساتھ کا ٹکڑا ہے:

"وانه لما قام عبدالله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا!"

"اور جب خدا تعالیٰ کا بندۂ مخلص (یعنی حضرت داعی اسلام) اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس کے گرداگرد جمع ہو

اس آیت کے شان نزول میں متعدد اقوال ہیں- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے یا قرآن مجید پڑھتے تو حرص استماع میں لوگ ہجوم کر کے ایک دوسرے پر گرنے لگتے اور نہایت قریب آ جاتے- اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمائی- امام ابن جریر رحمہ اللہ نے تفسیر میں بروایت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ دوسرا قول نقل کیا ہے:

لما راوه يصلي واصحابه يركعون بركوعه ويسجدون بسجوده ......... قال عجبوا من اطاعة اصحابه له-

''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) کو نماز میں اس طرح دیکھتے کہ سب کے سب ان کے جھک جانے کے ساتھ ہی جھک جاتے ہیں اور ان کے سجدہ کرنے کے ساتھ ہی سجدہ میں گر جاتے ہیں تو ان کی اس عجیب اطاعت وفرمانبرداری پر ان کو نہایت تعجب ہوتا اور متحیر ہو کر دیکھنے لگتے-''

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں بروایت حسن رحمہ اللہ نقل کیا ہے:

قال الحسن: لما قام رسول الله ﷺ يقول لا اله الاالله ويدعوا الناس الى ربهم كارت العرب تلبد عليه جميعا- (حاشيه فتح البيان ج ا ص ۹۵)

''جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے، لا الہ لا اللہ کہتے اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے تو اہل عرب ہجوم کر کے پہنچتے اور ایک دوسرے پر چڑھ آتے!''

اصل یہ ہے کہ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے اس حالت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جو آغاز اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی تھی- جب آپ نماز پڑھنے کے لیے قیام فرما ہوتے' ایک جماعت آپ کے جاں نثاروں کی آپ کے پیچھے صف بستہ کھڑی ہو جاتی اور خشوع وخضوع اور انقطاع وقنوت کے ساتھ یہ مقدس گروہ ایک ان دیکھی ہستی کے تصور میں بے خودانہ مصروف رکوع وسجود ومشغول تسبیح وصفوف ومتابعت امام کی عظمت ورعب سے مبہوت ہو جاتے- پھر انہوں نے اپنی شوخی وسرکشی سے اس منظر عبادت کو ایک تماشا سا بنا لیا اور نماز کے وقت جمع ہو ہو کر ہجوم کرنے لگے اور دیکھنے کے شوق میں ایک دوسرے پر ٹوٹنے لگے- وہ اکثر تماشا دیکھنے والوں کی طرح بڑھتے بڑھتے اس قدر قریب آ جاتے گویا لپٹ پڑنے کے ارادے سے بڑھ رہے ہیں-

پس یہی اصل حقیقت ہے جس کی طرف امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کر کے اشارہ کیا ہے!''

✵ ✵ ✵

آیاتھا: 20 — سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ — رکوعاتھا: 2

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿١﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٢﴾ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿٣﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ
وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿٤﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿٥﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً
وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ﴿٦﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ﴿٧﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿٨﴾
رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿٩﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ
وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿١٠﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿١١﴾ اِنَّ لَدَيْنَاۤ
اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿١٢﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٣﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ
الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿١٤﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى

---

(۱) اے کپڑے میں لپٹنے والے[1] (۲) رات (کے وقت نماز) میں کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی رات (آرام کرلیا کرو) (۳) یعنی آدھی رات یا اس سے کچھ کم (۴) یا اس سے کچھ زیادہ، اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو (۵) ہم تم پر ایک بھاری کلام (قرآن مجید) نازل کرنے والے ہیں۔ (۶) بے شک رات کو اٹھنا (نفس کو) خوب روندتا ہے اور اس کی تلاوت (یا دعا) کرنا بہت ٹھیک ہوتا ہے (۷) دن کے اوقات میں تو تمہارے لیے بہت مصروفیات ہیں۔ (۸) اپنے پروردگار کا ذکر کرو اور سب کی طرف سے آنکھیں بند کرکے صرف اسی کے ہو جاؤ۔ (۹) وہ پروردگار کہ تمام عالم میں اسی کی ربوبیت کارفرما ہے اور اس کے سوا کارساز عالم اور کوئی نہیں سو جب ایسا کارساز تمہارے ساتھ ہے تو تم اور کسی کی طرف کیوں نظر اٹھاؤ؟ بس اسی کو اپنا کارساز یقین کرو! (۱۰) رہا منکرین حق کا ظلم ان کا کبر باطل اور باطل پرست کامیابیوں کے دعوے اور اعلانات، سو چاہیے کہ ان پر صبر کرو۔ سردست بغیر کسی سختی کے ان سے الگ ہو جاؤ! (۱۱-۱۲) اور انہیں ان کے حال پر زیادہ نہیں تو تھوڑے دنوں کے لیے چھوڑ دو۔ پھر دیکھو کہ حق کے یہ جھٹلانے والے جو طرح طرح کی خوشحالیوں اور دنیوی عزتوں میں اپنے تئیں پاکر بڑے ہی متکبر اور مغرور ہو گئے ہیں بالآخر کیسا نتیجہ پاتے ہیں۔ ہمارے پاس اگر ان کے لیے مہلت تھی تو اب ان کے جکڑنے کے لیے بیڑیاں اور ان کی عقوبت کے لیے آگ بھی ہے۔[1] (۱۳) اور حلق سے نیچے نہ اترنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے (۱۴) یہ عذاب اس دن ہوگا جب کہ زمین اور پہاڑ لرز اٹھیں گے اور پہاڑ پھسلنے والے ریت کے تودوں کی طرح ہو جائیں گے۔

---

[1] سورۂ مزمل کا موضوع تنزیل یہ تھا کہ تبلیغ حق کی مشکلات و مقامات کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہی بخشی جائے اور

فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ﴿١٥﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿١٦﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ
كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴿١٧﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ ۭ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿١٨﴾ اِنَّ هٰذِهٖ
تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿١٩﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ
وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ
فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۭ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ
يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ڮ فَاقْرَءُوْا

---

(۱۵) ہم نے تمہاری جانب ایک رسول بھیجا' تمہارے آگے حق کی شہادت دینے والا' جس طرح فرعون کی جانب ہم نے ایک رسول بھیجا تھا۔(۱) (۱۶) فرعون نے ہمارے رسول کی نافرمانی کی' سو ہمارے غضب نے اسے بڑا ہی سخت پکڑا اور اس کا سارا گھمنڈ اور غرور باطل بیکار ہو گیا۔ لے (۱۷) پھر اے منکرین اسلام! اگر تم بھی اسی طرح نافرمانی کرو گے تو اس دن کی مصیبت سے کیسے بچ سکو گے جس کی سختی بچوں کو مارے غم کے بوڑھا کر دے گی۔(۲) (۱۸) اس دن آسمان پھٹ جائے گا اور اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ (۱۹) یہ قرآن نصیحت ہے پھر جو کوئی چاہے اس پر عمل پیرا ہو کر پروردگار کی طرف راستہ پیدا کرے۔ (۲۰) اے پیغمبر! تمہارا پروردگار واقف ہے کہ تم راتوں کو اللہ کی یاد اور ذکر کے لیے جاگتے ہو' کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی' اور ایک جماعت تمہارے ساتھیوں کی اس شب بیدارانہ عبادت میں تمہارے ساتھ شریک ہوتی ہے۔ رات اور دن کے تمام (اشغال واعمال) کا اللہ تعالیٰ ہی اندازہ کر سکتا ہے۔

اسے معلوم ہے کہ تم (بوجہ انہماک عبادت اور کمال محویت وخود فراموشی) وقت کو محفوظ نہیں کر سکتے' اس لیے اس نے تمہارے حال پر ارادہ لطف وکرم کیا اور وقت کی قید اٹھا دی.........

---

بتلایا جائے کہ حق کا ظہور ہمیشہ ابتدا میں مظلومی وبے سروسامانی کے ساتھ ہوتا ہے پر آخر میں فتح مندی چمکتی ہے۔ چنانچہ آیات آیندہ میں راہ حق کی مشکلات وتکالیف پر اور اس انکار وسرکشی پر جو باطل پرستوں میں نظر آتی ہے' آپ کو تسکین وتسلی دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ان حالات کو دیکھ کر اپنے اندر مایوسی نہ لاؤ۔ یہ حق کی ابتدا ہے مگر تھوڑے سے صبر وانتظار کے بعد اس کی انتہا بھی آنے والی ہے۔"

لے آیت ۱۵-۱۶ میں کفار قریش کو تنبیہ ہے کہ اگر تم نے بھی اپنے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کی تو تمہارا بھی وہی حال ہو گا جو فرعون کا ہوا۔

---

(۱) "البلاغ" ۱۰ دسمبر ۱۹۱۶ء ص ۱۳۔ (۲) ایضاً

مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾

ع ۲

پس اب جس قدر بھی آسانی سے قرآن پڑھ سکتے ہو' پڑھ لیا کرو- اسے یہ بھی معلوم ہے کہ تم میں سے بعض آدمی بیمار پڑیں گے' بعض تلاش معاش وتجارت کے سلسلے میں سیر وسیاحت کر رہے ہوں گے' بعض خدا کی راہ میں دشمنان اسلام سے لڑتے ہوں گے-

بہر حال ایسی صورت میں اب یہی حکم ہے کہ شب کو جس قدر (تہجد کی نماز میں) قرآن بآسانی پڑھا جا سکتا ہے' پڑھو اور اپنے جسم پر بہت زیادہ بار نہ ڈالو![1]

اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ کو ''قرض حسن'' دیتے رہو- اور جو بھلائی بھی تم اپنے لیے آگے بھیجو گے وہی بھلائی اور اجر میں بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں پاؤ گے' اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے رہو' بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے![ع]

''سورۂ مزمل کے موضوع تنزیل اور آیت زیر بحث کے سیاق وسباق سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آیہ نساء (انا اوحینا الیك كما اوحینا الی نوح- الآیہ- پ ٦) کی طرح دعوت اور داعی کی تشبیہ نہیں دی گئی- بلکہ دعوت وداعی کے انکار اور منکر میں دی گئی ہے- پس یہ تشبیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام میں نہ ہوئی' منکر موسیٰ علیہ السلام اور منکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئی-[2]

ع آخر آیت ۲۰ میں قیام اللیل میں تخفیف کا حکم دیا گیا ہے- اور فرمایا ''تم اس کو ہمیشہ نبھا نہ سکو گے- اس لیے جس قدر سہولت کے ساتھ قرآن مجید پڑھا جا سکے' پڑھ لیا کرو-''

اور سلف میں اکثر نے اس آیت کو پہلے حکم کا ناسخ قرار دیا اور وقت کی تحدید کو ختم کر دیا ہے- تاہم اس کا استحباب باقی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام اللیل کے تارک کو ملامت کی ہے- حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص صبح تک سویا رہتا ہے اور تہجد کی نماز کے لیے نہیں اٹھتا- آپؐ نے فرمایا' اس کے دونوں کانوں میں شیطان نے پیشاب کر دیا ہے-

متعدد احادیث میں قیام لیل کی ترغیب دی ہے- خصوصاً جو لوگ قرآن مجید کے حافظ ہیں' انہیں زیادہ تاکید فرمائی ہے- ایک روایت میں آپؐ نے فرمایا: ''من لم یوتر فلیس منا!''

| آیاتہا: 56 | سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ | رکوعاتہا: 2 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا
تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝۸ فَذٰلِكَ يَوْمَىِٕذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝۹
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝۱۰ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝۱۱ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝۱۲ وَّبَنِيْنَ
شُهُوْدًا ۝۱۳ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝۱۴ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝۱۵ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝۱۶
سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝۱۷ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝۱۸ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝۱۹ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝۲۰
ثُمَّ نَظَرَ ۝۲۱ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝۲۲ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝۲۳ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝۲۴
اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝۲۵ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝۲۶ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝۲۷ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝۲۸

---

(۱) اے چادر اوڑھ کر سونے والے[ا] (۲) اٹھ، پھر لوگوں کو ڈرا (۳-۵) اپنے خدا کی تکبیر کہہ، اپنے کپڑوں کو پاک کر اور بتوں سے دوری اختیار کر[1] (۶) اور زیادہ حاصل کرنے کے لیے (کسی کے ساتھ) احسان نہ کرو (۷) اور اپنے رب (کی رضا جوئی) کے لیے (تکالیف) برداشت کرو (۸) پھر جب صور میں پھونکا جائے گا- (۹-۱۰) پس وہی دن ہے کہ بڑی ہی سختی اور مشکل کا دن ہوگا، جس میں کسی راہ کسی شکل میں بھی آسانی کی صورت نظر نہ آئے گی-[2] (۱۱) تم مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا- (۱۲-۱۳) اور (پھر) اسے بہت سا مال دیا اور سامنے موجود رہنے والے بیٹے دیے (۱۴) اور ہر طرح کا سامان اس کے لیے مہیا کر دیا- (۱۵) پھر (اس پر بھی) وہ طمع رکھتا ہے کہ اسے اور زیادہ دوں (۱۶) ہرگز نہیں، وہ ہماری آیتوں سے بغض و عناد رکھتا ہے-[۲] (۱۷) میں اسے سخت چڑھائی پر چڑھواؤں گا- (۱۸) اس نے سوچا اور اندازہ کیا (۱۹) تو اس کو (خدا کی) مار کہ اس نے کیسی اٹکل دوڑائی (۲۰) پھر اس پر (خدا کی) مار کہ اس نے کیسی اٹکل دوڑائی (۲۱) پھر (مجھ پر) نگاہ ڈالی (۲۲) پھر تیوری چڑھائی اور خوب منہ بنایا (۲۳) پھر پیٹھ پھیری اور تکبر میں پڑ گیا (۲۴) اور کہنے لگا: "یہ قرآن کچھ نہیں مگر (ایک قسم کا) جادو ہے جو (پہلوں سے) نقل ہوتا چلا آ رہا ہے- (۲۵) یقیناً یہ تو کسی بشر کا کلام ہے!" (۲۶) میں عنقریب اسے دوزخ میں جھونک دوں گا (۲۷) اور تم کیا جانو کہ وہ دوزخ ہے کیا چیز؟ (۲۸) نہ وہ باقی رکھے اور نہ چھوڑے-

---

[ا] یہ سورہ بھی مکی ہے- اور اس کی پہلی سات آیات تو مکہ کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہیں- بلکہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ

---

(۱) "الہلال" ۲۰ اگست ۱۹۱۳ء ص ۱۰

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿٢٩﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحٰبَ النَّارِ إِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا
عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ اٰمَنُوٓا
إِيمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ
الْكٰفِرُونَ مَاذَآ أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۗ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَمَا
يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۗ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾ كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ ع
وَالصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ أَنْ
يَّتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّآ أَصْحٰبَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِي جَنّٰتٍ ۛ

---

(۲۹) کھال کو جھلس دینے والی۔ (۳۰) اس پر انیس (فرشتے) مقرر ہیں (۳۱) اور ہم نے دوزخ کے داروغے فرشتے ہی بنائے ہیں اور ان کی تعداد (انیس) کو کافروں کے لیے فتنہ بنا دیا ہے تاکہ اہل کتاب کو یقین آ جائے اور ایمان والوں کا ایمان بڑھ جائے۔ اور اہل کتاب اور مومنین کو (قرآن مجید کی صداقت میں) کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔ اور جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے اور کفار یہ کہیں کہ ایسی باتوں کے بیان کرنے سے اللہ کو کیا غرض ہے؟ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخش دیتا ہے اور تمہارا پروردگار اس کارزار ہستی کی کارفرمائیوں کے لیے) جو فوجیں رکھتا ہے ان کا حال اس کے سوا کون جانتا ہے؟[1] اور یہ (دوزخ کا ذکر) تو صرف نصیحت کے لیے ہے۔ (۳۲) سچ کہتا ہوں اور قسم ہے چاند کی (۳۳) پس قسم ہے رات (انتظار) کی جب وہ ختم ہونے لگے (۳۴) اور صبح (نتائج) کی جب وہ روشن ہو جائے۔ (۳۵-۳۶) کہ دنیا کے عظیم الشان واقعات میں سے یہ ایک واقعہ ہے (اور آنے والے نتائج وحوادث سے) انسان کو ڈرانے والا ہے۔ (۳۷) البتہ یہ انذار و تخویف انہی کے لیے ہے جو تم میں سے نظر عبرت رکھتے ہیں اور جن کا دماغ فہم و تدبر کے لیے متحرک رہتا ہے، یعنی جو تم میں سے آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا چاہتے ہیں، ایک ہی خیال پر منجمد نہیں پتھر کی طرح۔[2] (۳۸) ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے (۳۹) مگر داہنے ہاتھ والے۔

---

یہ قرآن پاک کی اولین آیات ہیں۔ لیکن جمہور علماء کے نزدیک سب سے پہلی وحی سورۂ "اقرء" کی ابتدائی آیات ہیں۔ حدیث میں ہے کہ اس کے بعد وحی کا سلسلہ بند ہو گیا اور تقریباً تین مہینے تک بند رہا۔ پھر اچانک وحی آئی اور سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ فترۃ کے بعد یہ پہلی وحی ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ سورۃ العلق کے نزول کے ساتھ آپ نبی بن گئے اور سورۃ المدثر کے نزول پر جب "قم فانذر" کا جملہ نازل ہوا تو آپ ﷺ پر رسالت کا بوجھ بھی ڈال دیا گیا۔

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۶۸۔

(۲) "الہلال" ۳ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۴۔ ایک اور مقام پر انہی آیات کا ترجمہ یوں کیا ہے:

يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿۴۳﴾
وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴۶﴾
حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿۴۷﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ﴿۴۸﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ
مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۹﴾ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ﴿۵۰﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿۵۱﴾ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ
اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ
ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾ ع

---

(۴۰) جنت میں ہوں گے، پوچھیں گے ایک دوسرے سے (۴۱) مجرموں کے متعلق (۴۲) (پھر گناہگاروں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھیں گے) ''تمہیں کون سی چیز دوزخ میں لے گئی؟'' (۴۳) وہ کہیں گے ''ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے۔ (۴۴) اور نہ مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔ (۴۵) اور بے ہودہ بکنے والوں کے ساتھ ہم بھی بکواس کرتے تھے (۴۶) اور ہم روز جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے (۴۷) حتی کہ ہم پر موت آ پہنچی۔'' (۴۸) تو اس وقت سفارش کرنے والوں کی سفارش بھی ان کو کچھ فائدہ نہ دے گی (۴۹) ان کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ اس نصیحت سے روگردانی کر رہے ہیں (۵۰) گویا یہ جنگلی گدھے ہیں (۵۱) جو شیر سے ڈر کر بھاگ پڑے ہیں (۵۲) بلکہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اسے کھلے صحیفے دیے جائیں۔ (۵۳) ہرگز نہیں، بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے (۵۴) ہرگز نہیں، یہ تو ایک نصیحت ہے (۵۵) پھر جس کا جی چاہے اسے مان لے۔ (۵۶) اور یہ نہیں مانیں گے مگر یہ کہ اللہ کی یہی مشیت ہو۔ اس کی شان یہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے، اور اس کی شان کے لائق ہے کہ وہ (ڈرنے والوں کو) بخش دے۔

---

ع جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے علانیہ تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع ہوا اور پہلی مرتبہ حج کا موقع آیا تو کفار قریش نے باہم مشورہ کیا کہ باہر سے آنے والے حاجیوں کو قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روکنے کے لیے مہم چلائی جائے۔ ان آیات میں اسی کارروائی کی طرف اشارہ ہے۔ اور آیت ۱۱ میں ''اس شخص'' سے مراد ولید بن مغیرہ ہے۔ جس کے دس لڑکے تھے۔ '' وبنین شھودا'' میں انہی کی طرف اشارہ ہے۔

''بیشک چاند نکل آیا، رات جبکہ ختم ہوگئی اور دن جب کہ روشن ہوا۔ یہ حادثہ بڑے بڑے انقلابات میں سے ایک بڑا ہی انقلاب ہے اور غافل انسانوں کو غفلتوں کی پاداش سے سخت ڈرانے والا ہے، تو تم میں سے جو بڑھنا چاہے اس کے لیے اب بڑھنا ہے اور جو پیچھے ہٹنا چاہے اس کے لیے غافل ہو کر تباہ ہونا۔''

اٰیاتُھا: 40 | سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوعاتُھا: 2

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

لَاۤ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۝۱ وَ لَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ ۝۲ اَیَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ
عِظَامَہٗ ۝۳ بَلٰی قٰدِرِیۡنَ عَلٰۤی اَنۡ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ۝۴ بَلۡ یُرِیۡدُ الۡاِنۡسَانُ لِیَفۡجُرَ اَمَامَہٗ ۝۵ یَسۡـَٔلُ
اَیَّانَ یَوۡمُ الۡقِیٰمَۃِ ۝۶ فَاِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ ۝۷ وَ خَسَفَ الۡقَمَرُ ۝۸ وَ جُمِعَ الشَّمۡسُ وَ الۡقَمَرُ ۝۹
یَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍ اَیۡنَ الۡمَفَرُّ ۝۱۰ کَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱ اِلٰی رَبِّکَ یَوۡمَئِذِ الۡمُسۡتَقَرُّ ۝۱۲ یُنَبَّؤُا
الۡاِنۡسَانُ یَوۡمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ۝۱۳ بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰی نَفۡسِہٖ بَصِیۡرَۃٌ ۝۱۴ وَّ لَوۡ اَلۡقٰی
مَعَاذِیۡرَہٗ ۝۱۵ لَا تُحَرِّکۡ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعۡجَلَ بِہٖ ۝۱۶ اِنَّ عَلَیۡنَا جَمۡعَہٗ وَ قُرۡاٰنَہٗ ۝۱۷ فَاِذَا قَرَاۡنٰہُ

(۱) میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی۔[ا] (۲) اس پاک روح کی قسم جو گناہ کرنے کے بعد انسان کو بہت ملامت کرتی ہے۔[۲] [(1)] (۳) کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم (اس کے مرنے کے بعد) اس کی ہڈیاں جمع نہ کر سکیں گے؟ (۴) کیوں نہیں؟ ہم تو اس کی انگلیوں کی پور پور درست کر دینے پر قادر ہیں۔ (۵) بلکہ انسان یہ چاہتا ہے کہ آئندہ بھی برے کام کرتا رہے (اس لیے قیامت کا انکار کرتا ہے) (۶) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا؟ (۷) جب نظر پتھرا جائے گی (۸) اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ (۹) اور سورج اور چاند ملا دیے جائیں گے (۱۰) اس وقت انسان کہے گا ''اب کہاں بھاگ کر جاؤں'' (۱۱) ہرگز نہیں، کہیں پناہ نہ ملے گی (۱۲) اس روز تیرے رب ہی کے حضور ٹھہرنا ہوگا (۱۳) اس روز انسان کو سب اگلے پچھلے اعمال جتلا دیے جائیں گے۔[۳] (۱۴) بلکہ انسان کا وجود خود اس (کی کج اندیشیوں) کے خلاف ایک حجت ہے (۱۵) اگرچہ وہ (اپنے وجدان کے خلاف) کتنے ہی عذر بہانے تلاش کرے۔[(2)]

(۱۶) (اے نبی! قرآن مجید اترتے وقت) اس کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دیجیے۔ (۱۷) اس کو یاد کرا دینا اور

[ا] یہ سورہ مکی ہے۔ اور آیت نمبر ۱۶ '' لا تحرك به لسانك لتعجل به ..... '' سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل ابتدائی زمانہ کی تنزیلات سے ہے۔ جس میں اسلام کی بنیادی تعلیمات (عقائد و اخلاق) نہایت اختصار سے پیش کیے گئے ہیں۔

[۲] قرآن پاک میں نفس انسانی کی تین صفات مذکور ہیں۔ ایک وہ جو انسان کو برائی پر اکساتا ہے۔ اس کا نام ''نفس امارہ'' ہے۔ دوسرا وہ نفس جو غلط کام کرنے پر انسان کو ملامت کرتا ہے، اس کا نام ''نفس لوامہ'' ہے۔ تیسرا وہ جو صحیح راہ اختیار کرنے پر اطمینان محسوس کرتا ہے۔ اس کا نام ''نفس مطمئنہ'' ہے۔

(1) ''البلاغ'' ۲۶ر نومبر ۱۹۱۵ء ص ۱۷۔ (۲) ''ترجمان القرآن'' جلد اول ص ۵۲۔

فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾
وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا
فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ
بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ع
ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ
يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ
مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾ ع ۱۸

---

پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے (۱۸) لہٰذا جب ہم اسے پڑھیں تو تم غور سے سنتے رہو (۱۹) پھر اس کی وضاحت بھی ہمارے ذمہ ہے۔ع (۲۰) ہرگز نہیں، بلکہ تم جلد حاصل ہونے والی چیز (متاع دنیا) سے محبت رکھتے ہو۔ (۲۱) اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو (۲۲) اس روز بہتوں کے منہ ترو تازہ ہوں گے (۲۳) جو اپنے پروردگار کو دیکھ رہے ہوں گے۔[1] (۲۴) اور بہت سے منہ اس روز برے بن رہے ہوں گے۔

(۲۵) ان کو گمان ہوگا کہ ایسی سختی ان کے ساتھ ہونے والی ہے کہ ان کی کمر توڑ دے گی ۵ (۲۶) خوب سمجھ لو کہ جب ہنسلی تک جان پہنچے گی (۲۷) لوگ چلا اٹھیں گے کہ کوئی جھاڑنے والا ہے؟ (۲۸) یقین ہو جائے گا کہ یہ (دنیا سے) مفارقت کا دن ہے۔ (۲۹) اس وقت پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی (۳۰) تو یاد رکھ اسی دن تجھے اپنے رب کی طرف چلنا ہوگا۔[2]

(۳۱) مگر اس نے نہ تصدیق کی نہ نماز پڑھی (۳۲) بلکہ (الٹا پیغمبر یا قرآن کو) جھٹلایا اور منہ موڑا (۳۳) پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کی طرف چل دیا (۳۴) تجھ پر افسوس در افسوس (۳۵) پھر افسوس در افسوس (۳۶) کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ ہمل چھوڑ دیا جائے گا اور اس زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہوگی؟ (۳۷) کیا اس پر یہ حالت نہیں گزر چکی کہ پیدائش سے پہلے نطفہ تھا؟ (۳۸) پھر نطفہ سے علقہ (جونک کی سی شکل) ہوا' پھر علقہ سے (اس کا ڈیل ڈول) پیدا کیا گیا۔ پھر اس (ڈیل ڈول کو) ٹھیک ٹھیک درست کیا گیا[3] (۳۹) پھر اس کی دو قسمیں کیں (یعنی) نر اور مادہ (۴۰) کیا وہ (اللہ) اس پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو جلا اٹھائے؟

---

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن اور نفس لوامہ کی قسم کھا کر جو بات بیان کی ہے وہ مذکور نہیں ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد اللہ

---

(۱) ''الہلال'' ۲۷ راگست ۱۹۱۳ ص ۸۔ (۲) ''الہلال'' ۲۷ راگست ۱۹۱۳ ص ۸۔ (۳) ''ترجمان القرآن'' جلد اول ص ۵۹۔

تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا اور وہ ایسا کرنے پر قادر ہے۔

۳ قیامت کے پہلے مرحلے پر نظام عالم کے درہم برہم ہو جانے کی مختصر کیفیت بیان کی ہے۔

۴ وحی کے ابتدائی دور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کوشش فرماتے کہ وحی کے نصوص یاد ہو جائیں اور کوئی لفظ حافظہ سے اتر نہ جائے۔ اس لیے جب وحی نازل ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ساتھ ساتھ پڑھنے کی کوشش فرماتے۔ چنانچہ اثنائے وحی میں ہدایت دی گئی کہ آپ وحی کے نصوص یاد کرنے کی کوشش نہ کریں بلکہ غور سے سنتے رہیں۔ اسے یاد کرا دینا اور بعد میں ٹھیک ٹھیک پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ اسی بات کا سورۂ طٰہٰ اور سورۃ الاعلیٰ میں اعادہ کیا گیا ہے۔

۵ انسان چونکہ فسق و فجور کی کھلی چھٹی چاہتا ہے اور ان اخلاقی پابندیوں سے بچنا چاہتا ہے جو آخرت کو ماننے سے لازم آتی ہیں، اس لیے وہ آخرت کا انکار کرتا ہے۔

❋ ❋ ❋

| اٰیَاتُھَا : 31 | سُوْرَۃُ الدَّھْرِ مَدَنِیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُھَا : 2 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝۱ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ
نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝۲ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا
كَفُوْرًا ۝۳ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝۴ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ
كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝۵ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ۝۶ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ
وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ۝۷ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا
وَّاَسِيْرًا ۝۸ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝۹ اِنَّا نَخَافُ مِنْ

---

(۱) بے شک زمانے میں انسان پر ایک ایسا وقت بھی گزر چکا ہے جبکہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا[1][2] (۲) بے شک ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا-[3] جسے (ایک کے بعد ایک) مختلف حالتوں میں پلٹتے ہیں- پھر اسے ایسا بنا دیا کہ سننے اور دیکھنے والا وجود ہو گیا-[4]

(۳) ہم نے اس پر راہ عمل کھول دی- اب یہ اس کا کام ہے کہ یا تو شکر کرنے والا ہو یا ناشکرا![(1)] (۴) بیشک ہم نے کافروں کے لیے (آخرت میں) زنجیریں اور طوق اور دہکتی آگ تیار کر رکھی ہے-

(۵) جو لوگ نیک ہیں وہ بلاشبہ (جنت میں) ایسے شراب کے جام پییں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی (۶) وہ ایک چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پییں گے اور جہاں چاہیں گے اسے بہالے جائیں گے-

(۷) یہ وہ لوگ ہوں گے جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی-

(۸) اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں وہ مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں-

(۹) (اور کہتے ہیں) ہمارا یہ کھلانا اس کے سوا کچھ نہیں کہ محض اللہ تعالیٰ کے لیے ہے' ہم تم سے نہ تو بدلہ چاہتے ہیں نہ کسی طرح کی شکر گزاری-[(2)] (۱۰) ہمیں تو اپنے رب سے اس دن (کے عذاب) کا خوف لگا ہوا ہے جو نہایت اداس اور سخت ہوگا-

---

[1] جمہور کے نزدیک یہ سورہ مکی ہے- اس کے انداز بیان سے ان کی تائید ہوتی ہے- بعض نے اسے مدنی قرار دیا ہے- مگر صحیح یہ ہے کہ یہ سورہ مکی ہے- اور جس روایت کی بنا پر اسے مدنی قرار دیا گیا ہے وہ روایت صحیح نہیں ہے-

[2] دنیا میں انسان کو چاہیے کہ اپنی حقیقت پر غور کرے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بجالائے- یہاں پر "ھل" بمعنی "قد" ہے- "دھر"

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۱۶۹- (۲) الفاتحہ آیت نمبر ۹ [illegible]

رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ﴿١٠﴾ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿١١﴾
وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿١٢﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا
وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿١٣﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿١٤﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ
بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿١٥﴾ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿١٦﴾
وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿١٧﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿١٨﴾ وَيَطُوْفُ
عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿١٩﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ
نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿٢٠﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ
وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿٢١﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿٢٢﴾ اِنَّا

---

(۱۱-۱۲) سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اس دن کی سختی سے بچالے گا اور ان کو تازگی اور مسرت سے ہمکنار کرے گا- اور ان کے صبر (واستقلال) کے صلے میں انہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا- (۱۳) وہ مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے- اور اس جنت میں نہ وہ سورج کی گرمی پائیں گے اور نہ جاڑے کی سختی (۱۴) جنت (کے درختوں) کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے اور ان کے پھل ان کے اختیار میں کردیے جائیں گے- (۱۵) اور ان پر چاندی کے برتن اور شیشے کے پیالوں کا دور چل رہا ہوگا- (۱۶) شیشے بھی وہ جو چاندی کی قسم کے ہوں گے (یعنی سفید شفاف) جن کو (خدام جنت نے ٹھیک اندازے کے موافق بھرا ہوگا- (۱۷) اور ان کو وہاں (ایسی شراب کے) جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی- (۱۸) وہ جنت میں ایک چشمہ ہوگا جس کا نام سلسبیل ہوگا- (۱۹) اور ان کی خدمت کے لیے ایسے لڑکے پھرتے ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے- جب تو انہیں دیکھے تو سمجھے کہ موتی ہیں جو بکھیر دیے گئے ہیں- (۲۰) اور جب تو بہشت کو دیکھے تو وہاں بہ کثرت نعمتیں اور بڑی سلطنت کا سامان تمہیں نظر آئے گا (۲۱) ان کے اوپر باریک ریشم کے سبز لباس اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے- اور ان کا رب انہیں شراب طہور (یعنی نہایت پاکیزہ شراب) پلائے گا-[۵] (۲۲) (اور ان سے کہا جائے گا) یہ تمہارا صلہ ہیں اور تمہاری کوشش قابل قدر ٹھہری-"

---

یعنی لامتناہی زمانے کے اندر ایک طویل مدت ایسی گزر چکی ہے جب سرے سے نوع انسانی موجود نہ تھی' پھر اس نوع کا آغاز ہوا-

۳ "نطفۃ امشاج" (آیت نمبر۲) سے مراد یہ ہے کہ انسان کی پیدائش مرد اور عورت کے دو الگ الگ نطفوں سے نہیں ہوئی بلکہ دونوں نطفے جب مل کر ایک ہو گئے تو اس مرکب نطفے سے انسان پیدا ہوا-

نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ

اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ

سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۳۰﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ

رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾

---

(۲۳) (اے پیغمبر) بے شک ہم نے ہی آپ پر تھوڑا تھوڑا کر کے قرآن مجید نازل فرمایا ہے-[۶] (۲۴) سو آپ اپنے رب کے حکم پر صبر کیجیے اور ان میں سے کسی بدکار یا کافر کی بات نہ مانیے (۲۵) اور صبح و شام اپنے رب کا نام لیا کیجیے- (۲۶) اور رات کو اس کے حضور سجدہ ریز رہیے- اور رات کے طویل حصہ میں اس کی تسبیح کرتے رہیے! (۲۷) یہ لوگ تو دنیا سے محبت رکھتے ہیں- اور آگے جو بھاری دن آنے والا ہے' اسے نظر انداز کر رہے ہیں-[۷] (۲۸) ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے اور ہم نے ہی ان کے جوڑ بند مضبوط کیے ہیں- اور جب ہم چاہیں تو انہی جیسے اور لوگ لے آئیں- (۲۹) بلاشبہ یہ نصیحت (کی باتیں) ہیں- سو جو شخص چاہے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کر لے! (۳۰) اور مشیت الٰہی کے بغیر تم لوگ کچھ نہیں چاہ سکتے- بے شک اللہ تعالیٰ بڑے علم اور بڑی حکمت والا ہے (۳۱) وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے- اور ظالموں کے لیے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے!

---

۴ ''اس پر راہِ عمل کھول دی'' کہ یا تو خدا کی دی ہوئی قوتیں کام میں لائے اور فلاح و سعادت کی راہ اختیار کرے، یا ان سے کام نہ لے اور گمراہ ہو جائے-

۵ جنت کی ان نعمتوں کا ذکر سورۃ الکہف میں بھی بیان ہوا ہے اور بعض دیگر سورتوں میں بھی یہ ذکر ملتا ہے- جنت میں جو شراب پیش ہو گی' ایک تو وہ ہو گی جس میں کافور کی آمیزش ہو گی اور دوسری وہ کہ جس میں زنجبیل (سونٹھ) کی آمیزش ہو گی- اس کے بعد اب یہاں پر فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ انہیں شراب طہور پلائے گا-''

۶ آیت نمبر ۲۳ میں قرآن مجید کی حقانیت پر زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ''ان کفار کے کہنے پر آپ قرآن مجید کی تبلیغ کو ترک نہ کریں، بلکہ صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کیجیے اور رات کو اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز رہیے!

۷ دنیا پرستی ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے انسان اخلاق و عقائد کی گمراہیوں میں مبتلا ہوتا ہے- یہاں پر (آیت ۲۷ میں) یہی فرمایا کہ یہ لوگ دنیا سے محبت کرتے ہیں- جب کہ آخرت کو ان لوگوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے!

## اٰیَاتُھَا: 50 سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ مَکِّیَّۃٌ رُکُوْعَاتُھَا: 2

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾
فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَ
اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾
لِیَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ نُھْلِكِ

---

(۱) قسم ہے ان ہواؤں کی جو ابتدا میں معمولی رفتار سے چلائی جاتی ہیں- [۱ ۲] (۲) پھر یکا یک زور پکڑ کے تیز ہو جاتی ہیں- (۳) پھر بادلوں کو چاروں طرف پھیلا دیتی ہیں- [(۱)] (۴) پھر انہیں پھاڑ کر الگ کر دیتی ہیں-

(۵-۶) پھر قسم ہے ان کی اس لیے کہ وہ اپنی عجیب و غریب مختلف حالتوں سے انسان کے دل میں قدرت الٰہی کا خیال پیدا کر دیتی ہیں- [(۲)]

(۷) کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ ضرور واقع ہونے والی ہے- [۲] (۸) سو جب ستارے ماند پڑ جائیں گے-

(۹) اور جب آسمان میں شگاف پڑ جائیں گے (۱۰) اور جب پہاڑ اڑا دیے جائیں گے (۱۱) اور جب رسولوں کے پیش ہونے کا وقت مقرر کر دیا جائے گا (اس روز جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا) (۱۲) آخر یہ کس دن کے لیے تاخیر کی گئی ہے؟

(۱۳) (یہ معاملہ) فیصلہ کے دن کے لیے (ملتوی رکھا گیا ہے) (۱۴) اور آپ کو کیا معلوم کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟ (۱۵) اس روز تکذیب کرنے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے! (۱۶) کیا ہم نے طغیان و عصیان کی پاداش میں اگلی قوموں کو ہلاک نہیں کیا؟

---

[۱ ۲] یہ سورہ مکی عہد کی ابتدائی تنزیلات سے ہے- اس کا موضوع قیامت اور آخرت ہے اور اس کے نتائج سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہے-

چنانچہ ابتدائی آیات میں ہواؤں کو گواہ بنا کر فرمایا ہے کہ قرآن مجید جس قیامت کے آنے کی خبر دے رہا ہے وہ آ کر رہے گی- جس قادر مطلق نے زمین پر یہ حیرت انگیز انتظامات قائم کر رکھے ہیں' اس کی قدرت قیامت برپا کرنے سے عاجز نہیں ہے- اور انسانی تاریخ رہی ہے کہ جن قوموں نے بھی عالم آخرت کا انکار کیا' وہ آخر کار بگڑیں اور تباہی سے دوچار ہو گئیں- اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت اور جزا و سزا کا نظریہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جو قوم بھی اس سے متصادم ہوئی اسے برے انجام سے دوچار ہونا پڑا-

اور پھر یہاں کائنات میں جو نظام چل رہا ہے وہ محض طبعی نظام نہیں ہے' بلکہ قانون اخلاق بھی کام کر رہا ہے- جس کے تحت اس دنیا میں مکافات عمل کا سلسلہ جاری ہے- لیکن اس دنیا میں یہ مکافات مکمل نہیں ہو سکتی ہے اس لیے لازماً ایک ایسا دن مقرر کیا گیا ہے' جس میں مکمل سزا دی جائے گی-

---

(۱) "البلاغ" ۲۹ جنوری ۱۹۱۳ء ص ۳- (۲) الفاتح ص ۳-

الْاَوَّلِيْنَ (۱۶) ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ (۱۷) كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ (۱۸) وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۱۹) اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ (۲۰) فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (۲۱) اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (۲۲)
فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ (۲۳) وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۲۴) اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا (۲۵)
اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا (۲۶) وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا (۲۷) وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (۲۸) اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ (۲۹) اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ (۳۰) لَّا
ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ (۳۱) اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (۳۲) كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (۳۳) وَيْلٌ

---

(۱۷) پس اسی طرح ہم پچھلی قوموں کو بھی عذاب میں مبتلا کر دیں گے (۱۸) یہ ہمارا قانون ہے کہ اپنے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں (۱۹) پس اس دن اللہ کی سچائی کو جھٹلانے والوں پر افسوس![1] (۲۰) کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟

(۲۱-۲۲) اور اسے ایک مقررہ اندازے تک محفوظ مقام میں نہیں رکھا؟ (۲۳) پھر ہم نے اس کا اندازہ کیا' سو ہم کیا ہی اچھا اندازہ کرنے والے ہیں! (۲۴) اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے (۲۵) کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا؟ (۲۶) زندوں کو بھی اور مردوں کو بھی! (۲۷) اور اس میں اونچے اونچے مضبوط پہاڑ جما دیے اور ہم نے تمہیں میٹھا پانی پلایا۔

(۲۸) تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لیے! (۲۹) (اس دن منکروں سے کہا جائے گا) ''اب چلو اس عذاب کی طرف جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے۔ (۳۰) چلو اس (دھوئیں کے) سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے۔'' (۳۱) جو (درحقیقت) نہ تو سایہ ہے اور نہ آگ ہی کی لپٹ سے بچاتا ہے۔ (۳۲) وہ (سایہ) محل جیسی بڑی بڑی چنگاریاں پھینکتا ہے (۳۳) گویا وہ زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔

---

دنیا میں جس قدر تکوینی انقلابات آتے ہیں یہ سب ہواؤں کے کرشمے ہیں۔ اس لیے قیام قیامت پر بھی انہی ہواؤں کی مختلف حالتوں کا ذکر کر کے بطور شہادت پیش کیا:

''عربی زبان میں جس کثرت سے ہوا کی مختلف قسموں اور حالتوں کے لیے اسماء وصفات ہیں' شاید ہی کسی زبان میں ہوں۔ اور صرف ہوا پر موقوف نہیں' اس کی وسعت کے لیے ہر شے پیش کی جا سکتی ہے۔ سورۂ مرسلات اور سورۂ ذاریات وغیرہ میں مرسلات' ذاریات' عاصفات' ناشرات' معصرات' صرصر وغیرہ جس قدر الفاظ آتے ہیں' مختلف ہواؤں کے نام ہیں جو عرب جاہلیت نے اپنی میدانی اور صحرائی زندگی میں رکھ لیے تھے۔

---

(۱) ''الہلال'' ۱۳ نومبر ۱۹۱۳ء ص ۲

يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا ع ۱ ۲۱
وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ
لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۲ ۲۲

---

(۳۴) اس دن جھٹلانے والوں کے لیے بڑی خرابی ہے! (۳۵) یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ کچھ نہ بول سکیں گے (۳۶) اور انہیں اس بات کی اجازت بھی نہ دی جائے گی کہ کوئی عذر پیش کریں۔ (۳۷) اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے بڑی خرابی ہے (۳۸) یہ وہ فیصلے کا دن ہے (جس میں) ہم نے تمہیں اور اگلے لوگوں کو جمع کر دیا ہے۔ (۳۹) پھر اگر کوئی چال چل سکتے ہو تو میرے مقابلہ میں چل دکھاؤ (۴۰) تباہی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے! (۴۱-۴۲) البتہ متقی لوگ (اس روز) سایوں اور چشموں اور من پسند میووں میں ہوں گے (۴۳) کھاؤ اور پیو خوب مزے سے' ان اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے۔ (۴۴) ہم نیک سیرت لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (۴۵) اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے! (۴۶) (اے منکرین حق) تم تھوڑے دنوں کے لیے کھا (پی) لو اور مزے اڑا لو یقیناً تم مجرم ہو (۴۷) اس روز جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے۔ (۴۸) جب ان (منکروں) سے کہا جاتا ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے آگے) جھکو تو وہ نہیں جھکتے۔ (۴۹) اس روز جھٹلانے والوں کے لیے بڑی تباہی ہے (۵۰) اب آخر اس (قرآن) کے بعد اور کون سی بات ہے جس پر ایمان لائیں گے؟

---

عربی میں ہواؤں کی اصل قسمیں' جو بمنزلہ امہات ریاح سمجھی جاتی ہیں' چار ہیں: شمال' جنوب' صبا' دبور۔ پھر ان چار قسموں کی بہت سی قسمیں قرار دیں۔ بعض کی کیفیت یہ ہے:

۱- صبا: ہوا کی معتدل' مفرح' آہستہ خرام' کشت پرور' لیکن ابر و باراں کے ساتھ آنے والی اقسام ہوا میں سے ہے۔
۲- جنوب: اس سے مخالف ہے۔ ۳- سموم: گرم ہواؤں کی ایک قسم۔
۴- خازم: ٹھنڈی ہواؤں کی نو قسموں میں سے ایک نہایت سرد قسم۔ ۵- سہام: نہایت گرم لو کی لپٹ۔
۶- شمال: نہایت ٹھنڈی اور خنک ہوا' جسے شام کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ صبا یمن کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔
۷- نسیم: نہایت ہلکی اور غیر محسوس ہوا۔[1]

ک: نیک اور بدکار لوگوں کا انجام کیا ہوگا؟ اس سلسلہ میں آیت بالا میں جنت اور دوزخ کا منظر پیش کیا ہے!

---

(۱) "الہلال" ۲۶ راگست ۱۹۱۳ء ص ۱۱۔

اٰیَاتُھَا: 40 | سُوْرَۃُ النَّبَا مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعَاتُھَا: 2

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ ۝۲ الَّذِیْ ھُمْ فِیْہِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ۝۴
ثُمَّ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ ۝۵ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِھٰدًا ۝۶ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝۷ وَّخَلَقْنٰکُمْ اَزْوَاجًا ۝۸
وَّجَعَلْنَا نَوْمَکُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَّجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا ۝۱۰ وَّجَعَلْنَا النَّھَارَ مَعَاشًا ۝۱۱ وَّبَنَیْنَا
فَوْقَکُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝۱۲ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّھَّاجًا ۝۱۳ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝۱۴

---

(۱) یہ لوگ ایک دوسرے سے کس بات کا حال دریافت کر رہے ہیں؟ (۲) اس بہت بڑے حادثے کی بابت (۳) جس کی نسبت یہ مختلف طرح کی رائیں رکھتے ہیں (۴) تو خیر بہت جلد انہیں معلوم ہو جائے گا۔ (۵) پھر کہتے ہیں کہ بہت جلد معلوم ہو جائے گا (۶) کیا ہم نے زمین کو آرام گاہ (۷) اور پہاڑوں کو اس کا ستون نہیں بنایا؟ (۸) کیا ہم نے تم کو جوڑا جوڑا نہیں پیدا کیا؟[1] (۹) اور تمہاری نیند کو ایک غافل کر دینے والی چیز نہیں بنایا؟[۳] (۱۰) اور رات کو پردہ بنا دیا (۱۱) اور دن کو معاش کا وقت بنا دیا۔ (۱۲) اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنا دیے (۱۳) اور ایک روشن چراغ (یعنی آفتاب) بنایا۔ (۱۴) اور ہم ہی نے برسنے والے بادلوں سے بکثرت پانی برسایا۔

---

۱ اس سے پہلی اور اس کے بعد کی سورتوں کا مضمون ایک دوسرے کے مشابہ ہے اور یہ سب مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی تنزیلات سے ہیں۔ اس سورہ میں بھی قیامت اور آخرت کا اثبات اور اس پر ایمان اور عدم ایمان کے نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے۔ کفار مکہ زیادہ تر آخرت کا مذاق اڑاتے اور اس کو ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس لیے ابتدائی دور کی سورتوں میں اسی عقیدہ کے اثبات و رسوخ پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔

۲ "النباء العظیم" سے مراد قیامت ہے، جس کے متعلق وہ مختلف قسم کی چہ میگوئیاں کرتے۔ یوں بھی دنیا کے انجام کے بارے میں وہ لوگ ایک ذہن نہیں رکھتے تھے۔ بعض تو آخرت کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا تھے اور بعض قطعی طور پر اس کے منکر تھے۔ اور کچھ دہریے تھے جو مرنے جینے کے لیے گردش ایام کو محور قرار دیتے تھے۔

۳ آیت ۹ تا ۱۱ میں فطری لحاظ سے نیند کا فلسفہ بیان کیا ہے اور پھر دن رات کے اختلاف میں جو فوائد پنہاں ہیں ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

"زمانہ قدیم میں اس کی جستجو بیکار تھی کہ وہ خواب غفلت کا زمانہ تھا۔ دور جدید کے بعض علمائے قدیم کا خیال تھا کہ نیند، خون کی اس کثرت مقدار کا نتیجہ ہے جس کی رو لپٹنے سے انسان کے دماغ میں دفعۃً پہنچ جاتی ہے۔ تجارب علمیہ اس خیال کی تائید نہیں کرتے۔ کیمسٹری

---

(۱) "البلاغ" ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ ص ۱۲۔ "البلاغ" ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ ص ۱۶ پر ان آیات کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"کیا ہم نے زمین کو تمہارے لیے ایک فرش کی طرح نہیں بچھا دیا؟ کیا یہ ہماری ہی حکمت و قدرت نہیں کہ پہاڑوں کو بلندی دی، اور اس پر (زمین پر) میخوں کی طرح ٹھونک دی۔ پھر کیا وہ ہم ہی نہیں جس نے تم کو دو جنسوں میں منقسم کر دیا؟"

لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ
فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ
سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا
يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا
يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ
نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ ع
وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ

---

(۱۵) تا کہ اس کے ذریعہ سے غلہ، نباتات (۱۶) اور لپٹے ہوئے باغ اگائیں (۱۷) بے شک فیصلے کا دن مقرر ہے (۱۸) وہ دن جبکہ آخری نتائج کے ظہور کا صور پھونکا جائے گا اور تم فوج در فوج ہر طرف سے آ جمع ہو گے۔[1]

(۱۹) اور آسمان کھول دیا جائے گا اور وہ دروازے ہی دروازے بن کر رہ جائے گا (۲۰) اور پہاڑ چلائے جائیں گے حتی کہ وہ سراب بن جائیں گے (۲۱) بے شک جہنم ایک گھات ہے (۲۲) سرکشوں کے لوٹنے کی جگہ ہے۔ (۲۳) وہ اس میں قرن ہا قرن پڑے رہیں گے (۲۴) اس میں کسی ٹھنڈک اور پینے کی چیز کا مزہ نہیں چکھیں گے (۲۵) ماسوا گرم پانی اور بہتی ہوئی پیپ کے (۲۶) (اور وہ اپنے کرتوتوں کا) بھرپور بدلہ دیے جائیں گے۔ (۲۷) کیونکہ وہ کسی حساب کی توقع نہ رکھتے تھے (۲۸) اور ہماری آیتوں کو انہوں نے بار بار جھٹلایا تھا (۲۹) حالانکہ ہم نے ہر چیز کو قلم بند کر کے ضبط کر رکھا ہے۔ (۳۰) سو (ان سے کہا جائے گا کہ) "اب مزہ چکھو، ہم تم پر عذاب ہی بڑھاتے رہیں گے!" (۳۱) یقیناً پرہیز گاروں کے لیے کامرانی ہے۔ (۳۲) باغ اور انگور ہیں (۳۳) اور نوجوان ہم عمر عورتیں ہیں (۳۴) اور چھلکتے ہوئے جام ہیں۔ (۳۵) وہاں یہ لوگ کوئی لغو اور جھوٹی بات نہ سنیں گے (۳۶) ان کو یہ صلہ دیا جائے گا جو آپ کے رب کی جانب سے کامل انعام ہوگا۔

---

کے اصول و قواعد نے نیند کی جو حقیقت بتائی ہے، یہ ہے کہ انسان کا جسم درحقیقت ایک ٹرین کی طرح ہے جو ہر وقت چلتی رہتی ہے۔ لیکن جب کوئلہ ختم ہو جاتا ہے اور اس جگہ انجن میں راکھ بھر جاتی ہے تو اسے مجبوراً رک جانا پڑتا ہے۔ یہی حال انسان کے دماغ کا ہے، جب ایندھن ختم ہو جاتا ہے اور اس کی جگہ فضلات جمع ہو جاتے ہیں تو انجن کی طرح وہ بھی دفعتہً رک جاتا ہے اور اسی کو ہم خواب شیریں سے تعبیر کرتے ہیں۔

اعصاب دماغیہ اپنے وظائف عملیہ میں ہمیشہ دو اجزاء کے محتاج ہوتے ہیں۔ آکسیجن اور کروماتوفیل۔ اس لیے دماغ آکسیجن کا ایک

(۱) "الہلال" ۱۹ دسمبر ۱۹۱۲ء

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ
وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ
فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ
ع يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾

---

(۳۷) اس نہایت مہربان کی طرف سے جو آسمان' زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے' سب کا مالک ہے! کسی کی مجال نہ ہوگی کہ اس سے خطاب کر سکے۔

(۳۸) جس روز کہ روح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے' کوئی کلام نہیں کر سکے گا' مگر ہاں جسے خدائے رحمان اجازت دے اور وہ بات بھی ٹھیک کہے (۳۹) اس دن کا واقع ہونا یقینی ہے' سو جو شخص چاہے' اپنے رب کی طرف پلٹنے کا راستہ اختیار کرے۔

(۴۰) ہم نے تم کو قریب آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے' جس روز کہ آدمی وہ سب کچھ دیکھ لے گا' جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔ اور کافر پکار اٹھے گا "کاش میں مٹی ہو جاتا!"

---

معتدبہ ذخیرہ جمع کرتا رہتا ہے۔ کروماتوفیل کی کافی مقدار ہمیشہ خلایائے عصبیہ میں جمع رہتی ہے اور نیند اس خزانے میں اور اضافہ کر دیتی ہے۔ جب انسان سرگرم عمل رہتا ہے تو صرف وہ اجزا فنا ہی نہیں ہوتے جو دماغ کے انجن کا کوئلہ ہیں بلکہ جس قدر فنا ہوتے ہیں' اسی نسبت سے اس میں فضلات بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

تجربے سے ثابت ہوتا ہے کہ نیند کا سبب خون یا فضلات ردیہ نہیں بلکہ وہ سیال مادہ ہے جو مبدائے اعصاب کے اطراف میں پھیلا ہوا ہے۔ لیکن اس مادے کی حقیقت کیا ہے؟ فطرت نے یہ راز ابھی تک اپنے خزانے میں محفوظ رکھا ہے۔ خدا نے اور (دیگر) تمام فطری چیزوں کے ساتھ آج سے تیرہ سو برس پہلے اپنا ایک احسان یہ جتایا تھا۔ اب تحقیق جدید کا متحرک قدم بھی اس نقطے پر پہنچ کر رک گیا ہے' جہاں سے پرکاری کی حرکت اولیٰ شروع ہوئی تھی۔ چنانچہ بعض علما کا خیال ہے کہ نیند بالکل فطری چیز ہے۔"

ع "سراجا وھاجا" سے مراد سورج ہے۔ ان آیات میں بہت سے آثار و شواہد ذکر کر کے منکرین قیامت کو بتایا ہے کہ اگر تم اس سارے نظام پر گہرائی سے غور کرو تو معلوم ہوگا کہ یہ سارا نظام زبردست قوت کے بغیر وجود میں نہیں آسکتا اور نہ اس باقاعدگی کے ساتھ جاری رہ سکتا ہے۔ اور مذکورہ آثار و شواہد ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر چیز خاص مقصد کے تحت کام کر رہی ہے۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان جیسی باتمیز و بااختیار مخلوق کو یونہی بے مقصد چھوڑ دیا جائے اور اچھے اور برے اعمال پر کوئی مواخذہ نہ کیا جائے؟

۵ پہلے اہل دوزخ کے احوال بیان فرمائے ہیں اور اب یہاں آیت ۳۱ سے متقین یعنی آخرت پر ایمان رکھنے والوں کے حالات کا آغاز ہو رہا ہے۔

| آیاتُہا: 46 | سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوعَاتُہا: 2 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝۱ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝۲ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝۳ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝۴ فَالْمُدَبِّرٰتِ
اَمْرًا ۝۵ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝۶ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝۷ قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝۸ اَبْصَارُهَا
خَاشِعَةٌ ۝۹ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝۱۰ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝۱۱ قَالُوْا تِلْكَ
اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝۱۲ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۳ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝۱۴ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ
مُوْسٰى ۝۱۵ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝۱۶ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝۱۷ فَقُلْ
هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝۱۸ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝۱۹ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝۲۰ فَكَذَّبَ
وَعَصٰى ۝۲۱ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝۲۲ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝۲۳ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝۲۴ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ

وقف لازم وقف لازم وقف لازم

(۱) قسم ہے ان فرشتوں کی جو سختی سے کھینچتے ہیں۔[ل] (۲) اور ان کی جو نرمی سے نکال لے جاتے ہیں (۳) اور ان کی جو (کائنات میں) تیزی سے تیرتے پھرتے ہیں۔ (۴) پھر ان کی جو (حکم کو بجالانے میں) دوڑ کر آگے بڑھتے ہیں (۵) پھر (احکام الٰہی کے مطابق) ہر کام کی تدبیر کرتے ہیں۔ (۶) وہ ہولناک دن جبکہ زمین کانپ اٹھے گی (۷) جب ایک بھونچال کے بعد دوسرا بھونچال آئے گا۔ (۸) جب انسان کے دل دھڑک اٹھیں گے (۹) اور جب اٹھتی ہوئی نظریں جھک جائیں گی (۱۰) اور کہیں گے "کیا ہم (دنیا میں اس قدر ترقی کر کے اور آگے بڑھ کے) پھر (وحشت وخرابی کی طرف) لوٹائے جائیں گے؟ (۱۱) اور وہ بھی ایسی حالت میں جب گل سڑ کر کھوکھلی ہڈیاں ہو جائیں گے!" (یقین کرو! ایسا ہی ہونے والا ہے)[(۱)] (۱۲) کہنے لگے "یہ واپسی بڑے خسارے کی ہوگی!" (۱۳) پس وہ واقعہ تو ایک سخت آواز ہوگی (۱۴) جس کے ساتھ ہی یہ لوگ کھلے میدان میں آموجود ہوں گے۔ (۱۵) (اے پیغمبرؐ) کیا تمہیں موسیٰؑ کے قصے کی خبر بھی پہنچی ہے؟ (۱۶) جب کہ اسے اس کے رب نے طویٰ کی مقدس وادی میں پکارا تھا۔ (۱۷) اے موسیٰؑ فرعون کی طرف جاؤ، کیونکہ وہ نہایت ظالم اور سرکش ہو گیا ہے (یعنی خدا کے بندوں پر نہایت ظلم کرتا ہے[(۲)])۔ (۱۸) اور اس سے کہو کیا تو اس کے لیے تیار ہے کہ پاکیزگی اختیار کرے (۱۹) اور میں تیرے رب کی طرف تیری رہنمائی کروں تو تیرے دل میں اس کی خشیت پیدا ہو جائے؟ (۲۰) پھر موسیٰؑ نے (فرعون کے پاس پہنچ کر) اسے بڑا نشان دکھایا۔ (۲۱) مگر اس نے جھٹلا دیا اور نافرمانی کی (۲۲) پھر وہ چالبازیاں کرنے کے لیے پلٹا۔ (۲۳-۲۴) چنانچہ لوگوں کو جمع کیا اور پکار کر یوں گویا ہوا "میں تمہارا سب سے بڑا رب ہوں!"

[ل] یہ سورہ بھی مکی ہے اور اس کا موضوع حیات بعد الممات ہے۔ چنانچہ ابتدائے سورہ میں اس کائنات کے نظام پر متعین فرشتوں کی قسم اٹھا

(۱) حوالہ محفوظ نہیں رہا۔ (۲) "البلاغ" ۱۱ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۲۔

نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ
بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ
دَحٰهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾
فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ
لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَ
اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

---

(۲۵) آخر کار اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا اور آخرت کے عذاب میں پکڑ لیا (۲۶) بے شک اس واقعہ میں ہر اس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جو ڈرتا ہے۔

(۲۷) کیا تمہیں دوبارہ پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا آسمان کو (بنانا؟) اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بنایا،

(۲۸) اس کے تلیچے کو بلند کیا، پھر اس کو درست فرمایا۔

(۲۹) اور اس کی رات کو تاریک کیا اور اس کے دن کو ظاہر کر دیا۔

(۳۰) اس کے بعد زمین کو بچھایا۔

(۳۱) زمین (کے اندر) سے اس کا پانی اور چارہ نکالا۔

(۳۲) اور پہاڑوں کو جما دیا۔

(۳۳) یہ (سب کچھ) تمہارے لیے اور تمہارے مویشیوں کے لیے فائدہ ہے۔

(۳۴) پھر جب وہ ہنگامہ بپا ہوگا۔

(۳۵) جس روز انسان اپنی دوڑ دھوپ کو یاد کرے گا۔

(۳۶) اور دیکھنے والوں کے سامنے جہنم کو ظاہر کر دیا جائے گا۔

(۳۷) پس جو شخص سرکش ہوا

(۳۸) اور دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی۔

(۳۹) تو اس کا ٹھکانا صرف جہنم ہے۔

(۴۰-۴۱) لیکن جو شخص خدا سے ڈرا اور اپنے دل کو ان نفسانی خواہشوں سے روکا (جو ظلم و تمرد اور طغیان و فساد کی طرف

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾
اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾ ع

لے جاتی ہیں) تو اس کا ٹھکانا جنت ہے(1)

(۴۲) یہ لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا؟ ؎

(۴۳) اس کا وقت بیان کرنے سے آپ کا کیا واسطہ؟

(۴۴) اس (کے علم) کا منتہا تو تیرے رب کی جانب ہے۔

(۴۵) بس آپ تو صرف اس کو خبردار کرنے والے ہیں جو اس (قیامت) سے ڈرتا ہے۔

(۴۶) یہ لوگ جس دن اسے دیکھیں گے تو ان کو ایسا معلوم ہوگا گویا وہ دنیا میں دن کا آخری حصہ یا ابتدائی حصہ ٹھہرے ہیں!

---

کر بتایا ہے کہ قیامت ضرور آئے گی اور انسان کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا جائے گا۔ اس کے بعد مختصر طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام و فرعون کا قصہ بیان کیا ہے تاکہ فرعون کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔

پھر آخرت میں حیاۃ بعد المماۃ کے دلائل ذکر کیے۔ اور بتایا کہ قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ رسول کا کام صرف آگاہ کر دینا ہے۔

؎ آیت نمبر ۲۷ میں خلق سے مراد انسانوں کی دوبارہ خلق ہے اور آسمان سے مراد پورا عالم بالا ہے جس میں بے شمار ستارے اور سیارے، بے حد و حساب شمسی نظام اور ان گنت کہکشاں پائے جاتے ہیں!

؎ کفار کا قیامت کے متعلق یہ سوال اس کا وقت معلوم کرنے کے لیے نہ تھا، بلکہ اس قسم کے سوالات وہ قیامت کا مذاق اڑانے کے لیے کرتے تھے۔

❋ ❋ ❋

---

(1) "البلاغ" ۱۴؍جنوری ۱۹۲۶ء ص ۱۰۔

اٰیَاتُھَا: 42 | سُوْرَۃُ عَبَسَ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعُھَا: 1

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓی ① اَنْ جَآءَہُ الْاَعْمٰی ② وَ مَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰٓی ③ اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَہُ
الذِّکْرٰی ④ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ⑤ فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدّٰی ⑥ وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰی ⑦ وَ اَمَّا مَنْ
جَآءَکَ یَسْعٰی ⑧ وَھُوَ یَخْشٰی ⑨ فَاَنْتَ عَنْہُ تَلَھّٰی ⑩ کَلَّآ اِنَّھَا تَذْکِرَۃٌ ⑪ فَمَنْ شَآءَ ذَکَرَہٗ ⑫
فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ⑬ مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَھَّرَۃٍۭ ⑭ بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ ⑮ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ ⑯ قُتِلَ الْاِنْسَانُ

---

(۱) ترش رو ہوئے اور منہ پھیر لیا (۲) اس لیے کہ ان کے پاس ایک نابینا آ گیا-[1] (۳) تجھے کیا خبر، شاید کہ وہ سنور جائے؟ (۴) یا وہ کوئی نصیحت کی بات قبول کرلے اور نصیحت کرنا اس کے لیے نافع ہو؟

(۵) جو شخص بے پروائی کرتا ہے[2] (۶) اس کی طرف تو تم توجہ دیتے ہو؟

(۷) حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے تو آپ پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے- (۸) لیکن جو شخص خود آپ کے پاس دوڑا آتا ہے (۹) اور وہ ڈرتا (بھی) ہے[3] (۱۰) تو آپ اس سے تغافل کا برتاؤ کرتے ہیں؟ (۱۱) ہرگز نہیں! یہ (قرآن مجید) تو ایک نصیحت ہے- (۱۲) سو جس کا جی چاہے اسے قبول کرے-

(۱۳-۱۴) یہ مکرم، معظم، بلند مقام اور پاکیزہ صحیفوں میں درج ہے-

(۱۵-۱۶) جو بزرگ اور نیک کاتبوں کے ہاتھ میں رہتے ہیں-

---

[1] یہ سورہ بھی مکی ہے- مفسرین نے اس کا سبب نزول یہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے چند سرداروں کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ان کو تبلیغ فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک نابینا شخص ابن ام مکتوم (رضی اللہ عنہ) آ گیا- اس نے بھی اسلام کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہا- آنحضرت ﷺ پر یہ مداخلت ناگوار گزری اور آپ نے اس سے بے رخی برتی- اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سورہ نازل ہوئی-

[2] ان آیات میں بہ ظاہر تو رسول اللہ ﷺ مخاطب ہیں، مگر دراصل سرداران قریش کو ملامت کی گئی ہے-

[3] ایک داعی حق کا یہ فرض ہے کہ جویان حق خواہ کتنے ہی نادار اور ادنیٰ درجہ کے لوگ کیوں نہ ہوں، ان کی تربیت پر اپنی توجہات کو مرکوز رکھے- اور جو لوگ غرور و تکبر کی وجہ سے حق کی پروا نہیں کرتے، ان کے پیچھے پڑ کر اپنا وقت ضائع نہ کرے- قرآن مجید نے متعدد مقامات پر آنحضرت ﷺ کو بحیثیت مربی و داعی ہونے کے اس کی تلقین فرمائی ہے- یہاں پر بھی اسی اصول کو پیش نظر رکھنے کی ہدایت ہے-

مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾
ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى
طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا
وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾
فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ
امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ
يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾ ع ۲ ۵

---

(۱۷) غارت ہو جائے انسان، وہ کیسا سخت منکر حق ہے (۱۸) اس (اللہ) نے انسان کو کس چیز سے پیدا کیا؟ (۱۹) نطفہ سے پیدا کیا، پھر اس (کی تمام باطنی وظاہری قوتوں) کے لیے ایک اندازہ ٹھہرا دیا! ع (۲۰) پھر اس پر (زندگی وعمل کی) راہ آسان کر دی۔ [1] (۲۱) پھر اسے موت دی اور قبر میں پہنچایا (۲۲) پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا، اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔ (۲۳) ہرگز نہیں! اس نے وہ فرض ادا نہیں کیا جس کا اسے حکم دیا تھا (۲۴) انسان اپنی غذا پر نظر ڈالے (جو شب وروز اس کے استعمال میں آتی رہتی ہے۔ ۵ (۲۵) ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں (۲۶) پھر اس کی روئیدگی سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کرتے ہیں۔ (۲۷) اناج کے دانے، (۲۸) اور انگور کی بیلیں اور سبزی ترکاری (۲۹) اور زیتون کا پھل اور کھجور کے خوشے۔ (۳۰-۳۱) اور درختوں کے جھنڈ اور قسم قسم کے میوے اور طرح طرح کا چارہ (۳۲) (اور یہ سب کچھ کس لیے ہے؟) تمہارے فائدے کے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے [2] (۳۳) آخر کار جب کان بہرے کر دینے والی آواز بلند ہوگی (۳۴) اس دن آدمی اپنے بھائی سے بھاگے گا۔ (۳۵) اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے (۳۶) اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے (۳۷) اس دن ہر شخص ایسے حال میں گرفتار ہوگا کہ اسے اپنے سوا کسی کا ہوش نہ ہوگا (۳۸) کچھ چہرے اس روز دمک رہے ہوں گے (۳۹) ہنستے اور خوش وخرم ہوں گے۔ (۴۰) اور بہت سے چہرے اس روز گرد آلود ہوں گے (۴۱) ان پر سیاہی چھا رہی ہوگی (۴۲) یہی کافر اور بدکار لوگ ہوں گے!

---

ع انسان اگر اپنی اصل پر غور کرے کہ کیسی حقیر چیز سے پیدا ہوا ہے۔ ہم نے اپنی مہربانی سے اس میں حس وشعور پیدا کیا ہے اور عقل و ادراک کی نعمتیں بخشی ہیں۔ مگر یہ سب نعمتوں کو فراموش کر کے ناسپاس بنا ہوا ہے۔

۵ اب آیت ۲۴ سے اس کی زندگی اور بقا کے سامان یاد دلائے ہیں۔

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۴۶۔ (۲) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۵۳۔

اٰیاتُھا: 29 | سُوْرَۃُ التَّکْوِیْرِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعُھَا: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ① وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ② وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ ③ وَاِذَا الْعِشَارُ
عُطِّلَتْ ④ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ⑤ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ⑥ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ⑦
وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُىِٕلَتْ ⑧ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ⑨ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ⑩ وَاِذَا السَّمَآءُ
كُشِطَتْ ⑪ وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ ⑫ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ⑬ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّاۤ اَحْضَرَتْ ⑭
فَلَاۤ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ⑮ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ⑯ وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ ⑰ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ⑱

---

(۱) جب سورج لپیٹ دیا جائے گا-[ل] (۲) اور تارے ٹوٹ کر گر پڑیں گے-

(۳) اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے (۴) اور جب دس مہینے کی حاملہ اونٹنیاں قابل توجہ نہ رہیں گی- (۵) اور وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے-

(۶) اور سمندر بھڑکا دیے جائیں گے- (۷) اور جب لوگوں کو جوڑ دیا جائے گا (۸) اور جب زندہ در گور کی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا-[ع]

(۹) کہ وہ کس جرم میں ماری گئی تھی؟ (۱۰) اور جب نامہ ہائے اعمال کھول دیے جائیں گے (۱۱) اور جب آسمان کی کھال اتار دی جائے گی-

(۱۲) اور جب جہنم خوب دہکائی جائے گی (۱۳) اور جب جنت قریب کر دی جائے گی (۱۴) اس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے؟

(۱۵) پس میں قسم کھاتا ہوں تاروں کی جو (چلتے چلتے) پیچھے ہٹنے لگتے ہیں- (۱۶) اور چلتے ہوئے چھپ جاتے ہیں- (۱۷) اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے (۱۸) اور صبح کی جب وہ طلوع ہو-

---

ل (الف) یہ سورہ بھی مکی ہے اور مکہ کے ابتدائی دور کی تنزیلات سے ہے- اس میں آخرت اور رسالت سے بحث کی ہے-

(ب) قیامت کے پہلے مرحلہ پر جو انقلاب آئے گا ابتدائی آیات میں اس کی منظر کشی کی ہے- پھر اس کے بعد کی آیات میں دوسرے مرحلے کا ذکر ہے- جبکہ روحیں جسموں کے ساتھ جوڑ دی جائیں گی نامہ اعمال کھولے جائیں گے اور انسان سے باز پرس ہو گی اور جنت و دوزخ کا منظر سامنے آ جائے گا-

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿٢٠﴾ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿٢١﴾ وَمَا
صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴿٢٣﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿٢٤﴾ وَمَا
هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ﴿٢٥﴾ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ﴿٢٦﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿٢٧﴾ لِمَنْ شَاءَ
مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ﴿٢٨﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٩﴾ ع

---

(۱۹) بے شک یہ قرآن معزز فرشتہ کا لایا ہوا کلام ہے۔[2]

(۲۰) جو بڑی قوت والا صاحب عرش کے نزدیک ذی مرتبہ ہے (۲۱) وہاں اس کی بات مانی جاتی ہے اور وہ امانت دار ہے۔

(۲۲) اور تمہارے یہ رفیق کوئی دیوانے نہیں۔

(۲۳) بے شک انہوں نے اس (فرشتے یعنی جبریل) کو روشن افق پر دیکھا بھی ہے۔

(۲۴) اور یہ (محمد ﷺ) غیب (یعنی وحی) کی باتیں بتانے پر بخیل بھی نہیں ہے۔

(۲۵) اور یہ (قرآن مجید) کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے (۲۶) پھر تم کدھر جا رہے ہو؟

(۲۷) یہ قرآن مجید تو اقوام عالم کے لیے سراسر نصیحت ہے۔

(۲۸) (خصوصاً) تم میں سے اس شخص کے لیے جو سیدھا چلنا چاہے (۲۹) اور جب تک اللہ رب العالمین نہ چاہے، تمہارے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا!

---

(ج) اس کے بعد آخر سورہ میں رسالت کا تذکرہ ہے اور کفار مکہ کے اعتراضات کی تردید!

[1] آیت ۸ میں ''الموء ودۃ'' سے مراد وہ لڑکی ہے جسے زندہ درگور کیا گیا- اس سے سوال کا مطلب یہ ہے کہ اسے کہا جائے گا کہ تم خود ہی اپنی داستان سناؤ کہ کس جرم کے عوض تمہیں ظلم وستم کا نشانہ بنایا گیا اور کسی نے تمہاری دادرسی نہ کی؟ گویا اس پیرایۂ بیان سے اس کے والدین پر سخت غضب ناکی اور ان سے نفرت کا اظہار مقصود ہے۔

[2] آیت ۱۹ میں ''رسول کریم'' سے وحی لانے والا فرشتہ مراد ہے- جیسا کہ بعد کی آیات سے معلوم ہوتا ہے- فرشتۂ وحی کے مبلغ ہونے کی حیثیت سے قرآن مجید کو اس کا کلام کہا گیا ہے- ورنہ یہ ظاہر ہے کہ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور متعدد آیات میں اس کی تصریح موجود ہے۔

❋ ❋ ❋

اٰیاتُها: 19 سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ رُكُوعُهَا: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ﴿١﴾ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ﴿٢﴾ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿٣﴾ وَاِذَا الْقُبُوْرُ
بُعْثِرَتْ ﴿٤﴾ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ﴿٥﴾ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ﴿٦﴾
الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ﴿٧﴾ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴿٨﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ
بِالدِّيْنِ ﴿٩﴾ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ﴿١٠﴾ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ﴿١١﴾ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿١٢﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ

---

(۱) جب آسمان پھٹ جائے گا[1] (۲) اور جب تارے جھڑ پڑیں گے۔

(۳) اور جب سمندر پھاڑ دیے جائیں گے۔

(۴) اور جب قبریں زیر و زبر کر دی جائیں گی۔

(۵) اس وقت ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ اس نے کیا آگے بھیجا اور کیا پیچھے چھوڑ آیا۔

(۶) اے غافل انسان! کیا ہے جس کے گھمنڈ نے تجھے اپنے مہربان اور پیار کرنے والے آقا سے سرکش بنا دیا ہے؟[1]

(۷) وہ پروردگار جس نے تجھے پیدا کیا' پھر ٹھیک ٹھیک درست کر دیا۔ پھر (تمہارے ظاہری و باطنی قویٰ میں) اعتدال و تناسب ملحوظ رکھا۔

---

ا یہ سورہ بھی مکی ہے، اور اس کا مضمون سورۂ تکویر کے مشابہ ہے۔ یہ سورہ بھی بیان آخرت پر مشتمل ہے۔

لَفِي نَعِيمٍ ﴿١٣﴾ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ ﴿١٤﴾ يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ ﴿١٥﴾ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَائِبِينَ ﴿١٦﴾
وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٧﴾ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ ﴿١٨﴾ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ
لِنَفْسٍ شَيْئًا ۖ وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ ﴿١٩﴾



(۸) پھر جیسی صورت بنانی چاہی اسی کے مطابق ترکیب دے دی۔[۱]

(۹) نہیں، اصل یہ ہے کہ تمہیں اس کی حکومت کا یقین ہی نہیں۔

(۱۰-۱۱) حالانکہ اس کی طرف سے تم پر ایسے زبردست نگران کار متعین ہیں جو تمہارے اعمال کا ہر آن احتساب کرتے رہتے ہیں۔

(۱۲) اور تمہارا کوئی بھی فعل ان کی نظروں سے مخفی نہیں۔

(۱۳) (یاد رکھو، ہم نے کامیابی اور ناکامی کی ایک تقسیم کر دی ہے) خدا کے اطاعت گزار بندے عزت و مراد اور فتح و کامرانی کے عیش و نشاط میں رہیں گے۔

(۱۴-۱۵) اور بدکار و نافرمان خدا کی بادشاہی کے دن نامرادی اور ہلاکت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

(۱۶) جس سے کبھی نہ نکل سکیں گے۔

(۱۷) یہ خدا کی بادشاہی کا دن ہے۔

(۱۸) اور تم کیا جانتے ہو کہ خدا تعالیٰ کی بادشاہی کا دن کیا ہے؟

(۱۹) وہ دن، جس میں کوئی کسی کے لیے کچھ نہ کر سکے گا اور اس دن صرف خدا ہی کی حکومت ہوگی![۲]

---

(۱) "الہلال" یکم جولائی ۱۹۱۴ء ص ۶-۱۱، ۶ اکتوبر ۱۹۱۲ء۔

(۲) "ترجمان القرآن" جلد اول ۸۷۔

| آیاتها: 36 | سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ | رُكُوْعُهَا: 1 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ﴿۱﴾ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ﴿۲﴾ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ
يُخْسِرُوْنَ ﴿۳﴾ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ﴿۴﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵﴾ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ
لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶﴾ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ﴿۷﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ﴿۸﴾ كِتٰبٌ
مَّرْقُوْمٌ ﴿۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۱۱﴾ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ

---

(۱) لین دین میں کمی کرنے والوں کے لیے کیا ہی تباہی وہلاکت ہے۔[1] (۲) جب وہ دوسروں سے لیتے ہیں تو وزن میں ٹھیک ٹھیک لیتے ہیں (۳) پر دوسروں کا وقت آتا ہے تو گھٹا گھٹا کر اور بچا بچا کر دیتے ہیں۔[(1)]

(۴-۵) کیا ان لوگوں کو یقین نہیں ہے کہ ایک بڑے دن یہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے؟

(۶) جس روز کہ تمام لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے![2] (۷) ہرگز نہیں، بدکاروں کا نامہ اعمال، سجین میں ہوگا۔[3]

(۸) اور تمہیں کیا معلوم کہ سجین کیا ہے؟

(۹) ایک کتاب ہے لکھی ہوئی۔

(۱۰) اس دن جھٹلانے والوں کی تباہی ہے۔

(۱۱) جو لوگ روز جزا کو جھٹلاتے ہیں۔

(۱۲) قرآن کی تکذیب وہی کرتے ہیں جو ظالم اور گناہ گار ہیں۔

---

[1] یہ سورہ بھی مکی ہے اور ابتدائی دور کی تنزیلات سے ہے۔ اس وقت اہل مکہ میں جو عام کاروباری بددیانتی اور بے ایمانی پھیلی ہوئی تھی اس پر گرفت کی گئی ہے۔ اور یہ سراسر آخرت سے غفلت کا لازمی نتیجہ ہے۔ اگر کسی کو یہ احساس ہو کہ ایک روز خدا کے سامنے پیش ہونا ہے اور کوڑی کوڑی کا حساب دینا ہے تو کسی طور یہ ممکن نہیں کہ انسان معاملات میں راست بازی اختیار نہ کرے۔ اگر آدمی کے اندر دیانت داری پیدا ہو سکتی ہے تو صرف خدا کے خوف اور آخرت پر یقین سے ہو سکتی ہے۔

ماپ تول میں کمی معاشرہ میں بہت بڑی خرابی کی علامت ہے۔ اور یہ مرض خصوصیت کے ساتھ امم سابقہ میں پایا جاتا تھا۔ چنانچہ

إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٢﴾ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ
قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٤﴾ كَلَّا إِنَّهُمْ عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو
الْجَحِيمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿١٧﴾ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿١٨﴾
وَمَا أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿١٩﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٢٠﴾ يَشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٢﴾
عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ
مَّخْتُومٍ ﴿٢٥﴾ خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهُ مِن تَسْنِيمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا

(۱۳) انہیں جب ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ اگلوں کی کہانیاں ہیں۔[1]

(۱۴) ہرگز نہیں بلکہ ان کے اعمال کے سبب سے ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے (۱۵) ہرگز نہیں یہ لوگ اس دن اپنے رب (کے دیدار) سے روک دیے جائیں گے (۱۶) پھر یقیناً یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے (۱۷) پھر (ان سے) کہا جائے گا کہ "یہی وہ چیز ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے!" (۱۸) بے شک نیک لوگوں کے اعمال اعلیٰ درجے کے لوگوں کی فہرست میں لکھے جاتے ہیں (۱۹) اور تم جانتے ہو کہ وہ فہرست کیا چیز ہے؟

(۲۰) وہ ایک کتاب اعمال ہے جو ہمیشہ لکھی جاتی ہے (۲۱) اور مقربان بارگاہ الٰہی اس کے شاہد و گواہ ہیں (۲۲) یقیناً ان نیک عمل لوگوں کی زندگی نہایت آرام و راحت میں ہوگی (۲۳) وہ سکون و اطمینان کے تخت پر بیٹھے ہوئے بہشت کی سیر کر رہے ہوں گے۔

(۲۴) اگر تم انہیں دیکھو تو خوشحالی کی تازگی ان کے چہروں سے نمایاں ہوگی (۲۵) انہیں حیات سرمدی کی وہ شراب پلائی جائے گی (۲۶) جس کی بوتلیں سربمہر ہوں گی اور ان پر مشک کی مہریں لگی ہوں گی۔ بس یہ زندگی ہے کہ تقلید کرنے والوں کو اس کی تقلید کرنی چاہیے۔[2] (۲۷) اس شراب میں تسنیم کے پانی کی آمیزش ہوگی (۲۸) یہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پئیں گے۔

سورۃ الانعام، بنی اسرائیل اور سورۃ الرحمٰن میں اس پر سرزنش کی گئی ہے اور ماپ تول صحیح رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔

۲: آیت ۵ میں یوم قیامت کو یوم عظیم فرمایا ہے۔ اس لیے کہ اس روز تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہوں گے اور ان کے متعلق عذاب و ثواب کے اہم فیصلے کیے جائیں گے۔

۳: اس کے بعد جنت اور دوزخ کا منظر پیش کیا ہے۔

(۱) "الہلال" ۱۵ اپریل ۱۹۱۳ء ص ۱۱۔ (۲) "الہلال" ۲۵ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۶۔

يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَاِذَا مَرُّوْا
بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ
هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿۳۲﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ
يَضْحَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ ع ۸

(۲۹) بیشک مجرم لوگ اہل ایمان پر ہنسا کرتے تھے۔

(۳۰) جب وہ ان کے پاس سے گزرتے تو یہ (مجرم) لوگ ان پر آنکھوں سے باہم اشارے کیا کرتے تھے۔

(۳۱) اور جب یہ (مجرم) اپنے گھروں کو لوٹتے تو (ان کا تذکرہ کرکے) مزے لیتے تھے!

(۳۲) اور جب انہیں دیکھتے تو کہتے ''بلاشبہ یہ بہکے ہوئے لوگ ہیں''

(۳۳) حالانکہ وہ ان پر نگران بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

(۳۴) پس آج کا دن وہ ہے کہ مسلمان ارباب کفر پر ہنستے ہیں۔

(۳۵) اور امن وراحت کے تختوں پر بیٹھے ہوئے تماشا دیکھ رہے ہیں۔

(۳۶) ہاں! اب تو وہ وقت آ گیا ہے کہ منکروں نے اپنے اعمال کا بدلہ پا لیا![1]

❋ ❋ ❋

(۱) الہلال ۲۶ اگست ۱۹۱۳ء

اٰیاتُها: 25 | سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ | رُكُوعُها: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۙ﴿١﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۙ﴿٢﴾ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ﴿٣﴾ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا
وَتَخَلَّتْ ۙ﴿٤﴾ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ؕ﴿٥﴾ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۚ﴿٦﴾
فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ﴿٧﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۙ﴿٨﴾ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ
مَسْرُوْرًا ؕ﴿٩﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۙ﴿١٠﴾ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۙ﴿١١﴾ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ؕ﴿١٢﴾
اِنَّهٗ كَانَ فِيْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ؕ﴿١٣﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۛۚ﴿١٤﴾ بَلٰۤى ۛۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ؕ﴿١٥﴾ فَلَاۤ
اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۙ﴿١٦﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۙ﴿١٧﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۙ﴿١٨﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ؕ﴿١٩﴾

---

(۱) جب آسمان پھٹ جائے گا[۱] (۲) اور اپنے رب (کا حکم سننے) کے لیے کان لگائے گا اور اس کو یہی سزاوار ہے (۳) اور جب زمین پھیلا دی جائے گی (۴) اور جو کچھ اس کے اندر ہے اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی- (۵) اور اپنے رب (کا حکم سننے) کے لیے کان لگائے گی اور وہ اسی لائق ہے- (۶) اے انسان، تحقیق تو محنت کرنے والا ہے اپنے رب کی طرف (لہٰذا) تو خوب محنت کر کہ تو اس سے ملنے والا ہے- (۷-۸) سو جس کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا تو اس سے آسان حساب لیا جائے گا (۹) اور وہ اپنے لوگوں کے پاس خوش خوش واپس آئے گا- (۱۰) رہا وہ شخص کہ جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ پیچھے سے دیا جائے گا (۱۱) تو وہ موت کو پکارے گا (۱۲) اور جہنم میں داخل ہوگا- (۱۳) وہ اپنے اہل وعیال میں مگن رہا کرتا تھا (۱۴) اس نے سمجھ رکھا تھا کہ پلٹ کر نہیں جائے گا (۱۵) کیوں نہیں (ضرور جانا ہے) بے شک اس کا رب اس کو خوب دیکھ رہا تھا-

(۱۶) پس شفق کی قسم! (جبکہ اس کی سرخی نے زمین کے عہد خونیں کی خبر دی) (۱۷) اور رات کی قسم (جبکہ وہ تاریک ہوئی) اور ان سب کی، جن کو اس کی تاریکی نے چھپا لیا (۱۸) پھر چاند، جبکہ اس کی روشنی پوری ہوئی (۱۹) (کہ) یقیناً تم سب ایک امر مقدر کے ماتحت ہو، ضرور ہے کہ انقلاب لیل ونہار کے ان مراتب ثلاثہ کی طرح تم بھی یکے بعد دیگرے منازل تغیر وتبدل سے گزرو![1]

---

[۱] یہ سورہ بھی مکی ہے اور ابتدائی عہد کی تنزیلات سے ہے- اس کا موضوع بھی قیامت اور آخرت ہے- اس دور کی اکثر مکی سورتوں کی طرح اس سورہ میں بھی قیامت کی کیفیت اور اس کا منظر پیش کیا گیا ہے-

---

(۱) ''الہلال'' ۲۶/ اگست ۱۹۱۴ء- (۲) ''الہلال'' ۱۱ نومبر ۱۹۱۴ء ص ۱۷-

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾

(۲۰) پھران لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ ایمان نہیں لاتے؟ (۲۱) اور جب قرآن مجید ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔

(۲۲) بلکہ یہ کافر تو تکذیب میں پڑے ہوئے ہیں۔

(۲۳) حالانکہ جو کچھ یہ (اپنے دلوں میں) جمع کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔

(۲۴) لہٰذا انہیں دردناک عذاب کی بشارت سنا دیجیے!

(۲۵) البتہ جو لوگ ایمان لے آئے اور جنہوں نے نیک عمل کیے ان کے لیے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے!

❋ ❋ ❋

## اٰیاتُہا: 22 — سُوْرَۃُ الْبُرُوْجِ مَکِّیَّۃٌ — رُکُوْعُہا: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ قُتِلَ اَصْحٰبُ
الْاُخْدُوْدِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ
شُهُوْدٌ ۝۷ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ
ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝۱۱ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ
لَشَدِيْدٌ ۝۱۲ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝۱۳ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝۱۵ فَعَّالٌ

---

(۱) قسم ہے برجوں والے آسمان کی[1] (۲) اور اس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے (۳) اور قسم ہے حاضر ہونے والے دن کی اور اس دن کی جس میں لوگ حاضر ہوتے ہیں (۴) کہ خندق والے ہلاک ہوگئے۔ (۵) کہ جس میں ایندھن والی آگ تھی (۶) جبکہ وہ اس آگ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے! (۷) اور جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے، اسے دیکھ رہے تھے۔ (۸) اور ان خندق والوں کی دشمنی مسلمانوں سے محض اس بنا پر تھی کہ وہ اس خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست اور ستودہ صفات ہے۔ (۹) جو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا مالک ہے اور ہر چیز پر مطلع ہے۔ (۱۰) جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں پر ظلم ڈھائے اور پھر اس سے تائب نہ ہوئے، یقیناً ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلائے جانے کا عذاب ہے۔ (۱۱) (اور) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے تو ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی، یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (۱۲) بے شک تیرے رب کی گرفت بہت ہی سخت ہے (۱۳) وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا (۱۴) اور وہ بخشنے والا ہے اور محبت کرنے والا ہے۔[2] (۱۵) عرش کا مالک ہے اور بزرگ و برتر ہے (۱۶) جو کچھ

---

[1] یہ سورہ مکہ معظمہ کے اس دور میں نازل ہوئی جب مسلمانوں کو ظلم وستم کے ذریعہ سے ایمان سے پھیرنے کی پوری شدت کے ساتھ تحریک جاری تھی۔ لہٰذا اس سورہ میں حالات کے مطابق ایک طرف تو مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے اور دوسری طرف کفار کو ان کے ظلم وستم کے برے

لِمَا يُرِيدُ ﴿١٦﴾ هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ ﴿١٧﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ ﴿١٨﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي
تَكْذِيبٍ ﴿١٩﴾ وَاللّٰهُ مِنْ وَرَآئِهِمْ مُّحِيطٌ ﴿٢٠﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيدٌ ﴿٢١﴾ فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ ﴿٢٢﴾ ع



چاہتا ہے کرڈالنے والا ہے۔

(۱۷) کیا آپ کولشکروں کا واقعہ پہنچا ہے؟ (یعنی)

(۱۸) فرعون وثمود کا (۱۹) بلکہ جن لوگوں نے کفر کیا وہ جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں۔

(۲۰) اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر طرف سے گھیر رکھا ہے (۲۱) حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک باعظمت قرآن ہے (۲۲) جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے!

---

اس سلسلے میں ''اصحاب الاخدود'' کا قصہ سنایا گیا ہے، کہ انہوں نے اہل ایمان پر ظلم وستم ڈھائے اور ان کو آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں پھینک دیا۔

آگ کے گڑھوں میں جلانے سے متعلق متعدد قصے بیان کیے گئے ہیں۔ جن میں سب سے مشہور واقعہ نجران کا ہے کہ حمیر کے بادشاہ نے یثرب کے یہودیوں سے متاثر ہو کر یہودیت قبول کر لی اور مدینہ سے دو یہودی عالم ساتھ لے گیا۔ اور یمن میں یہودیت کی خوب اشاعت کی۔ اس کا بیٹا ذونواس اس کا جانشین ہوا۔ اس نے نجران پر حملہ کیا تا کہ وہاں سے عیسائیت کو ختم کر دے۔

نجران میں اس نے یہودیت کی طرف دعوت دی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر اس نے بکثرت لوگوں کو آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں ڈال کر جلوادیا اور کچھ کو قتل کر دیا۔ الغرض مجموعی طور پر ۲۰ ہزار آدمی قتل ہو گئے۔ اہل نجران سے ایک شخص نے شاہ روم یا شاہ حبش کے پاس جا کر اس ظلم کی شکایت کی۔ آخر کار حبش کی ستر ہزار فوج ان پر حملہ آور ہوئی اور یمن کو فتح کر کے حبش کی سلطنت کا ایک حصہ بنالیا۔

اس روایت کی دوسرے تاریخی ذرائع سے بھی تائید ہوتی ہے۔ یمن پر حبش کے عیسائیوں کا قبضہ ۳۴۰ء سے ۳۷۸ء تک قائم رہا۔ اس عرصہ میں عیسائی مشنری یمن میں داخل ہونا شروع ہوئے اور ایک عیسائی سیاح فیمیون نامی کی تبلیغ سے اہل نجران عیسائی ہو گئے۔ ان کے سردار تین تھے: سید، عاقب اور اسقف۔ یہ تیسرا مذہبی پیشوا ہوتا تھا۔

جنوبی عرب میں نجران کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ یہ ایک تجارتی اور صنعتی مرکز تھا۔ چنانچہ سیاسی اور معاشی وجوہ کی بنا پر ذونواس یمنی نے اس پر حملہ کیا اور آگ سے بھرے ہوئے گڑھوں میں مرد، عورت، بچے اور بوڑھے لوگوں کو پھنکوا دیا۔ مجموعی طور پر مقتولین کی تعداد چالیس ہزار بیان کی جاتی ہے۔

اس کے جواب میں ۵۲۵ء میں حبشیوں نے یمن پر حملہ کر کے ذونواس اور اس حمیری سلطنت کا خاتمہ کر دیا۔ اس کی تصدیق ''حصن

غراب'' کے کتبے سے ہوتی ہے جو یمن میں موجودہ زمانے کے محققین آثار قدیمہ کو ملا ہے۔

حبشی عیسائیوں نے نجران پر قبضہ کرنے کے بعد یہاں کعبہ کی شکل کی ایک عمارت بنائی تھی جسے وہ مکہ کے کعبہ کی جگہ مرکزی حیثیت دینا چاہتے تھے۔اس کے اساقفہ عمامے باندھتے تھے اور اس کو حرم قرار دیا گیا تھا۔چنانچہ اسی کعبہ کے پادری اپنے سید، عاقب اور اسقف کی قیادت میں مناظرے کے لیے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مباہلہ کا وہ مشہور واقعہ پیش آیا تھا جس کا ذکر سورۂ آل عمران آیت ۶۱ میں کیا گیا ہے۔

آیت ۱۴ میں ''اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے'' فرما کر امید دلائی ہے کہ مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھانے والے لوگ اگر ظلم سے تائب ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت میں جگہ پا سکتے ہیں۔

❋ ❋ ❋

آیاتہا: 17 سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ رکوعہا: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝١ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝٢ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝٣ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا
عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝٤ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝٥ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝٦ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ
الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝٧ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝٨ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝٩ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ
لَا نَاصِرٍ ۝١٠ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝١١ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝١٢ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝١٣

---

(۱) قسم ہے آسمان اور رات کو ظاہر ہونے والے کی[۱]

(۲) اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ رات کو ظاہر ہونے والا کیا ہے؟

(۳) وہ روشن تارا ہے (۴) کوئی جان ایسی نہیں کہ جس پر نگہبان مقرر نہ ہو[۲]

(۵) پھر انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے بنایا گیا ہے؟

(۶-۷) وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے بنایا گیا ہے، جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے۔

(۸) یقیناً وہ اس کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

(۹) جس روز کہ تمام بھید آشکارا ہوں گے اور ان کی جانچ پڑتال ہوگی۔[۳]

(۱۰) اس دن انسان کے پاس نہ خود اپنا کوئی زور ہوگا اور نہ کوئی مدد کرنے والا ہوگا۔

(۱۱) قسم ہے بارش برسانے والے آسمان کی۔[۴]

(۱۲) اور (نباتات اگتے وقت) پھٹ جانے والی زمین کی۔

(۱۳) بے شک یہ قرآن ایک قول فیصل ہے تمام اختلافات و اعمال کے لیے۔

---

[۱] یہ سورہ بھی مکی ہے اور دور ثالث کی تنزیلات سے ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا تصور پیش کیا ہے اور قرآن مجید کو قول فیصل قرار دیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے خلاف انکار کی کوئی تدبیر اور چال کامیاب نہیں ہو سکتی۔

[۲] نگہبان سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو آسمان و زمین کی ہر چھوٹی اور بڑی چیز کی حفاظت کر رہی ہے۔ اس کے بعد انسان کو دعوت دی ہے کہ وہ خود اپنی ہستی پر غور کرے کہ وہ کس طرح پیدا کیا گیا ہے۔ باپ کے جسم سے اربوں جرثوموں میں سے ایک جرثومے اور ماں کے اندر

وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿١٤﴾ إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ﴿١٥﴾ وَأَكِيدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ
رُوَيْدًا ﴿١٧﴾

ع

(۱۴) وہ کوئی بے معنی اور فضول بات نہیں۔

(۱۵) یہ لوگ اپنا داؤ کر رہے تھے۔

(۱۶) اور ہم اپنا داؤ کھیل رہے ہیں (۱۷) پس منکروں کو مہلت لینے دو زیادہ نہیں، تھوڑی سی! (۱)

ے نکلنے والے بکثرت بیضوں میں سے ایک بیضے کا انتخاب کر کے دونوں کو کسی وقت جوڑ دیتا ہے اور اس سے ایک خاص انسان کا استقرار حمل ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی مسلسل نگہبانی کرتا ہے، وہی ذات اس کو دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

۳ آیت ۹ میں پوشیدہ اسرار سے مراد ہر شخص کے وہ اعمال بھی ہیں جو دنیا میں ایک راز بن کر رہ گئے ہیں۔ اور وہ معاملات بھی جن کے پیچھے خفیہ نیتیں اور خواہشیں کام کر رہی تھیں۔

۴ آسمان کے "ذات الرجع" ہونے کے یہ معنی ہیں کہ بارش بار بار اپنے موسم میں اور خلاف موسم پلٹ پلٹ کر آتی ہے اور وقتاً فوقتاً برستی رہتی ہے۔ یا اس لیے کہ بارش برستی ہے اور پھر بھاپ بن کر اوپر چلی جاتی ہے اور دوبارہ قطرے بن کر زمین پر گرتی ہے۔

✵ ✵ ✵

(۱) "الہلال" ۲۶ راگست ۱۹۱۳ء ص ۱۱، ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۶۔

آیاتها: 19 — سُوۡرَۃُ الۡاَعۡلٰی مَکِّیَّۃٌ — رُکُوۡعُهَا: 1

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ﴿۱﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی ﴿۲﴾ وَ الَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰی ﴿۳﴾ وَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ
الۡمَرۡعٰی ﴿۴﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحۡوٰی ﴿۵﴾ سَنُقۡرِئُکَ فَلَا تَنۡسٰۤی ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ
وَ مَا یَخۡفٰی ﴿۷﴾ وَ نُیَسِّرُکَ لِلۡیُسۡرٰی ﴿۸﴾ فَذَکِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّکۡرٰی ﴿۹﴾ سَیَذَّکَّرُ مَنۡ یَّخۡشٰی ﴿۱۰﴾
وَ یَتَجَنَّبُهَا الۡاَشۡقَی ﴿۱۱﴾ الَّذِیۡ یَصۡلَی النَّارَ الۡکُبۡرٰی ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا وَ لَا یَحۡیٰی ﴿۱۳﴾ قَدۡ

---

(۱) یا کی بیان کر اپنے رب کی جو سب سے اوپر ہے۔ [1]

(۲) وہ پروردگار عالم جس نے پیدا کیا پھر اسے ٹھیک کر دیا۔

(۳) اور جس نے ہر وجود کے لیے ایک اندازہ ٹھہرا دیا' پھر اس پر راہ عمل کھول دی۔ [2] [(1)]

(۴) وہ جس نے چارہ نکالا۔

(۵) پھر اس کو خشک و سیاہ کوڑا کر دیا۔

(۶) ہم تمہیں پڑھوا دیں گے پھر اس کو بھولو گے نہیں۔ [3]

(۷) ہاں جو اللہ چاہے' وہ ظاہر اور پوشیدہ کو جانتا ہے۔

(۸) اور ہم آپ کو آسان طریقے پر لے چلیں گے۔

(۹) سو نصیحت کرو، اگر نصیحت کرنا نافع معلوم ہوتا ہو۔

(۱۰) وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو ڈرتا ہے۔

(۱۱) اور اس (نصیحت کے قبول کرنے سے) وہی گریز کرے گا جو بڑا بدبخت ہے۔

(۱۲) جو بڑی آگ میں جائے گا۔

(۱۳) پھر وہ اس آگ میں نہ مرے گا اور نہ جیے گا۔

---

۱؎ یہ سورہ بھی مکی ہے اور ابتدائی دور کی تنزیلات سے ہے۔ اس سورہ میں توحید و آخرت کے علاوہ آنحضرت ﷺ کو چند ہدایات بھی دی گئی ہیں۔

---

(1) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۴۶ - نیز ملاحظہ ہو ص ۸۷، ۱۷۴۔

قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسۡمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ﴿۱۶﴾ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ
وَّاَبۡقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الۡاُوۡلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبۡرٰهِيۡمَ وَمُوۡسٰى ﴿۱۹﴾ ع

(۱۴) کامیاب ہوا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی۔

(۱۵) اور اس نے اپنے رب کا نام یاد کیا اور نماز پڑھی (۱۶) مگر تم دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔

(۱۷) حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔

(۱۸) یہی بات پہلے صحیفوں میں مذکور ہے (۱۹) (جو) ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفے ہیں![۵]

---

۲ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف کسی نقص کی نسبت نہ کی جائے۔ شرک و کفر کی جتنی صورتیں بھی ہر زمانہ میں رائج رہی ہیں اور فی زمانہ رائج ہیں وہ سب تسبیح کے منافی ہیں کیونکہ ان میں سے ہر صورت کسی نقص کی صفت کو متضمن ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ذات و صفات میں یکتا ماننا چاہیے۔ یہی معنیٰ ''الحمد للہ'' کے ہیں۔ لہٰذا تسبیح (تنزیہہ) و تحمید عقیدۂ توحید کو مستلزم ہیں اور ''سبحان اللہ و بحمدہٖ'' کلمہ جامعہ ہے جس کا ورد عبادت کاملہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

۳ ''پھر اس پر راہ عمل کھول دی'' یعنی آدمی کو خیر و شر اور سعادت و شقاوت کی راہ بتائی:

''یہاں ہدایت سے مقصود ہدایت حواس و عقل ہے!''

۴ آیت ۶ میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے جو ''سورۃ القیامہ'' میں گزر چکا ہے اور آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ وحی کا پڑھوانا اور حفظ کرانا ہمارا ذمہ ہے لہٰذا آپ کو کسی طرح سے بھی فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

۵ سورہ کے آخر میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰ کے صحیفوں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے سورۃ النجم میں یہ بحث گزر چکی ہے۔

❋ ❋ ❋

آیاتہا: 26 سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ رُکوعہا: 1

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

هَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ ۱ وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ خَاشِعَةٌ ۲ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۳ تَصْلٰى نَارًا
حَامِیَةً ۴ تُسْقٰى مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ ۵ لَیْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ ۶ لَّا یُسْمِنُ وَ لَا یُغْنِیْ مِنْ
جُوْعٍ ۷ وُجُوْهٌ یَّوْمَىٕذٍ نَّاعِمَةٌ ۸ لِّسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ ۹ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۱۰ لَّا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً ۱۱
فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ ۱۲ فِیْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۱۳ وَّ اَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۱۴ وَّ نَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۱۵
وَّ زَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ ۱۶ اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ ۱۷ وَ اِلَى السَّمَآءِ كَیْفَ
رُفِعَتْ ۱۸ وَ اِلَى الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ ۱۹ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ ۲۰ فَذَكِّرْ اِنَّمَاۤ
اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۲۱ لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ ۲۲ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَ كَفَرَ ۲۳ فَیُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ
الْاَكْبَرَ ۲۴ اِنَّ اِلَیْنَاۤ اِیَابَهُمْ ۲۵ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَهُمْ ۲۶ ع

(۱) کیا آپ کو اس چھا جانے والی (آفت) کی خبر پہنچی ہے؟[1] (۲) بہت سے چہرے اس روز ذلیل وخوار ہوں گے۔[2] (۳) سخت مشقت کر رہے ہوں گے (اور) درماندہ ہوں گے۔ (۴) انتہائی تیز آگ میں جھلس رہے ہوں گے (۵) کھولتے ہوئے چشمے کا پانی انہیں پینے کے لیے دیا جائے گا (۶) ان کو بجز خاردار جھاڑی کے اور کوئی کھانا نہیں ملے گا (۷) جو نہ تو موٹا کرے گا اور نہ بھوک ہی رفع کرے گا (۸) بہت سے چہرے اس روز پر رونق ہوں گے (۹) اپنی جدوجہد پر خوش ہوں گے (۱۰) عالی مقام باغ میں ہوں گے (۱۱) وہ اس میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے (۱۲) اس میں چشمے بہ رہے ہوں گے (۱۳) اس میں بلند مسندیں ہوں گی۔ (۱۴) اور جام رکھے ہوں گے (۱۵) اور گاؤ تکیے قطار در قطار لگے ہوں گے (۱۶) اور مخملی فرش بچھے ہوں گے (۱۷) کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے بنائے گئے؟ (۱۸) اور آسمان کی طرف کہ کیسے بلند کیا گیا؟ (۱۹) اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ وہ کس طرح قائم کیے گئے؟ (۲۰) اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ وہ کیسے بچھائی گئی ہے؟ (۲۱) سو (اے نبی) آپ نصیحت کیے جائیے! بس آپ تو نصیحت کرنے والے ہیں (۲۲) آپ ان پر کچھ داروغہ مقرر نہیں ہیں۔ (۲۳) البتہ جو شخص روگردانی اور کفر کرے گا (۲۴) تو اللہ تعالیٰ اس کو بہت بڑی سزا دے گا (۲۵) ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے (۲۶) پھر ہمارے ذمہ ان کا حساب لینا ہے!

[1] یہ سورہ مکی ہے اور ابتدائی عہد کی تنزیلات سے ہے۔ ان سورتوں میں توحید و آخرت کے موضوع کا اعادہ ہے مگر اسلوب اور انداز بیان دوسرا ہے۔

[2] اس سورہ میں بھی جنت اور جہنم کا منظر پیش کیا گیا ہے اور آخرت کے دلائل کے

اٰیاتُھا: 30 | سُوْرَۃُ الْفَجْرِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوعُھا: 1

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالْفَجْرِ ① وَلَیَالٍ عَشْرٍ ② وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ③ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ ④ هَلْ فِیْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیْ
حِجْرٍ ⑤ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ⑥ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ⑦ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی
الْبِلَادِ ⑧ وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ⑨ وَفِرْعَوْنَ ذِی الْاَوْتَادِ ⑩ الَّذِیْنَ طَغَوْا
فِی الْبِلَادِ ⑪ فَاَكْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ ⑫ فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ⑬ اِنَّ رَبَّكَ
لَبِالْمِرْصَادِ ⑭ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ⑮

---

(۱) قسم ہے فجر کی[1] (۲) اور دس راتوں کی (۳) اور جفت اور طاق کی (۴) اور رات کی جب وہ رخصت ہو رہی ہو![2]

(۵) ان چیزوں میں صاحب عقل کے لیے بڑی ہی شہادت ہے۔ (۱) (۶-۷) کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمہارے پروردگار نے عاد ارم کے ساتھ کیا سلوک کیا؟[2] (۸) جو ایسے قوی اور متمدن تھے کہ دنیا میں ایسی قوم پیدا نہیں ہوئی تھی۔ (۹) اور قوم ثمود جنہوں نے اپنے رہنے کے لیے پہاڑوں کو تراش کر گھر بنائے تھے۔ (۱۰) اور فرعون جو اپنی شان و شوکت خسروی کے لیے خیمہ و خرگاہ رکھتا تھا۔

(۱۱-۱۲) یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے انسانی آبادیوں میں فتنہ و ظلم کا بڑا سر اٹھایا تھا اور عدل و اصلاح کی جگہ ان میں فساد پھیلا رکھا تھا۔ (۱۳) پس قانون الٰہی نے اپنے تازیانہ عذاب کو حرکت دی اور ان سب کو نابود کر دیا۔ (۲)

(۱۴) بے شک آپ کا رب گھات میں لگا ہوا ہے۔

(۱۵) انسان کا حال تو یہ ہے کہ جب اس کا پروردگار اس کے ایمان کو اس طرح آزماتا ہے کہ اسے دنیا میں عزت اور نعمت عطا فرماتا ہے تو وہ فوراً خوش ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا پروردگار میرا اعزاز و اکرام کرتا ہے۔

---

[1] سورۃ الفجر مکی ہے اور عہد وسطیٰ کی تنزیلات سے ہے۔ اس میں آخرت کی جزا و سزا کا اثبات ہے جس سے اہل مکہ انکار کر رہے تھے۔

[2] جزا و سزا کے استدلال کے سلسلہ میں اولاً قرآن مجید نے چار چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ان چار چیزوں کو بطور شہادت پیش کیا ہے کہ جزائے اعمال برحق ہے۔ شب و روز کا یہ سلسلہ جس نظام کے ساتھ جاری ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک رب قدیر

---

(۱) "البلاغ" ۲۵ فروری ۱۹۱۶ء ص ۸ (۲) "البلاغ" ۱۴ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۱۰۔

وَ اَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ
الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَ لَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَ تُحِبُّوْنَ

---

(۱۶) اور جب اس کے ایمان کو کسی آزمائش میں ڈال کر اس طرح آزماتا ہے کہ رزق اس پر تنگ کر دیتا ہے (یعنی مصیبت میں ڈال دیتا ہے تو معاً مایوس ہو کر) کہنے لگتا ہے کہ میرا پروردگار تو مجھے ذلیل کر رہا ہے اور میرا کچھ خیال نہیں کرتا ہے۔[1]

(۱۷) ہرگز نہیں! بلکہ تم لوگ یتیم سے عزت کا سلوک نہیں کرتے۔

(۱۸) اور نہ مسکین ہی کو کھانا کھلانے پر ایک دوسرے کو اکساتے ہو۔

(۱۹) اور میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو

---

اس پر فرمانروائی کر رہا ہے۔ اس کے بعد انسانی تاریخ سے استدلال کیا ہے جو ایک حقیقت ہے کہ جن قوموں نے بھی آخرت کو جھٹلایا وہ اخلاقی گراوٹ میں مبتلا ہو کر آخر کار تباہ و برباد ہو گئیں۔

۳ عادارم سے مراد وہ قدیم قوم عاد ہے جسے قرآن مجید اور تاریخ عرب میں عاد اولیٰ کا نام دیا گیا ہے۔

سورۃ النجم میں ہے: وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا ِۨالْاُوْلٰى " یعنی اس نے قدیم قوم عاد کو ہلاک کیا۔ اور یہ وہ قوم ہے جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔ اور ان کو "عادارم" اس لیے کہا گیا کہ یہ لوگ سامی نسل کی اس شاخ سے تعلق رکھتے تھے جو ارم بن سام بن نوح (علیہ السلام) سے چلی آتی تھی۔

۴ "انسان کی خلقت میں جلد بازی اور تعجیل کار فرما ہے۔ جب کبھی وہ اپنی کسی توقع میں ناکامی دیکھتا ہے تو فوراً مایوس ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ پھر جب کامیابی کی خبر سن لیتا ہے تو امید و مسرت کے ضبط سے عاجز ہو کر اچھل پڑتا ہے۔ حالانکہ نہ تو اسے ان اسباب کی خبر ہے جو نامرادی کے پیچھے ظاہر ہونے والے ہیں اور نہ ان نتائج و عواقب کی خبر ہے جو بشارت امید کے بعد پیش آنے والے ہیں۔ اس کی خدا پرستی بھی اس جلد بازانہ یاس و بیم سے شکست کھا جاتی ہے۔ اگر کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو سمجھتا ہے کہ خدا میرے ساتھ ہے۔ اور اگر مشیت الٰہی کسی ابتلاء و مصیبت میں ڈال دیتی ہے تو مایوس ہو جاتا ہے کہ خدا نے مجھے چھوڑ دیا!"

---

(۱) "الہلال" ۱۶ اپریل ۱۹۱۳ء ص ۹۔

الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾ كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾
وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ ۚ يَوْمَئِذٍۢ يَتَذَكَّرُ الْإِنسَانُ وَأَنَّىٰ لَهُ الذِّكْرَىٰ ﴿٢٣﴾ يَقُولُ يَٰلَيْتَنِى
قَدَّمْتُ لِحَيَاتِى ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍۢ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُۥٓ أَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُۥٓ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يَٰٓأَيَّتُهَا
النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِىٓ إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِى فِى عِبَٰدِى ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِى
جَنَّتِى ﴿٣٠﴾ ع

---

(۲۰) اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو (۲۱) ہر گز نہیں' جب زمین کوٹ کوٹ کر ریگ زار بنادی جائے گی۔

(۲۲) اور آپ کا پروردگار جلوہ فرما ہوگا اور فرشتے قطار در قطار کھڑے ہوں گے (۲۳) اور اس روز جہنم (سامنے) لائی جائے گی' اس روز انسان کو سمجھ میں آئے گا لیکن (اس وقت) سمجھنے سے کیا فائدہ؟ وہ کہے گا" (۲۴) کاش میں (آخرت کی) زندگی کے لیے کچھ سامان کر لیتا!

(۲۵) پھر اس روز اللہ تعالیٰ ایسی سزا دے گا کہ اس جیسا کوئی سزا دینے والا نہ ہوگا (۲۶) اور نہ اس کے جکڑنے کی طرح کوئی جکڑنے والا ہوگا (۲۷) اے نفس مطمئنہ!

(۲۸) تم اپنے رب کی طرف اس طرح چلو کہ تم اس سے راضی اور وہ تم سے راضی' (۲۹) پھر شامل ہو جاؤ میرے خاص بندوں میں (۳۰) اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں!

❋❋❋

| آیاتہا: 20 | سُوْرَۃُ الْبَلَدِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعُہَا: 1 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

لَآ اُقْسِمُ بِہٰذَا الْبَلَدِ ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّ بِہٰذَا الْبَلَدِ ﴿۲﴾ وَ وَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ ﴿۴﴾ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ ﴿۵﴾ یَقُوْلُ اَہْلَکْتُ مَالًا لُّبَدًا ﴿۶﴾ وقف لازم
اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَہٗٓ اَحَدٌ ﴿۷﴾ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ ﴿۸﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ﴿۹﴾ وَہَدَیْنٰہُ
النَّجْدَیْنِ ﴿۱۰﴾ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ ﴿۱۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا الْعَقَبَۃُ ﴿۱۲﴾ فَکُّ رَقَبَۃٍ ﴿۱۳﴾ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ

(۱) اے پیغمبر! ہم شہر مکہ کی قسم کھاتے ہیں[۱] (۲) اور اس لیے کہ تم اس شہر میں مقیم ہو (۳) اور قسم ہے جننے والے کی اور جو اس نے جنا۔[۲]

(۴) بلاشبہ ہم نے انسان کو اس طرح بنایا کہ اس کی زندگی مشقتوں سے گھری ہوئی ہے[۳](۱) (۵) کیا اس نے سمجھ رکھا ہے کہ اس پر کسی کو قدرت نہ ہوگی؟

(۶) کہتا ہے میں نے ڈھیروں مال خرچ کر ڈالا (۷) کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا؟ (۸) کیا ہم نے اسے ایک ایک چھوڑ دو دو آنکھیں نہیں دیں؟ (جن سے وہ دیکھتا ہے؟)

(۹) اور زبان اور ہونٹ نہیں دیے ہیں؟ (جو گویائی کا ذریعہ ہیں) (۱۰) اور کیا ہم نے اسے سعادت و شقاوت کی دونوں راہیں نہیں دکھا دیں؟(۲)

(۱۱) پس وہ نہ دھمک سکا گھاٹی (عقبہ) پر[۴] (۱۲) تم کیا سمجھے کہ ہم نے جو یہاں عقبہ کا لفظ کہا ہے، سو اس سے کیا مقصود ہے؟ (۱۳) عقبہ سے مراد یہ ہے کہ انسان کی گردن کو غلامی کے پھندے ......

---

[۱] سورۃ البلد مکی ہے اور ابتدائی دور کی تنزیلات سے ہے۔

[۲] "ووالد وما ولد" اس سے مراد آدم علیہ السلام اور ان کی ذریت ہے۔

[۳] ان چیزوں کی قسم اٹھا کر بتایا کہ انسان یہاں دنیا میں مزے کرنے اور چین کی بنسری بجانے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ یہ دنیا محنت مشقت اور سختیاں جھیلنے کی جگہ ہے اور کوئی انسان بھی اس حالت سے گزرے بغیر نہیں رہ سکتا۔

---

(۱) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۹۔ اس سلسلے میں ابتدائی ٹکڑے کا حوالہ اس وقت نہیں مل سکا۔

(۲) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۹-۱۷۔ "الہلال" ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ ص ۷۔ اور "البلاغ" ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ ص ۱۶۔

يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ
آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾

سے چھڑا دینا۔ [ه]

(۱۴) بھوکوں کو کھانا کھلانا (۱۵) اور یتیم کی (علی الخصوص) جب کہ وہ اپنے قریبی لوگوں میں سے ہو۔

(۱۶) اور محتاج و مسکین کی مدد کرنا۔ (پس جو انسان اپنی بڑائی کا مدعی تھا اُسے چاہیے تھا کہ اس آزمائشی گھاٹی کی منزل سے گزرتا)۔

(۱۷) اس کے علاوہ اس جماعت کے لوگوں میں سے ہوتا جو اللہ (تعالیٰ) پر ایمان لائے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر و برداشت کی اور مرحمت کی وصیت کرتے ہیں۔ (۱)

(۱۸) یہی لوگ "اصحاب المیمنہ" ہیں۔ [و]

(۱۹) مگر جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو ہماری تعلیمات کو ہمارے احکام کو اور ہماری بھیجی ہوئی ہدایت کو قول سے اور عمل سے جھٹلایا تو وہ لوگ "اصحاب المشئمۃ" ہیں۔ (۲)

(۲۰) انہی کو آگ میں موند دیا ہے!

ع آیت ۱۱ میں بتایا کہ ان دو راستوں میں سے ایک راستہ دشوار گزار بلندی کی طرف جاتا ہے۔ اس پر چڑھنے کے لیے آدمی کو اپنے نفس اور اس کی خواہشوں سے نیز شیطان کی ترغیبات سے لڑکر چلنا پڑتا ہے۔ جب کہ دوسرا راستہ پستی کی طرف جاتا ہے۔

ه پہلے شخص کی فضول خرچیوں کے مقابلے میں اب آیت ۱۳ سے ان کاموں کا بیان ہے جن کو انجام دینے کے لیے دل گردے کی ضرورت ہے اور ایثار و قربانی سے کام لینا پڑتا ہے۔

و آخر میں صالح معاشرہ کے مبارک لوگوں کی خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔ یعنی ایک دوسرے کو صبر اور رحم کی تلقین کرنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا!

❋ ❋ ❋

(۱) "الہلال" ۲۲ جولائی ۱۹۱۳ء ص ۶۔

(۲) "ترجمان القرآن" جلد اول ص ۹ے ۱ نیز "الہلال" ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۷ اور "البلاغ" ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء ص ۱۶

آیاتُھا: 15 سُوْرَۃُ الشَّمْسِ مَکِّیَّۃٌ رُکُوعُھا: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ① وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ② وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ③ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰهَا ④
وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ⑤ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ⑥ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ⑦ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا
وَتَقْوٰهَا ⑧ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ⑨ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ⑩ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ ⑪

---

(۱) سورج اور اس کی حرارت و نورانیت کی قسم۔[1]

(۲) اور چاند کی جو اس کے بعد ضیا گستر ہوتا ہے۔

(۳) روز روشن کی جو رات کی تاریکی کا پردہ چاک کر دیتا ہے۔

(۴) رات کی ظلمت جو دن کی روشنی کو چھپا لیتی ہے۔

(۵) آسمان کی اور اس کی عجیب و غریب بناوٹ' (۶) زمین اور اس کا حیرت انگیز پھیلاؤ'

(۷) پھر مادہ عالم کے ان تمام مظاہر و شیون کے بعد روح انسانی اور وہ قادر مطلق جس نے اس پر ایسی مناسب' موزوں' مستقیم اور عادلہ فطرت صالحہ رکھی۔

(۸) بالآخر خیر و شر' حق و باطل' صحت و سقم' عدل و اسراف' نور و ظلمت دونوں راہوں کو اس پر کھول دیا۔[2]

(۹) پس اب کامیاب وجود وہ ہے جس نے اپنی قوت محتسبہ کے عمل سے اپنی فطرت صالحہ کو بالکل پاک اور بے آمیزش رکھا۔ (۱۰) اور نامراد انسان وہ ہے جس نے اسے ضائع کر دیا۔(۱)

(۱۱) قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی بنا پر (حضرت صالح علیہ السلام کی) تکذیب کی۔

---

[1] یہ سورہ بھی مکہ معظمہ کے ابتدائی دور کی تنزیلات سے ہے۔ اس میں نیکی اور بدی کے درمیان فرق کو سمجھایا ہے اور جو لوگ برے انجام سے نہیں ڈرتے ان کو ڈرایا ہے۔

[2] قرآن مجید نے بے شک انسان کو نیکی اور بدی کا الہامی علم دیا ہے' مگر اس الہام کو کافی نہیں سمجھا' بلکہ اس کے بعد ہدایت و وحی بھیج کر تفصیل سے بر و اثم کے تمام شعبے سمجھا دیے ہیں:

---

(۱) "الہلال" ۲۳ جولائی ۱۹۱۳ء ص ۶۔

إِذِ انۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ﴿۱۲﴾ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا
ع۱۵ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾

(۱۲) جب کہ ان میں ایک بد بخت شخص اٹھ کھڑا ہوا۔

(۱۳) تو اللہ تعالیٰ کے رسول نے ان سے کہا "خبردار! اللہ کی اونٹنی کو ہاتھ نہ لگانا اور اس کو اپنی باری میں پانی پینے دو!"

(۱۴) مگر انہوں نے پیغمبر کی تکذیب کی اور اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا' آخر کار ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کے رب نے ان پر سخت ہلاکت نازل کی اور سب کا صفایا کر دیا۔

(۱۵) اور اللہ تعالیٰ کو قوم ثمود (کی ہلاکت) کے انجام سے ذرا اندیشہ نہیں ہے![ج]

---

دنیا کا نظام فطرت تین شعبوں سے مکمل ہوتا ہے۔ مادہ' قوت' اور ان دونوں سے بالاتر ایک ذی شعور طاقت جو ان دونوں میں ربط و اتحاد پیدا کرتی ہے۔ اور وہ فطرت صالحہ و سلیمہ ہے جو اصلاً خود انسان کے اندر موجود ہے۔ خدا تعالیٰ نے نظام عالم کی ان تین کڑیوں کا ذکر بالترتیب اس سورہ میں کیا ہے۔

قرآن حکیم نے آخرت کے وجود کا اذعان جن جن دلائل سے کیا ہے' ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ وہ کہتا ہے' دنیا کی ہر چیز اپنا کوئی نہ کوئی متقابل وجود یا ثنیٰ ضرور رکھتی ہے' پس ضروری ہے کہ دنیوی زندگی کے لیے بھی کوئی متقابل و ثنیٰ زندگی ہو۔ دنیوی زندگی کی متقابل زندگی' آخرت کی زندگی ہے۔ چنانچہ بعض سورتوں میں انہی متقابل مظاہر سے استشہاد کیا ہے۔ مثلاً اسی سورہ میں فرمایا:

"وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَاO وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَاO وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَاO وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَاO وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنٰهَاO وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَاO" (۲)

ج قوم ثمود کا قصہ بیان کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں بھی اس وقت وہی حالات موجود تھے جو صالح علیہ السلام کے مقابلہ میں قوم ثمود کے اشرار نے پیدا کر رکھے تھے۔ اس لیے ان کو یہ قصہ سنا دینا بجائے خود یہ سمجھا دینے کے لیے کافی تھا کہ تمہارا حشر بھی اہل ثمود کا سا ہونے والا ہے۔

---

(۱) "البلاغ" ۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء ص ۱۷' نیز ۲ جولائی ۱۹۱۲ء ص ۶-۵ اگست ۱۹۱۴ء کے "الہلال" میں آیت نمبر ۹-۱۰ "قد افلح من زکها. وقد خاب من دسها" کا ترجمہ یوں کیا ہے:

"وہ کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا۔ اور وہ نامراد ہوا جس نے اپنی خیر کو برباد کیا!"

اٰیَاتُهَا: 21 | سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ | رُكُوْعُهَا: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ① وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ② وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ③ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ④
فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ⑤ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ⑥ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ⑦ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ
وَاسْتَغْنٰى ⑧ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ⑨ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ⑩ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ⑪
اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ⑫ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ⑬ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ⑭ لَا يَصْلٰهَآ

(۱) رات کی قسم، جبکہ اس کی تاریکی کائنات کی تمام اشیا کو چھپا دیتی ہے۔[1] (۲) اور روز روشن کی قسم، جب کہ آفتاب کی تجلی تمام کائنات کو روشن کر دیتی ہے۔ (۳) اور دراصل اس خالق کی قسم، جس نے تخلیق عالم کے لیے نر اور مادہ کا وسیلہ پیدا کیا[(۱)]

(۴) بلاشبہ تمہاری مساعی مختلف قسم کی ہیں۔[2]

(۵) پھر جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا اور تقویٰ کی راہ اختیار کی (۶) اور بھلی بات کی تصدیق کی۔

(۷) تو ہم اسے آسان راستے پر (چلنے کے لیے) سہولت دیں گے۔

(۸) اور جس نے بخل کیا اور اللہ تعالیٰ سے بے نیازی برتی (۹) اور بھلی بات کو جھٹلا دیا، (۱۰) تو ہم اسے بتدریج مشکل میں ڈال دیں گے۔ (۱۱) اور جب ہلاک ہوگا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔[3]

(۱۲) بلاشبہ یہ ہمارا کام ہے کہ ہم راہنمائی کریں (۱۳) اور یقیناً آخرت اور دنیا ہمارے ہی لیے ہیں[(۲)]

(۱۴) پس میں نے تمہیں دہکتی آگ سے آگاہ کر دیا ہے۔

---

1. اس سورہ کا مضمون بھی سورۃ الشمس کے مضمون کے مشابہ ہے۔ گویا دونوں سورتیں ایک دوسری کی تفسیر ہیں۔ پہلی سورہ کے مضمون کو ایک دوسرے انداز سے سمجھایا گیا ہے۔

2. یعنی جیسے رات اور دن، نر اور مادہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان میں سے ہر دو کے آثار و نتائج بھی باہم متضاد ہیں، اسی طرح انسانی کوششیں بھی مختلف اور متضاد ہیں۔

پہلی قسم سعی کی یہ ہے کہ زر پرستی میں مبتلا نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرے۔ نیکی اور بھلائی کے کاموں میں صرف کرے۔ دوسرے یہ کہ اس کے دل میں خوف خدا ہو اور اس کے تمام اعمال پر یہ اثر انداز ہو۔ تیسرے یہ کہ بھلائی کی تصدیق کرے اور شرک و دہریت کو چھوڑ کر توحید و رسالت اور آخرت کو برحق جانے۔ ان تین خصلتوں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان فطرت کے مطابق آسان راہ پر

اِلَّا الْاَشْقَى ﴿۱۵﴾ الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۶﴾ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿۱۷﴾ الَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى ﴿۱۸﴾
وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴿۱۹﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۰﴾ وَلَسَوْفَ یَرْضٰى ﴿۲۱﴾ ع

---

(۱۵) اس میں نہیں جھلسے گا مگر انتہائی بدبخت (۱۶) جس نے جھٹلایا اور منہ پھیرا

(۱۷) اور جو نہایت پرہیزگار ہے وہ اس سے بچالیا جائے گا (۱۸) جو پاکیزہ ہونے کی خاطر اپنا مال دیتا ہے۔

(۱۹) اور اس پر کسی کا احسان نہیں ہے جس کا اسے بدلہ دینا ہو (۲۰) اس کا مقصد تو اپنے رب اعلیٰ کی رضا جوئی ہے۔

(۲۱) اور وہ اپنے مالک سے ضرور راضی ہوگا!

---

چل کر کامیابی حاصل کرے گا۔

دوسری قسم کی سعی یہ ہے کہ انسان زر پرستی میں مبتلا ہو جائے اور نیکی کی تکذیب کرے تو ایسے شخص سے خیر کی توفیق سلب ہو جاتی ہے اور اس کے سامنے برائی کے راستے کھل جاتے ہیں اور وہ تنگی کی راہ کو آسان سمجھنے لگتا ہے۔ ہر خیر کے کام اس کو پہاڑ نظر آنے لگتے ہیں۔

۳ آیت ۱۲ سے آخر سورہ تک دونوں قسم کی مساعی کے نتائج بیان فرمائے ہیں:

"قرآن مجید کا عام اسلوب بیان یہ ہے کہ خدا کے ٹھہرائے ہوئے قوانین و اسباب سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں انہیں براہ راست خدا کی طرف نسبت دیتا ہے۔ مثلاً یہ کہ جو لوگ سمجھ سے کام لینے کی جگہ اندھی تقلید کرنے لگتے ہیں، رفتہ رفتہ ان کی عقلیں ماری جاتی ہیں۔ قرآن اس حالت کو یوں تعبیر کرے گا کہ خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگادی (ان کے راستے میں مشکلات پیدا کر دیں) یعنی یہ صورت حال اللہ کے ٹھہرائے ہوئے قانون کا قدرتی نتیجہ ہے۔"(۳)

✲ ✲ ✲

---

(۱) "الہلال" ۶ر نومبر ۱۹۱۲ء ص ۱۶۔

(۲) ترجمان القرآن ص ۱۷۹۔

(۳) جلد دوم ص ۳۳

رُکُوعُهَا: 1 سُوْرَةُ الضُّحٰى مَكِّيَّةٌ اٰيَاتُهَا: 11

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالضُّحٰى ① وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ② مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ③ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ
الْاُوْلٰى ④ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ⑤ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ⑥ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا
فَهَدٰى ⑦ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ⑧ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ⑨ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا
تَنْهَرْ ⑩ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ⑪ ع

(۱) قسم ہے روشن دن کی[1] (۲) اور رات کی جب وہ پر سکون ہو (۳) کہ آپؐ کے پروردگار نے نہ تو آپ کو چھوڑا ہے اور نہ وہ آپؐ سے ناخوش ہے۔[2]

(۴) یقیناً آپؐ کے لیے بعد کی حالت پہلی حالت سے بہتر ہے (۵) اور آپ کا پروردگار آپ کو اتنا کچھ دے گا کہ آپؐ خوش ہو جائیں گے۔

(۶) کیا اس نے آپؐ کو یتیم نہیں پایا' پھر ٹھکانا دیا؟ (۷) اے پیغمبر! ہم نے دیکھا کہ ہماری تلاش میں ہو'ہم نے خود ہی تمہیں اپنی راہ دکھلا دی۔(۱)

(۸) اور تمہیں نادار پایا پھر مالدار کر دیا (۹) لہٰذا یتیم پر سختی نہ کیجیے (۱۰) اور سائل کو نہ جھڑکیے (۱۱) اور اپنے رب کی نعمت کا تذکرہ کرتے رہیے!

[1] یہ سورہ بھی مکی ہے اور ابتدائی دور کی تنزیلات سے ہے۔

[2] اس سورہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے اور اس پریشانی کو دور کیا ہے جو نزول وحی کے سلسلہ کے رک جانے کی وجہ سے آپ کو لاحق ہو گئی تھی۔

[3] تفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ مدت کے لیے وحی کا سلسلہ رک گیا تھا جس پر آپؐ کو سخت غم لاحق ہو گیا۔ اور ام جمیل (ابولہب کی عورت) نے' جو آپ کی چچی تھی' آپؐ سے کہا ''معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شیطان نے تمہیں چھوڑ دیا ہے'' (العیاذ باللہ!) اور مشرکین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ان کا رب ان سے ناراض ہو گیا ہے۔ اس شماتت اعداء کی وجہ سے آپؐ پریشان ہوئے تو یہ سورہ نازل ہوئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی' اور آپؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نوازشات ہوئی تھیں ان کا بیان فرمایا ہے۔

(۱) الہلال ۱۲ نومبر ۱۹۱۳ء

آیاتُهَا: 8 سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ رُكُوعُهَا: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ① وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ② الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ③ وَرَفَعْنَا لَكَ
ذِكْرَكَ ④ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑤ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑥ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ⑦ وَاِلٰى
رَبِّكَ فَارْغَبْ ⑧

---

(۱) کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کھول نہیں دیا؟ [ل]

(۲) اور آپؐ سے وہ بھاری بوجھ اتار دیا (۳) جس نے آپ کی پیٹھ کو گراں بار کر رکھا تھا۔

(۴) اور ہم نے تیرے ذکر کو رفعت اور بقائے دوام عطا فرمائی۔ (۱)

(۵) پس یہ واقعہ ہے کہ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

(۶) یقیناً ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ (۷) لہٰذا جب آپؐ فارغ ہوں تو (عبادت میں) مشقت اٹھایئے۔

(۸) اور اپنے رب ہی کی طرف راغب رہیے!

---

ل سورہ الم نشرح مکی ہے اور ابتدائی عہد کی تنزیلات سے ہے۔ اس کا مقصد بھی آنحضرت ﷺ کو تسلی دینا ہے۔ نیز آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشقت دکھانا ضروری ہے۔

✵ ✵ ✵

---

(۱) "الہلال" ۵ اگست ۱۹۱۳ء۔

# تفسیر سورۂ تین

مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر سورۂ والتین سے پہلے اسی سورہ کی تفسیر از قلم مولانا مظہر الدین شیرکوٹی آپ کے مطالعہ میں آئے گی - جو ''البلاغ'' ۷ ر دسمبر ۱۹۱۵ء میں شائع ہوئی - اس پر مولوی وصی احمد صاحب بلگرامی نے مولانا ابوالکلام آزاد کی خدمت میں چند ضروری استفسارات پیش کیے - جن کے جواب میں مولانا نے تفسیر سورۂ والتین لکھی - جو ''البلاغ'' ۲۵ ر فروری اور ۳ ر مارچ ۱۹۱۶ء میں شائع ہوئی - قارئین کے استفادہ کے لیے یہ پورا سلسلہ شامل اشاعت کیا جا رہا ہے!

| رُكُوعُهَا: 1 | سُوْرَةُ التِّيْنِ مَكِّيَّةٌ | اٰيَاتُهَا: 8 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ① وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ② وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ
اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ④ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ⑤ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ
اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ⑥ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ⑦ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ⑧

---

(۱-۴) انجیر اور زیتون [1] طور سینا اور مکہ معظمہ شاہد ہیں کہ بلاشبہ ہم (1) نے انسان کو بہترین حالت عدل پر پیدا کیا (۵) پھر اس کو بد سے بدتر حالت میں پھینک دیا -

(۶) مگر وہ لوگ کہ ایمان لائے اور عمل صالح کیے تو ان کے اعمال کے نتائج صرف بہتری ہی کے لیے ہیں - ان کے عمل صالح کا بدلہ کبھی منقطع نہ ہوگا' ہمیشہ پھل دے گا -

(۷) پس اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد کون ہے جو اعمال کے نتائج سے انکار کرے گا اور اس بارے میں رسول کی تعلیم کو جھٹلائے گا؟

(۸) کیا سب سے بڑا حکم کرنے والا خدا ہی نہیں ہے جس کے قانون جزا و سزا میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی؟ (۲)

---

[1] یہ سورہ بھی مکی ہے - اس کا موضوع جزا و سزا کا اثبات ہے - اور اس میں اولوا العزم پیغمبروں کے جائے ظہور کی قسم کھا کر بتایا گیا ہے کہ انسان نفسانی خواہشات کی پستی سے اسی صورت میں نجات پا سکتا ہے جبکہ ایمان اور اعمال صالحہ کی دولت سے مالا مال ہو -

---

(۱) ''البلاغ'' ۲۴ ر نومبر ۱۹۱۵ء میں ''لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم'' کا ترجمہ حسب ذیل ہے:
''ہم نے انسان کو ایک بہترین فطرت عادلہ و مقومہ کے قالب میں پیدا کیا ہے!''

(۲) ''البلاغ'' ۳ - ۱۰ ر مارچ ۱۹۱۶ء ص - ۱۵ -

# تفسیر سورۂ والتین

(مولانا مظہر الدین شیر کوٹی)

انسان جب غور و فکر کی آنکھیں کھولتا ہے تو دیکھتا ہے کہ نیچے زمین ہے اور سر پر آسمان ہے- ان کی وسعت اس کے خیال سے بالاتر اور ان کی قدامت اس کے ادراک سے باہر ہے- ایک طرف وہ عظیم الشان پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے جن کی چوٹیاں نامعلوم بلندیوں تک مرتفع ہیں- دوسری طرف بلاخیز سمندروں کی لہریں اس کے اردگرد طوفان خیز ہیں جن کے سامنے انسان کی ہستی تو کیا' اس کی زمین بھی کائی کی طرح چھٹ جاتی ہے- ان عظیم ترین ہستیوں سے قطع نظر کر کے جب وہ چھوٹے چھوٹے جسموں (ایٹم) کی قوت پر توجہ کرتا ہے تو اور زیادہ متعجب ہوتا ہے کہ ہستی و حیات کے یہ حقیر ذرات طاقت و عمل کی کیسی حیرت انگیز مثالیں اپنے اندر رکھتے ہیں-

وہ ڈسنے والے سانپوں کی برق رفتاری پر خیال کرتا ہے' خونخوار جانوروں کی طاقت کو دیکھتا ہے' ابر کے ایک معمولی ٹکڑے سے بڑے بڑے شہروں کا زیر و زبر ہونا اس کے سامنے آتا ہے، پھونک سے اڑ جانے والی چنگاری کی قوت اس کے پیش نظر ہوتی ہے- اور جب ان تمام مناظر قدرت کو اپنے سامنے لاتا ہے تو بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ اے ہستی انسانی! تو کیا ہے؟ تیری حقیقت کچھ بھی نہیں- بحر وجود میں پانی کا ایک بلبلہ' عالم خلق میں ہوا کا ایک جھونکا' میدان تکوین میں مجموعہ غبار کا ایک نقش پا!!!

لیکن سورۂ مبارکہ ''والتین'' میں قرآن حکیم نے اس خیال کی تردید فرمائی ہے اور شرف انسانی کے دلائل مبینہ پیش کیے ہیں- اس نے بتایا ہے کہ عالم وجود کی دوسری چیزوں کے ساتھ انسان کو کیا نسبت ہے- بلاشبہ انسان پانی کا بلبلہ ہے' مگر کون سا پانی؟- وہ جو آب بقا کا ایک سرچشمہ ہے!- کچھ شک نہیں کہ انسان ہوا کا ایک جھونکا ہے' مگر کس ہوا کا؟- وہ جو باغ وحدت کی ایک لہر ہے! ہاں یقیناً انسان کا وجود ایک نقش پا ہے' مگر کیسا نقش پا؟ وہ جو وجود بخش کا سب سے زیادہ مکمل نشان ہے!- خلاصہ یہ کہ سریر ظہور کا تاجدار اور منصۂ شہود کی رونق وجود انسانی ہی ہے!

انسان کا اشرف خلائق ہونا ایک ایسا بین دعویٰ ہے جس کے لیے احتیاج دلیل نہ تھی- لیکن اپنی ہستی سے خود فراموشی ہی کبھی کبھی مانع کار ہو جاتی ہے اور اکثر دنیا کے بڑے بڑے اعمال صرف اسی لیے ناتمام رہ جاتے ہیں کہ ان کے کرنے والے اپنے آپ کو نہایت ضعیف و ناتواں سمجھ کر ہمت ہار دیتے ہیں- لہٰذا ایک ایسے ناموس الٰہی کے لیے جو ''تبیانا لکل شی'' اور ''نور مبین'' کی حیثیت رکھتا ہو ضروری تھا کہ انسانی فضیلت کی کامل حقیقت کو اس کے سامنے صاف صاف پیش کر دے-

علاوہ ازیں دین حنیف کے اس اہم ترین رکن کی ایک تمہید اور مقدمہ بھی تھا جسے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی اصطلاح میں ''قانون مجازات'' کے لقب سے تعبیر کروں گا-

۱- اشراف انسانی کا ثبوت ۲- قانون مجازات

مبحث اول:

﴿ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَ هٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ﴾

''انجیر' زیتون' طور سینا' مکہ معظمہ اس دعوی پر شاہد ہیں کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر حالت میں پیدا کیا ہے۔''

''تقویم'' کی تفسیر میں قاضی بیضاوی تحریر فرماتے ہیں:

" تَعْدِيْلٍ بِاَنْ خُصَّ بِانْتِصَابِ الْقَامَةِ وَحُسْنِ صُوْرَةٍ وَاسْتِجْمَاعِ خَوَاصِ الْكَائِنَاتِ وَ نَظَائِرِ سَائِرِ الْمُمْكِنَاتِ-"(انتھی!)

''تقویم کے معنی تعدیل کے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ انسان سرو قامتی' حسن صورت اور کائنات کے تمام خواص اور تمام ممکنات کی تمثیلات کا مجموعہ ہے!''

اسی مضمون کو امام رازی ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں:

اَلتَّقْوِيْمُ تَغْيِيْرُ الشَّيْءِ عَلٰى مَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَكُوْنَ فِي التَّالِيْفِ وَالتَّعْدِيْلِ يُقَالُ قَوَّمْتُهٗ تَقْوِيْمًا فَاسْتَقَامَ وَتَقَوَّمَ!(انتھی)

''تقویم کے معنی ہیں کسی شے کا ایسی حالت میں پیدا کرنا جس کے لائق وہ اپنی تالیف و تعدیل میں تھی۔ ایسے موقع پر جب کوئی شے چند چیزوں سے ترتیب دے کر بنائی گئی ہو اور وہ درست ہو تو اہل عرب کہا کرتے ہیں: قَوَّمْتُهٗ تَقْوِيْمًا فَاسْتَقَامَ وَتَقَوَّمَ۔''

محدث ابن جریر طبری اپنی شہرۂ آفاق تفسیر میں تقویم کے مختلف معنی نقل کرتے ہوئے اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں:

وَاَوْلَى الْاَقْوَالِ فِيْ ذٰلِكَ بِالصَّوَابِ اَنْ يُّقَالَ اَنَّ مَعْنٰى ذَالِكَ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ وَاَعْدَلِهَا-

''تقویم کے معنی میں بہترین قول یہ ہے کہ اس کے معنی احسن واعدل حالت کے ہیں۔''

یہ تینوں مفسر اور ان کے سوا اور مفسرین بھی اگرچہ ترتیب الفاظ' تعبیر و مقصد میں مختلف ہیں تاہم منشاء و مآل سب کا ایک ہے۔ یہ ضرور ہے کہ بیضاوی نے نہایت مفصل اور جامع الفاظ میں تقویم کا مفہوم ادا کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

''کیا بہ لحاظ حسن صورت اور کیا بہ لحاظ بلندی قامت' انسان تمام ممکنات کی تمثیل اور کل کائنات کے خواص کا مجموعہ ہے۔''

اور یہ انسانی شرف کی بہت بڑی دلیل ہے کہ جو اوصاف (مثلاً حیوانات میں حرکت اور ارادہ وانتقام' نباتات میں نشوونما' ملائکہ میں طاعت رب کریم وغیرہ وغیرہ) فرداً فرداً دیگر مخلوقات میں موجود ہیں' وہ سب کے سب ایک وجود انسانی میں مکنون ہیں...... فَلْيَنْظُرِ النَّاظِرُوْنَ وَيُمَحِّصِ الْمُشْتَاقُوْنَ......!

اسی مضمون کو قرآن حکیم نے دوسرے مقامات پر بھی بیان فرمایا ہے، صرف اجمال اور تفصیل کا فرق ہے ورنہ مقصود ایک ہے- ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ! ﴾

''(اے انسانو!) خداتعالیٰ نے تم کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے!''

یہاں صورت سے مراد صرف نقش ونگار جسمانی یا خدوخال نہیں' بلکہ صور معقولہ وقوائے ادراکیہ بھی ہیں ...... كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْاَصْفَهَانِیُّ فِی الذَّرِیْعَةِ وَالْمُفَسِّرُوْنَ فِیْ تَفَاسِیْرِهِمْ)

دوسری جگہ بہت زیادہ تفصیل سے اس طور پر مذکور ہے:

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ حَمَلْنَاهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا ﴾

''ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا فرمائی اور تری وخشکی میں ان کے چلنے کے لیے سواریاں بنائیں' عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں' یہاں تک کہ مخلوقات کے اکثر حصہ پر ان کو فضیلت وسیادت حاصل ہے-''

ان تمام آیات کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصود فضیلت انسانی کا ثبوت ہے- سورۂ والتین میں اس دعویٰ کو مدلل ومشرح کیا گیا ہے اور ثبوت میں چار دلیلیں بصورت قسم پیش کی گئی ہیں-

محققین نے محاورات عرب واشعار جاہلیت سے اس کا فیصلہ کر دیا ہے کہ قسم اپنے مابعد بیان کے لیے شہادت ودلیل ہوتی ہے- امام رازی سورۂ ذاریات کی تفسیر لکھتے ہوئے شروع ہی میں تحریر فرماتے ہیں:

اِنَّ الْاَیْمَانَ الَّتِیْ حَلَفَ اللّٰهُ تَعَالٰی بِهَا كُلُّهَا دَلَائِلُ اَخْرَجَهَا فِیْ صُوْرَةِ الْاَیْمَانِ مِثَالُهٗ قَوْلُ الْقَائِلِ لِمُنْعِمِهٖ وَحَقِّ نِعْمَتِكَ الْكَثِیْرَةِ اِنِّیْ لَا اَزَالُ اَشْكُرُكَ- فَیَذْكُرُ النِّعَمَ وَهِیَ سَبَبٌ مُّفِیْدٌ لِدَوَامِ الشُّكْرِ-

''تمام وہ قسمیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمائی ہیں سب کی سب قسم کی صورتوں میں دلائل ہیں- جس طرح کوئی اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنے کے لیے کہتا ہے- **وحق نعمتك الكثيرة انی لا ازال اشكرك**...... اور اس قول میں نعمتوں کا ذکر دوام شکر کے لیے سبب قرار دیتا ہے-''

اس مسئلے کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴾ پر یہ چار قسمیں (۱) تین (۲) زیتون (۳) طور سینین (۴) بلد امین...... کیونکر دلیل ہو سکتی ہیں؟

## تین وزیتون کی شہادت:

تین کے معنی بعض مفسرین نے دمشق کے ایک پہاڑ اور بعض نے بیت المقدس کے ایک پہاڑی مقام کے بیان کیے ہیں- لیکن یہ سب

اقوال مرجوح ہیں اوران کے ضعف کی طرف بیضاوی وغیرہ مفسرین نے اشارہ بھی کیا ہے- مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس کے معنی اسی پھل کے کیے جائیں جس کو ہم اپنی زبان میں ''انجیر'' کہتے ہیں- اسی طرح زیتون سے بھی مراد وہی پھل ہے جس سے روغن نکالا جاتا ہے اور جو اہل عرب کی ہر دلعزیز وجان پرور غذا ہے-

ابن جریر لکھتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ فِیْ قَوْلِ اللّٰهِ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ قَالَ تِیْنُکُمْ هٰذَا الَّذِیْ یُؤْکَلُ وَزَیْتُوْنُکُمْ هٰذَا الَّذِیْ یُعْصَرُ - (حَدَّثَنَا ابْنُ بَشَّارٍ)

''حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ قرآن مجید میں تین سے مراد وہ پھل ہے جسے لوگ کھاتے ہیں- اور زیتون سے مراد بھی وہی ہے جس سے روغن نکالتے ہیں-''

امام رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں تین وزیتون کے معنی بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کرتے ہیں:

هُوَ تِیْنُکُمْ وَزَیْتُوْنُکُمْ هٰذَانِ . . . . .

''(اے اہل عرب) تین وزیتون سے مراد یہی تمہارے مشہور پھل ہیں!''

ان دونوں الفاظ کے معنی متعین ہو جانے کے بعد غور کرو کہ یہ شرف انسانی پر کس طرح شاہد ہیں؟

تم جانتے ہو کہ انجیر ایک نہایت چھوٹا سا پھل ہے لیکن غذا و دوا میں بے شمار فوائد رکھتا ہے- ذائقہ کے لحاظ سے نہایت شیریں ہے- باعتبار طبی فوائد کے قاطع بلغم، ملین طبع، مطہر کلیتین، مسمن بدن وغیرہ اس کے معمولی خواص ہیں-

پس انجیر شاہد ہے کہ جس طرح یہ جسم صغیر ہو کر بے شمار فوائد کا مجموعہ ہے اسی طرح وجود انسانی بھی جسماً مختصر، لیکن مختلف قوتوں کا پتلا گونا گوں جذبات کا سراپا، بوقلموں اسرار کا مجموعہ ہے- بے شک اس کی مٹھی بھر ہڈیوں کا ڈھانچہ عالم تکوین کی غیر محدود کوہ پیکر ہستیوں کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا- مگر ان ہڈیوں میں وہ طاقت ہے جو پہاڑوں کی چوٹیوں اور سمندروں کے طوفانوں کو مسخر کر سکتی ہے-

دوسری شہادت زیتون کی ہے- وہ یہ کہ جس طرح زیتون میں روغن حلول کیے ہوئے ہے اور زیتون کی قدر اس کے روغن ہی کی وجہ سے ہے، اسی طرح انسان کے جسم میں روح انسانی کا حلول ہے اور اس کا شرف بھی اس کی اس روح ہی سے ہے، ورنہ انسان مٹی کا ایک ڈھیر یا حشرات الارض کی گھناؤنی غذا ہے، اور بس!

یہاں پر دو سوال اور قابل غور ہیں- ایک یہ کہ جناب باری تعالیٰ نے زیتون ہی کو شہادت کے لیے کیوں منتخب کیا؟ جب کہ یہ فائدہ دیگر روغن دار پھلوں یا اسی قسم کے تخموں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اہل عرب جو قرآن حکیم کے اولین مخاطب ہیں ان کے سامنے جو چیز بکثرت موجود تھی وہ زیتون ہے- اور اس سے جو فوائد غذا و دوا کے اعتبار سے انہیں حاصل ہو رہے تھے وہ بالکل ان پر واضح و آشکارا تھے-

دوسرا سوال یہ ہو سکتا ہے جب کہ روح جسم سے اعلیٰ و اشرف اور اس پر حاکم ہے تو اس کی شہادت کو جسم کی شہادت سے مقدم ہونا

چاہیے- اور اس لیے والتین کی جگہ والزیتون کے لفظ سے سورہ کو شروع کرنا چاہیے تھا-

یہ درست ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ دلیل واثبات کے موقع پر مقدم ہونے کا وہ چیزیں حق رکھتی ہیں جو تجارب ومحسوسات کے دائرہ میں ہوں- قطع نظر فلسفہ جدیدہ کے، جس کی بنیاد کا سنگ اولین ہی تجربہ ہے- اگر ارسطو وافلاطون کے فلسفہ کو دیکھو اور کم از کم علامہ بہاری کی سلم کے آخر میں برہان کی بحث سامنے رکھو تو معلوم ہو جائے گا کہ دلیل مفید یقین وہی ہو سکتی ہے، جس کے مقدمات کی ترتیب امور یقینیہ اور تجربہ پر ہو یا کم از کم ایسے مقدمات کی طرف ان کی تحصیل ہوتی ہو- بہرحال جسم اور اس کے فوائد محسوس بالکل ظاہر ہیں- اور روح غیر محسوس ہے- پس اس لیے جسم کی شہادت کو حق تھا کہ وہ روح کی شہادت پر مقدم ہو اور سورہ کو والتین ہی کے لفظ سے شروع کیا جائے-

## نکتہ:

زیتون کے لفظ میں ایک اور لطیف اشارہ ہے- وہ یہ کہ جب زیتون سے روغن نکال لیا جاتا ہے تو اس سے دوسرے فوائد کے علاوہ چراغ بھی روشن ہو سکتا ہے اور وہ اپنے اردگرد کی تمام چیزوں کو منور کر دیتا ہے- اسی طرح وہ روح جو قفس عنصری میں مقید ہے، اگر بقدر طاقت بشری اس کو بھی علائق مادیہ سے پاک وصاف کر لیا جائے تو پھر اس سے بھی بہت سی تاریک روحیں منور اور ظلماتی قلوب روشن ہو سکتے ہیں-

## طور سینین کی شہادت:

طور سینین کی تفسیر میں تمام مفسرین اپنی عادت قدیم کے موافق بہت سے احتمالات بیان کرتے ہیں- مگر دراصل یہ سب تکلف ہے- اس سے مراد وہی پہاڑ ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے جلوہ گاہ ربانی اور بنی اسرائیل کے لیے قانون شریعت کا مہبط تھا- ابن جریر نے بھی اس کو پسند فرمایا ہے- چنانچہ لکھتے ہیں:

"وَاَوْلَى الْأَقْوَالِ فِيْ ذَالِكَ بِالصَّوَابِ قَوْلُ مَنْ قَالَ طُوْرِ سِيْنِيْنَ جَبَلٌ مَعْرُوْفٌ-"

"کہ صواب تر قول اس بارے میں اس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ طور سینین سے مراد مشہور ومعروف پہاڑ ہے-"

یہ شہادت ایک عجیب وغریب شہادت ہے جو ثابت کرتی ہے کہ ضعیف وناتواں انسانی پتلے میں مادی ترقی کی قوت کہاں تک ہے اور وہ اپنے کمال کے بازوؤں سے اڑ کر کہاں تک پہنچ سکتا ہے؟ اس سے پہلے تم بنی اسرائیل کی حالت پر غور کرو- وہ ایک ایسی قوم تھی جس نے اسرائیلی برکت اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خدا کے وعدے کو فراعنہ کے قدموں میں پامال کر دیا تھا- اس بدبخت قوم نے فطرت کی سب سے زیادہ گراں قدر نعمت (یعنی حریت) کو ہمیشہ غیروں کی چوکھٹوں پر قربان کیا-

یہی بدنصیب بنو اسرائیل تھے جو انسانی عبدیت کے خون سے پیدا ہوئے، غلامی کے دودھ سے پلے، استبداد کی آب وہوا میں بڑھتے رہے- یہاں تک کہ شرف قومی کا پاک جذبہ، جس کی حفاظت دل کے خون اور دماغ کی روح سے ہونی چاہیے تھی، فراموش کر دیا گیا- آہ! صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے دیکھا کہ ظالم مصریوں کی خون آشام تلواریں اپنی پیاس ان کے معصوم بچوں کے خون سے بجھاتی ہیں اور ان کی مخدرات (مستورات) کی عصمت فرعونیوں کے وحشت کدہ پر قربانی ہو رہی ہے...... ﴿ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاءَ هُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاءَ هُمْ ﴾

مگر تاہم اس بے حسی کی صدا سے باز نہ آئے کہ ﴿ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ﴾

بدقسمت عبرانیوں کی یہ حالت تھی مگر جب جبل طور پر (جس کی قسم اس سورت میں کھائی گئی ہے) موسیٰ علیہ السلام کو قانون ملت عطا ہوا اور اس پر آئندہ نسل نے عمل کیا تو پھر وہ حالت ہوئی کہ جو غلام تھے وہ شہنشاہ ہو گئے۔ جس قوم کو مصر میں سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے بھی پیٹ بھرنے کے لیے چین سے نصیب نہ تھے اس کے قدموں پر شام کے خزانے جمع کیے۔ کنعانیوں اور حبشیوں کے دلفریب سبزہ زاروں کی یہ قوم مالک ہوئی۔ اموریوں[1] اور فرزیوں، حویوں اور یبوسیوں کی دودھ و شہد بنانے والی زمین ان کے قبضہ میں آ گئی۔ اسی رعب و شوکت نے مصر کے ایوانوں کو ہلا دیا۔ یہ سب کیوں ہوا؟ صرف اس لیے کہ پہلے وہ صراط مستقیم و راہ حق سے بے خبر تھی اور اب اس پر عامل ہو گئی۔ پہلے وہ اس قانون الٰہی سے جو طور پر نازل ہوا' جو ترقی کے بے شمار اسرار سے معمور تھا' محروم تھی اور اب اس کی پرستار ہو گئی۔ پس خداوند تعالیٰ نے اسی طور کو جس سے ایک بہت بڑی قوم کے عروج و زوال کی تاریخ وابستہ تھی بطور شاہد کے پیش کیا کہ دیکھو! یہ طور شاہد ہے کہ انسان کو ہم نے اشرف ترین پیدا کیا۔ کیا باوجود ایک حقیر و ضعیف ہستی ہونے کے، اس کی پرواز سب سے زیادہ بلند نہیں ہے؟

جس طرح کہ پہلے جسم کی شہادت اور اس کے بعد روح کی شہادت پیش کی گئی تھی، اسی طرح تیسری شہادت میں پہلے جسمانی و مادی ترقی کا ثبوت دے کر چوتھی شہادت ..... البلد الامین ..... اس کی روحانی ترقی کی دلیل قرار پائی۔

## بلد امین کی شہادت:

"امین" امن سے مشتق ہے جس کے معنی حفاظت کرنے کے ہیں۔ امانت کو امانت اسی لیے کہتے ہیں کہ اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ امین اگر اسم فاعل کا صیغہ ہے تو اس کے معنی ہوں گے حفاظت کرنے والا، یا مثل قتیل بمعنی مقتول اسم مفعول کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے تو اس کے معنی ہوں گے "محفوظ" بہرحال دونوں صورتوں میں بلد امین سے مراد مکہ معظمہ (زَادَ اللّٰهُ شَرَفَهَا) ..... كَذَا صَرَّحَ الْكَشَّافُ وَالرَّازِيُّ وَالْبَيْضَاوِيُّ وَغَيْرُهُمْ ..... !

پہلی صورت میں مطلب یہ ہے کہ خانہ کعبہ فادعن الدم (جو شخص کسی کو قتل کر کے بیت اللہ میں آ چھپے) کے قصاص سے اور جانوروں کے شکار سے جبکہ وہ حرم میں داخل ہو جائیں حفاظت کرنے والا ہے۔ کیونکہ نص قرآنی میں دوسری جگہ حرماً آمناً موجود ہے۔

دوسری صورت میں مطلب یہ ہے کہ یہ کعبہ محترمہ قتل و غارت' جنگ و جدال وغیرہ سے محفوظ ہے۔ یہ چوتھی قسم ہے اور انسانی شرف کے جس شعبہ پر شرط لائی گئی ہے اس کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اس کی تفصیل کے لیے ایک مختصر مقدمہ پیش نظر رہنا ضروری ہے۔

محبت کے دو درجے ہیں۔ ایک یہ کہ محبوب اور اس کے جمیع متعلقات سے الفت ہو۔ اس کے دیار و لباس کی یاد بھی وہی اثر دل پر کرے جو اس کی چشم بہار کے اشارے کرتے ہیں۔ امراء القیس نے جب ایک سفر میں اپنی محبوبہ کے قیام کے آثار کو دیکھا تو بے خود ہو گیا اور یاران سفر سے کہنے لگا:

---

[1] ان تمام الفاظ سے مراد شام کے قبائل ہیں اور یہ جمع ہے۔ کتاب خروج ۳-۱۷-۷ کے اس مضمون کی طرف جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے انعامات کا وعدہ کیا گیا تھا۔

قِفَانَبْكِ مِنْ ذِكْرٰى حَبِيْبٍ وَّ مَنْزِلٖ
بِسِقْطِ اللِّوٰى بَيْنَ الدَّخُوْلِ فَحَوْمَلٖ

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ محبوب کے سوا کسی سے محبت نہ ہو- اس کا روئے آتشیں قلب میں وہ آگ روشن کر دے کہ ماسوا کی الفت خاکستر ہو جائے- اور یہ عالم ہو کہ ؂

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

یہ مرتبہ پہلے سے اعلیٰ ہے اور اسی کا نام مرتبہ خلت ہے- جس کا نمونہ حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہما السلام تھے- حضرت ابراہیمؑ کے لیے تو یہ مقام ظاہر ہے کہ جب ان سے ان کے جگر گوشہ و چشم و چراغ اسماعیلؑ کی قربانی کے لیے ارشاد ہوا تو وہ بلا تامل تیار ہو گئے اور اس پر حضرت باری سے یہ خطاب عطا ہوا:

﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴾

''اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا-''

لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام بھی اس مقام خلت سے محروم نہ تھے- چنانچہ جب راہ حق میں ان کو قربان کرنے کے لیے کہا گیا ﴿ اَنِّىْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ﴾ تو انہوں نے بلا تامل عرض کیا:

﴿ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴾

''یعنی اے باپ' اگر آپ قربان کرنے کے لیے تیار ہیں تو میں بھی قربان ہونے کے لیے حاضر ہوں!

کعبہ مکرمہ جو انہی پرستاران حق و فدا کاران ملت کی بنا کردہ تعمیر ہے' گویا تعلیم خلت کی درسگاہ ہے جس کو یہ بزرگوار تعمیر کرتے جاتے تھے اور اپنے جذبہ عشق میں معمور ہو کر کہتے جاتے تھے:

﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ○ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ○ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾ (البقرۃ- ع ۱۵)

کہ ''اے ہمارے خدا! تو ہمارے اس کام بنائے کعبہ کو قبول فرما- اس لیے کہ تو ہی ہماری دعا کو سننے والا اور ہمارے کاموں کو جاننے والا ہے- اے پروردگار! اب تو ہم کو اپنا فرمانبردار بندہ بنا لے اور ہماری نسل سے ایک مطیع و منقاد امت قائم کر! ......اے خدا! اپنے ارکان عبادت ہم کو ہدایت کر اور ہم پر رحمت نازل فرما! کیونکہ تو ہی تواب و رحیم ہے- اور پھر اس امت میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو ان میں سے ہو- وہ رسول تیرے احکام ان کو سنا دے اور تیری کتاب و حکمت کی باتیں ان کو سکھا دے- تو سب کچھ کر سکتا ہے- اس لیے کہ تو سب پر غالب اور سرچشمہ حکمت ہے!''

پس درسگاہ خلت یعنی بیت ابراہیمی اس پر شاہد ہے کہ انسانی روح کہاں تک ترقی کر سکتی ہے اور اس کی انتہا کیا ہے' تم کو معلوم ہو گیا

کہ اس کی ترقی اس حد تک ہے جہاں پہنچ کر ایک ہی مقصود' ایک ہی مطلوب اور ایک ہی شاہد و مشہود سامنے ہوتا ہے۔ جس کی چشم و ابرو کے اشاروں اور دہن حق طلب کی مسکراہٹ پر اپنی عزیز ترین چیزوں کو بھی قربان کر دیا جاتا ہے۔

اے گم کشتگان طریق حق......! اگر دین حنیف تمہارے ہاتھوں میں' اسماعیلی خون تمہاری رگوں میں اور ابراہیمی دعا کی امت مسلمہ تم ہو تو پھر تمہارے لیے ذریعہ فلاح و نجات وہی خلت' وہی جوش محبت' وہی سودائے عشق' وہی طریق ابراہیمی ہے۔ جس کی شہادت تمہارا کعبہ مکرمہ بزبان حال پیش کر رہا ہے اور اس کی صدا اس کے در و دیوار سے آ رہی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اس امر کو مفصل بیان کیا ہے کہ روح و جسم کا وجود اور ان کا اجتماع دوسرے جانداروں میں بھی ہے لیکن حصول سلطنت اور مقام خلت، جن پر تیسری و چوتھی قسم شاہد ہے' یہ انسان ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان دو آخری خصوصیتوں میں سے پہلی قوت حیوانیہ انسانیہ اور دوسری قوت ملکوتیہ کا خاصہ ہے۔ پس ان خصائص و قویٰ، ان فوائد و منافع کے انکشاف کے بعد کون ہے جو اس میں شک کر سکتا ہے؟

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ؟

❋ ❋ ❋

# استفسار

## (از مولوی وصی احمد صاحب بلگرامی)

جناب علامہ دوراں وحید الزماں مولانا ابوالکلام صاحب آزاد دام مجد کم!

بعد از سلام مسنون گزارش یہ ہے کہ جناب مولوی مظہر الدین صاحب شیر کوٹی نے جو سورۂ والتین پر روشنی ڈالی ہے اس کے متعلق چند ضروری استفسارات ہیں، ملاحظہ ہوں- فرماتے ہیں:

''انجیر، زیتون، طور سینا، مکہ معظمہ اس پر شاہد ہیں کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر حالت میں پیدا کیا ہے-''

طور سینا اور مکہ معظمہ کی شہادت تو واضح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں نور وحدت سے انہی مقاموں پر منور ہوئیں- ضعیف انسان کی بزرگی پر یہ دونوں صاد کرتے ہیں اور اس لیے گواہ لائے جا سکتے ہیں- مگر تین اور زیتون کی شہادت کے متعلق جناب موصوف یوں فرماتے ہیں:

۱- ''انجیر ایک نہایت چھوٹا پھل ہے لیکن غذا و دوا میں بے شمار فوائد رکھتا ہے- ذائقہ کے لحاظ سے نہایت شیریں ہے- باعتبار طبی فوائد کے قاطع بلغم، ملین طبع، مطہر کلیتین، مسمن بدن وغیرہ اس کے معمولی خواص ہیں- پس انجیر شاہد ہے کہ جس طرح جسم صغیر ہو کر یہ بیشمار فوائد کا مجموعہ ہے، اسی طرح جسم انسانی بھی جسماً مختصر لیکن مختلف قوتوں کا پتلا ہے!''

۲- ''جس طرح زیتون میں روغن حلول کیے ہوئے ہے اور زیتون کی قدر اس کے روغن ہی کی وجہ سے ہے، اسی طرح انسانی جسم میں بھی روح کا حلول ہے اور اس کا شرف بھی اس کی روح انسانی ہی سے ہے، ورنہ انسان مٹی کا ایک ڈھیر ہے اور بس!

ہم نے یہ سب مانا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس طرح انجیر اپنے جسم صغیر میں بے شمار فوائد اور زیتون اپنے قالب میں تیل کا خزانہ رکھتا ہے، اس طرح روئے زمین پر اور نیز ملک عرب میں ہزاروں لاکھوں ایسے پھل ہیں جو یہی خواص رکھتے ہیں- پھر کیا وجہ کہ اتنی بڑی شہادت پیش کرتے وقت جناب باری نے انجیر اور زیتون ہی کو چنا؟

جناب موصوف کی توضیح سے تسکین نہیں ہوتی- انگریزی پڑھنے والے طلبہ کی آنکھیں اور دل، ظاہر ہے کہ آج کل کلام مجید کی معرفت و نکات سے نابینا ہیں- اندھا آدمی مجبوراً ہر قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے- اس صورت میں بینا آنکھوں کا فرض ہے کہ صحیح راستہ بتلا دیں- لہٰذا یہ عریضہ ارسال خدمت گرامی ہے کہ تین و زیتون کی شہادت پر شکوک مذکورہ بالا کا لحاظ کرتے ہوئے جناب مزید روشنی ڈالنے کی تکلیف گوارا فرمائیں، باعث مشکور ہوگا...... والسلام!

❋ ❋ ❋

# تفسیر سورۂ والتین

## (مولانا ابوالکلام آزاد)

قرآن حکیم کے فہم و درس کا جو ذوق آپ کے خط سے ظاہر ہوتا ہے، اس سے یہ فقیر نہایت خوش وقت ہوا- اللہ تعالیٰ آپ کے اس ذوق میں برکت و ثبات عطا فرمائے اور آپ کے امثال و نظائر سے ہمارے جدید مدارس کی عمارتیں معمور ہو جائیں!

آپ کا سوال دراصل مسئلہ "اقسام القرآن" سے تعلق رکھتا ہے- یعنی قرآن حکیم کی جن سورتوں میں اللہ تعالیٰ نے حروف قسم کے ساتھ بعض اشیاء کا ذکر فرمایا ہے، ان کی حقیقت اور جواب قسم سے ان کا ربط و تعلق- ازاں جملہ سورۂ والتین ہے- اور اس میں سب سے پہلے تین و زیتون کی قسم نظر آتی ہے- درس و فہم حقائق قرآنیہ کی مختلف راہیں ہیں- اور بسا اوقات ان کی حقیقت مختلف نظروں کو مختلف روشنیوں میں نظر آتی ہے- تین و زیتون کے متعلق ایک تفسیر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تھی جس کو مولانا مظہر الدین صاحب نے اپنے مضمون میں نہایت خوبی سے پیش کیا ہے اور ان کے خصائص کو نوع انسانی کے جسم و حقیقت کے خصائص سے تشبیہ دی ہے- لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ سورت کے موضوع اور بقیہ اقسام کے ربط کے لیے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے- مزید غور و فکر اور جستجوئے حقیقت کے لیے قدم اٹھانا چاہیے-

**چند مقامات مبہمہ:**

سب سے پہلے چند مقامات آپ کے سامنے آ جائیں جن پر ہمارے تمام مباحث تفسیر مبنی ہیں-

۱- قرآن حکیم کی ہر سورت کا ایک موضوع (سب جیکٹ) ہے اور اول سے لے کر آخر تک وہ سورت اسی پر مبنی ہے- جس قدر مطالب درمیان میں آ گئے ہیں وہ سب کے سب اسی ایک موضوع اصلی کے ناگزیر و ضروری اطراف بحث و تعلیم ہیں-

۲- ہر سورت کی ابتداء و انتہاء اس موضوع کے معلوم کرنے کی کنجی ہے-

۳- جب ہر سورت کا ایک موضوع ہے تو یہ چیز بھی ضمناً آپ کو معلوم ہو گئی کہ قرآن مجید کی تمام آیات باہم مربوط و مسلسل ہیں اور ایک نظم و اسلوب حقیقی کے ساتھ سلسلۂ بیان بتدریج اجمال سے تفصیل، دعویٰ سے دلیل اور تعلیم سے امثال و نظائر کی طرف بڑھتا اور کھلتا جاتا ہے- اسی کو قرآن حکیم نے تصریف آیات سے جا بجا تعبیر کیا ہے- صرف کے معنی لغت میں رَدُّ الشَّیْءِ مِنْ حَالَةٍ اِلٰی حَالَةٍ کے ہیں- کَمَا صَرَّحَ بِهِ الْاَصْفَهَانِیُّ)

۴- قسم کے معنی شہادت و دلائل کے ہیں، قرآن حکیم نے جس چیز کو حروف قسم کے ساتھ پیش کیا ہے، وہ ایک شاہد ہے جو اپنے مابعد دعویٰ کے لیے دلیل پیش کرتا ہے- ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں- یعنی کہتے ہیں کہ خدا شاہد ہے کہ ہم نے جھوٹ نہیں بولا- سورۂ والفجر میں ہے:

"هَلْ فِیْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ"

"یعنی ان چیزوں میں صاحب عقل کے لیے بڑی ہی شہادت ہے"

منافقین کہتے تھے کہ:

"نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ"

''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔''

خداتعالیٰ نے ان کی تکذیب کی اور فرمایا:

"اِتَّخَذُوْا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً"

''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے!''

یہ ظاہر ہے کہ منافقین نے شہادت دی تھی، قسم نہیں کھائی تھی۔ پس خداتعالیٰ نے خود ہی شہادت کو قسم سے تعبیر کر کے حقیقت کھول دی۔

لیکن چونکہ عام مفسرین متاخرین نے اس حقیقت پر غور نہیں کیا' اس لیے وہ اس دھوکے میں پڑ گئے کہ قسم اس چیز کی کھائی جاتی ہے جس میں بڑائی اور عظمت ہو۔ اس لیے تمام قسموں میں صرف عظمتوں ہی کو تلاش کرتے رہے۔ ان کی شہادتِ حق و دلالتِ حقائق پر نظر نہ ڈالی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قسم ایک طرح کی دلیل ہے۔ لیکن چونکہ اصل حقیقت سے پوری طرح متاثر نہیں ہیں' اس لیے اس غلطی کو شروع کر دیتے ہیں' جو اعتراف معنی دلیل کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی تھی۔ یعنی تین اور زیتون کی عظمت اور بزرگی کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ پھر جب اور کچھ نظر نہیں آتا تو فرماتے ہیں کہ تین (انجیر) کا مزہ بہت اچھا ہے اور وہ معدے کے لیے مسہل و ملین ہے اور زیتون کی لکڑی کے اندر تیل ہے۔ گویا نہ تو دنیا کے اندر کوئی اور پھل ملین ہے اور نہ کوئی اور شے اپنے اندر روغن رکھتی ہے!

سچ یہ ہے کہ متاخرین میں یہ فضیلت و مزیت اللہ تعالیٰ نے صرف حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اور ان کے ارشد تلامذہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے لیے مخصوص کر دی تھی کہ حقائق و معارف کتاب و سنت کے جمال حقیقی کو بے نقاب کریں۔ اور جو پردے متاخرین نے یکے بعد دیگرے ڈال دیے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی قوت مجددہ و مصلحہ سے چاک چاک کر دیں۔ چنانچہ تاریخ اسلام کے ان دو عظیم الشان انسانوں نے اقسام القرآن کی اس حقیقت کو جا بجا واضح کیا ہے اور موجودہ زمانے میں سب سے بڑا خوش نصیب انسان وہ ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ ان مصلحین حقیقی کی تصنیفات کے فہم و درس کے لیے کھول دے' کہ ان کا نور علم' مشکوٰۃ نبوت سے براہ راست ماخوذ تھا۔

## موضوع سورۂ والتین

دنیا میں انسان اپنے اندر دیکھتا ہے تو اس کو جذبات و مؤثرات کا ایک عجیب مخلوط اور متضاد ہجوم نظر آتا ہے۔ باہر دیکھتا ہے تو اس کی مایوسیاں اور ناکامیاں اس کی کامیابیوں اور امیدوں سے زیادہ نظر آتی ہیں۔

جذبات کے اعتبار سے وہ ایک ہی وجود ہے جو کبھی فرشتوں کی طرح محبت و ہمدردی اور شرافت و عفت کا پیکر ہے اور کبھی قتل و ہلاکت اور خونریزی و سفاکی میں سانپوں کے زہر سے بدتر اور درندوں کے پنجوں سے اشکل ہے۔ وہی انسان جو جانوروں کو تکلیف میں دیکھ کر ہمدردی کے جذبات سے معمور ہو جاتا ہے' بسا اوقات اپنے بھائیوں کا بے دریغ خون بہانے لگتا ہے' تا کہ ان کے خون سے اپنی خود غرضی کی پیاس بجھائے۔

خارجی اعمال کے لحاظ سے اس کی بوقلمونی اور زیادہ عجیب ہے- وہ ایک ہی وجود ہے جو کبھی تاج و تخت حکومت پر جلوہ آرا ہوتا ہے اور کبھی کتوں کی طرح غلامی کی خاک پر لوٹتا ہے' کبھی اس کی ہمت سر بہ فلک عمارتوں کے بنانے' پہاڑوں کو کاٹنے' سمندروں کو مسخر کرنے سے نہیں تھکتی، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پتوں کی ایک دیوار کھڑی کرنا بھی اس کے لیے مشکل ہو جاتا ہے-

وہ کبھی بجلی سے ڈرتا ہے طوفان سے لرزتا ہے' آسمان کو دہشت و خوف سے دیکھتا ہے' اور پھر اس قدر ان کے مظاہر و شئون سے مرعوب ہو جاتا ہے کہ ان کی پرستش و بندگی شروع کر دیتا ہے' اور کہتا ہے کہ میں ان کے آگے صرف جھکنے اور عاجزی ہی کے لیے ہوں- ان کے تنزل و تسفل کے لیے یہ مثال بھی کافی نہیں- ایک وقت آتا ہے جبکہ دنیا میں ان پتھر کے ٹکڑوں کے لیے' جو راستوں میں ٹھوکریں کھاتے ہیں، عزت ہوتی ہے' پر انسان کے لیے کوئی عزت باقی نہیں رہتی- وہ انسان ہو کر پتھروں کے آگے ماتھا ٹیکتا' ان کو اپنے آقا اور خداوند کی طرح پوجتا اور اپنی حیات و ممات کو ان کی رضا و غضب میں منحصر یقین کرتا ہے- کتا زیادہ سے زیادہ انسان کے آگے جھکتا ہے کہ وہ کتے سے اشرف و اعلیٰ ہے- گھوڑا اور ہاتھی انسان کے چاکر بن جاتے ہیں کہ انسان کی عظمت کا مقابلہ نہیں کر سکتے' مگر انسان کتے سے بھی بدتر اور گھوڑے اور ہاتھی سے بھی اسفل ہے کہ اپنے سے اعلیٰ کے آگے نہیں بلکہ اپنے ہی جیسے کے سامنے یا اپنے سے بھی بدتر کے آگے جھکتا اور اوندھا ہوتا ہے-

تم کسی کتے کو نہیں دیکھو گے کہ وہ کسی کتے کے آگے عاجزی کرے لیکن یہ انسان ہی ہے کہ اپنے جیسے ایک دوسرے انسان کو چاندی وسونے کے تخت پر بٹھاتا ہے اور پھر کتوں کی طرح اس کے آگے زمین پر لوٹتا اور گرد مذلت چاٹتا ہے-

اعمال انسانی کے اس اختلاف و تضاد اور انفعالات و تاثرات عملیہ کی اس بوقلمونی و رنگا رنگی میں انسانی فطرت اصلیہ کی حقیقت گم ہو جاتی ہے- کچھ نہیں کھلتا کہ یہ عجیب جانور جو سب سے بڑا بھی ہے اور سب سے چھوٹا بھی' اس کی اصلی متاع فطرت کیا تھی جو اسے دی گئی تھی؟ وہ فی نفسہ شیطان ہے یا فرشتہ؟ بھیڑیا ہے یا بکری؟ تاریکی ہے یا روشنی؟ نیک ہے یا بد؟ اچھا ہے یا برا؟

## مسئلہ خیر و شر فطرت انسانی:

یہ سوال انسان کی اصلی فطرت و جبلت کی نیکی اور بدی کا ہے- یعنی کیا بالطبع وہ نیک بنایا گیا ہے یا بد؟ یا دونوں؟ اس کے داخلی جذبات و داعیات کی کشاکش اور خارجی اعمال و نتائج کا میدان تو بظاہر نور و ظلمت' ملکوتیت و بہیمیت' حسن و بدروئی' علو و تسفل' عظمت و ذلت' نیکی و بدی، دونوں کا مجموعہ نظر آتا ہے اور کچھ پتا نہیں چلتا کہ در اصل وہ کیا ہے؟

دنیا میں ابتدا سے لے کر اب تک اس سوال کے متعلق تین مختلف مذاہب نظر آتے ہیں:

۱- انسان کی اصلی جبلت و فطرت بدی ہے لیکن باہر کی تربیت اس کو عارضی طور پر خوشنما کر دیتی ہے- وہ خصائص فطرت کے اعتبار سے ایک خالص حیوان ہے- لیکن تربیت پذیری کے اعتبار سے ان پر فوقیت رکھتا ہے- درخت کی جڑ اور شاخیں متناسب نہیں ہوتیں لیکن ان کو کاٹ کر اور چھیل کر ہم درست کر لیتے ہیں- فطرت کی تمام خلقت کا یہی حال ہے- اصل فطرت میں قوام و اعتدال نہیں ہوتا' چھیل چھال کر اسے سڈول بنایا جا سکتا ہے- یہی حال انسان کا ہے- باہر کی صناعی تربیت سے ایک نیا رنگ اپنے اوپر چڑھا لیتا ہے- لیکن جب اوپر کا رنگ کمزور ہو جاتا ہے تو اصلی یہ نظر آ جاتی ہے- بڑے سے بڑا مہذب انسان بھی غصہ و انتقام میں درندہ بن جاتا ہے- اس لیے کہ اس کا مصنوعی رنگ اتر گیا

اور اس کی اصلی فطرت شر ابھر آئی-

یہ مذہب "مذہب شریا" مذہب یاس ہے-وہ دنیا کی ہر چیز کو شر اور یاس کی نظر سے دیکھتا ہے-یونان میں "دیو جانس کلبی" (ڈائیگونس) اسی فلسفہ اخلاق کا مشہور پیشوا گزرا ہے-

۲- دوسرا مذہب ان لوگوں کا ہے جو انسان کی فطرت کو بالکل ایک سادہ حالت میں دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں نہ تو نیکی ہے اور نہ بدی ہے-نہ وہ کانٹوں کی چبھن ہے اور نہ پھولوں کی مہک-وہ محض ایک منفعل، اثر پذیر اور نقش انگیز وجود ہے جو اپنے ساتھ کچھ نہیں لاتا-مگر دنیا میں آ کر جو کچھ پاتا ہے لے لیتا ہے-وہ ایک دامن ہے جس کے اندر سوائے گنجائش وعمق کے اور کچھ نہیں-اس میں ہر طرح کا بوجھ بھر لینے کی صلاحیت ہے-مگر ابھی کوئی چیز اس میں بھری نہیں گئی ہے-اب اگر اس کو پتھر ملا ہے تو اسی کو بھر لے گا، پھول ملے ہیں تو ان کو اٹھا لے گا-یہ تشبیہ واضح تر یہ کہ انسان کی فطرت ایک سفید کاغذ ہے جس پر کوئی نقش نہیں ہوتا-نہ تو کانٹے کی تصویر ہوتی ہے اور نہ پھول کی-اب جو کچھ اس پر بنایا جائے گا بن جائے گا!

حکمائے یونان میں اس مذہب کا ایک دور رہ چکا ہے-معتزلہ نے بھی زیادہ تر اسی کی پیروی کی تھی-آج یورپ میں بھی حکمائے اخلاق کا ایک بڑا گروہ یہی کہتا ہے-

۳- تیسرا مذہب "جامع خیر وشر" ہے-یعنی وہ کہتا ہے کہ

آدمی زادہ طرفہ معجون ست

نیکی اور بدی دونوں اس کی فطرت میں موجود ہیں-بالقوہ وہ شیطان اور فرشتہ دونوں ہے-قوت ملکوتی اور بہیمی دونوں رکھتا ہے-دنیا میں آ کر جس قسم کے خارجی موثرات ملتے ہیں انہی کے مطابق اس کی کوئی ایک قوت نشوونما پاتی اور بروز کرتی ہے-اگر وہ اثرات اس کے لیے جمع ہو جائیں جن کو تم "نیکی" کے لقب سے پکارتے ہو، تو اس کی قوت ملکوتی ابھرے گی اور چمکے گی، لیکن اگر برخلاف اس کے، بدی کا گرد وغبار چھا جائے گا، تو نیکی کی چمک ماند پڑ جائے گی اور بدی کی تاریکی پھیل اٹھے گی-اس مذہب کے پیرووں کے نزدیک انسان کے اندر بالقوہ ملکوتیت وبہیمیت دونوں ہیں، مگر ان کا فعل تربیت وتاثرات سے نمود پکڑتا ہے-گویا نیکی اور بدی دو بیج ہیں، جن کو انسان اپنے ساتھ دنیا میں لاتا ہے-پھر جس بیج کو تربیت وتاثر کا پانی مل جاتا ہے، وہی پھولتا پھلتا اور تناور درخت بنتا ہے-

دنیائے قدیم وجدید دونوں میں اس مذہب نے بہت ترقی ومقبولیت حاصل کی ہے-ارسطو کا بھی یہی مذہب تھا اور تقریباً تمام حکمائے اسلام نے اسی کو قبول کیا ہے-ابن مسکویہ، جس نے یونانی اخلاق کو سب سے زیادہ مشرح ومنظم لکھا ہے، اسی مذہب کا داعی ہے-دور جدید کے حکمائے اخلاق میں بھی یہی مذہب زیادہ مقبول ہے-امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ تمام مفسرین تفسیر قرآن میں اسی مذہب کو پیش نظر رکھتے ہیں اور **وهديناه النجدين** اور **فالهمها فجورها وتقوها** وغیرہ آیات کریمہ کی تفسیر اسی بنا پر کرتے ہیں-کہا جا سکتا ہے کہ مسئلہ خیر وشر فطرت کے متعلق دنیا کا غالب اور عام اعتقاد یہی ہے-اور چونکہ انسانی اعمال ونتائج میں خیر وشر دونوں نظر آتے ہیں، اس لیے ہر شخص سمجھتا ہے کہ یہی مذہب زیادہ صحیح واحق ہے-

## القرآن الحکیم:

قرآن حکیم نے دین الٰہی کا دوسرا نام "العلم" رکھا ہے:

﴿ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ! ﴾

"اور اگر تو نے ان کی خواہشوں کی پیروی کی، بعد اس کے کہ تیرے پاس علم یعنی دین الٰہی آ چکا ہے!"

ہر جگہ گمراہ قوموں کی بغی وضلالت پر ملامت کرتے ہوئے کہا:

﴿ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْیًاۢ بَیْنَهُمْ ﴾ (جاثیة-ع۲)

عاملین قرآن کی نسبت کہا:

﴿ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ﴾

"وہ ان کے سینوں میں ہے جن کو علم دیا گیا-"

نیز کہا کہ یہ "برہان" ہے، "بصائر" ہے، "نور" ہے، "بصیرت" ہے- اور ہر جگہ کفر کو کہا کہ وہ "ظن" ہے، "شک" ہے، "تخمین" ہے اور انکل کی باتیں اور قیاسات ہیں...... ﴿ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴾

پھر دین الٰہی کو ماننے اور اطاعت کرنے کو "ایمان" کہا اور ایمان والوں کو "مومن"- ایمان امن سے ہے- اور امن کے معنی "طمانیۃ النفس" اور "زوال خوف وشک" کے ہیں- ان تمام تصریحات سے واضح ہوا کہ دنیا میں علم ویقین صرف ایک ہی ہے اور وہ وحی الٰہی ہے- اور اس کے سوا اور جس قدر ادعائے علم کے اعلانات ہیں، ظن اور شک سے آگے نہیں بڑھ سکتے- نیز یہ کہ ایمان کے معنی یقین حاصل کرنے کے ہیں- اور مومن وہ ہے جس کے پاس شک کی جگہ یقین ہو- یہی وجہ ہے کہ مومن اور غیر مومن کو "الذین یعلمون" اور "والذین لا یعلمون" اور "الاعمی" اور "البصیر" سے تشبیہ دی- یعنی "صاحبان علم" اور "بینا"...... اور "ارباب جہل" اور "اندھے"-

اس بنا پر علم اضافی اور محدود تو دنیا کے پاس ہے، مگر علی الاطلاق "العلم" قرآن کے سوا اور کوئی نہیں- اور قرآن جس کے پاس ہے وہی دنیا میں سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا جاننے والا ہے-

پس شک وظن کے تمام اختلافات کو اسی "العلم" اور "البصائر" کے آگے عرض کرنا چاہیے کہ وہی ایک حکم حقیقی ہے-

اس عاجز نے جہاں تک غور کیا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ خیر وشر فطرت کے متعلق قرآن حکیم کا فیصلہ ان تینوں مذہبوں سے الگ ہے- اور تمام دنیا میں وہ پہلی آواز ہے جو انسانیت کے شرف فطری وخیریت کو ان تمام ظنون واوہام کی پیدا کردہ ذلتوں سے نجات بخشتی ہے-

ان تینوں مذہبوں میں پہلا مذہب فطرت انسانی کو زمین کی گھاس اور مٹی کے تودوں سے زیادہ حقیر قرار دیتا ہے- گھاس حیوانات کی غذا ہے اور مٹی سے دیوار بنائی جا سکتی ہے، مگر یہ مذہب کہتا ہے کہ انسانی فطرت میں مضرت کے سوا کوئی نفع نہیں- یہ مغرور انسان کا اپنی نسبت پہلا مایوس فیصلہ تھا-

اس کے بعد دوسرا مذہب سامنے آتا ہے اور اس کو ایک سادہ صفحہ قرار دیتا ہے، جس میں نہ تو نیکی کا نقش ہے اور نہ بدی کا- بلاشبہ یہ

مذہب انسان کے لیے پہلے مذہب جیسا بے رحم نہیں، تاہم یہ بھی اس کی فطرت کو کوئی شرف نہیں بخشتا- اور ایک منفعل اور ہر طرح کے اثر کو قبول کرنے والا قرار دے کر چھوڑ دیتا ہے-

تیسرا مذہب سب سے زیادہ مقبول، سب سے زیادہ عام اور اس بارے میں انسانی علم کی سب سے بڑی جست ہے- لیکن وہ بھی پھولوں کے ساتھ کانٹوں کو برقرار رکھتا ہے اور انسان کو فرشتگی اور شیطنت کا مساوی حصہ بخشتا ہے- اس کی غایت تحقیق یہ ہے کہ بالفطرت اس میں نیکی بھی ہے اور بدی بھی- پس وہ جس طرح اچھا ہے، برا بھی ہے- اگر بدی کا پلہ نہ جھکا تو نیکی کے پلے کو بھی زیادہ وزن نصیب نہیں- نتیجہ کے اعتبار سے اس کی فطرت یہاں بھی شرافت واحترام سے محروم ونامراد ہے- وَذَالِكَ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ!

ان تینوں مذہبوں نے فطرت انسانیہ کی حقیقت کو کھو دیا اور وہ اپنا سراغ نہ پا سکے-

یہ مذاہب حکمائے اخلاق اور عام افکار وآرائے انسانی کے ہیں- لیکن آج جس قدر مذاہب دنیا میں موجود ہیں، ان کا فیصلہ بھی یہی ہے- اکثر حالتوں میں تو وہ پہلے مذہب کی دعوت دیتے ہیں- بعض حالتوں میں اگر ان کے شارحین تاویلات رکیکہ سے کسی بلند درجہ کو حاصل کرنا چاہتے ہیں تو بھی آخری مذہب سے آگے ان کا قدم نہیں بڑھتا-

لیکن قرآن مجید یعنی ''العلم'' دنیا میں اس لیے نہیں آیا کہ فطرت کے محجوب جمال کو اور زیادہ مستور کردے- بلکہ اس کی دعوت کی اولین حقیقت یہ تھی کہ انسانی ضلالت وظنون نے فطرت وحقیقت پر جو پردے ڈال دیے ہیں ان کو اس طرح چاک چاک کردے کہ انسان اپنے ہی آئینہ کے اندر اپنی صورت دیکھ لے- پس وہ اولین آواز ہے جس نے سب سے پہلے اس گمشدہ حقیقت کا سراغ بتلایا اور دعویٰ کیا کہ انسان کی فطرت نہ تو محض صفحۂ سادہ ہے، نہ صرف بدی اور شر کی ناپاکی ہے اور نہ ملکوتیت اور بہیمیت ہی کا مرکب، بلکہ وہ ایک خالص وکامل نیکی ہے جس میں خیر کے سوا اور کچھ نہیں ہے اور کوئی قوت اس کے اندر ایسی نہیں رکھی گئی ہے جس میں بدی اور برائی کا اصلاً بیج ہو- وہ صرف نیکی ہی لے کر دنیا میں آتا ہے، نیکی ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور صرف نیکی ہی کے لیے اس کو سب کچھ دیا گیا ہے- لیکن وہ دنیا میں آکر فطری نیکی کی حفاظت نہیں کرتا، اس کی نشوونما کی راہیں بند ہو جاتی ہیں اور اس کے طبعی ابھار کو اس طرح دبا دیا جاتا ہے جس طرح کسی پودے پر ایک پتھر رکھ کر اس کی قوت پامال کردی جائے- پس انسان کے اندر جو کچھ ہے وہ خالص نیکی ہے اور جس قدر بھی برائی ہے وہ اس کا کسب خارجی ہے- نیکی اس کا فطری عمل ہے اور بدی غیر فطری، خارجی اور یکسر صناعی- اگر وہ نیک ہے تو یہ فطرت ہے، اگر بد ہے تو یہ تصنع ہے- اس کو بیج ایک ہی دیا گیا ہے جو صرف نیکی کا ہے- جب وہ ابھرتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ نیکی ہے- جب پامال کردیا جاتا ہے تو تم کہتے ہو کہ بدی ہے- حالانکہ تم نہیں جانتے کہ پھل اور پتوں کا نہ لگنا کوئی الگ وجود نہیں ہے، بلکہ درخت کی نشوونما کے عدم کا نام ہے-

خدا نے اس کو روشنی دی ہے اور اس کے اندر آئینہ رکھ دیا ہے مگر وہ دنیا میں آتا ہے اور باہر کے پردوں سے اندر کی روشنی کو ڈھانپ دیتا ہے، باہر کے گرد وغبار سے اندر کے آئینہ کو مکدر کردیتا ہے- اب تم کہتے ہو کہ وہ تاریک ہے، مگر نہیں سوچتے کہ اس کی اصل روشنی تھی، تاریکی نہ تھی- اس نے روشنی کو چمکنے نہ دیا- تم کہتے ہو کہ اس کے دامن میں زنگ اور غبار تھا- حالانکہ زنگ اور غبار نہ تھا بلکہ صافی وشفاف آئینہ تھا- باہر سے گرد اڑ رہی تھی- اس کو چاہیے تھا کہ دامن سے ڈھانپ لیتا مگر اس نے گرد وغبار کو پسند کیا اور آئینہ کی چمک کی قدر نہ کی- اب وہ غبار آلود

ہے- کچھ دنوں کے بعد بالکل تاریک ہو کر لوہے کا ایک سیاہ ٹکڑا بن جائے گا- مگر اس لیے نہیں کہ اس کے پاس لوہا تھا بلکہ صرف اس لیے کہ آئینہ کو صاف نہ رہنے دیا-

یہی انسان کی وہ فطرت اصلی ہے جس کو قرآن حکیم فطرت صالحہ قرار دیتا ہے- یعنی وہ فطرت جو بالکل اپنی اصلی نیکی کی حالت میں ہے اور باہر کی کسی بدی سے اس کو آلودہ نہیں کیا گیا ہے- یہی فطرت صالحہ دین الٰہی ہے' یہی دین قیم ہے' یہی دین حقیقی ہے' یہی صراط مستقیم ہے' یہی فطرت اللہ ہے' یہی صبغت اللہ ہے ——— اور قرآن مجید کی اصطلاح میں سب سے زیادہ جامع و حاوی نام اسی کا ''اسلام'' ہے!

اور اسی لیے قرآن کہتا ہے کہ انسان کی اصلی فطرت ''اسلام'' ہے اور ''کفر'' ایک صناعی اور غیر فطری عمل ہے- اگر ایک انسان ''مسلم'' ہے تو اس کو یوں کہو کہ وہ اپنی اصلی فطرت صالحہ پر قائم ہے- اس کی فطری روشنی نور دے رہی ہے- اس کی فطرت خیر کی قندیل کو باہر کا کوئی طوفان بجھا نہ سکا اور وہ ویسا ہی ہے جیسا فطرت نے اسے بنایا تھا- لیکن اگر ایک انسان ''مسلم'' نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ فطرت حقیقی کا چراغ بجھ گیا' اس کے اندر کا آئینہ زنگ آلود ہو گیا' گرد و غبار کی توبرتو تہوں نے اس کو سیاہ کر دیا اور وہ فطرت کی صورت حقیقی کی جگہ ایک مسخ شدہ غیر فطری و مصنوعی جانور بن گیا- معصیت سے یہ فطری آئینہ زنگ آلود ہوتا ہے' اور کفر زنگ آلودگی کی وہ آخری حالت ہے جبکہ آئینہ بالکل سیاہ ہو گیا اور ایک دھندلی سی چمک بھی اس میں باقی نہ رہی- ﴿ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ﴾ اور ﴿ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ وغیرہ تصریحات قرآنیہ میں اسی آخری مرتبہ ضلالت کی طرف اشارہ ہے- اور ''لهم قلوب لا يفقهون بها''- ﴿ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ ﴾ ﴿ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ﴾ میں اسی فطرت صالحہ کی پامالی اور ایک غیر فطری حالت مسخ و انقلاب کو واضح کیا گیا ہے- یہ وقت تفصیل کا نہیں' اشارات پر اکتفا کیجیے!

اور ٹھیک یہی معنی ہیں' مسلم کی اس مشہور حدیث کے' جس کی شرح میں عجیب عجیب حیرانیاں لوگوں کو ہو رہی ہیں کہ:

''مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ !''

''دنیا میں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوتا' مگر اپنی اصلی فطرت پر- پھر (یہودی) والدین اسے یہودی بنا لیتے ہیں اور (نصرانی) والدین نصرانی!''

ایک دوسری روایت میں ہے:

''مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ اِلَّا وَهُوَ عَلٰى هٰذِهِ الْمِلَّةِ!''

''یعنی جس قدر بچے پیدا ہوتے ہیں' سب ملت اسلام پر پیدا ہوتے ہیں-''

انسان کی فطرت صالحہ ہی کا نام اسلام ہے- اور ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے' اپنی اصلی اور بے میل فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے- پس انسان کا ہر بچہ اسلام پر پیدا کیا گیا- اب وہ دنیا میں آتا ہے اور باہر کی ہوائیں اس کے اندر روشنی کو تہ و بالا کرنے لگتی ہیں- اگر یہودیت کے اثرات اس نے پائے تو یہودیت کا جھونکا اس کے چراغ فطرت کو گل کر دے گا- اگر مجوسیت کا طوفان اٹھا تو اسی میں اس کی کشتی فطرت ڈگمگانے لگے گی-

پر یہ جو کچھ ہوگا، باہر کا اثر و کسب ہے- اس کے اندر کی فطرت صرف اسلام تھی، یعنی صرف نیکی و خیر تھی-

تمہید بڑھتی جاتی ہے اور یہ بحث خود ایک مستقل بحث ہے- اگر اس بارے میں قرآن حکیم کی مزید تصریحات جمع کی جائیں تو صفحوں کے صفحے اسی میں صرف ہو جائیں- یہی معنی ہیں ذریت انسانی کے "بلی" کہنے کے، جب کہ خدا تعالیٰ نے ان سے پوچھا "الست بربکم؟" کیا میں ہی تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟" پس انسان کی فطرت اصلی تصدیق ہے جو اس کے اندر ودیعت کر دی گئی- اور اب اگر "بلی" کی جگہ یعنی تصدیق ربوبیت کی جگہ وہ انکار کرتا ہے تو یہ اس کی فطرت کی صدا نہیں ہے ایک غیر فطری صناعی ہے-

اور اسی فطرت صالحہ کا نام قرآن حکیم نے "قلب سلیم" رکھا ہے- یعنی وہ دل جو بالکل صحیح و سالم ہو اور اپنی اصلی تندرستی و اعتدال پر قائم ہو کوئی نیا عارضہ اور بیماری اسے نہیں لگ گئی ہے- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت فرمایا کہ "اذ جاء ربه بقلب سلیم" "جبکہ وہ اپنے رب کے حضور قلب سلیم یعنی فطرت صالحہ غیر آلودہ کے ساتھ حاضر ہوئے-" تم کو معلوم ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ فطرت صالحہ وہ تھی جس کو باہر کا کوئی بڑے سے بڑا جلوہ بھی مرعوب نہ کر سکا اور اس کے اندر کی روشنی پکار اٹھی کہ:

﴿ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾

اور یہی وجہ ہے کہ خدا کی شریعت کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ اس فطرت صالحہ پر انسان نے صناعی و خارجی ضلالت کا جو زنگ چڑھا دیا ہے اسے دور کر دے اور اس کی اصلی روشنی پھر چمک اٹھے- یہی وجہ ہے کہ ہدایت الٰہی کو قرآن مجید نے "ذکر" کے لفظ سے تعبیر کیا اور ضلالت و کفر کو "نسیان" کہا- "ذکر" کے معنی "حفظ" اور "یاد" کے ہیں- "نسیان" بھولنے کو کہتے ہیں- چونکہ فطرت اصلی کو انسان بھلا دیتا ہے اور اسی کا نام ضلالت ہے- پس "ضلالت" نسیان ہوئی اور "ہدایت" فطرت اصلی کے بھلائے ہوئے سبق کو پھر تازہ کر دینا- اسی لیے اس کو ذکر کہا- نسیان کی انتہا غفلت ہے- غفلت کو قرآن مجید نے منتہائے ضلالت قرار دیا ہے:

﴿ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اَعْیُنٌ لَّا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَ لَهُمْ اٰذَانٌ لَّا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓىِٕكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴾

"ان کے دل ہیں جن سے سمجھتے نہیں اور ان کے کان ہیں جن سے سنتے نہیں، اور ان کی آنکھیں ہیں جن سے دیکھتے نہیں (چونکہ ان قویٰ سے کام نہیں لیتے، اس لیے) یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ- یہ لوگ وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں-"

ایک اور آیت بھی نسیان کے متعلق اس سرسری نظر میں سن لو:

﴿ الَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ﴾

"وہ لوگ کہ انہوں نے اللہ کے رشتے کو بھلایا اور نتیجہ یہ نکلا کہ اپنے نفسوں ہی کو بھول گئے-"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفسوں کو یعنی اپنی فطرت صالحہ کو بھول گئے- کیونکہ فطرت صالحہ تو وہ تھی جس نے کہا تھا "بلی" یعنی خدا کی ربوبیت اور اس کے رشتہ کا اقرار کیا تھا- اب اگر وہ اس ہستی کے رشتے کو بھلا رہے ہیں جن کے آگے فطرت اصلی "بلی" کہہ چکی ہے تو اس

رشتے کو نہیں بھلا رہے ہیں بلکہ اپنی فطرت ہی کو بھلا رہے ہیں۔

عود الی المقصود:

بہر حال قرآن حکیم انسان کی فطرت کو خالص نیکی قرار دیتا ہے اور بدی سے اس کی فطرت صالحہ کو پاک بتلاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کی فطرت صرف تندرستی اور صحت ہے۔ البتہ وہ دنیا میں آ کر بہت سی بیماریاں مول لے لیتا ہے۔ بیماری باہر کا اثر ہے، اندر صرف تندرستی ہے۔

سورۂ والتین کا موضوع اصلی یہی حقیقت ہے۔ یعنی اس میں انسان کی فطرت صالحہ کی اسی گمشدہ اصلیت کو واضح کیا گیا ہے۔ اس موضوع کے لیے قرآن مجید نے مفصل درس بھی دیے ہیں، لیکن یہ من جملہ مجمل مگر جامع وحاوی دروس کے ہے۔

گزشتہ صحبت میں یہ مسئلہ ایک حد تک واضح ہو چکا کہ سورۂ والتین کا موضوع اصلی فطرت صادقہ انسانی کے شرف وخیریت کا اعلان ہے اور یہ بتلانا ہے کہ انسان نے اپنی حقیقت وفطرت کے متعلق جس قدر مایوس فیصلے کیے ہیں وہ سب غلط ہیں۔ نہ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت کو شر اور بدی کے لیے بنایا ہے اور نہ اس کی حقیقت اس قدر حقیر وذلیل ہے کہ وہ کائنات ہستی کے ہر وجود وظہور کے آگے جھک جائے اور ان کے کرشموں کے سامنے اپنے تئیں حقیر ولاچار سمجھ لے۔ اگر وہ اپنی فطرت صادقہ کو عمل غیر صالح سے پامال نہ کرے تو وہ دنیا میں بڑی سے بڑی عظمت حاصل کر سکتا ہے۔

اس موقع پر اس قدر اور سمجھ لینا چاہیے کہ انسان کا اپنی فطرت صادقہ سے بے خبر رہنا، دراصل اس کی تمام ناکامیوں کی جڑ ہے۔ کائنات عالم کے دائرۂ حقیقت کے لیے اس کا وجود بمنزلہ ایک نقطہ ومرکز کے ہے۔ پس جب تک انسان اپنے نفس کی حقیقت کو نہیں پائے گا، وہ تمام عالم کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ اور حقیقت کو نہیں پا سکتا تو اپنی تخلیق کی غرض ومقصد کو بھی پورا نہیں کر سکتا۔ سب سے پہلی چیز یہ تھی کہ وہ سمجھے کہ دنیا میں جو کچھ ہے اس کے لیے ہے، وہ کسی کے لیے نہیں ہے۔ لیکن اپنے شرف وعظمت اور خیریت وحرمت کے احتجاب نے اس حقیقت تک پہنچنے نہ دیا۔ وہ کائنات عالم کے ادنیٰ ادنیٰ جلووں سے مرعوب وہیبت زدہ ہو گیا اور سمجھنے لگا کہ جب بجلی کی چمک مجھ سے بڑی ہے، سمندر کا طوفان مجھ سے زیادہ قہار ہے، شیر کا پنجہ مجھ سے زیادہ قوی ہے، ہاتھی کا وجود مجھ سے زیادہ عظیم ہے، حتیٰ کہ مچھر کی ڈنک اور رینگنے والے زہریلے کیڑوں کا زہر بھی میرے لیے سخت خوفناک ہے تو پھر میری ہستی کیا ہے اور مجھ میں کون سی بڑائی ہو سکتی ہے؟ اسی خیال کا نتیجہ ہے کہ ایک طرف تو اس نے اینٹ اور پتھر تک کی پوجا شروع کر دی اور دوسری طرف اپنے وجود کو اس قدر ذلیل سمجھ لیا کہ جھکنے، گرنے، لوٹنے، پوجنے اور بندگی کرنے کے لیے اس کے اندر ایک قوی اور دائمی استعداد پیدا ہو گئی۔ اس صناعی وخارجی ضلالت سے ہر قوت نے غیر فطری فائدہ اٹھایا اور جب چاہا، ایک ادنیٰ کرشمہ قوت دکھلا کر اس کے جسم ودماغ کو اپنے آگے جھکا دیا۔

تحقیر وتذلیل نفس انسانی کی یہ انتہائی حالت اسی کا نتیجہ تھی کہ اس نے اپنی فطرت کی خیریت کو نہ سمجھا اور ہمیشہ اس کے خلاف فیصلہ کیا۔ اس نے چارپایوں کو دیکھا اور سانپوں اور بھیڑیوں کی درندگی وخونخواری پر نظر ڈالی۔ پھر اسی طرح اپنی نسبت بھی فیصلہ کر لیا کہ اس میں بدی اور بہیمیت کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور اگر نیکی کا جز ہے بھی تو وہ بدی کے ساتھ ممزوج ومخلوط یعنی ملا جلا ہے۔

یہ تنزل انسانی کی اصلی علت اور انسانیت اعلیٰ اور خلقت کبریٰ کی گمشدگی تھی- سورۂ والتین نے اس کا سراغ بتلایا ہے- پس فی الحقیقت اس کا موضوع انسانیت اعلیٰ کا اعلان ہے-

انسان کے اندر جو کچھ ہے وہ اس کا نفس ہے' باہر جو کچھ ہے وہ آفاق ہے- قرآن حکیم نے جابجا اسے تنبیہ کی ہے کہ اپنے اندر بھی دیکھے اور اپنے سے باہر کو بھی سمجھے- یعنی انفس و آفاق دونوں میں تفکر کرے:

﴿ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ! ﴾

''عنقریب وہ اللہ کی نشانیاں آفاق اور انفس میں یعنی اپنے سے باہر اور اپنے اندر دیکھیں گے- یہ مشاہدہ حقیقت اصلی کو ان پر کھول دے گا اور وہ پالیں گے کہ بلاشبہ دین الٰہی کی دعوت حق ہے-''

دوسری جگہ زور دیا:

﴿ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ! ﴾

''تم اپنے اندر نہیں دیکھتے کہ کیا ہے؟''

اگر تم دیکھو تو معلوم ہو جائے کہ شریعت الٰہی کوئی نئی چیز تم سے نہیں چاہتی- تمہاری فطرت اصلی ہی کا ظہور خالص چاہتی ہے- اسی کا نام دین قیم ہے-

## استشہاد و طریق استشہاد:

سورۂ والتین نے اسی حقیقت کو بیان کیا ہے اور اس پر شہادت پیش کی ہے- بیان بمنزلہ دعویٰ کے ہے اور شہادت اس کی دلیل ہے- دعویٰ تمہیں معلوم ہو چکا:

﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ! ﴾

''ہم نے انسان کو بہترین حالت میں پیدا کیا ہے-''

اب دلیل کا حصہ باقی ہے- لیکن قبل اس کے کہ دلائل پر نظر ڈالیں' اس پر غور کر لینا چاہیے کہ اس غلطی کا اصلی سبب کیا تھا جس کو سورۂ والتین دور کرنا چاہتی ہے؟

اس کا اصلی سبب اعمال انسانی کی رنگارنگی اور بوقلمونی تھی- انسان نے جب اپنے آپ کو دیکھنا چاہا تو اپنی فطرت کو نہ دیکھ سکا کہ وہ محجوب و مستور ہو گئی تھی- اس نے اپنے اعمال و افعال کو دیکھا' اور ان کے اندر ایک عجیب متضاد اختلاف نظر آیا- اس نے دیکھا کہ نیکی اور بدی دونوں باہم دست و گریبان ہیں- اگر ایک طرف اس کے اندر نیکی و شرافت کے رقیق و لطیف جذبات نظر آتے ہیں تو دوسری طرف درندگی و بہیمیت کی خونفشانی بھی نظر آتی ہے- اگر وہ فرشتوں کی طرح محبت و احسان کی آنکھیں رکھتا ہے' تو بھیڑیوں اور بچھوؤں کی طرح اس کے پاس حرص و غرض کا پنجہ اور خونریزی و سفاکی کی زہریلی ڈنک بھی ہے- اگر ایک طرف بادشاہوں کے زرنگار تخت اور حاکموں اور فرماں رواؤں کی عظمت و کبریائی نظر آتی ہے' جو انسانی عظمت و جلال کی شہادتیں دے رہی ہیں' تو انہی کے سامنے غلاموں کی پابہ زنجیر صفیں بھی دست بستہ کھڑی ہیں

جو انسان کو کتے اور بلی سے بھی زیادہ حقیر ثابت کر رہی ہیں کہ نہ تو کتے نے اپنے جیسے کتے کے آگے سر جھکایا اور نہ بلی نے کبھی بلی کو سجدہ کیا۔

اس نے دیکھا کہ یہی انسان حاکم بھی ہے محکوم بھی' ساجد بھی ہے مسجود بھی' عالم بھی ہے جاہل بھی' عاقل بھی ہے ابلہ بھی' نیک بھی ہے بد بھی' شہنشاہی کا تخت، حکمرانی کا فرمان' فتح مندی کی تلوار' نیکی کی فرشتگی اور سچائی کی قدوسیت بھی وہی ہے اور غلامی کی خاک' محکومی کی ذلت' مقتول کی گردن' بدی کی شیطنت اور شر کی رذالت بھی اس کے سوا اور کوئی نہیں۔

یہی انسان ہے جو رات کو دروازوں پر پاسبانی کرتا ہے تاکہ اس کے ہم جنس گھر کے اندر امن سے سوئیں، اور یہی انسان ہے کہ دوسری طرف سے آکر مکان میں نقب بھی لگاتا ہے تاکہ اپنے ہم جنسوں کو دکھ اور نقصان پہنچائے - اگر عبادت گاہوں کے اندر فرشتے نہیں آتے بلکہ انسان ہی ہوتے ہیں، تو ڈاکوؤں کے جتھوں کے اندر بھی بھیڑیے جمع نہیں ہوتے بلکہ آدم ہی کی اولاد ہوتی ہے۔

پس اعمال انسانی کی اس رنگا رنگی اور نور و ظلمت کے اس اختلاط کو دیکھ کر وہ اس دھوکے میں پڑ گیا کہ جس مخلوق کے اعمال کا یہ حال ہے، اس کی فطرت کا بھی یہی حال ہوگا - اگر وہ اپنے اعمال کے اندر نیکی اور بدی، اور عظمت و ذلت دونوں رکھتا ہے، تو اس کی فطرت کے اندر بھی نیکی و بدی اور فوز و خسران دونوں ہوں گے - اگر وہ اپنے اعمال اور نتائج اعمال کے اندر عظمت کا تخت اور ذلت کی بندگی دونوں جلوے دکھلاتا ہے، تو اپنی فطرت کے اندر بھی طاقت و تسلط اور مقہوریت و مخذولیت دونوں رکھتا ہوگا۔

اس نے اعمال کو دیکھ کر فطرت کے لیے حکم لگانا چاہا اور اس نے افراد کی حالت کو دیکھ کر نوع کے لیے فیصلہ کر دیا۔

اسی غلطی نے اس کے اندر یہ عقیدہ پیدا کیا کہ ہم صرف برائی اور نیکی ہی کے لیے نہیں ہیں جیسا کہ بعض افراد نظر آتے ہیں بلکہ حقیر ہونے اور برے رہنے کے لیے بھی ہیں جس طرح کہ اکثر افراد شہادت دیتے ہیں - پس نیکی اور برائی دونوں کے لیے اس میں ایک مایوس قناعت پیدا ہوگئی اور اس غیر صالح قناعت نے عزم اور ہمت کی پیاس کو بالکل بجھا دیا - ایک غلام ساری عمر غلامی اور بندگی میں خوش خوش گزار دیتا ہے اور کبھی اس کے اندر یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ میں بھی ویسا ہی انسان ہوں جیسا میرا آقا - پھر میں کیوں صرف بندگی کے لیے ہوں اور یہ کیوں آقائی کے لیے؟ ایک محکوم قوم ویسی ہی خوشی اور سکھ کے ساتھ غلامی کی خاک پر لوٹتی ہے، جس طرح ایک حاکم قوم عزت و عظمت کے تخت پر فرمانروائی کرتی ہے اور کبھی اس کے اندر یہ بیقراری نہیں اٹھتی کہ ہم بھی انسان ہیں' ہمارے پاس بھی وہ سب کچھ ہے جو ان حاکموں کے پاس ہے - پھر ہم کیوں ذلت کے لیے ہیں اور یہ کیوں عظمت و فرماں روائی کے لیے؟ ہزاروں مزدور ہیں جو کارخانوں میں پھرکیوں کی طرح چکر کھاتے ہیں اور اس میں اتنے ہی خوش ہوتے ہیں جس قدر کارخانہ کا مالک - لیکن کبھی ان میں یہ تڑپ نہیں اٹھتی کہ اگر ہم بھی چاہیں تو کارخانہ کے مزدور کی جگہ کارخانے کے مالک بن سکتے ہیں - اور یہ کیا ہے کہ ہماری ہی طرح کے انسان ہمارے مالک بن گئے؟ پھر اسی طرح دیکھو کہ ہزار ہا انسان ہیں جو طرح طرح کی بدیوں اور خباثتوں کی گندگیوں میں ڈوبے ہوئے ہیں مگر کبھی نہیں سوچتے کہ نیک و پاک انسان بھی آخر ہماری ہی طرح انسان ہیں - یہ کیوں ہے کہ وہ نیک ہیں مگر ہم نیکی کے لیے جنبش نہیں کر سکتے؟

ہر طرح کی مثالیں سامنے لاؤ اور ادنیٰ و اعلیٰ حالتوں کے اختلاف کے جس قدر پہلو ہو سکتے ہیں ان سب پر نظر ڈالو - تم پاؤ گے کہ پستی و ذلت اور بدی و شرارت کی ہر زندگی کے اندر ایک باطل قناعت و بے حسی' قوتوں کو پامال اور انسانیت اعلیٰ کی تمام بڑی سے بڑی طاقتوں کو

ضائع کر رہی ہے۔

اب غور کرو کہ یہ حالت کیوں پیدا ہوئی؟ اس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نظر نہیں آئے گا کہ چونکہ انسان کے اعمال اور اس کے ثمرات متضاد اور مخلوط ہیں اور اکثر حالتوں میں پستی و ناکامی کے نمونے زیادہ اور عظمت و کامرانی کے امثال کم ہیں، اس لیے ہر نامرادی کی حالت میں انسان نے نامرادوں پر نظر ڈالی اور ہر برائی کی زندگی میں اس نے بروں کو دیکھا- یعنی نامرادوں کو دیکھ کر اپنی نامرادی پر، گرے ہوؤں کو دیکھ کر اپنی گری ہوئی حالت پر، بروں کو دیکھ کر اپنی برائیوں پر وہ ایک طرح کا استدلال کرنے لگا اور ان سے شہادت لا کر اپنی حالت کو فطری اور لابدی سمجھنے لگا-

اس غلط استشہاد نے اس کے اندر غلط قناعت پیدا کی، اس کے احساس کو فنا کر دیا' اس کی طلب بجھ گئی اور وہ اپنی ذلت اور برائی کو اصلی اور شدنی چیز سمجھ کر ایک بناوٹی خوش حالی میں مبتلا ہو گیا- غلام کے اندر آقا بننے کا کیوں جوش نہیں اٹھتا؟ اس لیے کہ وہ اپنے جیسے غلاموں کو دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ صرف میرے ہی لیے نہیں ہے بلکہ سب کے لیے ہے' اور اس لیے ایک قدرتی چیز ہے' جس پر صرف صبر ہی کر لینا چاہیے- پس اس نے غلاموں پر نظر ڈالی اور غلاموں سے اپنی غلامی پر شہادت لایا- اگر وہ غلاموں کی جگہ آقاؤں کو دیکھتا اور ان سے شہادت لیتا کہ آخر وہ بھی تو انسان ہی ہیں اور اسی کرۂ ارضی کی پیٹھ پر بستے ہیں تو فوراً اس کا احساسِ مردہ زندہ ہو جاتا اور اپنی فطرت کے شرف و خیریت کو پالیتا-

ایک مزدور کیوں اسی میں خوش ہے کہ اٹھارہ گھنٹے کی محنت کے معاوضہ میں صرف ایک روٹی پائے؟ اس لیے کہ وہ اپنی ادنیٰ حالت کے لیے اپنے ہی جیسے ادنیٰ حالت کے مزدوروں کو دیکھتا ہے اور ان سے استشہاد کرتا ہے- اگر وہ ان سے استشہاد کرتا جن کی وہ مزدوری کرتا ہے تو اس کے اندر بھی ولولہ عزم و طلب پیدا ہوتا- ایک بد انسان کس طرح برائی میں اپنے اندر تسکین و قناعت پیدا کر لیتا ہے؟ اس لیے کہ وہ بروں ہی کو دیکھتا ہے اور انہی سے استشہاد کرتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ انسان اس لیے بھی بنایا گیا ہے کہ برائی کرے جیسا کہ سب کر رہے ہیں، اور جب سب کر رہے ہیں تو وہاں ایک اور سہی ؎

بیا کہ رونق ایں کارخانہ کم نہ شود
ز زہد ہم چو توئی یا بہ فسق ہم چو منی

پس حاصل مبحث یہ ہے کہ انسان نے فطرت انسانی کی حقیقت و خیریت کے سمجھنے میں غلطی کی کیونکہ اس نے:

۱- اعمال انسانی کو خیر و شر اور عظمت و ذلت کا مجموعہ دیکھا-

۲- پس وہ سمجھا کہ انسان کی فطرت میں بھی خیر و شر اور ذلت و عظمت دونوں ہیں-

۳- اس نے اعمال کی راہ سے فطرت کو دیکھنا چاہا اور افراد کی حالت کو دیکھ کر نوع کو بھی اسی پر قیاس کر لیا-

۴- اسی اعتقاد کا اثر اس کے تمام اعمال حیات پر پڑا- جب اس نے انسانی فطرت کو خیر و شر کا مجموعہ سمجھ لیا تو اس کے اندر شر و تسفل کی حالت میں ایک گمراہ قناعت پیدا ہو گئی- وہ سمجھنے لگا کہ جب برائی فطرت ہی میں ہے تو نیکی کا نہ ہونا کوئی ایسی چیز نہیں جس پر افسوس کیا جائے اور

جس کے لیے اچنبھا ہو۔

اس کی یہ حالت دراصل ایک استشہاد و استدلال ہے جو وہ تمام ادنیٰ و سافل حالتوں کے افراد سے کرتا اور عموماً اعمال شر و تسفل کو اپنے سامنے لاتا ہے۔

## سورۂ والتین کے مطالب کی ترتیب:

سورۂ والتین کا موضوع اور مسئلہ خیر و شر فطرت کے متعلق انسان کی غلطی کے اصلی اسباب معلوم ہو گئے۔ اب دیکھو کہ سورۂ والتین نے اس حقیقت کے اظہار و ثبوت کے لیے مطالب کی ترتیب کیا اختیار کی ہے؟

۱- اس نے دعویٰ کیا کہ انسان کی فطرت ہم نے نیک و صالح پیدا کی ہے۔ وہ صرف شرف و عظمت کے لیے ہے۔ اس کو بہترین حالت عدل پر ہم نے پیدا کیا اور عدل ہی خیر کی حقیقت ہے۔ ﴿ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ﴾

۲- ساتھ ہی اس نے غلطی کا ازالہ کیا جس کی وجہ سے انسان نے اپنی فطرت کے متعلق ایسی عظیم الشان غلطی کی۔ اس کی بڑی غلطی یہ تھی کہ وہ انسان کی فطرت کے معلوم کرنے کے لیے انسان کے اعمال کو دیکھتا ہے اور برے انسانوں کو دیکھ کر فطرت کی برائی پر استشہاد کرتا ہے...... پس سورۂ والتین نے انسانی اعمال کی عظمت و جبروت کے لیے انسان کی عظمت و شرف سے استشہاد کیا اور یہ کہا کہ تم گرے ہوؤں کو دیکھ کر اپنی فطرت کو کیوں گرا ہوا سمجھتے ہو؟ ان کو نہیں دیکھتے جو گرنے کی جگہ بلند ہوئے؟ یہ لوگ جو فطرت صادقہ کو قائم رکھ کر بلند ہوئے، وہی لوگ ہیں جن کی طرف ﴿ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ﴾ کے تین جملوں میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اور یہی وہ انعام یافتہ الٰہی گروہ ہیں، جن کی راہ صراط مستقیم ہے اور جن کی راہ کی طلب سورۂ فاتحہ میں سکھلائی گئی ہے۔ ﴿ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ﴾ "ان کی راہ جن پر خدا نے انعام کیا۔" یہی حزب اللہ ہیں، یہی اولیاء اللہ ہیں، یہی خیر البریہ ہیں، یہی البصیر ہیں اور یہی اصحاب الجنۃ ہیں۔

۳- رہا اعمال انسانی کی بوقلمونی اور خیر و شر کا سوال، تو یہ اس لیے نہیں ہے کہ انسان کی فطرت برائی ہے۔ اس کی فطرت تو عدل و خیر ہی ہے۔ البتہ وہ جب اس کو ضائع کر دیتا ہے اور اعمال سافلہ میں مبتلا ہو جاتا ہے تو جس طرح اس کی خلقت سب سے اعلیٰ تھی، اسی طرح اس کا اکتساب عمل اس کو سب سے زیادہ ادنیٰ بھی بنا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنی حقیقت انسانی کو مسخ کر کے بسا اوقات چار پایوں اور درندوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔ تم یہ حالت مسخ دیکھ کر کہتے ہو کہ یہ فطرت ہے۔ مگر نہیں سمجھتے کہ فطرت نہیں، خارج کا کسب و عمل ہے۔ پس اعمال انسانی میں خیر و شر اور عظمت و تسفل جو تمہیں نظر آتا ہے، اس میں تفریق کرو۔ نیکی و عظمت اس کی خلقت ہے اور شر و تسفل اس کی ضلالت عمل اور ضیاع فطرت۔ یہ اس کا عمل ہی ہے جس نے اسے چار پایوں سے بھی بدتر بنا دیا ہے ﴿ ثم رددناه اسفل سافلین۔ اسفل سافلین ﴾ یعنی ادنیٰ سے بھی ادنیٰ تر حالت تک گرے ہوئے وہی ہیں جن کے نام مغضوب اور ضالین ہیں۔ پھر حزب الشیطان، اولیاء الطاغوت، شر البریہ، الاعمیٰ اور اصحاب النار بھی وہی ہیں۔

۴- یہ غلطی اس لیے ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے قانون جزا و مکافات سے بے خبر ہو۔ اس کا قانون ہے کہ ہر بیج پھل لاتا ہے اور اسی طرح انسان کا ہر عمل ایک نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ زہر جب کھایا جائے گا انسان مرے گا۔ اور معصیت جب کبھی کی جائے گی عذاب آئے گا۔ پس اعمال کی

جزا ہی سے تمام نتائج پیدا ہوتے ہیں - اگر تمہارے اعمال فطرت صالحہ یعنی دین الٰہی کے مطابق ہیں اور تم نے اس کو ضائع نہیں کیا ہے تو تم اپنی فطری بڑائی اور نیکی حاصل کرو گے - اگر تم نے ضائع کر دیا تو پھر تم مسخ ہو جاؤ گے اور تم سے برا جانور زمین کی پیٹھ پر اور کوئی نہ ہو گا - جانور نے اپنی اصلی فطرت کو ضائع نہیں کیا - وہ سافل ہے - تم نے اپنی فطرت ہی کو ضائع کر دیا - پس تم سافلوں سے بھی اسفل اور بد سے بھی بدتر ہو گئے -

۵- پس جن لوگوں نے اپنی فطرت کو عمل غیر صالح سے ضائع کر دیا وہ انسانیت سے گر گئے - مگر جنہوں نے ایمان باللہ سے انکار نہ کیا اور ایسے اعمال اختیار کیے جو صالح ہیں اور اس لیے نور فطرت کو قائم رکھنے والے اور چمکانے والے ہیں، سو وہ اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب انسانیہ تک فائز ہوئے، اور ہمیشہ ایسا ہی ہو گا - اس دوسری جماعت کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے عمل صالحہ کا درخت ہمیشہ پھل دے گا - ان کے نتائج حقہ کی برکتیں اور نعمتیں کبھی ختم نہ ہوں گی - وہ اسفل سافلین کی حالت میں نہ ہوں گے کہ فنا اور ہلاکت ان پر طاری ہو - وہ شجرۂ خبیثہ نہیں ہیں بلکہ شجرۂ طیبہ ہیں - لہٰذا فرمایا: ﴿ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ! ﴾

## اصل تفسیر:

﴿ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِO وَطُوْرِ سِيْنِيْنَO وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِO لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْۤ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍO ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَO اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍO فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِO اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَO ﴾

''انجیر اور زیتون، طور سینا اور مکہ معظمہ شاہد ہیں کہ بلاشبہ ہم نے انسان کو بہترین حالت عدل پر پیدا کیا - پھر اس کو بد سے بدتر حالت میں پھینک دیا - مگر وہ لوگ کہ ایمان لائے اور عمل صالح کیے تو ان کے اعمال کے نتائج صرف بہتری ہی کے لیے ہیں - ان کے عمل صالحہ کا بدلہ کبھی منقطع نہ ہو گا ' ہمیشہ پھل دے گا - پس اس حقیقت کے سمجھ لینے کے بعد کون ہے جو اعمال کے نتائج سے انکار کرے گا اور اس بارے میں رسول کی تعلیم کو جھٹلائے گا؟ کیا سب سے بڑا حکم کرنے والا خدا ہی نہیں ہے؟ جس کے قانون جزا و سزا میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی!''

## تفصیل استشہاد:

حضرت نوح علیہ السلام کے بعد دین الٰہی کا سلسلہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اور ظہور اسلام اسی کا آخری مکمل ظہور ہے - حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے بنو اسرائیل پیدا ہوئے جن کے احیاء کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا اظہار ہوا اور انہوں نے بنی اسرائیل کو مصریوں کی غلامی سے نکال کر عزت و خلافت کے درجہ پر پہنچا دیا - ان کے بعد جب بنی اسرائیل نے پھر اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرتابی کی اور اصلاح کی جگہ فساد کا طریق اختیار کیا تو روز بروز تنزل و تسفل میں مبتلا ہونے لگے - پس انبیائے مجددین کا سلسلہ شروع ہوا اور وہ یکے بعد دیگرے اصلاح کرتے رہے' لیکن سلسلہ تنزل بھی برابر بڑھتا گیا - حتیٰ کہ وراثت ارضی سے بنو اسرائیل محروم ہو گئے اور ان پر یکسر تباہی و بربادی طاری ہو گئی - اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کا ظہور ہوا، جن پر چند غریب اور فاقہ مست انسان ایمان لائے - لیکن اللہ تعالیٰ نے انہی غریب مچھیروں اور فقیروں کو یہ درجہ دیا کہ ان کی دعوت و تبلیغ عالم میں پھیلی اور تمام روم و یونان میں مسیحی مذہب پھیل گیا -

پس انسان کے اعمال عظیمہ وصالحہ کے ان مظاہر کے تین قریبی درجے ہوئے-

۱- دین الٰہی کی وہ بنیاد جو بیابان حجاز میں حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے ڈالی اور اس کی اینٹیں رکھتے ہوئے امت مسلمہ کے ظہور کی دعا مانگی:

﴿ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾

(البقرة- ع۱۵)

"اور جب ابراہیم و اسماعیل خانہ کعبہ کی بنیاد رکھ رہے تھے تو ان کی زبانوں پر یہ پاک دعا جاری کی تھی: اے پروردگار! ہمارے اس کام کو قبول کر لے! تو دعاؤں کا سننے والا ہے اور تو ہماری نیتوں کو خوب جاننے والا ہے!"

اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول کیا- نسل اسماعیل سے امت مسلمہ کا ظہور ہوا اور وہ آخری معلم ربانی (علیہ السلام) آ گیا جس نے تعلیم کتاب و حکمت اور تربیت و تزکیہ الٰہی سے جماعت مومنین پیدا کر دی-

۲- دعوت موسوی کی وہ روشنی جو طور سینا پر چمکی اور وادی ایمن کے بقعہ مبارکہ سے "انی انا اللہ رب العالمین" کی صدائے حق اٹھی:

﴿ فَلَمَّآ اَتٰهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ! ﴾

"پس جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کے پاس پہنچے تو وادی ایمن کے کنارے، کہ زمین کا ایک مبارک حصہ تھا، درخت سے ندا اٹھی، "اے موسیٰ! میں ہوں تمام جہانوں کا پروردگار!"

یہی کوہ طور کی وادی ایمن کی روشنی تھی جس نے بنو اسرائیل کو ظلمت تنزل و تسفل سے نجات دلائی اور عظمت و خلافت الٰہی کے درجے تک مرتفع کیا-

۳- دعوت مسیحی کا وہ ظہور جو سلسلۂ اسرائیلی کا آخری ظہور تھا اور جو بیت المقدس کی سرزمین میں ہوا:

﴿ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴾

"پس بنو اسرائیل کی ایک جماعت اس پر ایمان لائی اور ایک جماعت نے انکار کیا تو مومنوں کو ہم نے ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد دی- نتیجہ یہ نکلا کہ ایمان والوں کی کامیابی اور فتح مندی ظاہر ہو گئی-"

قرآن حکیم کی مخاطب جو جماعتیں تھیں ان کی معلومات میں بھی انسانی عظمت و قدوسیت کے بالاتفاق یہی تین جلوے تھے- اہل کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام لیوا تھے- اور مشرکین مکہ کا بڑا ادعائی شرف یہ تھا کہ وہ اپنے تئیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کریں-

پس سورۂ والتین میں سعادت انسانی کے انہی تین ظہوروں سے انسان کی فطرت صالحہ و عظمت و شرف پر شہادت لائی گئی ہے- تین اور زیتون سے مقصود سرزمین شام ہے، جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہوا اور جو تمام انبیائے مجدد دین اسرائیل کا مقام ظہور ہے- طور سینین

سے اشارہ دعوت موسوی کی طرف ہے جس کی تجلی کا مطلع اسی مقدس پہاڑ کا دامن تھا- بلد امین یعنی ہمیشہ امن میں رہنے والا گھر خانہ کعبہ ہے، اور اس میں اشارہ حضرت ابراہیم کی دعوت مؤسسہ ابراہیمیہ اور اس کے نتائج کی طرف ہے-

استشہاد کی ترتیب شاخ سے اصل کی طرف' نسل سے مورث کی طرف، فاضل سے افضل کی طرف اور حسن سے احسن کی طرف ہے- یعنی ظہور سعادت انسانی کے اس سلسلہ میں افضل ترین بنیادی مرتبہ دعوت ابراہیمی کا ہے- اس کے بعد مرتبہ قیام شریعت موسوی کا- اس کے بعد مرتبہ تجدید انبیائے بنی اسرائیل کا عموماً اور حضرت عیسیٰ کا خصوصاً (علی نبینا وعلیهم الصلوة والسلام) پس ترتیب جڑ سے شاخ کی طرف نہیں ہے بلکہ شاخ سے جڑ کی طرف ہے- اور اس میں بالترتیب تینوں درجوں کے مراتب یکے بعد دیگرے ملحوظ رکھے گئے ہیں- چونکہ سب سے آخری ظہور مسیحی سب سے زیادہ قریب تھا' اس لیے سب سے پہلے اس کا ذکر کیا گیا- اس کے بعد اس سے اعلیٰ مرتبہ دعوت موسوی کا تھا' پس اس کا ذکر کیا- پھر سب سے اعلیٰ ترین مرتبہ بمنزلہ اصل وحقیقت الحقائق کے مقام خلت کبریٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھا- پس اس پر مدارج ثلاثہ ختم ہو گئے-

## تین وزیتون:

تین وزیتون سے سرزمین شام کا مراد لینا بالکل واضح ہے:

۱- طور سینین اور بلد امین دونوں میں اشارہ اس سرزمین کی طرف کیا گیا ہے جہاں ان دعوتوں کا ظہور ہوا- پس معلوم ہوا کہ اس سورت میں سرزمین کی طرف اشارہ کر کے اس سرزمین کی مشہور دعوت وامت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے- اس بنا پر تین وزیتون میں بھی اشارہ کسی سرزمین ہی کی طرف ہوگا جیسا کہ مابعد کی دو شہادتوں میں ہے-

۲- دنیا کی تمام سرزمینوں میں اس وقت بھی جبکہ قرآن حکیم نازل ہوا اور اب بھی جبکہ ملکوں کی طبعی پیداوار کی فہرست ہمارے سامنے موجود ہے، انجیر اور زیتون ایک مخصوص پیداوار سرزمین شام کی ہے- جس کثرت کے ساتھ اور جس قدر اعلیٰ درجہ کی یہ دونوں چیزیں وہاں ہوتی ہیں کہیں نہیں ہوتیں- زیتون کا تیل شام کی ایک عام غذا ہے- گھی کی جگہ اسی کو استعمال کرتے ہیں- عیسائیوں کے بڑے بڑے مذہبی اعمال کا اب تک یہ ایک مقدس جز ہے- ان کے تمام مذہبی رسوم میں اسی تیل کو مقدس تیل کہا جاتا ہے- روم کے تمام عیسائی بادشاہ جب تخت نشین ہوتے تھے تو مقدس تیل ان کے سینے پر لگایا جاتا تھا اور کہتے تھے کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا اتباع ہے- آج تک تاج پوشی کی رسم میں ایک پیالی روغن زیتون کی بھی رکھی جاتی ہے- قطع نظر ان تمام خصوصیات کے' اس سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ تمام عرب میں یہ دو چیزیں شام کی مخصوص وممتاز پیداوار سمجھی جاتی تھیں اور اس قدر مشہور تھیں کہ بچہ بچہ جانتا تھا- اشارہ کے لیے کافی ہے-

۳- پس جب تین وزیتون کا اشارہ بھی کسی ملک کی طرف ہونا چاہیے اور وہ شام کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا تو پھر یہ ظاہر ہے کہ شام کا سب سے بڑا آخری ظہور حق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت ہے- اور ساتھ ہی یہ سرزمین تمام اسرائیلی انبیائے مجددین کے ظہور کا بھی گھر ہے-

نیز چونکہ اس کے بعد ہی دعوت موسوی کی طرف اشارہ موجود ہے اس لیے ربط بھی یہی چاہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کی

طرف بھی اشارہ ہو۔

۴۔ سب سے زیادہ یہ کہ تین وزیتون کی تفسیر کے متعلق صحابہ کرام وتابعین عظام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جو روایات موجود ہیں ان سب پر مجموعی نظر ڈالنے کے بعد یہی تفسیر راجح ثابت ہوتی ہے۔ اور قرآن حکیم کی سب سے زیادہ صحیح تفسیر وہی ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفسیر کے مطابق ہو کہ ان کے علوم حامل وحی سے براہ راست ماخوذ تھے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے تمام روایتیں جمع کر دی ہیں، ان پر نظر ڈالو۔ سب سے پہلے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا ایک قول سامنے آتا ہے کہ: التین مسجد دمشق و الزیتون بیت المقدس۔

تین مسجد دمشق ہے اور زیتون بیت المقدس۔

پھر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نسبت سے اس قول کی شہرت ثابت ہوتی ہے کہ:

الزیتون بیت المقدس!

یعنی زیتون بیت المقدس ہے۔

لیکن اس کے بعد بعض کبار تابعین کی تصریحات سامنے آتی ہیں جنہوں نے اس امر پر زور دیا ہے کہ:

ھو تینکم وزیتونکم۔

یعنی تین اور زیتون سے یہی انجیر اور زیتون مراد ہے جو تم استعمال کرتے ہو، اور کوئی چیز مقصود نہیں ہے۔ حضرت حسن، عکرمہ، مجاہد، قتادہ وغیرہ سب نے یہی کہا ہے۔

اب ان دونوں تفسیروں کو جمع کرو۔ جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس قول کو شہرت ہوئی کہ تین اور زیتون سے مراد مسجد دمشق اور بیت المقدس ہے، ان کا مقصود یہ نہ تھا کہ دمشق کی کسی عمارت کا نام تین ہے اور بیت المقدس کا نام زیتون۔ بلکہ یہ واضح کرنا تھا کہ تین وزیتون میں اشارہ سرزمین شام کی طرف ہے کیونکہ وہاں ان دو چیزوں کی پیداوار بکثرت ہوتی ہے، اور یہ اس کے خصائص میں سے ہیں۔ پس زیتون یعنی بیت المقدس سے مطلب یہ تھا کہ زیتون میں اشارہ بیت المقدس کی طرف ہے۔

لیکن بہت سے لوگوں کو اس میں غلطی ہوئی اور انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ طور سیناء کی طرح زیتون بھی بیت المقدس کے کسی پہاڑ کا نام ہے اور پھر طرح طرح کی مزید تاویلیں اس میں بڑھ گئیں۔ یہ حال دیکھ کر بعض اجلہ تابعین نے غلطی کو دور کرنا چاہا اور زور دے کر کہا: ھو تینکم وزیتونکم کہ تین اور زیتون کسی پہاڑ کا نام نہیں ہے، وہ یہی انجیر اور زیتون ہے جو تم استعمال کرتے ہو۔ گویا انہوں نے واضح کیا کہ تین وزیتون سے اس کی جائے پیدائش مقصود ہے۔ یہ نہیں کہ خود اس سرزمین کا نام ہی تین وزیتون ہو۔

چنانچہ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا بھی قریب قریب یہی خیال ہے۔ تمام روایتیں جمع کر کے لکھتے ہیں:

"وَالصَّوَابُ مِنَ الْقَوْلِ فِیْ ذَالِکَ عِنْدَنَا مَنْ قَالَ اَلتِّیْنُ ھُوَ التِّیْنُ الَّذِیْ یُؤْکَلُ وَالزَّیْتُوْنُ ھُوَ الزَّیْتُوْنَ الَّذِیْ یُعْصَرُ مِنْہُ الزَّیْتُ لِاَنَّ ذَالِکَ ھُوَ الْمَعْرُوْفُ عِنْدَ الْعَرَبِ ...

اَقْسَمَ رَبُّنَا بِالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَالْمُرَادُ مِنَ الْكَلَامِ الْقَسَمُ بِمَنَابِتِ التِّيْنِ وَمَنَابِتِ الزَّيْتُوْنِ فَيَكُوْنُ ذَالِكَ مَذْهَبًا"-(ج ۳، ص ۱۵٤)

کہ "اس بارے میں ہمارے نزدیک انہی لوگوں کا قول ٹھیک ہے جنہوں نے کہا کہ تین وہی تین ہے جو کھایا جاتا ہے، اور زیتون وہی زیتون کا درخت ہے جس سے تیل نکلتا ہے کیونکہ عرب میں یہ معروف تھا- اور اس نام کے کسی پہاڑ کو وہ نہیں جانتے تھے- ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین اور زیتون کی قسم کھائی مگر مقصود اس سے تین اور زیتون کی پیدائش کے مقامات کی قسم کھانا ہے- سو اگر یہ کہا جائے تو یہ ایک مذہب ہوگا-"

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ تین وزیتون سے یہی پھل اور درخت مراد لیتے ہیں ان کو صرف اس سے انکار ہے کہ کسی ملک یا پہاڑ کا نام تین وزیتون نہیں ہے اور یہ بالکل صحیح ہے- لیکن اس سے وہ انکار نہیں کرتے کہ ان چیزوں سے ان چیزوں کی پیدائش کی سرزمین مراد نہ ہو-

## احسن تقویم:

احسن تقویم میں تقویم ٹھیک ٹھیک بمعنی تعدیل کے ہے- یعنی ہم نے انسان کو بہترین قوام وعدل پر پیدا کیا- تعدیل خلقت میں جسم اور فطرت، ظاہر و باطن سب داخل ہیں- اور جن صحابہؓ وتابعین سے "فی اعدل خلق واحسن صورۃ" بکثرت منقول ہے، نیز جو صحابہؓ استقامت صورت وجسم کو پیش کر کے حقیقت تعدیل خلقت کو سمجھانا چاہتے ہیں، ان سب کا مقصود یہی تعدیل فطرت ہے اور اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں- کسی نے کہا انسان کا قد دیکھو، کسی نے کہا جسم کا تناسب دیکھو، کوئی اور آگے بڑھا اور کہا کہ خلقت کی تعدیل معنوی پر بھی نظر ڈالو- تعدیل کا ایک بڑا نمونہ انسان کا قد ہے- اس کی بڑی نمود اس کے تناسب اعضاء جسم میں ہے اور پھر اس کی فطرت عدل وقوام صالح پیدا کی گئی ہے- پس سب نے ایک ہی حقیقت کو واضح کیا اور اسی کو مختلف تعبیرات سے سمجھانا چاہا-

❋ ❋ ❋

آیاتھا: 19 | **سُورَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ** | رُکُوعُهَا: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝١ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝٢ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝٣ الَّذِيْ
عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝٤ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝٥ كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝٦ اَنْ رَّاٰهُ
اسْتَغْنٰى ۝٧ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝٨ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝٩ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝١٠ اَرَءَيْتَ اِنْ
كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝١١ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝١٢ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝١٣ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ
يَرٰى ۝١٤ كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۝١٥ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝١٦ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝١٧
سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝١٨ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝١٩ ع

---

(۱) پڑھیے (اے نبی!) اپنے رب کا نام لے کر جس نے پیدا کیا۔[1] (۲) خون کے لوتھڑے سے انسان کو پیدا کیا (۳) پڑھیے، اور آپ کا رب بڑا کریم ہے (۴) جس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھلایا۔ (۵) انسان کو ان چیزوں کا علم دیا جن کو وہ نہ جانتا تھا (۶) ہرگز نہیں، انسان حد سے نکل جاتا ہے (۷) اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے۔ (۸) بلاشبہ آپ کے رب کی طرف ہی پلٹ کر آنا ہے (۹) بھلا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے؟ (۱۰) ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے (۱۱) بھلا آپ ہی بتلائیں کہ اگر وہ بندہ راہ راست پر ہو؟ (۱۲) یا پرہیز گاری کی تلقین کرتا ہو؟ (۱۳) بھلا بتایئے تو سہی (اگر یہ منع کرنے والا شخص) دین حق کی تکذیب کرتا ہو اور اس سے روگردانی کرتا ہو؟ (۱۴) کیا اسے معلوم نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے؟ (۱۵) ہرگز نہیں! اگر یہ شخص باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر اس کو گھسیٹیں گے (۱۶) وہ پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے۔ (۱۷) وہ اپنی مجلس کو بلالے (۱۸) ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلائیں گے (۱۹) ہرگز نہیں! آپ اس کی بات نہ مانیے اور خدا کے حضور سجدہ کیجیے اور اس کا قرب حاصل کرتے رہیے!

---

[1] یہ سورت مکی ہے۔ اس کی پہلی پانچ آیتیں بالاتفاق پہلی وحی شمار ہوتی ہیں۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

اس سورہ کا دوسرا حصہ اس وقت نازل ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم میں نماز پڑھنی شروع کی اور ابوجہل نے ذرا دھمکا کر آپ کو روکنے کی کوشش کی۔

سورہ کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ بلاخوف وخطر نماز پڑھتے رہیے اور ان دھمکیوں کی پروا مت کیجیے۔

## اٰيَاتُهَا: 5 سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ رُكُوْعُهَا: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّاۤ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ① وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ② لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ
شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ④ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ
الْفَجْرِ ⑤

---

(۱) ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں اتارا-[1][2] (۲) اور تم کیا سمجھے کہ لیلۃ القدر کیا شے ہے؟[(1)] (۳) لیلۃ القدر ایک عہد رحمت و دور برکت ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے-[3] (۴) ملائکہ سماوی و روح الٰہی[4] کا اس میں ہر طرف سے نزول ہوتا ہے (۵) سلام ہے اس پر، یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جائے-[(2)]

---

[1] اکثر کے نزدیک یہ سورہ مدنی ہے اور بعض کے نزدیک مکی ہے- اور مضمون سے بعض کے قول کی تائید ہوتی ہے- اس لیے ہم نے اسے مکی سورتوں کی فہرست میں رکھا ہے-

[2] اسی لیلۃ القدر کو سورۂ دخان میں "لیلۃ مبارکۃ" فرمایا ہے- کہ یہ رات برکت والی ہے اور یہ رات چونکہ رمضان المبارک ہی کی ایک رات ہے اس لیے سورۃ البقرۃ میں فرمایا ﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ - کہ ماہ رمضان المبارک میں قرآن مجید نازل کیا گیا-
یعنی اس ایک رات میں پورا قرآن مجید حامل وحی فرشتوں کے حوالہ کر دیا گیا- پھر ۲۳ سال کی مدت میں حالات اور واقعات کے مطابق حضرت جبریل علیہ السلام وہ سورتیں نازل کرتے رہے- اگر لیلۃ القدر میں نازل کرنے کا یہ مفہوم لیا جائے کہ اس کے نزول کی ابتدا لیلۃ القدر میں ہوئی تو یہ بھی صحیح ہے- اور دونوں صورتوں میں مطلب ایک ہی رہتا ہے کہ قرآن مجید کا نزول اس مبارک رات میں شروع ہوا اور اسی رات کو سورۃ العلق کی پانچ ابتدائی آیات کا نزول ہوا-

[3] ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی اس رات کا عمل خیر ہزار مہینوں کے عمل خیر سے بہتر ہے جن میں شب قدر شامل نہ ہو- اس بنا پر احادیث میں اس رات میں عبادت کی بڑی فضیلت آئی ہے- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ-

"جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ سے اجر کی خاطر عبادت میں مشغول رہا اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے-"

[4] اس سورہ میں الروح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں- اور ان کے فضل و شرف کی بنا پر دیگر فرشتوں سے ان کا ذکر الگ کیا گیا ہے-

---

(۱) "الہلال" ۵-۱۳ اگست ۱۹۱۳ء- (۲) "الہلال" ۵-۱۳ اگست ۱۹۱۳ء-

# تفسیر سورۃ القدر

(مولانا ابوالکلام آزاد)

عالم تقدیر خاموش نہیں ہے- وہ ایک امام ناطق ہے- اس نے مجموعی طور پر تمام عالم کی قسمت کا فیصلہ ازل ہی میں کر دیا تھا لیکن اشخاص و اقوام کی تقدیر کا فیصلہ ہمیشہ ہوتا رہتا ہے-

کارکنان قضاوقدر بہت سی قوموں کی قسمت کا فیصلہ کر چکے تھے- مگر ایک بادیہ نشین قوم پہاڑوں کے دامن میں دبی پڑی تھی- انہی پہاڑوں کے غار سے آتشیں شریعت کا ایک شرارہ اڑا اور دفعۃً خرمن جہل وضلالت پر برق خاطف بن کر گرا- اس مردہ قوم کی سوئی ہوئی تقدیر نے مدت کے بعد ایک خاص رات میں کروٹ بدلی- اس لیے اس رات کو لیلۃ القدر کہا گیا- کیونکہ اسی رات میں اس کے کارنامہ اعمال کو قرآن حکیم کے ذریعہ سے معین ومقدر کر دیا گیا تھا-

﴿ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ﴾

"ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں نازل کیا!"

لَیْلَةُ الْقَدْرِ قِیْلَ لَیْلَةُ الشَّرْفِ وَالْفَضْلِ وَقِیْلَ لَیْلَةُ التَّدْبِیْرِ وَالتَّقْدِیْرِ وَهُوَ اَقْرَبُ-

(احکام القرآن لابن عربی)

یہاں فرمایا کہ قرآن کریم لیلۃ القدر میں اترا- اور سورۂ بقرہ میں فرمایا کہ رمضان میں: ﴿ شهر رمضان الذی انزل فی القرآن ﴾

پس اس سے ثابت ہوا کہ لیلۃ القدر سے رمضان ہی کی رات مراد ہے- نزول قرآنی سے مقصود یہ ہے کہ نزول کا آغاز لیلۃ القدر اور رمضان المبارک میں ہوا- ورنہ یہ ظاہر ہے کہ پورا قرآن نجماً نجماً ۲۳ برس میں نازل ہوا ہے-

قرآن اور الکتاب کا اطلاق جس طرح کل پر ہوتا ہے، اسی طرح اس کے ایک جزء پر بھی ہو سکتا ہے- قرآن مجید کے ہر ٹکڑے کو اللہ تعالیٰ نے قرآن اور الکتاب کہا ہے-

لیکن بعض مفسرین کو خیال ہوا کہ ﴿ انا انزلناه فی لیلة القدر ﴾ سے مقصود پورے قرآن کا نزول ہے- اس لیے انہوں نے طرح طرح کی تاویلیں کیں- مثلاً کہا گیا کہ قرآن کریم رمضان کی بیس راتوں میں جبرائیل علیہ السلام کو دیا گیا اور انہوں نے بیس سال کے اندر آنحضرت ﷺ پر نازل کیا- لیکن قاضی ابوبکر ابن عربی لکھتے ہیں:

وَمِنْ جَهَالَةِ الْمُفَسِّرِیْنَ اَنَّهُمْ قَالُوْا اِنَّ السَّفَرَةَ اَلْقَتْهُ اِلٰی جِبْرِیْلَ فِیْ عِشْرِیْنَ لَیْلَةً وَاَلْقَاهُ جِبْرِیْلُ اِلٰی مُحَمَّدٍ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ فِیْ عِشْرِیْنَ سَنَةً وَهٰذَا بَاطِلٌ لَیْسَ بَیْنَ جِبْرِیْلَ وَبَیْنَ اللّٰهِ وَاسِطَةٌ وَلَا بَیْنَ جِبْرِیْلَ وَمُحَمَّدٍ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ وَاسِطَةٌ- (احکام القرآن جلد ۲ ص ۳۱۷)

''اور مفسرین کی یہ جہالت ہے جو کہتے ہیں کہ قرآن کریم بیس راتوں کے اندر خدا تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو دیا اور انہوں نے بیس سالوں کے اندر محمد ﷺ پر نازل کیا - سو ایسا کہنا بالکل باطل ہے - نہ تو خدا تعالیٰ اور جبریل میں کوئی واسطہ ہے اور نہ جبریل اور آنحضرت ﷺ میں کوئی واسطہ!''

عربی زبان میں متکلم کے لیے ''اِنِّیْ'' اور ''اِنَّا'' کی دو ضمیریں ہیں جو بہ ترتیب واحد متکلم و جمع متکلم کے لیے مستعمل ہوتی ہیں - اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا کی نشاۃ اولیٰ کا موسس بنانا چاہا تو فرمایا:

﴿ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ﴾

''میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں -''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے معمولی صیغہ واحد متکلم کا استعمال کیا ہے - کیونکہ اشیاء و امثال کا پیدا کرنا اس کی قدرت کاملہ کے نزدیک کوئی غیر معمولی اہمیت نہیں رکھتا تھا - لیکن بطون و ارواح کی نشاۃ جدیدہ دنیا کے لیے مایہ صد رحمت و برکت تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے جب کسی پیغمبر کو اس نشاۃ حقیقہ کا ذریعہ بنایا ہے تو اس موقع پر اپنے لیے ضمیر جمع متکلم کا صیغہ استعمال کیا ہے جو واحد کی نسبت تعظیم و شرف کا پہلو رکھتا ہے - یہ تعظیم درحقیقت اس جدید روح سعادت و ہدایت کی اہمیت و عظمت کو نمایاں کرتی ہے جو دنیا میں ظہور پذیر ہونا چاہتی ہے -

حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا کا قالب موزوں تیار کر دیا تھا، لیکن وہ روح سے یعنی ترقی یافتہ دین الٰہی کی حقیقی روح سے خالی تھا - اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ امانت دے کر بھیجا جو ایک عظیم الشان روحانی انقلاب تھا - پس ضمیر تعظیمی سے اس کا اظہار فرمایا -

﴿ اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوْحًا! ﴾

''کہ ہم نے نوح کو بھیجا!''

لیکن یہ روح امتداد زمانہ سے فرسودہ ہو گئی تھی - بلکہ سچ یہ ہے کہ بالکل مردہ ہو گئی تھی - اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعہ سے اس روح مردہ کو اس گل پژمردہ کو، اس بخت خفتہ کو پھر زندہ کیا' شگفتہ کیا' بیدار کیا - یہ ایک عظیم الشان انقلاب تھا - جس نے نقشہ عالم کو پلٹ کر دیا تھا - پس ہمیشہ اس کی اہمیت بھی ضمیر تعظیمی کے پردے میں نمایاں کی گئی:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ! ﴾

''ہم ہی ہیں کہ ہم نے اپنے ذکر کو نازل کیا -''

﴿ اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ! ﴾

''ہم نے اس کو لیلۃ القدر میں نازل کیا -''

اسی کتاب ذوالخطر والبال کو خدا نے کوثر بھی کہا ہے کہ وہ مایہ خیر کثیر ہے:

﴿ اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ! ﴾

''ہم نے تم کو کوثر یعنی قرآن عطا فرمایا!''

یہاں بھی قرآن کا ذکر متکلم جمع تعظیمی سے کیا۔

اسی کے ذریعہ سے دین ابراہیمی زندہ ہوا ہے۔ اسی لیے اس تیغ خیر کے عطا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی سب سے بڑی یادگار قربانی کے قائم کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اسی سورۃ الکوثر میں فرمایا:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ! ﴾

''تو اپنے خدا کی نماز پڑھ اور قربانی کر۔''

اللہ تعالیٰ نے اسی دین کے ذریعہ سے ابراہیم علیہ السلام کی یادگار اور ذکر عظیم کو قائم رکھا۔

﴿ وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴾

''اور ہم نے ان کے ذکر خیر کو رفعت و بلندی عطا کی۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل بھی اسی کی برکت سے غلغلہ انداز عالم روح وایمان ہے:

﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾ اسی لیے ان دونوں مقامات میں بھی جمع متکلم کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

مذہب کی پاک روح مردہ ہو گئی تھی، لیکن اس رات میں اعادۂ معدوم اور حیات بعد الممات ہوا، وہ کتم عدم سے عالم شہود میں اتری۔

﴿ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ...... ﴾

''اسی رات میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے اترتے ہیں!''

فرشتے اور روح اس رات میں اترتے ہیں مگر بتدریج پورے ایک مہینے میں اترتے ہیں۔ کیونکہ دنیا کا دامن دفعۃً ان برکات وفضائل کے سمیٹنے کی وسعت نہیں رکھتا۔

دامان نگہ تنگ ، گل حسن تو بسیار
گل چین نگاہ توز داماں گلہ دارد

لیکن یہ ملائکہ کیا ہیں اور اس روح کی حقیقت کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے خود اسی آیت میں اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے۔

﴿ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ! ﴾

یعنی وہ ملائکہ اور روح امن اور سلامتی ہیں جو دنیا کو یکسر امنیت وسلامتی کی برکتوں سے معمور کر دیتے ہیں۔

یہ سکون، یہ اطمینان کامل، یہ سلامتی، یہ امن عام جو ہم پر آسمان سے اترا صرف عرب کے لیے مخصوص نہ تھا، بلکہ وہ مشرق ومغرب دونوں کو محیط ہے۔ ہمارا آفتاب اگرچہ مغرب سے طلوع ہوا تھا جو ہمارا قبلۂ ایمان ہے، لیکن اس کی شعاعوں نے مشرق کے افق کو بھی روشن کر دیا جہاں سے دنیا کا سورج نکلتا ہے اور جہاں سے صبح کا ستارہ طلوع ہوتا ہے۔

﴿ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴾ ۔

''طلوع ہونے کی جگہ تک یعنی مشرق تک پہنچ جائے گا۔''

دنیا نے اس وعدے کی صداقت کو دیکھ لیا۔ جب خدا کے پاک فرشتے یعنی قرآن نے مشرق و مغرب دونوں کو اپنے اپنے پروں کے نیچے چھپالیا ﴿ ......إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ ﴾

امن عام کا یہ پیغام کیا ہے؟ اور وہ کیونکر مشرق و مغرب تک پہنچایا جائے گا؟

قرآن حکیم نے دوسری آیتوں کے ذریعہ سے اس نکتہ کو حل کر دیا ہے:

﴿ إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ ○ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ○ أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ○ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴾

''ہم نے قرآن کو ایک مبارک رات میں اتارا کیونکہ ہم دنیا کو اس کی ضلالت کے نتائج سے ڈرانے والے تھے۔ تمام انتظامات الٰہیہ جو حکمت و مصلحت عالم پر مبنی ہیں اسی رات میں طے پاتے ہیں۔ ازاں جملہ قرآن مجید کا نزول جو اسی رات میں شروع ہوا، نیز ہمیں اپنا رسول بھیجنا مقصود تھا جس کا ظہور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہے۔''

اب ان دونوں سورتوں کے تطابق و تشاکل پر غور کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ قدر میں فرمایا: ﴿ إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ﴾ اور یہاں فرمایا: ﴿ إِنَّا أَنْزَلْنٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ﴾ اسی لیے یہ دونوں راتیں ایک ہی ہیں۔ وہاں فرمایا تھا: ﴿ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلٰمٌ ﴾ اور یہاں فرمایا: ﴿ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ○ أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا۔ ﴾

اس بنا پر یہ امر سلام اور امر حکیم، جس کی تنزیل و تقسیم لیلۃ القدر میں خدا کے حکم سے کی گئی ہے دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ خود وہ امر سلام اور امر حکیم کیا چیز ہے؟ دوسری آیتوں نے اس کی بھی تفسیر کر دی ہے:

﴿ الٓرٰ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيمِ ○ أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَآ إِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ اٰمَنُوٓا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ ﴾ (یونس)

''یہ قرآن حکیم کی آیات ہیں، پھر کیا لوگوں کو تعجب ہے کہ ہم نے انہی میں سے ایک آدمی پر وحی کی تاکہ وہ لوگوں کو ڈرائے اور مومنوں کو اس بات کا مژدہ سنائے کہ خدا تعالیٰ کے تخت کے نیچے ان کا قدم جم گیا ہے؟''

اس لیے یہ امر حکیم اور یہ امر سلام خود قرآن حکیم ہے جو لیلۃ القدر میں نازل کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ قدر میں قرآن حکیم کی چند خصوصیات کا اجمالی ذکر فرمایا تھا لیکن اس آیت میں وہ خصوصیتیں بہ تفصیل بیان فرمائی ہیں۔

سورۂ قدر میں فرمایا تھا کہ وہ سورج طلوع ہونے کی جگہ تک پھیل جائے گا۔ یہ نہایت مجمل طرز خطاب تھا۔ سورۂ دخان میں اس کی تفسیر بھی کر دی:

﴿ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ○ أَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا۔ ﴾

یعنی قرآن حکیم کی آیتیں ہمارے حکم سے ایک پیغمبر پر تقسیم کی جاتی ہیں تاکہ وہ دنیا کے سامنے ان آیات کو لے کے جائے اور ہر شخص

کے آگے اس خوان کرم کو بچھا دے تا کہ ہر شخص اپنا حصہ لے لے۔

﴿ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ - ﴾

لیکن دنیا غفلت کی نیند سو رہی تھی۔ اس لیے یہ ابر رحمت پہلے گرج جاتا کہ دنیا جاگ اٹھے۔ اس نے اپنی چادر غیب سے پہلے اس ہاتھ کو نکالا جس میں بجلی کا تازیانہ تھا۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ - ﴾

''او چادر اوڑھنے والے اٹھ اور ڈرا!''

پہلے اس کو گرجنے اور تڑپنے کی ضرورت تھی اس لیے وہ گرجا' چمکا' تڑپا:

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴾

لیکن درحقیقت اس کا یہ وصف عارضی تھا ورنہ رفق و ملاطفت اس کا مایہ خمیر اور عنصر حقیقی ہے:

﴿ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ! ﴾

اس لیے وہ روئی کے گالے سے بھی زیادہ نرم و سفید بادل کا ٹکڑا تھا' جو آب شیریں کا خزانہ اپنے ساتھ رکھتا تھا' اگرچہ ابتدا میں بجلی کی کڑک اس کا مظہر ورود ہوئی...... یہ انداز وعید' یہ قہر و غضب اس قوم کی شامت اعمال کا نتیجہ تھی ورنہ پیغمبر امی ﷺ' خدا کی طرف سے صرف بشارت اور لطف و کرم کا مجسمہ بنا کر بھیجا گیا تھا...... ''اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ -''

لیکن خدا تعالیٰ کی یہ رحمت صرف عرب کے ساتھ نہ تھی بلکہ اس ابر کرم نے تمام مشرق و مغرب کو جل تھل ایک کر دیا۔ چنانچہ دوسری جگہ رحمة من ربك کی تفسیر کر دی گئی۔

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ - ﴾

''ہم نے تجھ کو تمام دنیا کے لیے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا۔''

لیلۃ القدر کو تمام راتوں پر صرف اس لیے فضیلت نہیں ہے کہ اس میں عبادت کا ثواب تمام راتوں سے زیادہ ملتا ہے۔ بلکہ اس بنا پر بھی کہ اس میں ہم کو ایک کتاب دی گئی اور مشرق و مغرب میں ہم کو اس کی منادی کرنے کا حکم دیا گیا۔ بادشاہوں کی منادی طبل و علم کے ساتھ کی جاتی ہے' لیکن خدا کی منادی تکبیر و تہلیل کے ساتھ ہونی چاہیے۔ رمضان کے بعد عید کا حکم اسی لیے دیا گیا تا کہ تکبیر و تہلیل کی مقدس صداؤں میں اسلام کے جاہ و جلال' نفوذ و قوت اور وسعت و اثر کا سماں دنیا کو نظر آ جائے ﴿ ...... وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾

پھر آہ! تمہاری غفلت کیسی شدید اور تمہاری گمراہی کس قدر ماتم انگیز ہے کہ تم لیلۃ القدر تو ڈھونڈتے ہو، پر اس کو نہیں ڈھونڈتے جو لیلۃ القدر میں آیا اور جس کے ورود سے اس رات کی قدر و منزلت بڑھی۔ اگر تم اسے پالو تو تمہارے لیے ہر رات لیلۃ القدر ہے۔

ہر شب' شب قدر است' اگر تو قدر بدانی!

❊ ❊ ❊

| اٰیاتُہا: 8 | سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَكِّيَّةٌ | رُکُوعُہا: 1 |
| --- | --- | --- |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿١﴾
رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ﴿٢﴾ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴿٣﴾ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ﴿٤﴾ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ
الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ﴿٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ﴿٦﴾ اِنَّ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ﴿٧﴾ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ
عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ
خَشِيَ رَبَّهٗ ﴿٨﴾

---

(۱) اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے وہ (اپنے کفر سے) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آ جاتی۔[ا] (۲) وہ (واضح دلیل) اللہ کا ایک رسول ہے جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے (۳) جن میں بالکل درست تحریریں ہوں (۴) مگر جب اہل کتاب کے پاس وہ کھلی دلیل آ گئی تو اس کے بعد وہ اختلاف میں پڑ کر متفرق ہو گئے۔ (۵) حالانکہ ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہ دیا گیا تھا کہ وہ ایک اللہ کی بندگی کریں، خالص اسی کی اطاعت کرتے ہوئے' یک سو ہو کر' اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہی درست دین ہے۔[۲] (۶) اہل کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر ہیں وہ یقیناً جہنم میں جائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے، یہ لوگ بدترین خلائق ہیں۔ (۷) بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیے، سو وہ دنیا کی بہترین ہستی ہیں۔[1] (۸) ان کا صلہ ان کے رب کے ہاں دائمی جنتیں ہوں گی' جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں گی' یہ لوگ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے' اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی، یہ جزاء اس شخص کی ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا!

---

ا اس سورہ کو جمہور نے مدنی قرار دیا ہے۔ لیکن بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کا مکی ہونا بھی منقول ہے۔ چنانچہ صاحب احکام القرآن نے اس کے مکی ہونے کو ترجیح دی ہے۔

اس سورہ میں بتایا گیا ہے کہ ایک رسول بھیجنا کیوں ضروری تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ اس وقت دنیا کے لوگ، اہل کتاب ہوں یا مشرکین' کفر کی ایسی حالت میں مبتلا ہو چکے تھے کہ ایک رسول کے بغیر ان کا راہ راست پر آنا ممکن نہ تھا۔

---

(۱) البلاغ ۱۸ فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۷۔

آیاتھا:8 | سورۃ الزلزال مکیۃ | رکوعھا:1

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ﴿٢﴾ وَقَالَ الْإِنسَانُ مَا لَهَا ﴿٣﴾
يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿٤﴾ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ﴿٥﴾ يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا
أَعْمَالَهُمْ ﴿٦﴾ فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ﴿٧﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ﴿٨﴾ ع

---

(۱) جب زمین پوری شدت کے ساتھ ہلائی جائے گی۔[۱-۲]

(۲) اور زمین اپنے اندر کے بوجھ نکال باہر ڈال دے گی (۳) اور انسان کہے گا ''اس کو کیا ہو گیا ہے؟''

(۴) اس روز وہ اپنے حالات بیان کرے گی۔

(۵) کیونکہ تیرے رب نے اسے ایسا کرنے کا حکم دیا ہوگا!

(۶) اس روز لوگ متفرق جماعتیں بن کر لوٹیں گے، تا کہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں۔

(۷) پھر جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

(۸) اور جس نے ذرہ برابر بدی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا!

---

۲ اہل کتاب چونکہ واضح بیان آچکنے کے بعد مختلف ہو چکے تھے، ان کو خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت، اقامت صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کا حکم دیا گیا تھا۔ مگر انہوں نے اختلاف کیا۔ اب یہ رسول اسی اختلاف کو ختم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔

اب اس رسول کے ساتھ جو کفر کرے گا اس کا انجام بھی بیان کر دیا ہے۔ اور جو ایمان لائے گا اس کا نتیجہ بھی ذکر کر دیا ہے۔

.........................

۱ یہ سورہ مدنی ہے۔ بعض نے اسے مکی قرار دیا ہے۔ نفس مضمون سے اس کے مکی ہونے کی تائید ہوتی ہے۔ اس سورہ میں موت کے بعد دوسری زندگی اور اس میں ان سب اعمال کا پورا پورا محاسبہ ہونے کا ذکر ہے۔

۲ جب قیامت کا زلزلہ آئے گا تو زمین کے اندر جو کچھ ہے وہ اگل کر باہر پھینک دے گی۔ اور وہ اپنے اوپر گزرے ہوئے تمام حالات بیان کر دے گی۔

آیاتھا: 11 | سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ | رکوعھا: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝١ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝٢ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝٣ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝٤ فَوَسَطْنَ
بِهٖ جَمْعًا ۝٥ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۝٦ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝٧ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ
لَشَدِيْدٌ ۝٨ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝٩ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝١٠ اِنَّ رَبَّهُمْ
بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۝١١ ع۱

(۱) قسم ہے مجاہدوں کے ان گھوڑوں کی، جو میدان جہاد میں دوڑتے ہوئے ہانپ جاتے ہیں-[۱]

(۲) پھر پتھروں پر اپنی ٹاپوں کے مارنے سے چنگاریاں نکالتے ہیں (۳) پھر صبح کے وقت دشمنوں پر چھاپے مارتے ہیں-

(۴) اپنی تیز گامی سے غبار بلند کرتے ہیں (۵) اور دشمنوں کی صفوں میں در آتے ہیں-(۱)

(۶) بلاشبہ انسان اپنے رب کا بڑا ناسپاس ہے-[۲] (۷) اور وہ اپنی اس ناسپاسی پر خود بھی گواہ ہے-

(۸) اور وہ مال و دولت کی محبت میں بری طرح مبتلا ہے-

(۹) کیا اسے وہ وقت معلوم نہیں جب وہ مردے جو قبروں میں ہیں (زندہ کرکے) اٹھا کھڑے کیے جائیں گے-

(۱۰) اور جو کچھ سینوں میں مخفی ہے وہ سب آشکارا کر دیا جائے گا-

(۱۱) یقیناً ان کا رب اس دن ان کے احوال سے پوری طرح آگاہ ہوگا-

---

۱ یہ سورہ بھی مکی یا مدنی ہے- یعنی بعض نے اسے مکی قرار دیا ہے اور بعض نے مدنی- لیکن انداز بیان کے اعتبار سے اس کا مکی ہونا راجح ہے-

۲ ابتدائی پانچ آیتوں میں گھوڑوں کی مختلف حالتوں کی قسم کھا کر بتایا ہے کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناسپاس اور ناشکر گزار ہے- وہ مال کی محبت میں لوٹ مار کرتا ہے، شب خون مارتا ہے، لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ قیامت کے دن ان کے دلوں کی نیتوں تک کو ظاہر کر دیا جائے گا اور ہر عمل اور نیت کا حساب ہوگا-

واضح رہے کہ دل کے افعال دو قسم پر ہیں- ایک وہ خیالات جو وساوس کی شکل میں آتے ہیں اور گزر جاتے ہیں- ان کو خطرات کہا جاتا ہے- یہ عفو کے حکم میں ہیں- جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے- دوسرے وہ اعمال قلب جن کے انجام دینے کے لیے انسان ہر وقت کوشاں رہتا ہے اور برے ارادے اور بری نیت اس کے ذہن و قلب پر سوار رہتی ہے- اس قسم کے ارادے اور نیات حساب و کتاب کے ضمن میں آئیں گے (وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ)

---

(۱) ''الہلال''، ۶ رنومبر ۱۹۱۲ء ص ۲-

اٰیَاتُھَا: 11 | سُوْرَۃُ الْقَارِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعُھَا: 1

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلْقَارِعَۃُ ① مَا الْقَارِعَۃُ ② وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَۃُ ③ یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ
الْمَبْثُوْثِ ④ وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِھْنِ الْمَنْفُوْشِ ⑤ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ ⑥ فَھُوَ فِیْ
عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ⑦ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ ⑧ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَۃٌ ⑨ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا ھِیَہْ ⑩ نَارٌ
حَامِیَۃٌ ⑪

(۱) وہ کھڑ کھڑانے والا حادثہ۔[1] (۲) کیا ہے وہ کھڑ کھڑانے والا حادثہ؟ (۳) آپ کو کیا معلوم کہ وہ کھڑ کھڑانے والا حادثہ کیا ہے؟ (۴) جس دن لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح پراگندہ ہوں گے! (۵) اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون کی طرح ہو جائیں گے! (۶) پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے (۷) وہ دل پسند عیش میں ہوگا۔ (۸) اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے (۹) تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا۔ (۱۰) اور آپ کو کیا معلوم کہ ہاویہ کیا ہے؟ (۱۱) وہ دہکتی ہوئی آگ ہے!

اٰیَاتُھَا: 8 | سُوْرَۃُ التَّکَاثُرِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعُھَا: 1

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ ① حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ② کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ③ ثُمَّ کَلَّا سَوْفَ

(۱) کثرت لذائذ اور فوائد دنیوی کی غفلت نے تمہیں بیدار نہ ہونے دیا[1] (۲) یہاں تک کہ قبروں کا چہرہ تمہیں نظر آ گیا![(1)] (۳) کوئی نہیں! آگے جان لو گے! (۴) پھر بھی کوئی نہیں!

[1] سورۃ القارعۃ مکی ہے۔ اس میں قیامت کی زلزلہ خیزی کا ذکر ہے۔ اور بتایا ہے کہ قیامت کے پہلے مرحلہ پر جو انقلاب آئے گا اس کے نتیجہ میں دنیا کا یہ نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں لوگ پیش ہوں گے اور اعمال پر جزا و سزا مرتب ہوں گے اس حالت کو بیان کیا ہے۔

[1] یہ سورہ بھی مکی یا مدنی ہے۔ یعنی بعض نے اسے مکی قرار دیا ہے اور بعض نے مدنی۔
اس سورہ میں انسان کو اس کی مال کی حرص اور غفلت پر چونکایا گیا ہے۔ نیز دنیا پرستی کے برے انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔

(۱) "البلاغ" ۱۱ر فروری ۱۹۱۶ء ص ۱۴۔

تَعْلَمُوْنَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ
الْيَقِيْنِ ۝۷ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۸ ع ۲۷

آگے جان لو گے! (۵) ہرگز نہیں! اگر تم یقینی طور پر جان لیتے (تو کبھی غفلت میں نہ پڑتے) (۶) بخدا! تم دیکھ کر رہو گے! (۷) پھر (سن لو کہ) تم اس کو بالکل یقین کے ساتھ دیکھ لو گے (۸) پھر اس روز تم سے ان (دنیوی) نعمتوں کے بارے میں باز پرس کی جائے گی!

| اٰیَاتُھَا: 3 | سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ | رُكُوْعُهَا: 1 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ
وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳ ع ۲۸

(۱-۲) قسم ہے اس عصر انقلاب اور دور تغیرات کی' جو پچھلے دور کو ختم کرتا اور نئے دور کی بنیاد رکھتا ہے کہ نوع انسانی کے لیے دنیا میں نقصان و ہلاکت کے سوا کچھ نہیں۔[۱، ۲] (۳) مگر ہاں وہ نفوس قدسیہ جو قوانین الٰہیہ پر ایمان لائے اور اعمال صالحہ اختیار کیے' ایک دوسرے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعے سے دین حق کی وصیت کرتے رہے نیز صبر و استقامت کی بھی انہوں نے تعلیم دی۔[(۱)]

۱ یہ سورہ بھی مکی مدنی ہے لیکن اس کا مکی ہونا راجح ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ انسان کی فلاح کا راستہ کیا ہے اور تباہی و بربادی کی راہ کون سی ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سورہ کی جامعیت کے پیش نظر فرمایا ہے کہ اگر لوگ اس سورہ پر غور کریں تو یہی ان کی ہدایت کے لیے کافی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس سورہ کو بہت اہمیت دیتے اور دو آدمی ملنے کے بعد اس وقت جدا نہ ہوتے جب تک کہ سورہ عصر ایک دوسرے کو سنا نہ لیتے۔

۲ تاریخ انسانی کے انقلاب و تغیرات کو گواہ بنا کر فرمایا ہے کہ انسانیت سراسر خسارے میں جا رہی ہے اور اس خسارے سے بچنے کے لیے صرف چار رہنما اصول ہی انسان کے کام آ سکتے ہیں (۱) ایمان باللہ (۲) عمل صالح (۳) ایک دوسرے کو حق کی وصیت (۴) ایک دوسرے کو صبر کی تلقین ـــــ قرآن مجید نے ان چار اصولوں کی تشریح کی ہے جو قرآن مجید کے مختلف مقامات پڑھ لینے کے بعد انسانی فکر میں راسخ ہو سکتے ہیں۔

(۱) "الہلال" ۱۲ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۱۱۔ "البلاغ" ۱۱ فروری ۱۹۱۶ء میں انہی آیات کا ترجمہ یوں کیا ہے:
"زمانہ اور اس کے حوادث و نتائج شاہد ہیں کہ انسان کی قوتیں اور انسان کے تمام اعمال بڑے گھاٹے ٹوٹے میں رہتے ہیں اور صرف وہی انسان کامیاب ہوتے ہیں جنہوں نے اپنے اندر یقین پیدا کیا اور اپنے عمل کو صالح رکھا۔ نیز باہم حق کی وصیت کی اور صبر کی طرف ایک دوسرے کو بلایا۔"

# تفسیر سورة العصر

قرآن حکیم کا ہر اچھے مقصد کے لیے یہ اعلان ہے کہ آسمان کے نیچے نوع انسان کے لیے' انسانوں کی تلاش کے لیے' جستجوؤں کے لیے اور امیدوں کے لیے بڑی بڑی ناکامیاں ہیں' بڑے بڑے گھاٹے' ٹوٹے ہیں- لیکن دنیا کی اس عام نامرادی سے کون انسان ہے' کون جماعت ہے کہ بچ سکتی ہے؟ اور ناکامیابی کی جگہ کامیابی پاسکتی ہے؟ ناامیدی کی جگہ امید اس کے دل میں آشیانہ بنا سکتی ہے؟ وہ کون انسان ہیں؟ وہ انسان کہ جو دنیا میں ان چار شرطوں کو قولاً و عملاً اپنے اندر پیدا کرلیں- جب تک یہ پیدا نہ ہوں گی اس وقت تک دنیا میں نہ کوئی قوم کامیاب ہوسکتی ہے اور نہ ملک' حتیٰ کہ ہوا میں اڑنے والے پرندے بھی دنیا میں کامیابی نہیں پاسکتے-

ان چار شرطوں سے گھبرانہ جانا- اور اگر ایک چیز عربی بھیس میں آجائے تو کیا تم انکار کردو گے' چاہے وہ پہچانی ہوئی ہو؟ پہلی شرط وہ ہے جس کا نام قرآن مجید کی بولی میں ''ایمان'' ہے-

''اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا-'' تم جبھی کامیابی پاسکتے ہو جب تمہارے دلوں کے اندر' روح کے اندر' وہ چیز پیدا ہوجائے کہ جس کا نام قرآن مجید کی زبان میں ایمان ہے-

''ایمان'' کے معنی عربی میں ''زوال شک'' کے ہیں- یعنی کامل درجہ کا بھروسہ اور کامل درجہ کا اقرار تمہارے دل میں پیدا ہو جائے- جب تک کامل درجہ کا یقین تمہارے دلوں کے اندر پیدا نہ ہوگا' کامیابی کا کوئی دروازہ تمہارے لیے نہیں کھل سکتا- شک کا اگر ایک کانٹا بھی تمہارے دل میں چبھ رہا ہے تو تم کو اپنے اوپر موت کا فیصلہ صادر کرنا چاہیے- تم کو کامیابی نہیں ہوسکتی- سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ تمہارے دل کے اندر ایمان' اطمینان' یقین' تمکّن اور اقرار پیدا ہو' لیکن کیا محض دل کا یہ کام' دماغ کا یہ فعل' تصور کا یہ نقشہ کامیابی کو پورا کردے گا؟ نہیں!

فرمایا' ایک دوسری منزل اس کے بعد آتی ہے- جب تک وہ دوسری منزل بھی کامیابی کے ساتھ طے نہ کرلو گے' اس ایک پہلی منزل کو طے کرکے کامیابی نہیں پاسکتے- اس کا نام قرآن حکیم کی بولی میں ''عمل صالح'' ہے (و عملوا الصالحات) یعنی وہ کام جو اچھائی کے ساتھ کیا جائے' جس کام کو جس صحت اور جس طریقہ کے ساتھ کرنا چاہیے' جو طریقہ اس کے لیے سچا طریقہ ہوسکتا ہے' اس کام کو اس کے ساتھ انجام دینا-

قرآن حکیم کا یہ اصول تو عام ہے- ایمان کے معنی ہیں وہ یقین' وہ کامل اطمینان' وہ کامل اقرار کہ جو عمل سے پیدا ہوتا ہے' وہ چیز جو دماغ میں موجود تھی' وہ ارادہ جو دماغ میں پیدا ہوا تھا' وہ پہلی منزل ہوئی جو مذہب میں آکر ''ایمان'' کا نام اختیار کرلیتی ہے- بالکل جیسے وہ عمل دماغ ہے' وہ عمل تصور و یقین ہے- اس بنا پر پہلی منزل ایمان کی ہے- پہلی چیز یہ ہے کہ تمہارے دل کے اندر سچا ارادہ پیدا ہو' سچا عزم پیدا ہو- دوسری منزل یہ ہے (عملوا الصالحات) صرف دماغ کی منزل طے کرکے قدم نہ ٹھہر جائیں- بلکہ عمل بھی کرو- اور وہ جو صالح ہو- یعنی جو صحیح

طریقہ ہے اس کام کے انجام دینے کا۔ جب اس کو پورا کر لیا تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ فتح مندی اور کامیابی کی دو منزلیں تم نے کامیابی کے ساتھ طے کر لیں۔ مگر پھر کیا تمہارا کام ختم ہو گیا؟ اس کے بعد کیا تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے؟ قرآن مجید کی عالمگیر صداقت کہتی ہے کہ نہیں، بلکہ ان دو منزلوں کے بعد دو منزلیں اور بھی باقی ہیں۔ اپنی ہمت تو آزما لو کہ ان کے لیے تمہارے تلوے تیار ہیں یا نہیں؟ تمہاری کمر ہمت مضبوط ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو ممکن ہے کہ یہ پہلی دو منزلیں بھی تمہارے لیے سود مند نہ ہوں۔ کیا ایک کڑی کے درست کر لینے کے بعد زنجیر کا پورا کام ہو گیا ہے؟ ایک منٹ کے لیے بھی نہیں۔ تم کیا ہو؟ اس بکھری ہوئی شکل میں بیکار رہو اس میں تمہارا کوئی وجود نہیں، قرآن وجود مانتا ہے اجتماع کا۔ اس کے نزدیک وجود کڑیوں کا نہیں بلکہ زنجیر کا نام ہے۔ تم میں سے ہر وجود ایک کڑی ہے، اس کا کام پورا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ باقی کڑیوں کی خبر نہ لے۔ جب تک باقی کڑیاں مضبوط نہ ہوں گی زنجیر مضبوط نہیں ہو سکتی۔ اس لیے فرمایا، کامیابی کا سفر کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک تیسری منزل تمہارے سامنے نہ آئے۔

وہ تیسری منزل ان فصیح و بلیغ معنوں میں ہے کہ:

﴿ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ - ﴾

تیسری منزل "وتواصوا بالحق" کہ تم جو ایک کڑی تھے، جس کو تم نے ایمان اور عمل صالح کی مضبوطی سے استوار کیا۔ تمہارا کام ختم نہیں ہوا، تمہارا فرض ہے کہ اس زنجیر کی دوسری کڑیوں کی طرف بھی توجہ کرو، اس کو یوں درست کر سکتے ہو کہ دنیا میں خدا کی سچائی کا پیغام پہنچاؤ۔ جب تک تم میں یہ بات نہ ہو گی کہ تمہارا دل سچائی کے اعلان کے لیے تڑپنے لگے، جب تک تو صی حق نہ کرو گے، کامیابی تم کو نہیں مل سکتی۔

لیکن اگر تیسری منزل کے لیے تم تیار ہو گئے، اگر توفیق الٰہی نے تمہاری دستگیری کی تو پھر آخری منزل کون سی ہے؟ وہ ہے کہ جو حق کی منزل کے لیے لازم و ملزوم ہے۔ اس کے ساتھ اس کی گردن اس طرح جڑی ہوئی ہے کہ جدا نہیں کی جا سکتی۔ فرمایا کہ حق کی وہ وصیت کریں گے۔ چنانچہ وہ حق کا پیغام سنائیں گے، حق کی دعوت پہنچائیں گے۔ حق کا یہ حال ہے کہ حق کی راہ میں کوئی قدم نہیں اٹھ سکتا جب تک وہ قربانیوں کے لیے قدم نہ اٹھائیں۔ فرمایا کہ صرف حق ہی کا پیام وہ نہ پہنچائے، بلکہ صبر کا بھی پہنچائے:

﴿ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ - ﴾

تم نے اپنی بدبختی سے نہ صرف شریعت کے حکم کو بدلا ہے، بلکہ اپنے طریق عمل سے شریعت کے لفظوں کی بولیوں کو بھی بدل ڈالا۔ "صبر" کے معنی کیا ہیں؟ تم سمجھتے ہو کہ صبر کے معنی ہیں بے عزتی اور باطل کی پرستش و پوجا، جو شخص صبر کے معنی یہ سمجھتا ہے اس سے بڑھ کر قرآن مجید کی تحریف لفظی کرنے والا کوئی نہیں۔ تحریف معنوی تو بہت سے علماء کر رہے ہیں، لیکن تحریف لفظی یہ ہے کہ صبر کے معنی یہ کیے جائیں کہ اگر تمہارے اوپر حق کے مقابلہ میں مصیبت آ جائے تو تم کو چاہیے کہ صبر کے گوشے میں پناہ لو۔ یعنی ہر طرح کی بے عزتی کو، بے چارگی کو، باطل پرستی کو قبول کر لو۔ صبر کے معنی بالکل اس سے مختلف ہیں۔ "صبر" کے معنی ہیں "برداشت" کے، صبر کے معنی ہیں "جھیلنے" کے، صبر کے معنی ہیں جھل کے، کہ جو قدم تم مقصد کی راہ میں اپنے محبوب و پیارے مقصد کے لیے اٹھاؤ اور اس میں طرح طرح کی مصیبتیں آئیں طرح طرح کی ڈراونی

صورتیں آئیں زنجیریں اور ہتھکڑیاں آئیں' بلکہ ممکن ہے کہ تمہارے سامنے تختہ دار ہو اور اس پر ایک پھندا لٹکے- یہ سب تمہارے سامنے آئے گا' لیکن تم اگر حق کے پرستار ہو تو تمہارا فرض ہونا چاہیے کہ تمہارے اندر صبر ہو' تمہارے اندر برداشت کی وہ اہل طاقت ہو' وہ پہاڑ برداشت کا تمہارے اندر موجود ہو کہ دنیا کی کوئی مشکل' کوئی تاج وتخت اس پر فتح یاب نہ ہو سکے- یہ معنی صبر کے ہیں!- چنانچہ قرآن مجید کے مواقع استعمال پر اگر غور کیا جائے' تو معلوم ہو جائے گا کہ ہر جگہ صبر کے یہی معنی ہیں-

مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید نے جو صداقت نوع انسانی کے آگے کامیابی کے لیے پیش کی ہے' اور اب سے تیرہ سو برس پیشتر جو ایک اٹل اور لازوال پروگرام بنا دیا ہے' اس کی چار دفعات ہیں- اگر وہ کوئی سفر ہے تو یہ اس کی چار منزلیں ہیں- ہم کو ایک منٹ کے لیے غور کرنا چاہیے کہ کیا دنیا میں کوئی بھی کامیابی بلا ایمان مل سکتی ہے؟ کیا تم شک کا روگ اپنے پہلو میں لے کر دنیا کی چھوٹی چھوٹی کامیابیاں پا سکتے ہو؟ کیا تم دنیا میں ایک مٹھی بھر جو اور چاول بھی پا سکتے ہو؟ جب تک تمہارے اندر حق کے لیے طلب نہ ہو- کیا ایک لمحہ کے لیے دنیا کی کوئی کامیابی تمہیں اپنا چہرہ دکھا سکتی ہے؟ جب تک تم حق کی راہ میں قربانیاں چڑھانے کے لیے تیار نہ ہو- خدا کی اس کائنات کے ایک ایک ذرہ میں اس حقیقت کی ایک عالمگیر تصدیق موجود ہے' اور اس دنیا میں کامیابی کا کوئی چہرہ نہیں دیکھ سکتا' جب تک وہ ایمان، عمل صالح، حق اور صبر کی منزل سے نہ گزرے- اللہ تعالیٰ کا ہر قانون ہر اڑنے والے پرندے کے لیے ہے- کیا خدا اپنا قانون تمہارے لیے بدل دے گا؟ کیا خدا تمہاری غفلتوں کا ساتھ دے گا؟

اگر تم اپنی غفلت کی وجہ سے اس دھوکا میں پڑے ہو' تو تم سے بڑھ کر اپنی موت کی طرف جانے والا کوئی نہیں-!

اسلام ایک مکمل مذہب کے تمام اجزا کا مجموعہ ہے' اس لیے اس نے عقائد و عبادات کے سلسلے میں اخلاق کو بھی نمایاں جگہ دی- لیکن خاص طور پر جن اخلاق حسنہ کی تعلیم دی وہ تمام تر فوجی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں- اس نے صبر و توکل اور عزم و استقلال کی ہر موقع پر تعلیم دی، اور یہی چیزیں ہیں جن کے ذریعے سے کوئی فوج میدان جنگ میں ثابت قدم رہ سکتی ہے- اسلام دنیا میں حق و صداقت کی اشاعت کے لیے آیا- حق و صداقت کا میدان صرف جہاد کے ذریعے سے فتح ہو سکتا ہے- صبر جہاد کی حقیقت کے لیے اصل شرط ہے-

پس اس نے (اسلام نے) ہمیشہ حق و صبر کو لازم و ملزوم قرار دیا-[1]

قرآن مجید نے ایمان اور اہل ایمان کی نسبت جو کچھ کہا ہے اس میں کوئی بات بھی اس قدر نمایاں نہیں جس قدر یہ کہ سچے اہل ایمان خوف اور غم دونوں سے محفوظ ہو جائیں گے- حقیقت یہی ہے کہ انسانی زندگی کی سعادت کے لیے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا- اس کی شقاوت کی ساری سرگزشت انہی دو لفظوں میں کٹی ہوئی ہے، خوف اور دکھ!

جونہی ان دو باتوں سے رہائی مل گئی ساری سعادتیں اس کے قبضے میں آ گئیں- قرآن حکیم نے یہ حقیقت دوسرے پیرائے میں بھی بیان کی- مثلاً سورۂ عصر اسی حقیقت کا اعلان ہے-[2]

---

(۱) "البلاغ" ۱۱ فروری ص ۱۳-۱۴-

(۲) "ترجمان القرآن" جلد دوم ص ۱۸۲-

| اٰیاتُھا: 9 | سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعُھَا: 1 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۣ ① الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ② يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ③ كَلَّا
لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ④ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ⑤ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ⑥ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى
ع ۱/۲۴ الْاَفْـِٕدَةِ ⑦ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ⑧ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ⑨

(۱) تباہی ہے اس شخص کے لیے جو عیب جو اور طعنہ زن ہے۔[۱-۲] (۲) جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کے رکھا (۳) وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اسے ہمیشہ زندہ رکھے گا (۴) ایسا ہر گز نہیں ہوگا، بخدا اسے حطمہ میں پھینکا جائے گا (۵) اور تمہیں کیا معلوم کہ حطمہ کیا ہے؟ (۶) وہ اللہ کی (پیدا کی ہوئی) آگ ہے خوب بھڑکائی ہوئی (۷) جو دلوں تک جا پہنچے گی (۸) وہ ان (اہل جہنم) پر بند کر دی جائے گی (۹) اس حال میں کہ وہ بڑے بڑے ستونوں میں جکڑے ہوئے ہوں گے!

| اٰیاتُھا: 5 | سُوْرَۃُ الْفِیْلِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعُھَا: 1 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ① اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِیْ تَضْلِيْلٍ ② وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ
ع ۱/۲۵ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ③ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ④ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ⑤

(۱) (اے پیغمبر) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے اس لشکر کے ساتھ کیا سلوک کیا جو ہاتھیوں کا ایک غول لے کر مکہ پر حملہ آور ہوا۔[۱] (۲) خدا نے ان کے تمام داؤ غلط نہیں کر دیے؟ (۳) اور ان پر عذاب کی نحوستوں کے غول نازل نہیں کیے؟ (۴) جنہوں نے انہیں سخت بربادی میں مبتلا کر دیا' جو ان کے لیے لکھ دی گئی تھی (۵) یہاں تک کہ پامال شدہ کھیت کی طرح تباہ ہو گئے۔[(۱)]

[۱] یہ سورہ مکی ہے۔ اس سورہ میں اخلاقی برائیوں کی مذمت کی گئی ہے جو جاہلی معاشرے میں پائی جاتی تھیں۔ اور آخرت میں ان لوگوں کا جو انجام ہوگا اس کا منظر پیش کیا گیا ہے۔

[۲] ہمز اور لمز کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی کسی کی تحقیر کرنا اور اس کے نسب پر طعنہ زنی کرنا اور پیٹھ پیچھے اس کی برائی بیان کرنا۔ اس قسم کے اخلاق کے عادی مجرم کو ہمزہ اور لمزہ کہا جاتا ہے۔

[۱] یہ سورہ مکی ہے۔ اور اس کے تاریخی پس منظر کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورہ مکہ کے ابتدائی دور میں نازل شدہ سورتوں سے ہے۔

(1) "الہلال" ۲ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۲۰۔

| | | |
|---|---|---|
| رُکُوعُهَا: 1 | سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَّكِّيَّةٌ | اٰيَاتُهَا: 4 |

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ① اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ② فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ③ الَّذِيْٓ
اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ④ ع

(۱) چونکہ قریش مانوس ہوئے[1] (۲) (یعنی) گرمی اور سردی کے سفروں سے مانوس ہونے کی وجہ سے (۳) ان کو چاہیے کہ اس خانہ خدا (کعبہ) کے مالک کی عبادت کریں- (۴) جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے انہیں امن دیا-

سورۃ البروج میں گزر چکا ہے کہ یمن میں یہودی فرمانروا ذونواس نے عیسائیوں پر جو ظلم وستم ڈھائے تھے اس کا بدلہ لینے کے لیے حبش کی عیسائی سلطنت نے یمن پر حملہ کیا اور ۵۲۵ء میں اس پورے علاقے پر حبشی حکومت قائم ہوگئی- اس حملے کا باعث محض مذہبی انتقام نہ تھا بلکہ اس کے کچھ سیاسی اور مذہبی عوامل بھی تھے- اس حملہ آور فوج کی قیادت دو امیروں کے ہاتھ میں تھی- ایک ارياط اور دوسرا ابرہہ- بعد میں ارياط مارا گیا اور ابرہہ نے پوری قیادت پر قبضہ کرلیا- اور شاہ حبش کی رضامندی سے یمن میں گورنر مقرر ہوگیا- پھر رفتہ رفتہ یمن کا خود مختار بادشاہ بن گیا-

اس کے بعد اس نے عرب میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے یمن کے دار السلطنت صنعاء میں ایک کلیسا تعمیر کروایا جو القلیس کے نام سے مشہور ہوا- اور اس نے عربوں کو حج کعبہ سے اس طرف موڑنے کی کوششیں شروع کردیں، اور یمن میں علی الاعلان اس کی منادی بھی کرادی- اس کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح عربوں کو غصہ دلائے اور مکہ پر حملہ کا جواز مل جائے-

چنانچہ اس کے اعلان پر غضب ناک ہوکر ایک عرب نے کسی نہ کسی طرح کلیسا میں گھس کر رفع حاجت کرڈالی- جس کی اطلاع پر ابرہہ طیش میں آگیا اور اس نے کعبہ پر حملہ کا منصوبہ بنالیا- اور ساٹھ ستر ہزار کی فوج کے ساتھ، جس میں ۹ ہاتھی بھی شامل تھے، مکہ کی طرف روانہ ہوگیا-

یہ لشکر جب طائف کے قریب پہنچا تو بنوثقیف نے ایک معاہدہ کے تحت اس کی رہنمائی کے لیے ایک شخص ابورغال نامی کو اس کے ساتھ کردیا- المغمس نامی جگہ پر پہنچ کر ابورغال مرگیا- اور عرب مدتوں تک اس کی قبر پر سنگ باری کرتے رہے-

یہ مقام مکہ سے قریباً تین کوس کے فاصلے پر تھا- اس سے آگے بڑھا تو محمود نامی ہاتھی نے مکہ میں داخل ہونے سے انکار کردیا اور وہیں بیٹھ گیا- اتنے میں پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ چونچوں میں سنگریزے لیے آئے اور اس لشکر پر سنگ باری شروع کردی- جس کسی پر یہ پتھر گرتے اس کا جسم گل جاتا- یہ دیکھ کر ان لوگوں نے افراتفری میں یمن کی طرف بھاگنا شروع کردیا اور سارا لشکر تباہ وبرباد ہوگیا-

یہ واقعہ وادی محصب کے قریب محسر کے مقام پر پیش آیا- اور پھر ہوا یہ کہ یمن کے اندر حبشی اقتدار ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا- اس سورہ میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے-

[1] سورۂ قریش کو بعض نے مدنی قرار دیا ہے- لیکن اکثر مفسرین نے اسے مکی ہی کہا ہے- اور ﴿ رب هذا البيت ﴾ کے الفاظ اس کے مکی ہونے کی تائید کرتے ہیں- اس سورہ کے مضمون کو سمجھنے کے لیے بھی اس کے تاریخی پس منظر کو سامنے رکھنا ضروری ہے-

آیاتہا: 7

## سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ

رکوعہا: 1

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ﴿١﴾ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ﴿٢﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ
الْمِسْكِيْنِ ﴿٣﴾ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ﴿٤﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ﴿٥﴾ الَّذِيْنَ هُمْ
يُرَآءُوْنَ ﴿٦﴾ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ﴿٧﴾

ع ۳۲

(۱)(اے نبی!) بھلا آپ نے ایسے شخص کو دیکھا ہے جو جزا و سزا کی تکذیب کرتا ہے؟[1] (۲) یہ وہی شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے (۳) اور مسکین کو کھانا دینے کی لوگوں کو ترغیب تک نہیں دیتا (۴) سو ایسے نمازیوں کے لیے تباہی ہے (۵) جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں (۶) جو ریا کاری کرتے ہیں (۷) اور لوگوں کو روزمرہ کے برتنے کی معمولی چیز دینے سے گریز کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے جداعلیٰ قصی بن کلاب وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قریش کو متفرق مقامات سے بلا کر مکہ میں جمع کیا۔ اس بنا پر قصی کو مُجَمِّع کا لقب دیا گیا۔ اس نے حج کے نظام کو بہتر بنایا اور حاجیوں کی خدمت کا انتظام کیا۔ جس سے قریش کا اثر و رسوخ تمام عرب میں قائم ہو گیا اور وہ احترام کی نظر سے دیکھے جانے لگے۔ قصی کے بعد اس کے دو بیٹوں عبد مناف اور عبدالدار کے درمیان اس شہری ریاست کے مناصب تقسیم ہو گئے۔ مگر عبد مناف کو ناموری حاصل رہی۔

عبد مناف کے چار بیٹے تھے ہاشم، عبد شمس، مطلب اور نوفل۔ ان میں ہاشم نے بین الاقوامی تجارت میں حصہ لینا شروع کر دیا، جو عرب کے راستہ بلاد مشرق اور شام و مصر کے درمیان ہوتی تھی۔ اس دور میں ایران کی ساسانی حکومت اس بین الاقوامی تجارت پر قابض تھی، جو شمالی علاقوں اور خلیج فارس کے راستوں رومی سلطنت اور بلاد مشرق کے درمیان ہوتی تھی۔ اس لیے کاروبار بہت تیزی سے ہو رہا تھا۔ دوسرے عرب قافلوں کی بہ نسبت قریش کو سہولت حاصل تھی اور تمام قبائل بیت اللہ کے خادم ہونے کی وجہ سے ان کی عزت کرتے تھے اور قریش کے قافلے نہایت امن سے آتے جاتے تھے۔ اور ان بھائیوں نے مختلف ممالک سے اپنے تعلقات قائم کر لیے تھے اور گرد و پیش سے ان تعلقات کی بنا پر ان کو اصحاب الایلاف کہا جاتا تھا۔ اور مکہ جزیرۃ العرب کا نہایت اہم تجارتی مرکز بن گیا تھا۔ اور ابرہہ کا حشر دیکھ کر قبائل اور زیادہ قریش کے معتقد بن گئے تھے اور بیت اللہ کو واقعی بیت اللہ سمجھنے لگے تھے۔ اس بنا پر قریش نہایت امن و امان سے تجارت کرتے تھے اور کوئی بھی ان سے تعرض کی جرأت نہیں کرتا تھا۔

اس مختصر سورہ میں قریش پر اسی احسان کو دہرایا گیا ہے اور اسے یاد دلا کر انہیں ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی گئی ہے۔

[1] سورۃ الماعون بھی مکی مدنی سورت ہے۔ اس سورہ میں ریا کاری کی عبادت اور معمولی استعمال کی چیزوں کو روک رکھنے کو تکذیب بالدین قرار دیا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے کیونکہ اس قسم کی منافقت مدینہ میں پائی جاتی تھی۔

| رُكُوْعُهَا: 1 | سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ | اٰيَاتُهَا: 3 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ② اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ③ ع

(۱)(اے نبی!) ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی ہے (۲) لہٰذا آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے (۳) یقیناً آپ کا دشمن ہی جڑ کٹا ہے![۱-۲]

| رُكُوْعُهَا: 1 | سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ | اٰيَاتُهَا: 6 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ① لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ③ وَلَاۤ اَنَا
عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ⑤ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ⑥ ع

(۱) اے نبیؐ! آپ کہہ دیجیے کہ اے کافرو![۱] (۲) میں ان کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کر رہے ہو (۳) اور نہ تم اس کی پرستش کرتے ہو جس کی میں عبادت کر رہا ہوں- (۴) اور نہ میں ان کی عبادت کرنے والا ہوں جن کی تم نے عبادت کی (۵) اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرنے والے ہو (۶) تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے!

---

۱ سورۃ الکوثر مکی ہے یا مدنی ہے- صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کی بنا پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مدنی ہونے کو ترجیح دی ہے-

۲ نبوت کے ابتدائی دور میں جب آنحضرت ﷺ اور آپ کے چند ساتھی انتہائی مشکلات کے دور سے گزر رہے تھے تو آنحضرت ﷺ کی تسکین قلب کی خاطر متعدد سورتیں نازل ہوئیں، جن میں سے ایک سورۃ الکوثر بھی ہے- اس میں بھی آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی اور مخالفین کے تباہ و برباد ہونے کی پیش گوئی کی گئی ہے-

۱ یہ سورۃ بھی مکی مدنی سورتوں میں سے ہے- دعوت اسلام سے گو قریش نے مخالفت کا طوفان کھڑا کر رکھا تھا- مگر قریش اس بات سے مایوس نہ تھے کہ آنحضرت ﷺ کو کسی طور پر مصالحت پر آمادہ کر لیں گے- اس لیے وقتاً فوقتاً آپ ﷺ کے پاس مصالحت کی تجویزیں لے کر آتے- من جملہ ان کے انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کریں اور ایک سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے- اس پر یہ سورہ نازل ہوئی-

اس سورہ نے یہ اصول دیا کہ جس رواداری سے مذہب کے اساسی عقیدہ پر زد پڑتی ہو ایسی رواداری کی گنجائش نہیں ہے-

| اٰیاتُھَا: 3 | سُوْرَۃُ النَّصْرِ مَدَنِیَّۃٌ | رُکُوْعُھَا: 1 |
| --- | --- | --- |

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ ﴿۱﴾ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ

رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾ ع ۲۵

(۱) جب کہ خدا کی نصرت آ پہنچی اور حق وصداقت کو فتح ہوئی-[1] (۲) اور تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ دین الٰہی میں لوگ جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں-

(۳) تو اب پروردگار کی حمد و ثنا کرو اور اپنی خطاؤں کی معافی مانگو- یقیناً وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے![1]

| اٰیاتُھَا: 5 | سُوْرَۃُ اللَّھَبِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوْعُھَا: 1 |
| --- | --- | --- |

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ﴿۱﴾ مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ﴿۲﴾ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَھَبٍ ﴿۳﴾

وَّامْرَاَتُہٗ ؕ حَمَّالَۃَ الْحَطَبِ ﴿۴﴾ فِیْ جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿۵﴾ ع ۲۶

(۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا-[1] (۲) نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی (۳) وہ ضرور ہی شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا (۴) اور اس کی بیوی بھی جو (ایندھن کی) لکڑیاں اٹھانے والی ہے- (۵) اس کی گردن میں مونج کی رسی ہوگی!

---

[1] یہ سورہ مدنی ہے اور نزول کے اعتبار سے قرآن مجید کی آخری سورہ ہے- اس سورہ کے نزول سے تین ماہ بعد آپ ﷺ فوت ہو گئے ہیں- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سورہ میں آنحضرت ﷺ کو تعلیم دی گئی ہے کہ جب عرب کے لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں تو (آپ سمجھ لیں کہ) آپ کا کام مکمل ہو گیا- اس کے بعد آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح میں مشغول ہو جائیں- اور اس انقلاب میں اگر کوئی کوتاہی یا بھول چوک ہوگئی ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں-

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ اس کے بعد آپ ﷺ نہایت محنت اور ریاضت میں مشغول رہتے-

[1] یہ سورہ مکی ہے- اور اس میں ابولہب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ کے آخر دور میں نازل ہوئی ہوگی جبکہ ابولہب کا کردار اسلام کی

راہ میں سخت رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ ممکن ہے یہ سورہ اس دور میں نازل ہوئی ہو جبکہ قریش نے شعب ابی طالب میں بنو ہاشم کا مقاطعہ کر رکھا تھا۔

ابولہب وہ شخص تھا جس نے اسلام دشمنی کے لیے تمام اخلاقی اصولوں کو پس پشت ڈال دیا تھا اور صلہ رحمی جو عرب معاشرہ میں بہت اہم چیز سمجھی جاتی تھی اس کا بھی لحاظ نہ کیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت عام پیش کرنے کا حکم دیا گیا اور آپ پر یہ ہدایت نازل ہوئی کہ آپ اپنے قریب ترین عزیزوں کو سب سے پہلے ڈرائیں تو آپ نے صبح سویرے کوہ صفا پر چڑھ کر بلند آواز سے پکارا "یا صباحاہ!" اس پر قریش کے سب لوگ جمع ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ایک ایک خاندان کا نام لے لے کر پکارا "اے بنی ہاشم، اے بنی عبدالمطلب، اے بنی فہر، اے بنی فلاں وفلاں" جب سب اکٹھے ہو گئے تو فرمایا "اگر میں تمہیں یہ کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہے تو تم میری بات مان لو گے؟"

لوگوں نے کہا "ہمیں کبھی تم سے جھوٹ سننے کا تجربہ نہیں ہوا ہے!"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تو میں تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ آگے سخت عذاب آ رہا ہے۔"

اس پر قبل اس کے کہ کوئی اور بولتا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابولہب نے کہا: تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟ "تیرے لیے ہلاکت ہو! کیا تو نے اس لیے ہمیں یہاں جمع کیا تھا؟......"

اس موقع پر یہ سورہ نازل ہوئی!

نیز روایات میں ہے کہ ابولہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قریب ترین ہمسایہ بھی تھا۔ دونوں کے درمیان صرف ایک دیوار حائل تھی۔ یہ آپ کو بہت تکلیف دیتا۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل نے تو یہ وتیرہ اختیار کر رکھا تھا کہ رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر خاردار جھاڑیاں لا کر ڈال دیتی تھی۔ تاکہ صبح سویرے جب آپ یا آپ کے بچے باہر نکلیں تو کوئی کانٹا ان کے پاؤں میں چبھ جائے۔

نبوت سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں ابولہب کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے بیاہی ہوئی تھیں۔ مگر اسلام دشمنی کے سبب ابولہب نے اپنے بیٹوں سے دونوں کو طلاق دلوا دی۔ بلکہ عتیبہ نے تو شدت نفرت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر تھوکنے کی مذموم کوشش بھی کی تھی۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِّنْ كِلَابِكَ۔ چنانچہ ایک شیر نے اسے پھاڑ ڈالا۔

الغرض اس طرح کے متعدد واقعات ہیں جن کی بنا پر یہ سورہ نازل ہوئی، جس میں ابولہب اور اس کی بیوی کے کردار کی مذمت کی گئی اور ان کے انجام بد کی خبر دی۔

| اٰیاتُھا: 4 | سُوْرَۃُ الْاِخْلَاصِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوعُھَا: 1 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

(۱) اللہ کی ذات یگانہ ہے۔[۲] (۲) اسے کسی کی احتیاج نہیں (۳) نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا۔ (۴) نہ کوئی ہستی اس کے درجے اور برابر کی ہوئی! [۱]

| اٰیاتُھا: 5 | سُوْرَۃُ الْفَلَقِ مَکِّیَّۃٌ | رُکُوعُھَا: 1 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ
النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵

(۱) اے نبی! آپ کہیے: ''میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں[۱] (۲) ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا (۳) اور رات کی تاریکی کے شر سے (بھی پناہ لیتا ہوں) جبکہ وہ چھا جائے (۴) اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے (۵) اور ہر حسد کرنے والے کے شر سے جب کہ وہ حسد کرے!''

---

۱ سورۃ الاخلاص مکی ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا تصور پیش کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ قریش کے لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنے رب کا نسب ہمیں بتائیے۔ اس پر یہ سورہ نازل ہوئی۔

۲ احادیث میں اس سورہ کو ثلث قرآن قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سورہ میں اسلام کے بنیادی عقائد (توحید، نبوت اور آخرت) میں سے ایک (توحید) کو چار مختصر فقروں میں جامع طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

۱ سورۃ الفلق اور سورۃ الناس یہ دونوں سورتیں مکی مدنی ہیں اور ان دونوں کا نام ''معوذتین'' رکھا گیا ہے' بعض روایات میں ہے کہ مدینہ میں یہود نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا اور اس کے اثر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے تھے اس پر یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں۔

مکہ میں دشمنوں کی شدید مخالفتیں ان سورتوں کے نزول کا سبب بنیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن سے پناہ مانگنے کے لیے ان سورتوں کی تعلیم دی گئی۔

| ایاتھا: 6 | سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ | رکوعھا: 1 |
|---|---|---|

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ① مَلِكِ النَّاسِ ② اِلٰهِ النَّاسِ ③ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ④
الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ⑤ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ⑥ ع

(۱) اے نبی! آپ یوں کہیے "میں پناہ لیتا ہوں انسانوں کے رب (۲) انسانوں کے بادشاہ' (۳) انسانوں کے معبود حقیقی کی۔

(۴) اس وسوسہ ڈالنے والے' پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے (۵) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے (۶) وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے......!"

---

## ایک اہم مبحث:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ان دونوں سورتوں کو اپنے مصحف سے خارج کر دیا تھا اور وہ ان کو قرآنی سورتیں ماننے کے لیے تیار نہ تھے۔

اس روایت کی بنا پر مخالفین اسلام نے قرآن مجید کے مختلف ہونے کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور قرآن میں تحریف کا شوشہ چھوڑا ہے۔

لیکن اولاً تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ تفرد اور شذوذ قابل حجت نہیں ہے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سرکاری طور پر جو مصحف جمع کروایا تھا اس کی اجماعی حیثیت مسلم تھی اور اس میں یہ دونوں سورتیں درج تھیں۔ لہذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی بنا پر ان کی قرآنیت سے انکار کرنا سراسر باطل ہے۔ خصوصاً جبکہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ان سورتوں کو نماز میں پڑھا ہے اور دوسروں کو پڑھنے کی تلقین کی ہے۔

ابو بکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کے قرآن ہونے میں شبہ نہیں تھا۔ مگر جبکہ آنحضرت ﷺ نے ان کو مصحف میں لکھنے کے لیے نہیں فرمایا' اس لیے وہ انہیں مصحف کے اندر درج کرنے میں متامل تھے۔ اور عین ممکن ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا ہو۔

## دوسرا مبحث:

روایات میں ہے کہ مدینہ میں آنحضرت ﷺ پر جادو کیا گیا تھا اور تاریخی حیثیت سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ اس سے متاثر ہوئے تھے۔ اور لبید بن اعصم یہودی نے جادو چلایا تھا جو انصار کے قبیلہ بنی زریق سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کے بال اور کنگھی کسی طریقہ سے حاصل کر لی اور موئے مبارک اور کنگھی ...

بنی زریق کے کنویں ذروان یا ذی اروان کی تہ میں دبا دیا تھا- اس سے آپؑ کے مزاج مبارک میں تغیر آ گیا تھا- مگر یہ تمام آپ ﷺ کی ذات تک محدود ہے- حتی کہ کسی کو معلوم نہ ہوسکا کہ آپؐ پر کیا گزری ہے- وحی پر اس کا کوئی اثر نہ تھا-

اس حد تک یہ واقعہ بالکل صحیح ہے- جسمانی طور پر نبی کو اذیت پہنچنے سے منصب نبوت پر کوئی اثر نہیں پڑتا- مگر بعض لوگوں نے ان جادو والی احادیث کا ہی انکار کر دیا ہے اور ان احادیث کو ان تتبعون الا رجلا مسحورا کے خلاف سمجھا ہے- مگر یہ تمام توجیہات غلط ہیں- جیسا کہ ہم واضح کر چکے ہیں-

اس کے بعد اب ہم ان سورتوں کے الفاظ کی وضاحت کرتے ہیں-

بعض مضرات اس قسم کی ہوتی ہیں کہ انسان ان کے دفع کرنے سے عاجز ہوتا ہے اور فطرتاً کسی مافوق الفطرت ہستی کی طرف رجوع کرتا ہے- اس عقیدے کی بنا پر کہ وہ ہستی عالم اسباب پر حکمران ہے اور ہمارے ادراک سے بالاتر ہے اور وہ حفاظت کر سکتی ہے- سورۂ فلق و سورۃ الناس میں اسی قسم کی پناہ مراد ہے- بلکہ قرآن و حدیث میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کا ذکر آیا ہے، اس سے یہی قسم مراد ہے اور عقیدہ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ اس نوع کا تعوذ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے نہ کیا جائے-

مشرکین اس قسم کے استعاذے غیر اللہ سے کرتے تھے- مادہ پرست لوگ مادی ذرائع و وسائل کی طرف رجوع کرتے ہیں- مومن کے لیے لازم ہے کہ اس قسم کے خطرات سے بچنے کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آئے-

فلق سے مراد صبح کی سپیدی ہے جو رات کی تاریکی کو پھاڑ کر ظاہر ہوتی ہے- پس ﴿ اعوذ برب الفلق ﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ "میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں (کہ وہ مجھے مخلوق کے ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے)"-

"العقد" یہ عقدہ کی جمع ہے- "عقدہ" کے معنی گرہ کے ہیں- اور "نفث" کے معنی پھونکنے کے ہیں جبکہ گرہ میں پھونکنے کا محاورہ عموماً کنایتاً جادو سے ہوتا ہے- پس آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ "میں جادوگرنیوں کے شر سے (اللہ رب العزت کی) پناہ چاہتا ہوں"-

﴿ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ﴾ سے مراد وسوسہ اندازی کرنے والا شیطان ہے جو وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے-

❋ ❋ ❋

# ترجمان القرآن

یعنی

قرآنِ حکیم کے مطالب اردو زبان میں

ضروری تفسیر کے ساتھ

اِنَّ اللّٰہَ یَرفَعُ بِھٰذَا الکِتَابِ اَقوَامًا وَّ یَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ

اسلامی اکادمی